عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی نادر روزگار،

اور معرکہ آرا کتاب "مثنوی معنوی" کی جامع اور لاجواب شرح

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

4

یہ وہ مقبول خاص و عام کتاب ہے کہ خواندہ ناخواندہ سب ہی اس سے دلچسپی لیتے ہیں مگر مضامین عالیہ ہونے کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے اور بعض اوقات نوبت الحاد و زندقہ تک پہنچ جاتی ہے، حضرت حکیم الامت نے اشعارِ مثنوی کو واضح کر کے اور مسائل تصوف کو عام فہم بنا کر نہایت خوبی سے سمجھا دیا ہے حقیقت یہ ہے کہ اس سے معتبر اور شریعت و طریقت کا پاس و ادب رکھ کر مضامین کو حل کرنے والی کوئی اور شرح نہیں لکھی گئی

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ

بیرون بوہڑ گیٹ

ملتان

عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی نادرِ روزگار
اور معرکہ آراء کتاب "مثنوی معنوی" کی جامع اور لاجواب اُردو شرح

از:

حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہ

جلد ۴

یہ وہ مقبول خاص و عام کتاب ہے کہ خواندہ، ناخواندہ سب ہی اس سے دلچسپی لیتے ہیں۔ مگر مضامین عالیہ ہونے کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے اور بعض اوقات نوبت الحاد و زندقہ تک پہنچ جاتی ہے۔ حضرت حکیم الامت نے اشعارِ مثنوی کو واضح کر کے اور مسائل تصوف کو عام فہم بنا کر نہایت خوبی سے سمجھا دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس معتبر اور شریعت و طریقت کا پاسِ ادب رکھ کر مضامین کو حل کرنے والی اور کوئی شرح نہیں لکھی گئی۔

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ
بیرون بوہڑ گیٹ • مُلتان

ربع دوم دفتر دوم

قَالَ تَعَالَىٰ كَمَآ أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ

چوں در کریمہ صدر قولہ یتلوا و یعلمکم الکتٰب بر فضل علم نظم و معنی و قولہ یزکیکم بر شرف علم کلام و عقائد و علم سلوک و قولہ والحکمۃ بر مزیت علم اسرار و علم اصول دال با وضع بیان رسید از آں جملہ بودن تصوف کہ مشتمل بر سلوک و اسرار ست از علم دین نیک عیاں ست باتفاق اہل مذاق مثنوی از کتب ایں فن خاص شاں ست لاکن از اغلاقش محتاج تبیان ست + بنا علیہ ایں شرح اردو کہ معنونش را

کلید مثنوی

عنوان ست ایں ربع دوم از دفتر دوم از آں ست (بالفاظ و عبارت (مولوی) شبیر علی و مولوی حبیب احمد سلمہما اللہ کہ ہر یکے از ایشاں برائے صاحب معانی یعنی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب دام ظلہم بمنزلہ لسان ترجمان ست) در وصل متن را چناں حل کردہ کہ نہایت امکان ست و مسائل را بطورے تقریر نمودہ کہ ہم موافق تحقیق اہل اتقان و ہم مطابق حدیث و قرآن ست و اشکالات و اغلاط را بطرزے دور ساختہ کہ مورث اطمینان و امان ست وجا بجا ملفوظات سیدنا الحاج محمد امداد اللہ رحمہ کہ مطرب آں نغمہ منشط اذہان ست ہم درو یکجا کردہ

حسب فرمایش

محمد شبیر علی مالک اشرف المطابع تھانہ بھون ضلع مظفر نگر بطبع رسید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الربع الثانی من الدفتر الثانی من المثنوی المعنوی

شرح حبیبی

قسم غلام در صدق وفائے یار خود از طہارت ظن خود

گفت نے واللہ باللہ العظیم ۔ مالک الملک رحمٰن ورحیم

آن خدائے کہ فرستاد انبیا ۔ نے بحاجت بل بفضل وکبریا

آن خداوندے کہ از خاکِ ذلیل ۔ آفرید او شہسوارانِ جلیل

پاکشان کرد از مزاجِ خاکیان ۔ بگزرانید از تگِ افلاکیان

برگرفت از نار و نورِ صاف ساخت ۔ وانکہ او بر جملۂ انوار تاخت

آن سنا برقے کہ بر ارواح تافت ۔ تا کہ آدمؑ معرفت زان نور یافت

آن کز آدم رست و دستِ شیثؑ چید ۔ پس خلیفہ اش کرد آدمؑ کان بدید

نوحؑ ازان گوہر چو برخوردار شد ۔ در ہوائے بحرِ جان دُر بار شد

جانِ ابراہیمؑ ازان انوار زفت ۔ بے حذر در شعلہ ہائے نار رفت

چونکہ اسمٰعیلؑ در جویش فتاد — پیش دشنہ آبدارش سر نہاد
جان داؤدؑ از شعاعش گرم شد — آہن اندر دستِ بافش نرم شد
چون سلیمانؑ بُد وصالش را رضیع — دیو گشتش بندہ فرمان و مطیع
در قضا یعقوبؑ چون بنہاد سر — چشم روشن کرد از بوئے پسر
یوسفؑ مہ رو چو دید آن آفتاب — شد چنان بیدار در تعبیرِ خواب
چون عصا از دستِ موسیٰؑ آب خورد — ملکتِ فرعون را یک لقمہ کرد
جان جرجیسؑ از فرش چون بر ازیافت — ہفت نوبت جان فشاند و بازیافت
چونکہ زکریاؑ ز عشقش دم زدے — کرد در جوفِ درختش جان فدے
چونکہ یونسؑ جرعۂ زان جام یافت — در درون ماہی آن آرام یافت
چونکہ یحییٰؑ مست گشت از شوق او — سر بطشت زر نہاد از ذوق او
چون شعیبؑ آگاہ شد زین ارتقا — چشم را در باخت از بہرِ لقا
شکر کرد ایوبؑ صابر ہفت سال — در بلا چون دید آثار وصال
خضرؑ و الیاسؑ ازنیش چون دم زدند — آب حیوان یافتند و کم زدند
نزد بالش عیسیٰؑ مریمؑ چو یافت — بر فراز گنبدِ چارم شتافت
چون محمدؐ یافت آن ملک و نعیم — قرص مہ را کرد اندر دم دو نیم
چون ابوبکرؓ آیت توفیق شد — با چنان شہ صاحب و صدیق شد
چون عمرؓ شیدائے آن معشوق شد — حق و باطل را ازدل فاروق شد
چونکہ عثمانؓ آن عیان را عین گشت — نور فائض بود ذو النورین گشت
چون زنورش مرتضیٰؓ شد در فشان — گشت او شیرِ خدا در مرج جان
روشن از نورش چو سبطینؓ آمدند — عرش را دُرّین و قُرطین آمدند

آن یکے از زہر کردہ جان نثار   وان سر افگندہ براہش مست وار
چونکہ سبطین از سرش واقف بدند   گوشوار عرشِ ربّانی شدند
سبط پاکش ہم حسین و ہم حسن   گوشوارِ عرشِ حق ذو المنن
چون جنید از جند او دید آن مدد   خود مقاماتش فزون شد از عدد
بایزید اندر مزیدش راہ دید   نام قطب العارفین از حق شنید
چونکہ کرخی کرخ او را شد حرس   شد خلیفہ حق و ربانے نفس
پور ادہم مرکب آن سو راند شاد   گشت او سلطانِ سلطانان راد
وان شقیق از شق آن راہ شگرف   گشت او خورشید رائے و تیز طرف
شد فضیل از رہزنی رہ پیر راہ   چون بلحظہ لطف شد ملحوظ شاہ
بشر حافی را تبشر شد ادب   سر نہاد اندر بیابانِ طلب
چونکہ ذوالنون از غمش دیوانہ شد   مصر جان را ہمچو شکر خانہ شد
چون ہمہ بے سر شد اندر راہ او   بر سر ہر سروران شد جاہ او
رحمت و رضوان حق در ہر زمان   باد بر جان و روانِ پاکِ شان
صد ہزاران پادشاہانِ نہان   سرفرازاند زان سوے جہان
نام شان از رشک حق پنہان بماند   ہر گدائے نام شان را برنخواند
حقِ آن نور و حق نورانیان   کاندران بحراند ہمچون ماہیان
بحرِ جان و جان بحر ار گویمش   نیست لائق نام نو می جویمش
حق این آنی کہ این و آن از وست   مغزہا نسبت بدو باشد پوست
کہ صفات خواجہ تاش و یار من   ہست صد چندان کہ این گفتارِ من
آنچہ میدانم ز وصف آن ندیم   باورت ناید چہ گویم اے کریم

غلام نے کہا کہ ہرگز ایسا نہین ہے جیسا حضور والا نے ارشاد فرمایا۔ مین اُس خدائے عظیم کی قسم کھا کر عرض کرتا ہون جو
مالک الملک اور رحمٰن و رحیم ہے۔ اور جس خدا نے بنا بر احتیاج نہین بلکہ محض اپنے فضل اور اپنی عظمت و اقتدار غیر مزاحم
کی بنا پر انبیأ کو بھیجا ہے۔ اور جسنے کہ ذلیل خاک سے راہ خدا کے بڑے بڑے شہسوار پیدا کیے اور انکو دیگر خاکیون کے مماثل مزاج سے
پاک کیا اور اُنکے عروج روحانی کو فرشتون کی دوڑ سے بھی بڑھا دیا ہے۔ اُنکو آتش شہوات و ملکات رذیلہ سے پاک کر کے صاف
شفاف نور بنا دیا اور پھر وہ نور تمام انوار سے سبقت لے گیا اور اُس نور کی قسم کھاتا ہون جو ارواح پر چمکا تھا۔ تا آنکہ
آدم علیہ السلام کو اس سے معرفت حاصل ہوئی۔ اور جو کہ حضرت آدم علیہ السلام سے جلوہ گر ہوا اور جس نے حضرت
شیث علیہ السلام کے ہاتھ کو اپنے مکاشفت کے لیے منتخب کیا جسکو دیکھ کر حضرت آدم علیہ السلام نے اُنکو اپنا خلیفہ
بنایا۔ اور جس گوہر سے حضرت نوح علیہ السلام نے متمتع ہوکر فضائے بحر جان امت مین گہر باری کی۔ اور اُنکو باطنی موتیون سے
مالا مال کیا۔ اور جس عظیم الشان نور کی بدولت حضرت ابراہیم علیہ السلام بے خطر آگ مین گھس گئے۔ اور جس کی نہر مین
غرق ہوکر اسمٰعیل علیہ السلام نے خنجر آبدار کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ اور جسکی شعاع سے جان داؤد علیہ السلام گرم ہوئی
تو اُنکے زرہ بننے کے ہاتھ مین لوہا نرم ہوگیا۔ اور جس کے وصال سے حضرت سلیمان متمتع ہوئے تو دیو اُنکے مطیع و تابع فرمان
ہوگئے اور جس کے سبب حضرت یعقوب علیہ السلام قضائے الٰہی کے منقاد ہوئے تو بوئے یوسف سے اُنکی آنکھین
روشن ہوگئین اور جس آفتاب کو دیکھ کر یوسف علیہ السلام کے اندر تیقظ و بیداری پیدا ہوئی تو وہ خوابون کے
معبر کامل بنگئے۔ اور جس کے سبب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے مستفیض ہوکر لاٹھی اژدہا بن گئی۔ اور سلطنت
فرعون کو نگل گئی۔ اور جس کی شوکت و عظمت کا راز معلوم کر کے جرجیس نے سات بار جان دی اور ہر مرتبہ زندہ ہوگئے۔
اور جس کے عشق کا دم بھر کر زکریا علیہ السلام نے درخت کے اندر اپنی جان فدا کر دی۔ اور جسکے جام کا ایک گھونٹ پیکر
حضرت یونس علیہ السلام مست ہوگئے تو شکم ماہی مین اُنکو آرام ملگیا۔ اور جسکی لذت سے مست ہوکر حضرت یحییٰ
علیہ السلام نے اُس کے شوق مین طشت زرین مین اپنا سر رکھدیا یعنی شہید ہوگئے اور جس کے ارتقا و علو مرتبت کے واقف
ہوکر اُسے دیکھنے کے اشتیاق مین روتے روتے شعیب علیہ السلام آنکھین کھو بیٹھے۔ اور جس کے آثار وصال کو دیکھکر حضرت
ایوب علیہ السلام نے مصیبت مین سات سال شکر و صبر کیا۔ اور جسکی شراب نوشی کا دعویٰ کر کے خضر و الیاس علیہما السلام نے
آب حیوان کو باوجود پی لینے کے محقر سمجھا۔ اور چھوڑ دیا اور اُسکی طرف التفات بھی نہ کیا۔ اور جسکی سیڑھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کو ملی تو وہ اسکے ذریعہ سے آسمان چہارم پر چڑھ گئے۔ اور جس سلطنت و نعمت عظمیٰ کو پاکر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ایک لمحہ مین چاند کے دو ٹکڑے کر دیے۔ اور جس کے سبب ابوبکر صدیق رضہ خود مہتدی و موفق کامل اور دوسرون
کے لیے نشان ہدایت و توفیق ہوئے تو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جیسے بادشاہ عظیم القدر کے مصاحب
خاص اور درجۂ صدیقیت پر فائز ہوگئے اور جس معشوق کا شیدا بنکر امیر المومنین عمر بن الخطاب رضہ تہ دل سے فارق
بین الحق والباطل ہوگئے اور جس نور معائن و مشاہد کو دیکھنے کے لیے حضرت عثمان رضہ ہمہ تن چشم بنگئے۔ تو اُنپر مزید نور
فائض ہوا۔ اور ذو النورین بنگئے۔ اور جس کے نور سے دُر فشان ہوکر جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ چراگاہ ارواح مین
شیر خدا بنگئے۔ اور متصرف فی الارواح بالاصلاح ہوگئے اور جس کے نور سے روشن ہوکر سبطین رضہ حق سبحانہٗ کے

عرش برین کے گوشوارہ ہوگئے جنہین سے ایک زہر سے شہید ہوے (کما ہو المشہور) اور دوسرون نے راہ خدا مین سر دیدیا اور کربلا مین شہید ہوگئے اور جس کے راز سے واقف ہو کر سبطین عرش کے گوشوارہ ہوگئے ۔ (اعادہ مضمون سابق ہے) سبطین سے مراد جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاک نواسے امام حسنؓ و امام حسینؓ ہین جو عرش حق سبحانہ کے گوشوارہ ہین) اور جس کے لشکر سے مدد پاکر حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے بے انتہا مقامات رفیعہ پر قبضہ پالیا ۔ اور جسکی دفور اور زیادتی سے مہتدی ہوکر حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے بذریعہ الہام حق سبحانہ سے قطب العارفین کا لقب حاصل کیا (خواہ اپنے الہام سے یا دوسرون کے) اور جس کے سبب حضرت کرخیؒ اپنے مقام کرخ کے محافظ ہوکر یعنی انہین عبادت مین مصروف رہکر خلیفۂ حق اور گفتۂ او گفتۂ اللہ بود کا مصداق ہوگئے ۔ اور جس کے جویان ہوکر حضرت ابراہیم بن ادہم شاہان حکما اور اہل اللہ کے بادشاہ ہوگئے اور جس کے سبب حق سبحانہ کے عجیب و غریب رستہ کو طے کرنے مین مصائب برداشت کرنے سے حضرت شقیق بلخیؒ خورشید راے اور تیز نظر ہوگئے ۔ اور جس کے سبب حضرت فضیلؒ پر حق سبحانہ کی نظر عنایت ہوئی ۔ تو وہ رہزنی سے پیر راہ اور مقتدائے راہ حق ہوگئے ۔ اور جس کی سبب بشر حافی علیہ الرحمۃ کو ادب میسر ہوا ۔ اور وہ بیابان طلب حق مین دوڑنے مین سرگرم ہوئے ۔ اور جس کے غم مین حضرت ذوالنون مصریؒ دیوانہ ہوئے ۔ اور مصر جان کے شکرخانہ نیگے کہ ارواح عالم اپنے فیض مرغوبہ حاصل کرنے لگین ۔ اور جس کی راہ مین حضرت سری سقطی علیہ الرحمۃ نے سر دیا تو بڑے بڑے شہنشاہون کے تخت سے انکا رتبہ عالی ہوگیا ۔ رحمۃ اللہ علی ارواحہم و نفوسہم المقدسہ ابداً و رضی اللہ عنہم اجمعین ۔ اور جس کے سبب لاکھون بڑے بڑے بادشاہ (اہل اللہ) اُس عالم سے مستفیض ہوکر اس عالم مین جلوہ گر ہوے جن کے نامون کو غیرت خداوندی نے مخفی رکھا ۔ اور کسی ولی یا ہر ولی کو بھی انکا پتہ نہ چلا ۔ لہذا وہ انکا نام زبان پر نہ لاسکے یا پتہ تو چلا اگر اظہار کی اجازت نہوئی اسلیے ظاہر نہ کرسکے نیز مین اس نور کی اور ان نورانی حضرات کی قسم کھاکر عرض کرتا ہون ۔ جو اس بحر نور مین مچھلیون کی طرح غرق ہین جسکو اگر مین اس لیے بحر جان کہون کہ روح اسمین غرق ہے اور اس سے حیات حاصل کرتی ہے ۔ یا اسلیے جان بحر کہون کہ اُس سے سمندر کو وہی نسبت ہے ۔ جو جان سے جسم کو ۔ تو مناسب نہین کہ یہ ہر دو اوصاف اُسکے کمترین اوصاف مین سے ہین بلکہ اسکی تعبیر کے لیے مجھے نئے نام کی ضرورت ہے ۔ نیز اُس وقت اور اُس ساعت کی قسم کھاکر عرض کرتا ہون جس سے تمام عالم کا ظہور ہوا ہے ۔ اور تمام مغز جس کے مقابلہ مین بمنزلہ پوست کے ہین کہ میرے ساقی کے اوصاف اس سے سوگونہ ہین جسقدر کہ مین نے بیان کیے تھے تو اسکے اوصاف یہ ہی معلوم ہین ۔ لیکن جو مجھے معلوم ہین انکا آپکو اعتبار نہین آتا ۔ پس مین کیا کرسکتا ہون اور کیا کہہ سکتا ہون ۔

شرح شبیری

غلام کا اپنی سچائی اور حسن ظن پر قسم کھانا

گفت لے واللہ الخ یعنی کہنے لگا کہ نہین واللہ العلیم باللہ العظیم جو کہ مالک الملک ہے اور رحمن ہے اور رحیم ہے ۔ (ان سب قسمون کے جواب آگے بعد بنیتالیس شعر کے شعر "کہ صفات خواجہ تاش و یار من" مین ہے ۔ اور وہان تک یہ ساری قسمین ہین) ۔

آن خدائے الخ یعنی اور اس خدا کی قسم کہ جسنے انبیاء بھیجے (اور ان انبیا کو) کسی حاجت کی وجہ سے نہین (بھیجا

اس لیے کہ حق تعالیٰ تو بے واسطہ کے بھی ہدایت فرما سکتے تھے) بلکہ (انکا بھیجنا صرف) فضل کی وجہ سے (ہے) اس لیے کہ حق تعالیٰ تو احتیاج سے منزہ ہیں اُنکو تو کسی چیز کی احتیاج نہین ہے۔ بلکہ حق تعالیٰ نے صرف بندون پر رحمت و شفقت کی وجہ سے اُنکی ہدایت کے لیے اُن ہی کی جنس مین سے ارسال فرمایا ورنہ اُنکو کوئی ضرورت نہ تھی اُسی کو مولانا ایک اور جگہ فرماتے ہین کہ ؎

من نکردم خلق تا سودے کنم　　بلکہ تا بر بندگان جودے کنم

آن خداوندے الخ - یعنی اُس خدا کی قسم کہ خاک ذلیل سے اُسنے بڑے بڑے شہسوارون کو پیدا فرمایا۔

پاک شان کرد الخ - یعنی اور اونکو (دیگر) خاکیون کے مزاج سے پاک کیا۔ اور اُنکو آسمان والون کی دوڑ سے بھی آگے گذار دیا۔ مطلب یہ کہ خاک سے پیدا فرما کر اُنھین اسقدر مراتب عطا فرمائے کہ جہان فرشتے بھی نہ جا سکین وہانتک اُنکی رسائی ہو۔ جیسے کہ حضور مقبول صلے اللہ علیہ وسلم جب معراج مین تشریف لے گئے تو سدرۃ المنتہیٰ تک جا کر حضرت جبریل علیہ السلام بھی رہگئے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے تشریف لے گئے تھے۔

برگرفت الخ - یعنی (ان لوگون کو خاک سے پیدا فرما کر) آگ سے الگ کیا (یعنی دوزخ سے بچایا) اور نور صاف بنا دیا اور نور بھی وہ جو تمام انوار پر بڑھ گیا۔

آن سنا الخ - یعنی وہ چمک اُس برق کی کہ ارواح پر چمکی (جیساکہ حدیث مین آیا ہے۔ ازل مین حق تعالیٰ نے سب ارواح کو جمع کر کے اُنپر رش نور کیا۔ فمن اصاب من ذالک النور اہتدی ومن اخطأ ضل پس وہ نور جسکو ملا ہے اُسی نے ہدایت پائی ہے اور جسکو جسقدر مراتب عالیہ حاصل ہوئے ہین وہ سب اُسی نور کی برکت ہے) یہانتک کہ آدمؑ نے معرفت (حق) اُسی نور سے پائی۔

آن کز آدم الخ - یعنی وہ نور کہ جب آدم علیہ السلام کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور حضرت شیث علیہ السلام کے ہاتھ نے چُن لیا (اُنھون نے اُسکو حاصل کر لیا) پس آدم علیہ السلام نے اُنکو خلیفہ کر دیا (کہ اُس نور کو) دیکھا (اور معلوم ہوگیا کہ انھین بھی قابلیت ہے تو اُنکو اپنا خلیفہ کر دیا۔ تو یہ قابلیت بھی اُس نور ہی کی برکت ہے۔

نوحؑ ازان الخ - یعنی نوح علیہ السلام جبکہ اُس موتی سے برخوردار ہوئے تو بحر جان کی خواہش مین موتی برسانے والے ہوئے۔ اسلیے کہ اُنسے جو فیض پہونچا وہ سب اُس نور ہی کی برکت تھی۔

جان ابراہیم الخ - یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جان اُن ہی عظیم انوار (کی وجہ سے) بیخوف آگ کے شعلون مین چلی گئی یہ بھی اُس نور ہی کی برکت تھی جیساکہ مشہور و معروف و معلوم ہے۔

چونکہ اسمعیل الخ - یعنی جبکہ حضرت اسمعیلؑ اُسکی ندی مین گر پڑے (یعنی اوس نور معرفت مین غرق ہوگئے) تو اون کے خنجر آبدار کے سامنے سر رکھدیا۔ یہ بھی اُس نور ہی کی برکت تھی جیساکہ معلوم ہے۔

جان داؤد الخ - یعنی داؤد علیہ السلام کی جان جب اُسکی شعاع سے گرم ہوئی (یعنی اُنکو گرمی عشق کی حرارت پہونچی) تو لوہا اُنکے بُننے کے (لیئے) ہاتھ مین نرم ہو گیا۔ جیساکہ قرآن شریف مین ہے والنا لہ الحدید ان اعمل سابغات وقدر فی السرد اور مشہور ہے کہ جب وہ زرہ بناتے تھے تو لوہا اُن کے ہاتھ مین موم کی طرح نرم ہو جاتا تھا۔

چون سلیمان الخ - یعنی جبکہ سلیمان علیہ السلام اُسکی وصال کے دودھ پینے والے (حاصل کرنے والے) ہوگئے

(یعنی جبکہ اُنکو وصل حاصل ہوگیا) تو دیو اُنکے حکم کے غلام اور مطیع ہوگئے۔ یہ بھی اُس نور ہی کی برکت ہے۔

[۱۳] **در قضا یعقوب الخ** - یعنی جبکہ یعقوب علیہ السلام نے قضا مین سر رکھا یعنی اُسپر صبر کیا اور کہا کہ انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ تو اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ) صاحبزادہ (کے پیراہن) کی بو سے آنکھین روشن کرین یہ بھی اُسی نور کی برکت ہے۔ بعض محشیون نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے نابینا ہونے کو اور حضرت شعیب علیہ السلام کے نابینا ہونے کا انکار کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ نابینا تو نہ ہوے تھے بلکہ ضعیف البصر ہوگئے تھے اور وجہ یہ بیان کرتے ہین کہ اگر اُنکو نابینا مان لیا جاویگا۔ تو نبی کے اندر عیب ہونا لازم آتا ہے حالانکہ انبیا علیہم السلام سب بے عیب پیدا فرمائے گئے ہین۔ تاکہ کوئی اعتراض کی نگاہ سے نہ دیکھے۔ انتہی۔ بھلا کوئی ان بھلے مانسون سے پوچھے کہ نابینا ہونے کو تمنے عیب کہان سے گڑھ لیا۔ ہم کہتے ہین کہ نابینا ہونا عیب ہی نہین ہے۔ اسلیے کہ عیب وہ ہے جسپر کہ لوگ طعن کرین۔ اور اُسکو بُرا جانین۔ بلکہ نابینا ہونے کے بعد تو لوگ اسکا اور زیادہ خیال کرتے ہین اور اُسپر ترس کرتے ہین نہ کہ بُرا جانتے ہین پس معلوم ہوا کہ یہ عیب ہی نہین بلکہ ایک مرض ہے اور انبیاء کا مریض ہونا مسلم ہے پس وہ بے شک عیوب سے پاک تھے لیکن امراض بدنی مین تو مبتلا ہوتے بھی تھے۔ اور اگر حضرت یعقوب علیہ السلام کے نابینا ہونے کا انکار کرتے ہین تو قرآن شریف مین جو آیا ہے وابیضت عیناہ یعنی روتے روتے اُنکی آنکھین سفید ہوگئین اور انکی سیاہی جاتی رہی تو جب سواد چشم نہین رہتی اُس وقت تو بینائی ہرگز بھی نہین رہتی دوسری جگہ فرماتے ہین کہ فارتد بصیرا یعنی وہ بصارت کی طرف واپس ہوگئے۔ پس سمجھ لو کہ درمیان مین بصر نہ رہی تھی جب پیراہن ڈالا گیا تو بصارت واپس آگئی۔ انکا کیا جواب دینگے خوب سمجھ لو۔ کہ اُنکے نابینا ماننے مین کوئی خرابی لازم نہین آتی۔ بلا دلیل یہ کہنا کہ اُنکی بینائی گئی نہ تھی بلکہ صرف ضعیف ہوگئی تھی اور آیات قرآنی کے خلاف کہنے کی کوئی ضرورت نہین سیدھی بات یہ ہے کہ کہا جاوے کہ نابینا ہونا عیب ہی نہین ہے۔

[۱۴] **یوسف مہر و الخ** - یعنی یوسف ماہرو علیہ السلام نے جب وہ آفتاب (نور) دیکھا تو تعبیر خواب مین ایسے بیدار (مغز) ہوگئے کہ جو تعبیر دی وہی درست ہوتی تھی اور اُسی کے مطابق ہوتا تھا یہ بھی اُس نور ہی کی برکت تھی۔

[۱۵] **چون عصا الخ** - یعنی جبکہ عصا نے موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے پانی پیا (یعنی برکت حاصل کی) تو فرعون کے ملک کو ایک لقمہ کر لیا یعنی اُنکو مغلوب کر دیا۔ اسلیے کہ جب ساحرون سے مقابلہ ہوا ہے تو اُس عصا نے اُنکے بنائے ہوے سانپون وغیرہ کو کھا لیا اُسکے بعد فرعون مغلوب ہوگیا اور اسکا ملک جاتا رہا۔ اور از دست موسے آب خورد مین اُس طرف اشارہ ہے کہ یہان عصا صرف آلہ تھا اور اُسمین نور کا اثر نہ تھا بلکہ اصل اثر تو موسیٰ علیہ السلام کے دست مبارک مین تھا اس عصا مین اُس واسطہ سے آجاتا تھا۔ اور یہ سب اُس نور کی برکت ہے۔

[۱۶] **جان جرجیس الخ** - یعنی جرجیس علیہ السلام نے اُسکے دبدبہ کا راز پالیا تو سات مرتبہ جان بکھیری اور پھر پائی قصہ اہل سیر نے لکھا ہے کہ یہ ایک پیغمبر ہین اُنکی قوم نے اُنکو ستر مرتبہ ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور یہ اُسی قدر مرتبہ زندہ ہوگئے تو یہ بھی اُسی نور ہی کی برکت تھی اور مولانا کا سات مرتبہ کہنے سے مراد عدد نہین ہے بلکہ صرف تکثیر مراد ہے کہ بہت مرتبہ ایسا ہوا۔

[۱۷] **چونکہ زکریا الخ** - یعنی جبکہ زکریا علیہ السلام اُسکے عشق سے دم بھرتے تھے تو اُسکے درخت کے جوف مین جان خدا

کردی ۔ جیسا کہ معلوم ہوا ہے ۔ کہ انکی قوم انکے قتل کیواسطے تعاقب مین تھی تو انھون نے ایک درخت سے پناہ لینی چاہی تو وہ پھٹ گیا اور حضرت اُسمین تشریف لے گئے ۔ تو شیطان نے آکر انکی قوم کو بتایا کہ وہ اس درخت مین ہین تم اسکو چیر دو لہذا انھون نے اسکو چیرا تو آرہ اُنکے سر پر چلا مگر اُف بھی نہ کی یہ بھی اُس نور کی برکت ہے ۔

چونکہ یونس الخ ۔ یعنی جبکہ یونس علیہ السلام نے اُس جام مین سے ایک گھونٹ پی لیا تو مچھلی کے اندر انھون نے آرام پایا یہ بھی اُسکی برکت ہے ۔

چونکہ یحییٰ الخ ۔ یعنی جبکہ یحییٰ علیہ السلام اس (نور) کے شوق سے مست ہوگئے تو طشت زر مین ذوق (اور خوشی) سے سر رکھدیا انکا قصہ اہل سیر نے لکھا ہے کہ ایک بادشاہ اپنے کسی محرم سے زنا کرنا چاہتا تھا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام منع فرماتے تھے اور وہ عورت انکی دشمن تھی تو اُسنے بادشاہ سے یہ کہا کہ مین تمھارا کہنا جب قبول کرونگی جب انکا سر میرے پاس لاؤگے ۔ تو اُس بادشاہ نے انکو قتل کرکے اور طشت زر مین انکے سر کو رکھکر اُسکے پاس پیش کیا تو لکھا ہے کہ اسوقت بھی صرف سر یہ کہہ رہا تھا کہ دیکھو خبردار ایسا مت کرنا ۔ اور انکو برابر زنا سے روک رہا تھا ۔ اللہ اکبر

چون شعیب الخ ۔ یعنی جبکہ شعیب علیہ السلام نے اس بلندی (مراتب) کی خبر پائی تو وصل کے واسطے آنکھون کو ہار دیا ۔ اہل سیر نے لکھا ہے کہ حق تعالیٰ کی محبت مین روتے روتے انکی آنکھین جاتی رہی تھین اور محشیونکی غلطی اوپر شعر در قضا یعقوب الخ مین بیان کردی گئی ہے ۔

شکر گفت الخ ۔ یعنی حضرت ایوب صابر علیہ السلام نے سات برس تک صبر کیا جبکہ بلاہی مین وصال کے آثار دیکھے انکو جو یہ صبر کی ہمت ہوئی یہ بھی اوسی نور کی وجہ سے ہوئی ۔

خضر و الیاس الخ ۔ یعنے حضرت خضر و حضرت الیاس علیہما السلام نے جب اُس شراب سے دم مارا (یعنی اسکو پیا) تو آب حیوان کو پایا اور کم التفات کیا ۔ بعض لوگون نے لکھا ہے کہ یہ حضرات زندہ ہین ۔ اور اکثر لوگون کو ملتے بھی ہین اور ہر سال دونون حج کرتے ہین اور وہان جمع ہوتے ہین اور ایک دوسرے کا سر مونڈتے ہین اور یہ جو مشہور ہے کہ خضر علیہ السلام اور سکندر دونون چشمہ حیوان پر گئے تھے بالکل غلط ہے اس لیے کہ کہان حضرت خضر علیہ السلام اور سکندر رومی اسلیے کہ اول تو زمانہ دونونکا بہت ہی مختلف اور پھر سکندر رومی کافر اور حضرت خضر علیہ السلام نبی پھر اُن دونون کا ساتھ کہان ہوتا ۔ یہ ویسے ہی مشہور ہوگیا ہے بلکہ وہ جو زندہ ہین وہ بغیر آب حیات کے پینے کے زندہ ہین اُسی کو مولانا فرماتے ہین کہ باوجودیکہ انھون نے چشمہ حیوان کو پایا مگر اُسکو کچھ بھی نہ سمجھا ۔

نرد بانش الخ ۔ یعنی اُس (نور) کا زینہ جب مریم علیہا السلام کے عیسیٰ علیہ السلام نے پالیا تو چوتھے آسمان کی بلندی پر دوڑ گئے جیسا کہ مشہور ہے کہ وہ چوتھے آسمان پر ہین اور معراج مین انکا دوسرے آسمان پر ملنا ثابت ہوتا ہے اسلیے یون کہین گے کہ گنبد سے مراد آسمان نہین ہے بلکہ مطلق کرہ مراد ہے تو اب یہ ہوگیا کہ چونکہ خاک سے اوپر کرہ ہوا ہے اسکے بعد کرہ نار ہے پھر آسمان اول اور پھر آسمان دوم تو ان دونون کرہ نار اور ہوا کو بھی ملاکر گنبد چہارم کہدیا ہے ۔ اور وہان پہونچنا بھی اوس نور ہی کی وجہ سے ہے ۔

چون محمد الخ ۔ یعنی جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ (نور کا) ملک و نعمت پایا تو ایکدم مین چاند کے دو ٹکڑے کردیے یہ جو کچھ تھا سب اُسی نور کی برکت تھی یہانتک تو انبیا کا ذکر تھا اب خلفاء راشدین کا ذکر ہے ۔

چون ابوبکر الخ- یعنی جبکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ توفیق (حق) کی نشانی ہوگئے تو ایسے بادشاہ یعنے حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی اور صدیق ہوگئے۔ یہ بھی اوس نور ہی کی برکت ہے کہ انکو سقدر عظیم الشان درجہ حاصل ہے

چون عمر الخ- یعنی جبکہ عمر رضی اللہ عنہ اوس معشوق (حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے شیدا ہو۔ تو حق اور باطل کے (درمیان مین) دل کی طرح فرق کرنیوالے ہوگئے۔ یہ بھی اُس نور ہی کی وجہ سے تھا۔

چونکہ عثمان الخ- اور جبکہ عثمان رضی اللہ عنہ اوس ظاہر کے لیے چشمہ ہوگئے تو نور فائض ہوا اور ذوالنورین ہوگئے مطلب یہ ہے کہ پہلے نور پر زیادتی ہوئی تو ذوالنورین ہوگئے اگرچہ ذوالنورین کہنے کی تو یہ وجہ ہے کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیون سے اُنکا نکاح ہوا ہے۔ مگر اس لقب کے لیے یہ بھی ایک لطیفہ ہے کہ اُنکے نور پر زیادتی ہوئی اسلیے وہ ذوالنورین ہوگئے۔ یہ بھی وہی تھا۔

چون ز روئش الخ- یعنے جبکہ اوس (نور) کے مُنھ سے (حضرت علی) مرتضے کرم اللہ وجہہ موتی بکھارنے والے ہوئے تو وسط جان مین شیر خدا ہوگئے یعنے اُنکا یہ لقب بھی اُس نور کی برکت سے تھا۔ یہانتک خلفاء راشدین کا ذکر تھا۔ آگے اہلبیت کا ذکر ہے۔

روشن الخ- یعنے جبکہ اوسکے نور سے حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما روشن ہوئے تو عرش کیلیے دو موتی اور دو بالیان ہوگئے (یعنے زینت دہ عرش ہوگئے اور) ایک نے تو زہر سے جان نثار کردی اور دوسرے نے اوسکی راہ مین سر ڈالدیا کہ کربلا مین شہید ہوئے۔ یہ بھی سب اوس ہی نور کی برکت سے آگے اولیاء اللہ کا تذکرہ ہے۔

چون جنید الخ- یعنے جبکہ حضرت جنید قدس سرہ نے اوسکے (حق تعالے کے) لشکر سے مدد دیکھی (یعنے فضل ہوا) تو انکے مقامات عدد سے کہین زیادہ ہوگئے یہ بھی اوس نور ہی کی برکت ہے۔

بایزید الخ- یعنے حضرت بایزید قدس سرہ نے جب اوس (نور) کی زیادتی مین راہ دیکھی تو حقتعالی کیطرف سے قطب العارفین کا لقب پایا کہتے ہین کہ لقب الہامی ہے تو دیکھو اونکا یہ مرتبہ بھی اوس نور ہی کی وجہ سے ہوا کہ انکو یہ خطاب ملا۔

چونکہ کرخی الخ- یعنے جبکہ حضرت کرخی قدس سرہ کرخ کے محافظ ہوگئے (یعنے وہین رہ کر عبادت مین مشغول رہے اور کہین نہین گئے۔ تو خلیفہ ہوگئے اور ربانی نفس ہوگئے جیسا کہ ظاہر ہے کہ کسقدر جلیل القدر بزرگ تھے یہ بھی اوس نور ہی کی بدولت ہوا۔

پور ادھم الخ- یعنے ادھم قدس سرہ کے بیٹے نے جب اوس (نور) کی طرف مرکب خوش خوش چلایا تو وہ بادشاہان انصاف کے بادشاہ ہوگئے۔ یہ بھی اوس ہی کی وجہ سے ہوا۔

وان شقیق الخ- یعنی شقیق قدس سرہ اوس راہ شگرف کے شگاف سے وہ خورشید جیسے رائے والے اور تیز نگاہ ہوگئے یعنے انکا فہم و ذکا بڑھ گیا۔ جیسا کہ بارہا بیان ہوا ہے کہ اولیاء اللہ کے علوم وہبی ہوتے ہین یہ بھی اوس نور کے سبب سے ہوا۔

صد فضیل الخ- یعنے حضرت فضیل قدس سرہ ڈاکہ ڈالنے سے راہ حق کے ہیر (اور رہبر ہوگئے) جبکہ بادشاہ

حقیقی یعنے خدائے تعالے) کی نگاہ لطف کے منظور ہو گئے یہ پہلے رہزنی کرتے تھے اور بہت قوی آدمی تھے پھر خدا نے ہدایت دی تو پھر شیخ وقت ہوئے اور جسطرح ڈکیتی مین مشہور تھے اُس سے زیادہ اس راہ مین مشہور ومعروف اور کامل ہوئے۔ یہ بھی اس ہی کی برکت تھی۔

بشر حافی الخ۔ یعنی کہ بشر حافی قدس سرہ کو ادب بشارت دینے والا ہوا کہ طلب کے جنگل مین سر رکہا۔ انکا قصہ یہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ کسی قاری کو الم نجعل الارض مهادا پڑھتے سُن لیا تھا وزگ کہنے لگے کیا خدا کے فرش پر جوتے لیکر چلین گے اور اوس روز سے ننگے پیر پھرا کرتے تھے اسلیے انکا لقب حافی (یعنے ننگے پاؤن) ہوگیا تو اونکا یہ ادب اُنکے مراتب کی ترقی کا بشارت دینے والا ہوا۔ اور جب اونہون نے یہ ادب کیا تو اوس طرف سے یہ قدر ہوئی کہ تمام جانورون وغیرہ کو حکم ہوگیا کہ کوئی راستہ مین بیٹ یا گوبر وغیرہ نہ کرتے تو چونکہ یہ بزرگ بغداد مین تھے لہذا بغداد کی سڑکین بالکل صاف پڑی رہتی تھین ! ور کوئی غلاظت وغیرہ وہان نہوتی تھی ایک روز ایک بزرگ نے دیکھا کہ ایک جانور نے بیٹ کی فوراً کہا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون معلوم ہوتا ہے کہ بشر حافی نے انتقال کیا۔ پس معلوم ہوا کہ عین اوسی وقت انتقال ہوا تھا پس وہ ادب کرنے والے تشریف لیگئے اور وہ قرنطینہ اوٹھ گیا۔ یہ ساری باتین اوسی نور کا فیض تھا۔

چونکہ ذوالنون الخ۔ اور جبکہ حضرت ذوالنون مصری قدس سرہ اوسکے غم مین دیوانہ ہوگئے (یعنے اوس ہی مین مست ہوگئے اور دیوانہ سے مراد پاگل نہین ہے) تو جان کی مصری کیلیے مثل شکر خانہ کے ہوگئے یعنے جان کو شیرینی اور فرحت بخشنے والے ہوگئے۔ یہ بھی اوسی نور کی برکت تھی۔

چونکہ سری الخ۔ یعنی جب حضرت سری سقطی قدس سرہ اوسکی راہ مین بے سر ہوئے تو (اسیکا یہ اثر ہوا کہ) سردارون کے تخت پر اُنکا مرتبہ ہوگیا۔ یعنی بہت ہی بلند مرتبہ ہوگئے۔ یہ بھی اوسیکی بدولت ہوا۔ یہان تک اولیاء اللہ مشاہیر کے اکثر کے نام بتلا کر آگے فرماتے ہین کہ۔

صد ہزاران الخ۔ یعنے لاکھون بڑے بڑے بادشاہان (حق کے راستے کے) سرفراز ہین اوس جہان سے یعنی یہ جو منے گنوا دیے ہین یہ تو بہت کم ہین ورنہ حق تعالے کی مخلوق مین لاکھون اور کرورون ایسے ملینگے کہ جو اوس طرف کے فیوض سے سرفراز ہونگے مگر اُنکو کوئی نہ جانتا ہوگا مثلاً ایک مرتبہ حضرت محبوب الاولیا سلطان نظام الدین دہلوی قدس سرہ العزیز کہین تشریف لیجا رہے تھے راستہ مین مغرب کا وقت ہوگیا اور سامنے ایک مسجد آگئی۔ مگر ویران تھی تو حضرت نے انتظار کیا کہ کوئی آوے تو جماعت کیجاوے حتے کہ ایک لکڑہارا آیا اور اسنے جلدی سے لکڑیان ڈالکر حضرت کو سلام کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ بھائی جلد وضو کرلو اوسنے کہا کہ نظام الدین وہ مسلمان ہی کیا جو ہر وقت با وضو نہ رہے اس کہنے پر جو حضرت نے اُسکے باطن کی طرف غور کیا تو معلوم ہوا کہ بہت ہی بڑے درجہ کا آدمی ہے اور بظاہر لکڑہارا تھا تو اسیطرح مولانا فرماتے ہین کہ لاکھون ایسے ہونگے جنکی کسیکو خبر بھی نہین۔ اور اُنکے مراتب ان سب سے عالی ہون اسلیے کہ اشہر ہونیکے لیے اقرب ہونا لازم نہین ہے ملا بہذا کا شکر ہے جس سے چاہین کام لین اور جسکو چاہین آرام مین رکھین بعض مرتبہ بوجہ زیادتی رحمت اور تعلق کے حق تعالے بعضون کے لیے یون ہی چاہتے ہین کہ بس یہ آرام سے رہین

اور اونسے کوئی کام نہین لیتے۔ بس مزہ سے اللہ اللہ کیے جاؤ۔ اور بعضون سے خوب کام لیتے ہین۔ تو مشہور ہونا مقرب ہونے کے لیے ضروری نہین اور نہ بالعکس۔ خوب سمجھ لو۔ اور اسکی نظیرین لاکھون موجود ہین جو اولیاء اللہ کے قصص مین موجود ہین۔

نام شان الخ یعنے اونکا نام حق تعالی کے رشک کیوجہ سے پوشیدہ رہا۔ اور ہر فقیر نے اُنکے نام کو برملا نہ پایا یعنے بعض کے ساتھ حق تعالی کو ایسا تعلق ہوتا ہے۔ کہ حق تعالی کو رشک ہوتا ہے کہ ہمارے محبوب اور محب کا نام دوسرا بھی جانے ہرگز نہین بس اسلیے اونکو گم نام فرما دیتے ہین۔ جیسا کہ فرماتے ہین کہ اولیائی تحت قبائی لایعلمھم سوائی۔ یعنے میرے دوست میری قبا کے نیچے ہین اونکو میرے سوا کوئی نہین جانتا۔ تو بوجہ رشک حق کے وہ پوشیدہ ہین اور اسلیے مشہور نہین ہین کہ سے غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم ٭ گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندہم۔ اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے اہل سیر نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسی علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا الٰہی اپنے کسی ایسے بندے کو دکھلا۔ کہ جو تیرا انتہا درجہ محب ہو۔ حکم ہوا کہ فلان جگہ جاؤ وہان تمکو ایک شخص ایسے ہی ملین گے غرضکہ یہ تشریف لے گئے۔ اور کہا کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ بس یہ کہنا تھا کہ ایک چیخ مار کر انتقال فرما گئے۔ حضرت موسی علیہ السلام نے درگاہ باری مین عرض کیا کہ اے بار آلہا یہ کیا ماجرا تھا ارشاد ہوا کہ یہ شخص اسوقت تک اس خیال مین مگن تھا کہ بس خداوند کریم میرے محبوب ہین۔ اور میرے سوا اونکے نام کو کوئی نہین جانتا۔ صرف اس خیال نے اُسکو مست کر رکھا تھا آج تمھارے منھ سے جو ہمارا نام سن لیا تو اُسکو غیرت آئی کہ میرے محبوب کا نام کوئی دوسرا بھی جانتا ہے اور دنیا مین میرا کوئی رقیب بھی ہے۔ بس اس غیرت اور شرم کے مارے مر گیا۔ اور اسکی تو یہ حالت تھی کہ سے باسایہ ترانمی پسندم ٭ عشق است ہزار بدگمانی ٭ پس اسی طرح حقتعالی کو اپنے محبین کا نام ظاہر فرماتے ہوے رشک ہوتا ہے اسلیے لاکھون اولیاء اللہ مخفی اور غیر معلوم ہین۔

رحمت الخ یعنے حق تعالی کی رحمت اور رضامندی ہر زمانہ مین اونکی جان اور روان پاک پر ہو۔

حق آن الخ یعنے قسم اوس نور کی اور اُن نورانیون کی کہ وہ اوس دریا (محبت) مین مثل مچھلیون کے ہین کہ نہ اس سے نکلنا چاہتے ہین اور نہ کسی وقت اوسکے پانی کا کم ہونا گوارا ہے۔ بلکہ ہر وقت اللھم زد فزد کی صدا ہے اور یہ نہ کہا جاوے کہ نورانیون کی قسم کھانا جس سے کہ مراد غیر اللہ ہن کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ بات یہ ہے کہ چونکہ اوس نور سے جو کہ نور حق ہے ان حضرات کو غایت تلبس ہے اسلیے انکی بھی قسم کھالی۔ اور یا یہ کہو کہ چونکہ مولانا پر اسوقت توحید کا غلبہ ہے اور اسکو بیان فرما رہے ہین لہذا ان نورانیون کو بھی عین اصطلاحی سمجھ کر اونکی بھی قسم کھالی۔ فلا اشکال آگے فرماتے ہین۔

بحر جان الخ یعنے مین اوسکو بحر جان اگر کہون یا جان بحر تو کوئی نام بھی اسکے لائق نہین ہے اسلیے کوئی نیا نام تلاش کرتا ہون مطلب یہ کہ کوئی نام جو کہ اوسکی کل صفات کا جامع ہو نہین ملتا۔ حیران ہون کیا کہون کچھ سمجھ مین نہین آتا۔ آگے فرماتے ہین کہ۔

حق آن الخ یعنے قسم ہے اوسوقت کی کہ یہ اور وہ سب اوسکی طرف سے ہے اور مغز اور اسکی نسبت سے

دیکھو تو پوست ہین۔ مطلب یہ کہ جو چیزین اور ونکی نسبت مغز اور لب معلوم ہوتی ہین وہ اصل موجودات معلوم ہوتے ہین وہ اوسکے سامنے کالعدم اور مثل قشر کے تابع محض معلوم ہوتے ہین اور جو کچھ ہے وہی ہے ہے۔ سے گلستان مین جاکر ہر اک گل کو دیکھا ✤ تیری ہی سی رنگت تیری ہی سی بو ہے ✤ اور سے ع بسکہ در جان فگار و چشم بیدارم توئی ✤ ہر کہ پیدا می شود از دور پندارم توئی ✤ ان قسمونکا جواب اس اگلے شعر مین ہے کہ کہ صفات الخ۔ یعنے کہ (ان سب کی قسم) میرے یار اور خواجہ تاش کی صفات اس میرے کہنے سے سو گنی زیادہ ہین۔

انچہ میگویم الخ۔ یعنے اے ندیم اور جو اوسکے اوصاف مجکو معلوم ہین آپکو یقین نہ آئیگا اسلیے کیا عرض کرون ورنہ وہ تو بڑا باوصف شخص ہے کہ جسکے اوصاف بیان مین آہی نہین سکتے۔ اور بادشاہ کو ندیم اسلیے کہدیا کہ وہ پاس تو بیٹھا ہی تھا۔ غرضکہ اس غلام نے اسکی خوب ہی قسمین کھا کھا کر تعریفین کین اور اپنی سابق برائیان تسلیم کرلین جس سے کہ اوسکی حد درجہ کی تواضع ثابت ہوگئی۔ اور اس بادشاہ کی گفتگو گذشتہ و آئندہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ خود کوئی کامل اور عارف ہے اور اس غلام کی حالت کا امتحان مقصود ہے کہ اسکے اخلاق کس قسم کے ہین یہان تک کی باتون سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس غلام کو اپنے سامنے اور سب کیساتھ حسن ظن تھا اور اپنے عیوب پر نظر تھی اسی لیے باوجود اسکے کہ وہ دوسرا اسقدر شریر وغیرہ تھا مگر اوسکی تعریف ہی کرتا رہا۔ آگے بادشاہ پھر سوال کرتا ہے کہ۔

شرح جیبی

شاہ گفت اکنون از آن خود بگو ✤ چند گوئی آن فلان و آنِ او

تو چہ داری و چہ حاصل کردهٔ ✤ از تگِ دریا چہ دُر آوردهٔ

روز مرگ این حس تو باطل شود ✤ نور جان داری کہ یارِ دل شود

در لحد کین چشم را خاک آگند ✤ هست آنچہ گور را روشن کند

آن زمان کین دست و پایت بر درد ✤ پر و بالت هست تا جان بر پرد

نور جان لم یزل بود لے یار غار ✤ مستعار آنرا مدان اے ہست عار

آن زمان کین جان حیوانی نماند | جان باقی یابدت بر جا نشاند

شرط من جا بالحسن نے کردنست | بل حسن را سوئے حضرت بردنست

جوہرے داری ز انسان یا خرے | این عرضہا کہ فنا شد چون برے

این عرضہائے نماز و روزہ را | چونکہ لا یبقے زمان انتقا

نقل نتوان کرد مر اعراض را | لیک از جوہر برند امراض را

تا مبدل گشت جوہر زین عرض | چون ز پرہیزی کہ زائل شد مرض

گشت پرہیز عرض جوہر بجہد | شد دہان تلخ از پرہیز شہد

از زراعت خاکہا شد سنبلہ | داروے مو کرد مو را سلسلہ

آن نکاح زن عرض بد شد فنا | جوہر فرزند حاصل شد زما

جفت کردن اسپ و اشتر را عرض | جوہر کرّہ بزائیدن غرض

ہست آن بستان نشاندن ہم عرض | گشت جوہر میوہ اش اینک غرض

ہم عرض دان کیمیا بردن بکار | جوہرے زان کیمیا گر شد بیار

صیقلے کردن عرض باشد شہا | زین عرض جوہر ہمی زاید صفا

پس مگو کہ من عملہا کردہ ام | دخل آن اعراض را بنما مرم

این صفت کردن عرض باشد خمش | سایۂ بز را پئے قربان مکش

جب وہ غلام اپنے ندیم کی بہت کچھ تعریف کر چکا تو بادشاہ نے کہا کہ اسکے اور اوسکے حالات کب تک بیان کرتا رہیگا
اب کچھ اپنی حالت بیان کر کہ تیرے پاس کیا ذخیرہ ہے۔ اور تونے کیا کمال حاصل کیا ہے۔ اور اس بحر نور
کے تہ سے جسکا تونے اوپر ذکر کیا ہے کیا موتی نکالا۔ اور کونسا کمال حاصل کیا ہے۔ موت کے دن تیری
حسن ظاہری وجسمانی تو جاتی ہی رہیگی اب تو یہ بتا کہ نور روح تیرے پاس ہے جو تیرے دل کا ساتھی ہو
اور قبر جو کہ تیری جسمانی آنکھ خاک سے بھر دیگی جس سے بصورت بینائی ہونے کے بھی دکھلائی نہین دیکتا
اسکے لیے کیا تیرے پاس کوئی ایسی چیز (نور روح) ہے جو اوس تیرہ و تار مکان کو روشن کرکے تجھے راحت
پہونچا سکے۔ اور جسوقت کہ یہ تیرے ہاتھ پانون پاش پاش ہوجائینگے اور تو مرکر خاک ہوجائیگا تو ایسے
وقت کے لیے تیرے لیے پرہ بازو (کمال) ہین جنکے ذریعہ سے تیری روح بلند پروازی کرکے معراج قرب حق
حاصل کرسکے۔ اور چونکہ نور جان صرف صحت و سلامت قلب ہی سے حاصل ہوسکتا ہے خارج سے
حاصل نہین ہوسکتا۔ تو کیا تیرا دل سلیم ہے یاد رکھ جبکہ یہ روح حیوانی کہ بخارات لطیفہ کا نام ہے فنا
ہوجائیگی اور تجھپر جسمانی موت طاری ہوگی اوس روز تجھے جان باقی ببقاء الحق اور روح کامل کو اوسکی
جگہ سنبھالنے اور نجات روحانی زندہ ہونیکی ضرورت ہوگی تاکہ تو قیامت مین اوسکو حق سبحانہ کے پاس
لیجاسکے۔ کیونکہ حق سبحانہ فرماتے ہین من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا اس آیت مین مجی بالحسن ور ایتان
بالحسن کو دس گنی جزا کے لیے شرط قرار دیا ہے نہ کہ عمل کو اور یہ نہین فرمایا کہ من عمل حسنا فلہ عشر امثالہا
پس اس سے ظاہر ہے کہ ماتی بہ جوہر حسن (روح کامل) ہونا چاہیے۔ اب تو یہ بتلا کہ تجھ مین روح انسانی
اور روح کامل بھی ہے جسکو تو حق سبحانہ کے حضور مین لیجاسکے۔ یا بالکل گدھا ہی ہے۔ اور اب تک مقتضیات
روح حیوانی شہوت و غضب وغیرہ ہی مین پھنسا رہا ہے۔ اور روح انسانی جو تجھے عطا کی گئی تھی اسکی
اصلاح کرنے اور اوسکو حضور حق سبحانہ مین لیجانے کے قابل بنانے کی فکر ہی نہین ہوئی۔ رہے یہ اعراض
فانیہ نماز و روزہ سو تو ان کو حق سبحانہ کی حضور مین لیجا بھی نہین سکتا۔ اسلیے کہ یہ اعراض ہین اور اعراض
چونکہ زمان وجود اور زمان بعد الوجود مین باقی نہین رہ سکتین اسلیے موجود ہوتے ہی معدوم ہوجاتی ہین لہذا
وہ لیجانیکے قابل نہین۔ کیونکہ لیجانے کے لیے بقا ضروری ہے وہ مفقود ہے۔ ہان ان اعراض خاصہ کے
ذریعہ سے جوہر (روح) کے امراض کو زائل کیا جاسکتا ہے۔ حتے کہ ان اعراض کی ذریعہ سے وہ جوہر
روحانی فساد سے مبدل بفلاح اور مرض سے منقلب الی الصحۃ ہوجاتا ہے جیسے کہ پرہیز کہ وہ ایک عرض ہے
مگر اسکے ذریعہ سے جسم مرض سے مبدل بہ صحت ہوجاتا ہے اور یہ عرض یعنے پرہیز ایک جوہر یعنے جسم کیلیے
مکمل ہوجاتی ہے کہ منہ جو کہ جوہر ہے صفرا کے سبب پہلے کڑوا ہوتا ہے پھر پرہیز کے باعث شہد کی طرح شیرین
ہوجاتا ہے۔ نیز دیکھو بونا ایک عرض ہے۔ مگر خاک کو مکمل کرکے بالی بنا دیتا ہے اور بالون کے بڑھانیکی دوا
کا استعمال اور اوسکی تاثیر ایک عرض ہے مگر وہ ایک جوہر کا مکمل ہوجاتی ہے اور بالون کو بڑھا کر زنجیر کی
مانند لمبے کر دیتی ہے۔ نیز عورت سے جماع ایک عرض ہے جو فنا ہوجاتی ہے۔ مگر اس سے نطفہ کی تکمیل ہوکر
بچہ بنجاتا ہے جو کہ ایک جوہر ہے۔ علی ہذا گھوڑے کو گھوڑی پر ڈالنا اور اونٹ کو اونٹنی پر ایک عرض ہے

مگر مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس سے ایک بچہ پیدا ہو جو کہ جوہر ہے اور یہ مقصود حاصل بھی ہو جاتا ہے۔ یون ہی باغ لگانا ایک عرض ہے مگر اس سے میوہ حاصل ہوتا ہے جو کہ جوہر ہے اور وہی مقصود ہے اسی طرح قلب ماہیت کرنیوالی ادویہ کا استعمال ایک عرض ہے مگر کیمیا گر کے اس فعل سے ایک جوہر یعنی سونا وغیرہ بنکر کسی یار کے پاس چلا جاتا ہے اور یہ فعل اوسکا ایک ناقص دہات کا مکمل ہو جاتا ہے یون ہی صیقل کرنا تلوار وغیرہ کا ایک عرض ہے مگر اس سے ایک جوہر (تلوار وغیرہ) مکمل ہو جاتا ہے اور اپنے اندر صفائی پیدا کر لیتا ہے۔ پس جب تجھے معلوم ہو گیا کہ افعال خود لیجانیکے قابل نہین ہان روح کو مکمل اور لیجانیکے قابل بنا سکتے ہین تو یہ نہ کہنا کہ مینے بہت سی اچھے اچھے کام کر لیے ہین وہ لیجاؤنگا۔ بلکہ اعراض کی تاثیر دکھا کہ اونھون نے تیری روح کو کامل بنایا یا نہین اور اوس سے گریز مت کر جبتک تو ایسا نکریگا اور اپنے اندر کمال نہ پیدا کرے گا اسوقت تک تیرا اپنے متعلق یہ کہنا کہ مین نے اعمال صالحہ کیے ہین یا اپنے ندیم کے متعلق یہ کہنا کہ وہ ایسا ہی ایسا ہے بالکل فضول اور عرض فانی ہے پس تو لایعنے باتون مین مصروف نہو اور بجاے بکرن کے اسکے سایہ کی قربانی نکر کہ بے نتیجہ ہے۔ بلکہ کمال روحانی حاصل کر اور کرچکا ہے تو دکھا۔

شرح شبیری **شاہ گفت الخ**۔ یعنی بادشاہ نے کہا کہ اب کچھ حالات بھی تو بیان کر اور نسکے اور اسکے حالات کب تک بیان کریگا۔ مطلب یہ کہ دوسرون کے حالات کو کب تک بیان کریگا اپنے حالات اور کمالات بھی تو بیان کر۔

تو چہ داری الخ۔ یعنی تو (کمالات مین سے) کیا رکھتا ہے اور تو نے کیا حاصل کیا ہے اور اور دریاے (کمالات) سے کتنے موتی لائے ہو یعنے تمنے خود بھی کچھ حاصل کیا ہے۔

روز مرگ الخ۔ یعنی موت کے دن تیری یہ حس تو باطل ہو جاویگی تو کیا تو نور جان رکھتا ہے جو یار دل ہو جاوے مطلب یہ کہ کچھ کمالات باطنی بھی ہین جو کہ وہان کام آوین اسلیے کہ وہان تو یہ حواس باطل ہو جاوینگے تو وہان اسطرح باتین بنا کر کام نہین چل سکتا۔ بلکہ وہان تو نور باطنی کی ضرورت ہے۔

در لحد الخ۔ یعنے لحد مین اس آنکھ کو خاک بھر دیگی تو کیا کوئی چیز (تیرے) پاس ایسی ہے جو کہ قبر کو روشن کرے مطلب یہ کہ یہ حس ظاہری جس سے کہ تو تمام عالم کو دیکھ رہا ہے اور جسکی وجہ سے تو تمام عالم کو روشن کہتا ہے یہ تو وہان بیکار ہو جاوینگی لہذا ان حواس کے علاوہ کوئی اور چیز ایسی ہونی چاہیے کہ جو وہان روشنی پھیلادے

آنزمان الخ۔ یعنی جسوقت کہ تیرے ہاتھ پاؤن ٹکڑے ٹکڑے ہو جاوینگے تو کیا تیرے پر و بال ہین کہ جن سے روح اڑ کر مراتب بلند کو حاصل کر سکے۔

نور دل الخ۔ یعنے نور دل (نور) جان سے ہوتا ہے اس یار غار کو مستعار مت جان اسے غار (او کبر) مین مست۔

آنزمانش الخ۔ یعنی جسوقت کہ جان حیوانی نہ رہیگی (ماضی بمعنے مستقبل) تو (اسوقت) جان باقی کو (اوسکی) جگہ بٹھانا چاہیے۔ مطلب یہ کہ حصول ثمرات کے لیے حیات تو ضروری ہے اور یہ حیات دنیا چند دن مین فنا ہونیوالی ہے لہذا کوئی چیز ایسی ہونی چاہیے جو کہ اوسکے قائم مقام ہو سکے ورنہ اگر یہ روح حیوانی بھی

نکلگئی اور اوسکی جگہ اوسکا کوئی بدل نہ آیا تو پھر تو مصداق لایموت فیہا ولایحییٰ کا ہوجاویگا لہذا اس حیات کا طلب کرنا ضروری ہوا یہان تک تو بادشاہ نے ضرورت تکمیل روح کی بیان کی آگے آیت من جاء بالحسنۃ سے بطور خطابہ استدلال فرماتے ہین کہ دیکھو قرآن شریف سے بھی تکمیل روح کا ضروری ہونا ثابت ہے۔

شرط من الخ۔ یعنے شرط من جاء بالحسنۃ (جو شخص کہ لاوے حسنۃ کو) ہے نہ کہ کرنا ہے بلکہ (عمل) حسن کو حضرت حق کیطرف لیجانا ہے مطلب یہ ہے کہ حق تعالےٰ نے جو قرآن شریف مین حسنات پر ثمرہ دینے کی شرط فرمائی ہے تو وہ یہ ہے کہ جو حسنات کو لاوے اور یہ شرط نہین ہے کہ جو حسنات کرے اور اعمال حسنہ جسقدر ہین وہ سب کے سب عروض ہین جو کہ منتقل نہین ہوسکتے پس ظاہر آیت سے معلوم ہوا کہ یہ اعمال تو وہان منتقل نہ ہونگے بلکہ وہان لیجانے کیلیے کوئی شے جوہر ہونی چاہیے۔ اور وہ جوہر روح عامل ہے لہذا آیت سے معلوم ہوا کہ اون ثمرات کے ملنے کیلیے تکمیل روح کی ضرورت ہے۔ اور من جاء بالحسنۃ سے بظاہر مراد من جاء بالنفس الحسنۃ ہے۔ گویا کہ ضرورت نفس کاملہ کی ثابت ہوگئی۔ اسلیے کہ معروض اور موزون وغیرہ تو سب جواہر ہی ہین اعراض تو معروض ہو ہی نہین سکتے۔ آگے اسی تقدیر کو مولانا خود فرماتے ہین کہ

جوہرے الخ۔ یعنے کوئی جوہر انسانی یا اخروی رکھتے (بھی) ہو (اسلیے کہ) یہ اعراض (اعمال) جب فنا ہوگئے تو اون کو کسطرح لیجا سکیگے مطلب یہ کہ جب وہان حصول ثمرات کی شرط آوردن سے ہے اور اعراض منقول ہوتے نہین بلکہ فنا ہوجاتے ہین تو پھر تمھارے پاس کوئی جوہر نفس انسانی یعنے کامل یا اخروی یعنی ناقص بھی ہے تا کہ وہان جاکر وہ موزون و معروض ہوسکے ورنہ یہ اعمال جو کہ اعراض ہین فنا ہوجاوینگے اور وہان کچھ بھی کام نہ آوینگے۔

این عرضہاے الخ۔ یعنی اعراض نماز و روزہ جبکہ دو زمانون مین باقی نہین رہتے تو منتفی ہوجاتے ہین مطلب یہ کہ اعراض دو زمانون مین باقی نہین رہتے جیسا کہ متکلمین کا مذہب ہے پس یہ اعمال نماز و روزہ وغیرہ جو کہ اعراض ہین سب بیکار ہین اور یہ وہان پیش ہو ہی نہین سکتے۔

نقل نتوان الخ۔ یعنے اعراض کو تو نقل کر نہین سکتے لیکن اعراض کو جوہر سے لیجاتے ہین مطلب یہ کہ اعراض ہمیشہ کسی موضوع مین موجود ہوکر منتقل ہوتے ہین اور اصل انتقال اس موضوع کو ہوتا ہے جو کہ جوہر ہے۔ اور انکو صرف طبعاً انتقال کہا جاتا ہے پس اعراض فی موضوع تو پاے جاتے ہین لیکن فی لاموضوع خارج مین کہین پاے نہین جاتے۔ لہذا معلوم ہوگیا کہ منتقل جوہر ہی ہوگا۔ غرض صرف جوہر کی تکمیل کرتا ہے لہذا یہ اعمال جو کہ اعراض ہین جوہر نفس انسانی کی تکمیل کرتے ہین اور یہ اعمال صرف آلات ہین اوسکی تکمیل کے ورنہ اصل معروض و موزون وغیرہ جوہر ہی ہے لہذا اسکو حاصل کرنا چاہیے۔ آگے اسکے نظائر اپنی عادت کے موافق پیش فرماتے ہین کہ۔

تا مبدل الخ۔ یعنی یہان تک کہ وہ جوہر اس عرض سے مبدل ہوجاتا ہے جیسے کہ پرہیز سے (کہ عرض ہے) مرض (جو کہ جوہر ہے) زائل ہوگیا دیکھو کہ یہان ایک عرض نے جوہر کی تکمیل کردی اور اسکو تندرست اور صحیح اسیطرح اگر اعمال ہونگے تو روح تندرست اور قابل پیش کرنیکے بنجاویگی لیکن خود یہ اعمال پیش نہ ہونگے۔

گشت پرہیز الخ۔ یعنے پرہیز جوکہ عرض تھا کوشش کی وجہ سے جوہر بنگیا (جوہر کہدینا مبالغہ ہے مقصود یہ ہے کہ مکمل جوہر بنگیا) اور کڑوا منہ یہ پرہیز کی وجہ سے شہد (کیطرح شیرین) بنگیا۔ مطلب یہ کہ دیکھو پرہیز جوکہ عرض ہے منہ شیرین ہوگیا جوکہ جوہر ہے اور انسان تندرست ہوگیا تو معلوم ہوا کہ اعراض جوہر کے لیے مکمل ہین اور خود اعراض فنا ہونیوالے ہین۔

از زراعت الخ۔ یعنی زراعت کیوجہ سے خاک (بصورت) سنبلہ ہوگئی۔ اور بالون کی دوا نے بالون کو دراز کردیا۔ مطلب یہ کہ دیکھو زراعت جوکہ ایک فعل ہے اور عرض ہے اوسنے ایک جوہر یعنے خاک کی تکمیل کرکے اوسکو بصورت سنبلہ کردیا۔ اور بال بڑھانے والے تیل کے اثر نے جوکہ عرض ہے بال کو جوکہ جوہر ہین دراز کردیا تو معلوم ہوا کہ اعراض مکمل جوہر ہوتے ہین لیکن خود وہ کسی مصرف کے نہین ہوتے۔

آن نکاح الخ۔ یعنی نکاح عورت کا بھی ایک عرض تھا جوکہ فنا ہوگیا اور ایک جوہر یعنے فرزند ہم کو حاصل ہوگیا۔ نکاح یہان بمعنے لغوی یعنے وطی ہے مطلب یہ کہ وطی زوجین ایک فعل تھا جوکہ عرض تھا اور اوس عرض نے ایک جوہر یعنے نطفہ کی تکمیل کی پس اوس سے ایک اور چیز یعنے صاحبزادہ بلند اقبال تشریف لے آئے۔

جفت کردن الخ۔ یعنی کہ گھوڑے اور خچر کو جفت کرنا ایک عرض ہے اور مقصود بچھیڑے کا پیدا ہونا ہے جوکہ جوہر ہے پس معلوم ہوگیا کہ انکا وہ فعل عرض کامل ہوکر جوہر بنگیا ہے۔

ہست آن الخ۔ یعنے کہ درخت لگانا ایک عرض ہے اور اسکا میوہ جوکہ جوہر ہے مقصود ہے اور اس فعل کے بعد یہ اثر اور مقصود حاصل ہوجاتا ہے۔

ہم عرض الخ۔ یعنے کیمیا کو کام مین لانا بھی ایک عرض ہے اور اوس کیمیا گر سے یار کو ایک جوہر حاصل ہوگیا۔ جوکہ مقصود ہے۔ لہذا جب اوسکا فعل کہ اشیاء کیمیاوی کو جمع کردینا ہے۔ کامل ہوگیا تو کیمیا حاصل ہوگئی۔

صیقلے کردن الخ۔ یعنی شاہ صاحب صیقل کرنا ایک عرض ہے اور اس عرض کی وجہ سے جوہر (کی تکمیل ہوکر اوسکو) صفائی حاصل ہوجاتی ہے۔

پس مگو الخ۔ یعنے پس یون مت کہو کہ ہم نے اعمال کیے ہین (بلکہ) اُن اعراض کے ثمرہ کو دکھلاؤ اور بھاگو مت مطلب یہ کہ جب معلوم ہوگیا کہ اعراض بعد تکمیل جوہر ہوجاتے ہین اور وہی کام کی چیز ہے اور وہی مقصود ہوا کرتا ہے جیسا کہ امثال ونظائر سے معلوم ہوگیا تو پھر یہ کہنا فضول ہے کہ ہم نے اعمال کیے ہین نماز پڑھی ہے روزہ رکھا ہے وغیرہ وغیرہ بلکہ اون ثمرات کو جوکہ جواہر ہین اور ان اعمال سے کامل ہوگئے ہین دکھلاؤ۔

این صفت الخ۔ یعنے کہ یہ صفت کرنا بھی (کہ ہم نے ایسے اعمال کیے ہین) عرض ہے (اور غیر مقصود ہے) پس چپ رہو اور بکری سایہ قربانی کے واسطے مت مارو مطلب یہ کہ تم جو اعراض کو ظاہر کررہے ہو اور اُن ہی پر نازان ہو تو اوسکی تو ایسی مثال ہے کہ جیسے بکری کے سایہ کے گلے پر چھری پھیر دو تو ہرگز قربانی نہین ہوسکتی

اسلیے کہ جو اصل اور مقصود ہے اوسکو چھوڑ کر عرض اور غیر مقصود کیطرف متوجہ ہو لہذا بادشاہ کی ساری تقریر کا خلاصہ یہ ہوا کہ اعمال چونکہ اعراض ہین لہذا وہ نہ قیامت مین معروض ہوسکتے ہین اور نہ موزون کر موزون و معروض کوئی شے جوہری ہے اور وہ روح ہے لہذا ان اعمال کو آلات بنا کر اوس جوہر کی تکمیل کرنی چاہیے جو کہ مقصود اور مفید ہے۔ اور صرف ان اعمال ہی پر اعتماد نہ کرنا چاہیے جبتک صفائی قلب میسر نہو لہذا یہ سنکر اوس غلام نے جواب دیا جسکا خلاصہ یہ ہے کہ اوسکا قائل ہونا کہ اعمال بالکل ہی پیش نہ ہونگے ٹھیک نہین ہے۔ اسلیے کہ عوام ناامید ہوجاوین اور سمجھین گے کہ جب اعمال بیکار ہین تو پھر اونسے کیا فائدہ ہے اور صفائی باطن ہر ایک کو حاصل نہین ہے لہذا اعمال کو بھی ترک کر دینگے جسکا مضر ہونا ظاہر ہے۔ جب اسکا قائل ہونا مضر ہوا تو کوئی ایسی شے ہونی چاہیے جو کہ امور شرعیہ کے بھی موافق ہو اور یہ خرابی بھی لازم نہ آوے لہذا یہ کہین گے کہ یہ اعراض نقل تو ضرور ہون گے مگر اعراض رہکر نقل نہ ہونگے بلکہ جواہر ہوجاوین گے جیسا کہ احادیث سے سورۂ بقرہ آل عمران کا وہ ٹکڑے ہوکر آنا ثابت ہے وغیر ذلک اب اشعار کو سمجھ لو۔

شرح حبیبی

گفت شاہا بے قنوط عقل نیست ۔۔۔ گر تو فرمائی عرض را نقل نیست

پادشاہا جز کہ یاس بندہ نیست ۔۔۔ ہر عرض کان رفت باز آیندہ نیست

گر نبودے مر عرض را نقل و حشر ۔۔۔ فعل بودے باطل و اقوال قشر

این عرضہا نقل شد لون دگر ۔۔۔ حشر ہر فانی بود کون دگر

نقل ہر چیزے بود ہم لائقش ۔۔۔ لائق گلہ بود ہم سائقش

وقت محشر ہر عرض را صورتیست ۔۔۔ صورت ہر یک عرض را نوبتیست

بنگر اندر خود کہ تو بودے عرض ۔۔۔ جنبش جفتے و جفتے با غرض

بنگر اندر خانہ و کاشانہا ۔۔۔ در مہندس بود چون افسانہا

کان فلان خانہ کہ ما دیدیم خوش ۔۔۔ بود موزون صفہ و سقف و درش

از مہندس آن عرض و اندیشہا ۔۔۔ آلت آورد و ستون از بیشہا

چیست اصل و مایۂ ہر پیشۂ — جز خیال و جز عرض و اندیشۂ
جملہ اجزاے جہان را بے غرض — در نگر حاصل نشد جز از عرض
اول فکر آخر آمد در عمل — بنیت عالم چنان دان در ازل
میوہ ہا در فکر دل اول بود — در عمل ظاہر بآخر می شود
چون عمل کردی شجر بنشاندی — اندر آخر حرف اول خواندی
گرچہ شاخ و برگ و بیخش اول است — آن ہمہ از بہر میوہ مرسل است
پس سرے کہ مغز این افلاک بود — اندر آخر خواجۂ لولاک بود
نقل اعراض ست این بحث و مقال — نقل اعراض ست این شیر و شغال
جملہ عالم خود عرض بودند تا — اندرین معنی بیامد ہل اتی
این عرضہا از چہ زائید از صور — وین صور ہم از چہ زائید از فکر
این جہان یک فکرتست از عقل کل — عقل چون شاہ ست فکرتہا رسل
عالم اول جہان امتحان — عالم ثانی جزائے این و آن
چاکرت شاہا خیانت میکند — آن عرض زنجیر و زندان میشود
بندہ ات چون خدمت شائستہ کرد — آن عرض نے خلعت شد در نبرد
این عرض با جوہر آن بیضہ ست و طیر — این ازان و آن ازین زاید بسیر

غلام نے عرض کیا کہ حضور والا نے دعوے کیا ہے کہ روح ہی حضور حق سبحانہ میں لیجانیکی چیز ہے۔ نہ کہ اعمال اور دلیل یہ بیان کی ہے کہ اعمال اعراض ہیں والعرض لایبقی زمانین فالاعمال لاتبقی زمانین اور جو چیز دونوں زمانوں تک باقی نہیں رہسکتی وہ موجود ہوتے ہی معدوم ہوجاتی ہے۔ اور جب چیز موجود ہوتے ہی معدوم ہوجاتی ہے وہ قابل نقل نہیں لہذا اعمال قابل نقل و حشر نہیں اور جب اعمال قابل نقل و حشر نہیں تو وہ باقی بہ بھی نہیں ہوسکتے۔ اور جبکہ اعمال باقی بہ نہیں ہوسکتے تو لامحالہ روح ہوگی کیونکہ پیش

اگر نیکے قابل دو ہی چیزین ہو سکتی ہین یا روح یا اعمال پس جبکہ اعمال نہین تو ضرور روح ہے۔ اس دلیل کا یہ مقدمہ کہ اعمال اعراض ہین اس خاکسار کو مطلقاً تو تسلیم نہین ہان فی النشأۃ الاولیٰ مسلم ہے اور حضور جو یہ فرماتے ہین کہ اعمال قابل نقل نہین تو اسکا سبب محض عقل متوسط کی اوسکے ادراک و علم سے ناامیدی اور عجز ہے کہ وہ اُسکو نہ سمجھ سکے اور نہ سمجھ مین آنیکی توقع رہی لہذا اسنے حکم لگا دیا کہ اعمال قابل نقل نہین۔ نیز یہ امر کہ جو عرض فنا ہو گئی لوٹ نہین سکتی۔ بندون کے لیے مایوس کن ہے اور اسکا نتیجہ سوائے عوام کی مایوسی کے اور کچھ نہین۔ کیونکہ اونکے اعمال کا مدار صرف یہی خیال ہے کہ اعمال تولے جائینگے انکی پرسش ہوگی وغیرہ وغیرہ اب اگر یہ کہدیا جاوے کہ اعمال نقل نہین ہو سکتے تو عوام انکو محض بیکار سمجھکر چھوڑ بیٹھینگے اس لیے نہ یہ حکم فی نفسہ صحیح ہے اور نہ مصلحت کے لحاظ سے اوسکا اظہار مناسب دبادشاہا جز کہ یاس بندہ نیست شعر سابق کے مضمون کی تاکید بھی ہو سکتا ہے مگر اولویت تاسیس کی بنا پر معنے مذکور پر محمول کیا گیا حضور والا نے تو نقل اعمال کے امتناع کا دعوےٰ کیا تھا۔ مگر مین کہتا ہون کہ اعمال ضرور منقول و محشور ہونگے۔ کیونکہ اگر اعمال کے لیے نقل و حشر نہ ہوتا تو وہ گو بوجہ مفید تجلیہ روح ہونے کے بالکل بے سود اور لغو نہ ہوتے لیکن معیاریت سزا وجزا کے لحاظ سے ضرور فضول اور لغو ہوتے حالانکہ نصوص متوافرہ و متکاثرہ و متواترہ سے انکے اس اعتبار سے بھی لغو اور فضول ہونے کا بطلان ظاہر ہے (اس تقریر پر شعر گر نبودے مر عرض را الخ کا مقصد من جاء بالحسنۃ کا معاوضہ ہوگا اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ اگر عوام کے اعتقاد مین عرض و فعل کے لیے نقل و حشر نہوتا تو اُنکی نظر مین اقوال و افعال صالحہ سب لغو اور فضول ہو جاتے۔ اور وہ سبکو چھوڑ بیٹھتے پس اگر اب اُنکے ذہن مین یہ جمایا جائیگا تو اب بھی یہی نتیجہ ہوگا۔ اسلیے اسکے اظہار مین مصلحت نہین اس تقریر پر یہ شعر مضمون شعر سابق کا تتمہ ہوگا) آپکے اس خیال کا کہ اعمال منقول و محشور نہین ہو سکتے مبنی یہ امر ہے کہ یہ اعراض ہین اسلیے فانی اور غیر باقی ہین مگر یہ مبنی ہی غلط ہے۔ کیونکہ اعمال ضرور اعراض ہین اور تھوڑی دیر کے لیے ہم یہ بھی ماننے لیتے ہین کہ اعراض غیر باقی ہین لیکن یہ کون کہتا ہے کہ یہ اعراض بوصف عرضیت ہی منقول ہونگے۔ بلکہ ہم تو کہتے ہین کہ یہ اعراض دوسرے رنگ مین یعنی رنگ جوہریت مین محشور ہونگے اور یہ کچھ ضرور نہین کہ عرض کا حشر برنگ عرض ہی ہو گو محال بھی نہین (جیسا کہ نقل اعراض است این بحث وجدال سے ظاہر ہے) کیونکہ ہر فانی چیز کا حشر اسکا ایک دوسرا وجود ہے جو پہلے کیلیے مغائر ہے۔ پس جو حالت اس وجود کے مناسب ہوگی اسی حالت مین محشور ہوگی کیونکہ گلہ کا پالنے والا اسکے مناسب ہوتا ہے۔ یعنے ہر چیز کے متعلقات اوسکے مناسب ہوتے ہین اور اذہین سے ایک نقل بھی ہے۔ لہذا وہ بھی اوسکے مناسب ہی ہو گی۔ پس قیامت مین ہر عرض کے لیے ایک صورت جوہری ہوگی۔ اور یہ کوئی نا ممکن امر نہین کیونکہ ہر عرض کی صورت وہیئت کے لیے مختلف وجودونکے لحاظ سے ایک جداگانہ نوعیت ہے۔ کبھی وہ صورت عرضیہ مین ظاہر ہوتی ہے اور کبھی صورت جوہریہ مین۔ دور کیون جائیے خود اپنے ہی کو دیکھیے کہ آپ ایک وقت مین عرض اور ذہن کی حرکات جماعی کی علت غائی تھے۔ جو کہ قایم بالذہن اور موجود فی الموضوع تھے۔ اب آپ بصورت جوہری موجود ہین۔ نیز مکانات

اور عمارات کو دیکھیے کہ انکا وجود انسانوں کی طرح صرف مہندس اور انجنیر کے ذہن ہی مین تھا یعنے کہ فلان گھر جو
ہم نے دیکھا تھا بہت عمدہ تھا اسکا صفہ۔ چھت۔ در سب موزون اور مناسب تھے ہم کو بھی ایک ایسی ہی
عمارت تیار کرنی چاہیے۔ مہندس کی اس غرض اور اسکے ان خیالات کا اثر یہ ہوا کہ جنگل سے ستون اور دیگر
سامان مہیا کیا گیا۔ اور ایک روز مکان تیار ہو گیا۔ اور وہ موجود ذہنی جو بصورت عرض تھا اب بصورت
جوہری نمودار ہو گیا۔ اور یہ کچھ فن تعمیر ہی پر منحصر نہین بلکہ اگر غور کیجیے کہ ہر شیٔ کی اصل کیا ہے تو خیال اور عرض
اور تصور و فکر کے سوا کچھ نہ نکلے گی۔ آپ بنظر انصاف اور اتباع ہوئی کو چھوڑ کر سارے عالم کے ایک ایک
جزو کو دیکھ جائیے تو آپکو معلوم ہو جائے گا کہ اوسکے تمام اجزا ایسے ہی اشیا سے حاصل ہوے ہین جسکو شاہدت
عرض کے سبب عرض کہا جا سکتا ہے یعنے صور علمیہ حق سبحانہ جسطرح ہمارے یہان ایک شیٔ فکر اور ذہن مین
اول ہوتی ہے مگر عمل اور وجود خارجی مین مؤخر۔ یون ہی بناء عالم کو ازل مین سمجھو کہ اسوقت وہ مرتبۂ علم الٰہی
مین تھی اور بعد کو اسکا خارج مین وجود ہوا (یہ تو معنے تو اسوقت ہین جبکہ اول فکر کے معنی اول وہر فکر یا بعد فکر لیے
ہون۔ اور دوسرے مصرعہ مین بنیت عالم بیاے موحدہ تحتانیہ ہو اور اگر منیہ عالم بمیم ہو تو معنے یہ ہونگے کہ جسطرح
فکر اول کا وجود خارجی آخر مین ہوتا ہے مشیت ایجاد عالم کو بھی ازل مین ایسا ہی سمجھو۔ کہ اوسکا وجود خارجی
بھی بعد ہی کو ہوا ہے) اب تم ایجاد عالم کو میوہ دار درخت لگانیکے مثل سمجھو اور دیکھو کہ میوے تقویۂ ذہنی
مین اول ہوتے ہین لیکن خارج مین آخر مین ظاہر ہوتے ہین جب تم عمل کرتے ہو اور درخت لگاتے ہو تو
آخر مین اسی پہلی بات کو دہراتے اور اسکی علت غائیہ پھلون کو جو پہلے ذہن مین موجود تھے اب اوسکو
خارج مین موجود پاتے ہو۔ پس اگرچہ وجود خارجی مین شاخین۔ پتے۔ جڑ مقدم ہوتے ہین مگر وجود ذہنی مین
مؤخر اور مقصود بالعرض ہین۔ مقصود بالذات پھل ہے۔ یہ چونکہ اسکے حصول کا ذریعہ ہین اسلیے انکو مقدم
کیا گیا ہے۔ یون جملہ عالم بمنزلہ جڑ اور شاخون و پتون کے ہے جو کہ وجود خارجی مین مقصود بالطبع اور
موصل الی المطلوب الاصلی ہونے کے سبب مقدم ہے۔ اور مقصود اصلی اور مغز آفرینش افلاک وغیرہ
کا جسکا وجود خارجی آخر مین ہوا وہ عالیجناب ہین جنکے لیے لولاک لما خلقت الافلاک وارد ہوا ہے خیر یہ
ذکر تو استطراداً آ گیا تھا اب پھر اصل مطلب سنو۔ یہ گفتگو اور بحث جو آپ کر رہے ہین۔ کہ اعراض منقول
نہین ہو سکتے جو کہ عرض ہے خود یہ بحث بھی نقل اعراض ہی ہے۔ اور شیر و گیدڑ جو کہ جوہر ہین۔ یہ بھی نقل
اعراض ہی ہین۔ کیونکہ یہ منجملہ اجزاے عالم ہین اور ہم پہلے بھی بتا چکے ہین اور اب پھر یاد دلاتے ہین کہ تمام
اجزاے عالم ابتدا مین کالعرض ہی تھے جیسے کہ قرآن مجید سے بھی یہی ثابت ہے کیونکہ ارشاد ہوتا ہے ہل
اتی علی الانسان حین من الدہر لم یکن شیئا مذکورا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم اولاً وجود خارجی بالکل
نہ رکھتا تھا۔ اب سوچو کہ یہ اعراض (وجواہر عالم) کس چیز سے پیدا ہوے ہین۔ صور مثالیہ جوہر سے اور صور
مثالیہ جوہر یہ کس سے پیدا ہوئین صور علمیہ حق سبحانہ سے لہذا اس تمام جہان کی اصل علیم و خبیر کا ایک
علم ہی ہے۔ جو اس عالم سے متعلق ہے۔ اور جو کہ شبیہ بالعرض ہے۔ اور حق سبحانہ بمنزلہ بادشاہ کے ہین
اور صورت علمیہ بمنزلۂ قاصدون کے جو لہ حصول مدعا کا ذریعہ ہوتی ہین۔ پس ثابت ہو گیا کہ یہ بحث و

جدال و شیر و شغال سب نقل اعراض ہین اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ کبھی نقل اعراض بصورت اعراض ہوتی ہے اور کبھی بشکل جواہر۔ نیز اسی سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اعمال بصور جوہر یہ محشور و منقول ہو سکتی ہین اور انکے بصورت اعراض محشور ہونے سے محض انکا عرض ہونا مانع نہین کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ عرض بصورت عرضی منقول ہو سکتی ہے۔ ہان اگر مانع ہے تو کوئی اور علت۔ بلکہ مین کہتا ہون کہ اعراض کا بصورت عرض محشور ہونا صرف ممکن ہی نہین بلکہ فی الجملہ ثابت بھی ہے۔ مثلاً صحف اعمال مین انکا محشور ہونا یا بعد عرض اعمال کے مکلفین کے انکو جان لینے کے بعد انکا انکے ذہنون مین موجود ہونا وغیرہ وغیرہ خیر جب یہ ثابت ہو گیا کہ جملہ اجزائے عالم خواہ جواہر ہون خواہ اعراض نقل اعراض۔ اور عالم کے دو حصے ہین ایک اول جو کہ مقام امتحان و آزمائش ہے دوسرا آخر جو کہ مقام جزا و سزا ہے۔ پس جبکہ اس عالم کے اشیاء خواہ جواہر ہون یا اعراض۔ نقل اعراض ہین تو اس عالم مین نقل اعراض بصورت اعراض و جواہر کیون محال ہو گئی اور یہ احتمال کہ وہ عالم جزا و سزا ہے اسلیے ایسا نہین ہو سکتا سو یہ ایک بے سود احتمال ہے۔ ہم تمھین عالم جزا و سزا مین بھی اس قسم کی نقل دکھلائے دیتے ہین۔ چنانچہ آپکا ایک خادم خیانت کرتا ہے۔ اور بوقت سزا اس خیانت کا ظہور زنجیر اور جیلخانہ کی صورت مین ہوتا ہے۔ حالانکہ خیانت عرض ہے اور زنجیر و جیلخانہ جوہر۔ یون ہی آپکا ایک غلام عمدہ خدمت کرتا ہے جو کہ عرض ہے تو کیا وقت مجازاۃ اوسکا ظہور خلعت کی صورت مین نہین ہوتا۔ جو کہ جوہر ہے ضرور ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ اسکا عالم جزا و سزا ہونا بھی اس نقل سے مانع نہین ہے۔ ان دو شعرون کی ایک تقریر تو یہ تھی۔ دوسری تقریر یہ ہے کہ آپ کا ایک خادم خیانت کرتا ہے اور اسکے سبب آپ اسکے لیے اول اپنے ذہن مین زنجیر و جیلخانہ تجویز کرتے ہین جو کہ عرض ہے پھر اس سزا کا ظہور ہوتا ہے تو وہ سزا جو اول عرض تھی زنجیر و جیلخانہ ہو جاتی ہے جو کہ جوہر ہین۔ علی ہذا آپکا ایک غلام عمدہ خدمت کرتا ہے اور آپ اوسکی جزا مین اسکے لیے خلعت تجویز کرتے ہین جو کہ ابتک عرض ہوتی ہے تو کیا وقت مجازاۃ وہ عرض خلعت اور جوہر نہین بن جاتی الخ۔ پس خلاصہ کلام یہ کہ جوہر سے عرض پیدا ہوتی رہتی ہے اور عرض سے جوہر۔ اور یہی سلسلہ چلا جاتا ہے اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے انڈا اور پرندہ کہ پرندہ سے انڈا پیدا ہوتا ہے اور انڈے سے پرندہ۔ تو نقل جواہر بصورت اعراض ناممکن۔ اور نہ اعراض کا بصورت جواہر منقول ہونا۔ پس یہ دعوے کہ نقل اعراض و اعمال ناممکن ہے بالکل غلط ہے ف عرض کے بصورت جوہر نمودار ہونے اور جوہر کے بشکل عرض ظاہر ہونیکے امتناع کا مدار ذاتیت جوہریت و عرضیت للجواہر و الاعراض پر ہے۔ لیکن اس اصل پر کوئی دلیل قائم نہین محض دعوے بداہت ہے۔ پس خصم کو گنجائش ہے کہ وہ اس دعوے کو تسلیم نہ کرے۔ بلکہ کہدے کہ یہ بداہت۔ بداہت وہم ہے۔ نہ کہ بداہت عقل۔ صوفیہ تو اس بداہت کو بداہت وہم جانتے ہی ہین۔ بعض اہل ظاہر جیسے محقق دوانی وغیرہ بھی اسکو بداہت وہم ہی مانتے ہین۔ اور اعمال کے قیامت مین بشکل جواہر نمودار ہونیکو تسلیم کرتے ہین۔

گفت شاہنشہ چنین گیر المراد ۞ این عرضہاے تو یک جوہر تراد

بادشاہ نے کہا اچھا یونہی سہی کہ جواہر سے اعراض پیدا ہوتے ہیں اور اعراض سے جواہر اسلیے اعراض اعمال سے بھی جواہر اعمال پیدا ہوئے ہیں مگر ہمارا مقصد تو یہ ہے کہ تمھارے اعمال سے تو کوئی جوہر پیدا نہیں ہوا ہم خدا کے سامنے کیا لیکر جائیگے۔ اگر پیدا ہوا ہو تو دکھاؤ کہاں ہے۔

شرح شبیری گفت شاہا الخ۔ یعنی کہ غلام نے کہا کہ اے بادشاہ سوائے (عام لوگونکی) عقل کے ناامید ہونیکے (اور کوئی نتیجہ) نہیں ہے۔ اگر آپ یہ فرماتے ہیں کہ اعراض کو نقل نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ اگر آپ اسکے قائل ہونگے تو پھر عام لوگ تو بالکل ناامید ہی ہوجاوینگے۔

بادشاہا الخ۔ یعنی کہ اے بادشاہ (اسکا قائل ہونا کہ) جو عرض کہ گیا پھر واپس ہونیوالا نہیں ہے بجز اسکے کہ بندونکو ناامید کرنیوالا ہے اور کوئی نتیجہ نہیں ہے۔

گر نبودے الخ۔ یعنی اگر اعراض کے لیے نقل نہوتی تو تمام اقوال باطل اور افعال فضول ہوجاتے۔ اسلیے کہ جب وہ صادر ہونیکے بعد فوراً فنا ہوگئے تو ثمرہ کسپر ملیگا لہذا اسکے تو قائل نہیں ہوسکتے کہ اعراض اعمال منتقل نہونگے اور انکا منتقل ہونا تو ممکن ہوگیا۔ اب رہا یہ کہ انکے معروض و موزون و منقول ہونیکی کیفیت کیا ہوگی لہذا آگے اوسیکو بیان فرماتے ہیں کہ۔

این عرضہا الخ۔ یعنی تمام اعراض کی نقل دوسرے طریقہ سے ہوگی۔ اور ہر فانی کا حشر ایک دوسرے کون سے ہوگا۔ کہ جو اوسکے پہلے عرضیت یا جوہریت کے مناسب بھی ہوگا۔

نقل ہر چیزے الخ۔ یعنی نقل ہر چیز کا اوسکے لایق ہی ہوگا جیسے کہ گلہ کے لائق اسکا سائق ہوتا ہے۔ بس اسیطرح انکا حشر بھی انکے مناسب اور لایق ہی ہوگا۔

وقت محشر الخ۔ یعنی حشر کے وقت ہر عرض کی ایک صورت ہوگی اور ہر ایک کے عرض کی صورت کے لیے ایک نوبت ہوا کرتی ہے۔ مطلب یہ کہ ہر اس شے کے لیے جو اسوقت عرض ہے مراتب اور نوبتین مختلف ہوتی ہین۔ جو شے اسوقت جوہر ہے وہ کسی وقت مین عرض تھی اور جو اسوقت عرض ہے وہ کسی وقت جوہر تھا اسلیے کہ جسقدر جواہر موجود ہین یہ سب مرتبۂ علم الٰہی مین اعراض تھے۔ اور جسقدر اعراض ہین یہ سب حق تعالیٰ کے یہان جواہر تھے۔ جیسے کہ حدیث ہے کہ لما خلق اللہ الرحم قامت فقالت ہذا مکان العائذ بک من القطیعۃ لہذا معلوم ہوگیا کہ صلۂ رحم جو ایک عرض ہے ایک وقت مین جوہر تھا جو کہ بولتا تھا اور کھڑا ہوتا تھا۔ لہذا معلوم ہوگیا کہ یہ سلسلہ اسیطرح جاری ہے۔ کہ جواہر سے اعراض اور اعراض سے جواہر بنا کرتے ہین لہذا اگر اسیطرح اعراض اعمال کو بھی مان لیا جاوے تو کیا خرابی ہے۔

بنگر اندر الخ۔ یعنی اپنے اندر دیکھو کہ اول تم خود عرض تھے ایک جفت کی دوسرے کے ساتھ جنبش کی غرض کیوجہ سے تھی۔ مطلب یہ کہ اول ماں باپ کا ایک خیال تھا اور اوسکی وجہ سے ایک حرکت انھون نے کی لہذا اوس خیال سے تم پیدا ہوگئے تو تم خود ایک مرتبہ مین عرض تھے جو کہ اب جوہر بنے بیٹھے ہو اور آخر حکماء بھی اسکے تو قائل ہین کہ ہر شے جب کہ موجود فی الذہن ہوتی ہے تو اوسکا وجود اور ہوتا ہے۔ اور جب موجود فی الخارج ہوتی ہے تو اوسکا وجود اور ہوتا ہے پہلے وہ موجود ذہنی (موضوع) تھی اور خارج مین اگر وہ موجود

فی الموضوع ہو گئی۔ پس جو نسبت کہ ذہن کو خارج دنیا سے تھی وہی نسبت خارج دنیا کو خارج آخرت سے ہی دراعمال اسوقت موجود لا فی الموضوع ہین اور قیامت مین موجود فی الموضوع ہو جاوینگے تو کیا استحالہ ہے یہانسے امثال و نظایر بیان فرما رہے ہین اور آگے بھی امثال ہی مین فرماتے ہین کہ۔
بنگر اندر الخ۔ یعنی کہ گھرون مین اور محلون مین دیکھو کہ وہ انجنیر (کے ذہن) مین مانند افسانونکے تھے کہ وہ فلان گھر جو ہمنے اچھی طرح دیکھا ہے وہ موزون دیوار اور چھت اور دروازہ تھا۔ مطلب یہ کہ اول انجنیر کے ذہن مین اسطرح آتا ہے کہ فلان مکان جو دیکھا ہے اوسکے مطابق بنانا چاہیے۔ پس وہ صورت ذہنیہ صورت حاصل کرکے پھر جوہر بنجاتی ہے۔
از مهندس الخ۔ یعنی انجنیر کے نزدیک تو وہ صرف تخیلات اور سوچ ہی تھے پھر اوس سے جنگلون سے آلات کو جمع کیا اور ستونونکو اوراس سے ایک عمارت کھڑی کردی تو یہ سب مسبوق بالعرض ہین۔
چلیست اصل الخ۔ یعنی کہ ہر پیشے اور پیشہ کی اصل کیا تھی سوائے خیال اور عرض اور تفکرات کے مثلاً یہ کہ اسطرح کماوینگے اور اسطرح مال حاصل کرینگے۔ یہ سب اعراض ہی ہین۔
جملہ اجزائے الخ۔ یعنی تمام اجزاے عالم کو بے غرض (نفسانی) کے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ سوائے عرض کے اور کچھ بھی حاصل نہین یعنے سب چیزین مسبوق بالعرض ہونگی۔
اول فکر الخ۔ یعنے (جو شے کہ) فکر (مین) اول (تھی وہ) عمل مین آخر مین آئی اسی طرح عالم کی نسبت مین سمجھو کہ وہ بھی اول قصد و ارادہ حق تعالےٰ مین آیا اوسکے بعد وجود ہوا پس وہ ارادہ و قصد حق تعالیٰ کا بھی کالعرض یعنے عرض کے مثل ہے اسلیے کہ عوارضات وجواہر تو صفات ممکن سے ہین باریتعالیٰ مین پائی نہین جاتین۔ اسلیے یہان مثل عرض کے کہین گے۔ آگے اول فکر آخر آمد در عمل کے نظائر پیش کرتے ہین۔ کہ
میوہ ہا الخ۔ یعنی کہ دل کی فکر اور سوچ مین اول میوہ ہوتا ہے اور عمل مین سب سے آخر مین ظاہر ہوتا ہے مطلب یہ کہ جب کوئی باغ وغیرہ لگاتے ہین تو سب سے اول یہ خیال ہوتا ہے کہ اسکا پھل کھاوینگے اسکے بعد تمام کام اوسکا لگانا اوسکی پرورش کرنا وغیرہ وغیرہ کرتے ہین۔ پھر جب وہ پرورش پا جاتا ہے تب وہ پھل لاتا ہے پس دیکھو فکر مین سب سے پہلے آیا تھا اور وجود مین سب سے بعد مین حاصل ہوا۔
چون عمل الخ۔ یعنے جبکہ تمنے کام کیا اور درخت کو لگا دیا تو آخر مین اول حرف کو پڑھا۔ مطلب یہ کہ جب تجھے میوہ کا خیال آیا تو اوسکے واسطے درخت لگایا گیا اور اوسکی پرورش وغیرہ ہوئی۔ اوسکے بعد اس میوہ کے خیال کو سب سے آخر مین حاصل کیا۔ اور اوسکا ثمرہ بالکل آخر مین ملا۔ حالانکہ خیال شروع مین پیدا ہوا تھا۔
گرچہ شاخ الخ۔ یعنی اگر شاخ اور پتے اور جڑ سب اول مین ہین مگر یہ سب میوہ کے واسطے بھیجے گئے ہین اصل مقصود تو میوہ ہی ہے۔ اور سب توابع ہین۔
پس سرے الخ۔ یعنے وہ سردار کہ ان افلاک کے مغز (اور مقصود) تھے تو آخر مین آئے اور ایسے سردار (کہ جنکی شان مین) لولاک (کہا گیا ہے) ہوے۔ یہ مضمون اگرچہ اس قبیل سے نہین لیکن چونکہ اسکی مثل تھا

اسلیے یہان بھی لے آئے ہین کیونکہ بیان اسکا ہے کہ جو شے کہ مقصود ہوتی ہے وہ بعد مین حاصل ہوا کرتی ہے اور اوسکے توابع پہلے ہوا کرتے ہین پس اسی طرح حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم جو کہ باعث تکوین عالم ہین سب کے بعد مین تشریف لائے ہین جس سے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقصود بعد ہی کو حاصل ہوا کرتا ہے اور حضور مقبول صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ عالم ارواح ہین سب سے پہلے پیدا ہوے ہین جیسا کہ حدیث مین ہے کہ اول ما خلق اللہ نوری یا یہ کہ آیا ہے کہ حق تعالی نے میرا نور پیدا فرما دیا تھا اور آدم ابھی مٹی اور پانی ہی مین تھے پس معلوم ہوا کہ اولیت من وجہ اور آخریت من وجہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت ہے۔

نقل اعراض است الخ۔ یعنی کہ یہ بحث و مقال (جو کہ اسوقت ہو رہی ہے) بھی اعراض کا نقل ہی ہے۔ اور یہ شیر اور گیدڑ بھی سب نقل اعراض ہی ہے اسلیے کہ ہر شے کا وجود خارجی مسبوق بالعدم ہے۔ اور اوس عدم مین قصد حق تعالے تخلیق کا تھا لہذا اول تمام عالم کا لعرض تھا اور اب وہی چیزین جواہر ہین۔

جملۂ عالم الخ۔ یعنے کہ تمام عالم پہلے عرض تھا یہان تک کہ اس معنے مین آیت ہل اتی علی الانسان الخ آئی ہے۔ مطلب یہ کہ جسقدر عالم مین کونیات ہین وہ سب کے سب مسبوق بالعدم ہین اسلیے حق تعالے فرماتے ہین کہ ہل اتی علی الانسان حین من الدہر لم یکن شیئاً مذکوراً یعنے کیا انسان پر ایک ایسا وقت نہین آیا کہ وہ کچھ بھی نہ تھا تو دیکھو کہ انسان پر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ یہ بھی معدوم ہوتا ہے۔

این عرضہا الخ۔ یعنی یہ اعراض کہان سے پیدا ہوے۔ صور تو نسے پیدا ہوے۔ اور وہ صورتین کس شے سے پیدا ہوئین۔ ان ہی تفکرات سے لہذا معلوم ہوا کہ یہ سلسلہ اسیطرح جاری ہے کہ اعراض سے جواہر اور جواہر سے اعراض بنا کرتے ہین تو دیکھو اصل مین جو عرض تھا وہی جوہر ہو جاتا ہے۔

این جہان الخ۔ یعنی سارا جہان عقل کل (یعنے حق تعالے) کی ایک فکر (کا نتیجہ) ہے اور عقل تو مثل بادشاہ کے ہے اور تفکرات مثل رسولون کے ہین مطلب یہ کہ ساری دنیا صرف حق تعالے کے ایک خیال اور قصد کا ظہور ہے۔ جو کہ کالعرض ہے۔ اوسی سے یہ جواہر بنگئے ہین۔

عالم اول الخ۔ یعنی عالم اول تو یہ جہان امتحان (یعنے دنیا) ہے اور عالم ثانی وہ اوسکی اور اوسکی جزا اور بدلہ ہے مطلب یہ کہ یہ جہان تو جہان امتحان ہے اسمین جو اعمال اچھے یا برے ہونگے وہ سب کے سب بصورت جواہر باقی رہین گے ورنہ پھر ثواب و عقاب ہی کیسے ہوگا۔

چاکرت شاہا الخ۔ یعنے کہ اے بادشاہ آپکا نوکر خیانت کرتا ہے (پس اسوقت آپکے دل مین یہ آتا ہے کہ اسکو زنجیر مین باندھ کر قید کرنا چاہیے۔ پس) یہ عرض (جو کہ آپ کے دل مین خیال زنجیر و زندان تھا) خود زنجیر و زندان کی شکل مین ہو جاتا ہے۔ لہذا دیکھو کہ اول عرض تھا اور وہی عرض اب جوہر ہو گیا۔

بندہ ات الخ یعنے جب تیرا غلام کوئی عمدہ خدمت کرتا ہے (اور اوسوقت تمھارے قلب مین اوسکو حرکت دینے کی آئی) توکیا وہ عرض (جو دل مین ایک خیال تھا) مقابلہ مین خلعت نہین ہوگیا یعنے دیکھو وہ خیال عرض تھا اور پھر اوسی سے وہ خلعت جو کہ جوہر ہے ظاہر ہوگیا اور بنگیا۔ اور اُسکو مل گیا این عرض الخ۔ یعنے کہ یہ عرض جوہر کے ساتھ (ایسا ہے جیسا کہ) بیضہ اور پرندہ کہ یہ اوس سے پیدا ہوتا ہے اور وہ اوس سے پیدا ہوتا ہے جیسا کہ قرآن شریف مین ہے کہ یخرج الحی من المیت و یخرج المیت من الحی۔ اسکی تفسیر بیضہ اور طائر کے ساتھ کی گئی ہے۔ پس حاصل اس تقریر کا یہ ہوا کہ آپ جو کہتے ہین کہ اعمال بالکل پیش ہی نہونگے یہ تو غلط ہے وہان معروض و موزون اعمال ہی ہونگے ہان اُنکی صورت بدل جاویگی اور یہ اعراض سے جواہر ہو جاوینگے۔

گفت شاہنشہ الخ یعنے کہ بادشاہ نے کہا کہ اچھا اسیطرح فرض کرلو مگر تیرے ان اعراض نے تو ایک بھی جوہر پیدا نہ کیا مطلب یہ کہ خیر اسکو تو ہم مان گئے مگر یہ ماننا صرف تقلیدی اور عقلی ہے ہم چاہتے ہین کہ جسکا عرض کو مستحیل بجوہر ہوتے ہوے دیکھین پس اگر تیرے اعراض اعمال جوہر ہوتے ہین تو بھلا کہین نماز پڑھی ہو اور وہ جوہر ہو گئی ہو۔

شرح حبیبی

گفت مخفی داشت ست آنرا خرد	تا بود غیب این جہان نیک و بد
زانکہ گر پیدا شدے اشکال فکر	کافر و مومن نگفتے جز کہ ذکر
پس عیان بودے نہ غیب اے شاہ این	نقش دین و کفر بودے بر جبین
کے درین عالم بت و بتگر بدے	چون کسے را زہرہ تسخر بدے
پس قیامت بودے این دنیا	در قیامت کہ کند جرم و خطا

غلام نے کہا کہ خدائے علیم نے انکو ابھی پردۂ عدم مین چھپا رکھا ہے۔ ابھی پیدا ہی نہین کیا قیامت کو پیدا کریگا یا یہ کہ پیدا کر دیے گئے مگر نظرون سے پوشیدہ ہین (والثانی ارجح) تاکہ یہ عالم اعمال نیک و بد عالم غیب رہے اور امتحان متصور ہو۔ کیونکہ اگر صور عقائد کا کہ منجملہ اعمال ہین ظہور ہوتا تو جواب مومن یا کافر ہین سب ذکر اللہ ہی کہتے۔ اور مومن ہوتے۔ نیز اسوقت یہ عالم عالم شہادت ہوتا نہ کہ عالم

غیب اور دیندار کا دین اور کافر (اگر بالفرض موجود ہوتا تو اس) کا کفر یون ظاہر و آشکار ہوتا جیسے پیشانی پر لکھا ہوا ہو اور اس عالم مین کب بت ہوتے اور کب بتگر اور کسیکو دین کے ساتھ استہزار کی مجال کیسی ہوتی۔ اس بنا پر یہ ہماری دنیا ہی قیامت ہوجاتی اور کوئی جرم ہی نہ کر سکتا۔ کیونکہ قیامت مین جرم کون کرتا ہے۔

شرح شبیری گفت پنہان مخفی الخ۔ یعنی اوس غلام نے کہا کہ اوسکو عقل دکل یعنی حق تعالیٰ) نے مخفی رکھا ہے تاکہ اس جہان کا نیک و بد پوشیدہ اور مخفی رہے۔ مطلب یہ کہ جیسا ہم نے بتایا ہے یہ چونکہ عالم امتحان ہے اسلیے اسکے اندر سب نیک و بد مخفی رکھا گیا ہے۔

زانکہ گر پیدا الخ۔ یعنی اسلیے کہ اگر تفکرات کے اشکال ظاہر ہوجایا کرتے تو کافر و مومن سب کے سب سوائے ذکر اللہ کے اور کچھ بھی نہ کہتے مطلب یہ کہ اگران اعراض اعمال کی شکلین ظاہر ہوجایا کرتین جس سے کہ معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ برا ہے اور یہ اچھا ہے تو پھر مومن و کافر سب کے سب اللہ ہی کی یاد مین رہتے اسلیے کہ سب کے سب دیکھ لیتے کہ اسکا یہ ثمرہ ہے اور اوسکا یہ ثمرہ ہے پس سبکو معلوم ہوجاتا اور خوف کے مارے اللہ کی یاد مین لگے رہتے۔ اور یہ عالم غیب نہ رہتا۔

پس عیان بودے الخ۔ یعنی یہ سب چیزین ظاہر ہوجاتین نہ کہ غیب رہتین سارے شاہ دین۔ اور نقش کفر کا اور ایمان کا ہر شخص کے ماتھے پر ہوتا۔ یعنے ظاہر ہوجاتا تو پھر یہ دنیا عالم غیب نہ رہتا۔ بلکہ عالم مشاہدہ ہوجاتا تاظاہر نظر مین یہان شبہہ ہوتا ہے کہ جب سبکی حالت ظاہر ہوجاتی اور ہر شخص کو معلوم ہوجاتا کہ مین دوزخ مین جاؤنگا یا جنت مین تو پھر وہ سارے کے سارے ذکر اللہ مین کیون مشغول ہوتے جیسا کہ مولانا فرماتے ہین بلکہ جو دوزخی ہونگے وہ تو مایوس ہوکر سب ذکر وغیرہ چھوڑ دینگے اور جو مومن ہونگے وہ بیفکر ہوکر سب چھوڑ بیٹھین گے جواب اسکا یہ ہے کہ باوجود اس ظہور کے بھی ذکر اللہ ہی مین اس طرح مشغول رہین گے اور اسطرح اعمال حسن کرینگے جیسے کہ اب قیامت مین باوجودیکہ سبکو اپنی اپنی حالت معلوم ہوجاویگی مگر کفار پھر بھی الفاظ ایمان کہین گے کہ شاید قبول ہوجاوین حالانکہ وہ کہنا بالکل فضول ہوگا پس اسیطرح اگر دنیا مین معلوم ہوجاتا تو اسوقت بھی یہی حالت ہوتی۔ اور جو لوگ کہ مومن ہوتے وہ ترقی درجہ کیلیے ذکر اللہ مین مشغول ہوتے۔ خوب سمجھ لو۔

کے بدے دریت الخ۔ یعنے پھر اس عالم مین بت اور بت گر کب ہوتے۔ اور کسیکو مسخرہ پن کی کب مجال ہوتی

پس قیامت الخ۔ یعنی پس ہماری یہ دنیا قیامت ہوجاتی (اور عالم امتحان نہ رہتا) اور قیامت مین کون جرم خطا کرتا ہے۔ لہذا یہان بھی سب نیکوکار ہی ہوتے۔ مگر چونکہ یہ عالم امتحان تھا اسلیے حق تعالیٰ نے ان چیزون کو پوشیدہ رکھا۔ اور ظاہر نہین فرمایا۔

شرح حبیبی

گفت شہ پوشید حق پاداش بد	لیک از عامہ نہ از خاصان خود

گر بدامی فگنم من یک امیر ازامیران خفیہ دارم تر و زیر

حق ہمی بنمود پس پاداش کار در صورہائے عملہا صد ہزار

تو نشانے دہ کہ من دانم تمام ماہ را ابر من نمی پوشد غمام

بادشاہ نے کہا کہ بے شک حق سبحانہ نے بُرے (اور اچھے) اعمال کی سزاؤن (اور جزاؤن) کو مخفی کیا ہی لیکن عوام سے۔ نہ کہ خواص سے۔ دیکھو اگر مین کسی امیر کو پہچانتا ہون تو دیگر امرا سے مخفی کرتا ہون مگر وزیر سے نہین چھپاتا۔ لہذا حق سبحانہ نے بہت سے کامون کی (جزائین) و سزائین مجھپر لاکھون عملون کی صورتو کے ضمن مین منکشف کی ہین اب تو مجھے اپنے اعمال کی صورتین دکھلا کیونکہ مین تیرے اس عمل مین نہین آسکتا کہ حق تعالی نے چھپا رکھا ہے۔ اور ظاہر نہین کرتا۔ ورنہ یہ ہوجاوے اور وہ ہوجاوے اور ماہتاب حقیقت کو ابر تلبیس مجھ سے نہین چھپا سکتا۔

گفت پس از گفت من مقصود چیست چون تو میدانی کہ آنچہ بود چیست

غلام نے کہا پہلے تو یہ فرمائیے کہ جب آپ حقیقت حال پر مطلع ہین اور صور اعمال سے واقف ہین تو مجھ ہی سے بیان کرانے اور نقل اعراض کو ثابت کرنے سے کیا مقصود تھا۔ اپنے اعمال کے صورین دکھانے یا نہ دکھانے کا قصہ تو الگ رہا۔

گفت شہ حکمت در اظہار جہان آنکہ دانستہ برون آید عیان

آنچہ میدانست تا پیدا نکرد بر جہان ننہاد رنج طلق و درد

یکزمان بیکار نتوانی نشست تا بدی یا نیکی از تو بر نجست

این تقاضاہائے کار از بہر آن شد موکل تا شود سرت عیان

پس کلابہ تن کجا ساکن شود چون سر رشتہ ضمیرش می کشد

تاسۂ تو شد نشان آن کشش بر تو بیکاری بود چون جان کنش

این جہان و آن جہان زاید ابد ہر سبب مادر اثر از وے ولد

چون اثر زائید آن ہم شد سبب تا بزاید او اثرہائے عجب

این سببہا نسل بر نسل است لیک دیدۂ باید منور نیک نیک

بادشاہ نے کہا کہ بے شک مجھے حقیقت معلوم تھی مگر تیری زبان سے ادا کرانا مد نظر تھا۔ یہ فعل عبث نہیں بلکہ سنت اللہ ہے کیونکہ وہ بھی اپنے علم پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اپنی معلومات کا اظہار چاہتے ہیں چنانچہ عالم کے پیدا کرنے میں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ جو کچھ معلوم ہے وہ ظاہر ہو جاوے اسلیے مسببات کو اسباب سے وابستہ کر دیا ہے چنانچہ جو کچھ وہ جانتا تھا۔ اگر اوسکو ظاہر نکرنا چاہتا تو عالم پر ذرہ ذرہ کی تکلیف قائم نکرتا۔ اسکے قائم کرنے میں یہ مصلحت ہے کہ دو چار آدمی جمع ہوں۔ اور خبر ہو جاوے کہ فلاں کے فلاں بچہ پیدا ہوا ہے نیز تو تھوڑی دیر بھی بیکار نہیں بیٹھ سکتا۔ بلکہ کچھ نہ کچھ خواہ نیکی ہو خواہ بدی کرتا ضرور رہتا ہے یہ کام کا تقاضا تیرے اندر کیوں پیدا کر دیا۔ اسلیے کہ وہ باتیں جو تیرے اندر مضمر ہیں اور جنکو حق سبحانہ خوب جانتا ہے ظاہر ہو جائیں۔ پس جبکہ تیرے دل کی ڈور حق سبحانہ نے اپنے قبضہ میں لے رکھی ہے اور اوسکو وہ کھینچتا رہتا ہے۔ تو پھر تیرے بدن کا چرخہ ساکن کیونکر رہ سکتا ہے وہ تو ہمیشہ چلتا ہی رہیگا اور اس کشش کی علامت یہ مقرر کی ہے کہ جب تو خالی بیٹھتا ہے تو تجھے اوجھن ہوتی ہے۔ اور خواہ مخواہ جی چاہتا ہے کہ کچھ کرے۔ اور بیکاری تیرے لیے جانکنی کیطرح تکلیف دہ ہوتی ہے۔ غرض کہ اپنے معلومات کے اظہار کے لیے حق سبحانہ نے عالم پیدا کیا اور اوسکے اندر ایک شئے کو دوسری شئے کے ساتھ رشتہ سببیت و مسببیت میں منسلک کر دیا۔ اسی لیے عالم میں خواہ یہ عالم ہو خواہ وہ۔ مسببات اپنے اسباب سے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اور ہر سبب ماں ہوتا ہے اور مسبب اوسکا بچہ جب اس اثر مسبب کے بچہ پیدا ہوتا ہے تو پھر وہ بھی سبب بنجاتا ہے۔ اور اس سے دیگر عجیب عجیب اسباب پیدا ہوتے ہیں یوں ہی یہ اسباب نسل در نسل چلے آتے ہیں مگر اونکے دیکھنے کے لیے بہت روشن آنکھ کی ضرورت ہے۔

شاہ با او در سخن اینجا رسید	تا پدید آید وے نشانے یا نوید
گر پدید آن شاہ جو یا دور نیست	لیک ما را ذکر آن دستور نیست

خیر بادشاہ کی گفتگو کا سلسلہ اوس غلام کے ساتھ یہاں تک پہونچا اور امتحان کی وجہ تبلائی شاہ اعمال دکھایا نہیں دیکھا اس سے بحث نہیں اگر اوس بادشاہ نے صور اعمال کو دیکھ لیا ہو تو کچھ عجیب نہیں لیکن ہمارا قاعدہ نہیں کہ غیر ضروری باتوں کے پیچھے پڑیں اور انکو ذکر کریں۔

شرح شبیری گفت شہ الخ۔ یعنی بادشاہ نے کہا کہ بے شک حق تعالے نے جزاے بد کو پوشیدہ رکھا ہے لیکن عام ہی لوگوں سے پوشیدہ رکھا ہے۔ اپنے خاص لوگوں سے پوشیدہ نہیں رکھا۔ اس کہنے میں بطور تحدث بالنعمۃ کے بادشاہ نے یہ کہا کہ چونکہ خاص لوگوں سے مخفی نہیں اور میں بحمد اللہ خاص لوگوں میں سے ہوں پس تو مجھے اپنے اعمال کو جواہر بنتے ہوے دکھا۔

گر بدامے الخ۔ یعنی میں اگر کسی امیر کو قید میں ڈالتا ہوں تو (دوسرے) امیروں سے تو خفیہ رکھتا ہوں نہ کہ وزیر سے بس اسیطرح حقتعالی بھی اپنے خاص لوگوں سے ظاہر فرما دیتے ہیں۔

حق بمن بنمود الخ۔ یعنی کہ مجھے حق تعالے نے اعمال کے بدلے دکھلا دیے ہیں لاکھوں اعمال کی صورتیں دکھائی ہیں۔ لہذا تو بھی مجھے اپنے اعمال کو جواہر ہوتے دکھلا۔ یہاں سے بھی اس بادشاہ کا عارف کامل ہونا

معلوم ہوتا ہے۔
تو نشانے دہ الخ یعنے کہ تو کوئی نشانی بتا کہ جس سے مین پوری طرح (تیری حالت کو) جان لون۔ اور یا دل میرے اوپر چاند کو پوشیدہ نہین کرتا۔ مطلب یہ کہ یہ عوارضات ظاہری مجھے حقیقت بینی سے روکتے نہین ہین۔ لہذا تم کوئی نشانی ایسی بتاؤ کہ جس سے مجھے تمھاری پوری کیفیت معلوم ہو جاوے۔
گفت پس الخ یعنے کہا اوس غلام نے کہا کہ پھر میرے ہی کہنے سے کیا مقصود ہے۔ جبکہ آپ کو معلوم ہے جو کچھ کہ تھا یا ہے۔ مطلب یہ کہ جب آپ کو خبر ہے تو میرے کہنے ہی کی کیا ضرورت ہے۔
گفت شہ الخ۔ یعنے بادشاہ نے کہا کہ جہان کے ظاہر کرنے مین یہ حکمت تھی کہ جو چیز کہ جانی ہوئی تھی (علم باری تعالیٰ مین) وہ ظاہر ہو جاوے پس جب کہ سنت اللہ بھی اظہار ہی پر جاری ہے حالانکہ حق تعالے کو سب معلوم تھا کہ وہ دوزخی ہے اور وہ جنتی ہے مگر جبتک کہ ظاہر طور پر دکھلا نہین دیا۔ اوسوقت تک اسکو سزا یا جزا نہین دی۔ پس اگرچہ مجھے بھی معلوم ہے مگر تو بیان کر۔
آنچہ میدانست الخ۔ یعنے جو کچھ کہ حق تعالے جانتے تھے جب تک کہ اوسکو پیدا نکر لیا اوسوقت تک جہان پر کسی قسم کی تکلیف نہین رکھی طلق دردزہ کو کہتے ہین مطلب یہ کہ باوجودیکہ حق تعالیٰ جانتے تھے مگر پھر بھی سبکو پیدا اور ظاہر فرماکر پھر اوپر کسی قسم کی رنج و تکلیف اور سزا و جزا رکھی۔
یکزمان بیکار الخ۔ یعنی ایک گھڑی بھی تم بیکار نہین بیٹھ سکتے کہ تم سے کوئی بدی یا نیکی ظاہر نہو۔
این تقاضہ ہاے الخ۔ یعنے یہ کام کا تقاضا اسلیے مسلط ہو گیا ہے تاکہ وہ کام ظاہر ہو جاوے۔ لہذا معلوم ہوا کہ اظہار ہی مین فوائد ہین اسی وجہ سے سنت اللہ بھی اسیطرح جاری ہے پس تو بھی ظاہر کر اور نشانی دکھا۔
پس کلابہ الخ۔ یعنے یہ بدن کا چرخہ کب ساکن ہو سکتا ہے جب اوسکے تاگے کو دل کھینچ رہا ہی مطلب یہ کہ جب اندر سے افعال کا تقاضا ہو رہا ہے تو پھر بغیر اون افعال کے صادر کیے ہوئے کیسے چین ملسکتا ہے کلابہ چرخہ۔
تاسہ تو شد الخ۔ یعنے تمھارا اضطراب اوس کشش کی نشانی ہے کہ تجھپر بیکاری جان کندنی ہو جاتی ہے اور دل چاہتا ہے کہ کوئی کام کرین لہذا یہ دل کا گھبرانا اوس کشش اندرونی کی دلیل ہے کہ جس سے افعال ظاہر ہوتے ہین۔
این جہان الخ۔ یعنی کہ یہ جہان اور وہ جہان ہمیشہ (اسباب کو) پیدا کرتا ہے۔ اور ہر سبب (مثل ان) کے ہے اور اوسکا اثر اسکے ولد کیطرح ہے اوس جہان عالم غیب کا ہمیشہ ہونا تو ظاہر ہی کہ لاانقف عند حد ہے لیکن اس جہان کو ہمیشہ کہدینا بوجہ طول زمانہ کے ہے۔ مطلب یہ کہ اسباب سے ہمیشہ اثر ظاہر ہوتے رہتے ہین۔ غرضکہ عالم کا یہی سلسلہ ہے۔
چون اثر الخ۔ یعنی جبکہ اثر پیدا ہوا تو وہ بھی (کسی اور کا) سبب ہو جاتا ہے یہان تک وہ ایک دوسرا عجیب اثر پیدا کرتا ہے۔

آن سلیها الخ- یعنے کہ یہ اسباب سب اسیطرح نسلاً بعد نسلاً ہین دکہ ایک دوسرے سے پیدا ہوتے ہین لیکن انکے دیکھنے کے لیے خوب اچھی طرح منور آنکھ کی ضرورت ہے کہ جس سے معلوم ہوسکے۔ کہ اسباب آپس مین کسطرح تبدیل ہوتے ہین آگے مولانا فرماتے ہین کہ۔

شاہ با او الخ- یعنے بادشاہ اوس غلام کے ساتھ باتو نمین یہانتک پہونچا اب دیسنے کوئی نشان اس غلام سے دیکھایا نہین دیکھا اسکی ہین خبر نہین۔

گر بدید آن الخ- یعنے اگر اوس بادشاہ طالب نے دیکھ لیا ہو تو کچھ بعید بھی نہین ہے۔ لیکن ہمکو اوسکے ذکر کی اجازت نہین ہے۔ یہانتک جو گفتگو بھی ہے یہ تو اوس غلام بدصورت کے ساتھ تھی آگے اوس غلام خوبصورت سے گفتگو کا ذکر ہے۔ جسکو کہ پہلے نہانے کو روانہ کردیا تھا۔ اب وہ حضرت تشریف لائے ہین۔ فرماتے ہین کہ

شرح حبیبی

باز پرسیدن حال آن غلام

چون ز گرمابہ بیامد آن غلام	سوئے خویشش خواند آن شاہ ہمام
گفت صحالک نعیمٌ دائمٌ	پس لطیفے و ظریف و خوبرو
پس سوے کارے فرستاد آن دگر	تا ازین دیگر شود او باخبر
پیش بنشاندش بصد لطف و کرم	بعد ازان گفت ای چو ماہ اندر ظلم
ماہروئی جعد موئے مشکبو	نیکخوئی نیکخوئی نیکخو
اے دریغا گر نبودی در تو آن	کہ ہمی گوید برائے تو فلان
شاد گشتے ہر کہ رویت دیدۂ	دیدنت ملک جہان ارزیدۂ

جب بادشاہ ایک غلام کا امتحان کرچکا تو اب دوسرے کا امتحان کرنا چاہتا ہے۔ اسکو مولانا بیان کرتے ہین کہ جب وہ دوسرا غلام حمام سے فارغ ہوکر آیا تو شاہ عالیجاہ نے اسکو اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ خدا تجھے ہمیشہ خوش رکھے تو نہایت ہی پاکیزہ۔ خوش مزاج اور خوبصورت ہے یہ کہکر اوس دوسرے غلام کو کسی کام کے لیے بھیجدیا تا کہ اس دوسرے کی حالت سے واقف ہو اس غرض سے اسکو نہایت مہربانی اور عنایت سے اپنے سامنے بٹھلایا اسکے بعد اوس سے یون خطاب کیا اے

اندھیری رات کے چاند کے شبیہ تیرا چہرہ بھی چاند سا ہے۔ تیرے بال بھی گھونگر والے ہین تیری خوشبو بھی مشک جیسی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ تجھ مین ایک عیب ہے اگر تجھ مین وہ عیب نہ ہوتا جو تیری طرف فلان شخص منسوب کرتا ہے۔ تو جو شخص تجھے دیکھتا خوش ہوتا۔ اور تیرے دیدار کی سارا جہان قیمت ہوتا

گفت رمزے زان بگو اے پادشاہ	کہ برائے من بگفت آن دین تباہ

غلام نے عرض کیا کہ حضور والا اس عیب کی طرف کچھ اشارہ فرمادین جو اس بے ایمان نے میری طرف منسوب کیا ہے۔

گفت اول وصف دو روئیت کرد	کاشکارا او دوائی خفیہ درد

بادشاہ نے کہا سب سے پہلے اوسنے بیان کیا کہ تیرا ظاہر و باطن یکسان نہین تو ظاہر مین دوا اور دوست ہے اور باطن مین مرض اور دشمن۔

خبث یارش را چو از شہ گوش کرد	در زمان دریائے خشمش جوش کرد
کف برآورد آن غلام و سرخ گشت	تا کہ موج ہجو او از حد گذشت
کو ز اول دم کہ با من یار بود	ہمچو سگ در قحط سرگین خوار بود
چون دمادم کرد ہجوش چون جرس	دست بر لب زد شہنشاہش کہ بس

جب اوس غلام نے اپنے رفیق کا اختراعی خبث نفس سنا فوراً اوسکے دریائے خشم مین طغیانی آگئی۔ منھ سے جھاگ نکلنے لگے اور مارے غصہ کے لال پیلا ہوگیا۔ حتے کہ اوسکے دریائے ہجو کی موج حد سے تجاوز کرگئی یعنے یہانتک کہہ گذرا کہ جب سے میرا اسکا ساتھ ہوا ہے مین اسی وقت سے دیکھتا ہون کہ یہ اسی حرص و رغبت کے ساتھ لوگونکی غلیظین اور جھوٹی برائیان کیا کرتا ہے جسطرح زمان قحط مین کتا گوہ کھاتا ہے جبکہ وہ غلام لگاتار اس بیچارہ کی ہجو کرتا رہا اور گھنٹے کی طرح اوسکا رونا روتا ہی رہا تو بادشاہ سے نہ رہا گیا اوسنے فوراً اسکے منھ پہ ہاتھ رکھ لیا جسمین اشارہ تھا کہ بس خاموش۔

گفت دانستم ترا از وے بدان	از تو جان گندہ ست و از یارت دہان
پس نشین اے گندہ جان از دور تو	تا امیر او باشد و مامور تو

اور کہا کہ جان لے کہ مجھے تجھ مین اور اوسمین خوب امتیاز ہوگیا ہے کہ تیری جان خبث باطن سے بدبو دار ہے

اور اوسکا مُنھ مرض ظاہری سے۔ او گندہ جان جا دور بیٹھ تو اس قابل نہین کہ شرف قرب سے مشرف کیا جاوے آج سے وہ تیرا افسر اور تو اوسکا محکوم ہے (تا امیر او باشد و مامور تو کی ایک توجیہ یہ ہے کہ وہ ہمارے نزدیک امراء کے طرح معظم و مکرم ہوگا اور غلامانہ حیثیت نہ رکھے گا اور تو اسی غلامانہ حیثیت سے رہیگا۔ جو تیری ہے۔ توجیہ اول ظاہر ہے۔ اور توجیہ ثانی انسب کیونکہ ایک غلام کی فنری کوئی ایسی قابل وقعت چیز نہین ہے جسکو اسکے کمال کی قدر و منزلت سمجھا جاوے۔ اب مولانا نصیحت فرماتے ہین اور کہتے ہین۔ بہر این گفتند اکابر در جہان الخ۔

بہر این گفتند اکابر در جہان	راحۃ الانسان فی حفظ اللسان

دیکھو اس غلام کو جو ذلت ہوئی وہ محض زبان کی بدولت۔ اسی لیے بزرگون نے کہا ہے کہ آدمی کی راحت زبان کو محفوظ رکھنے ہی مین ہے۔

در حدیث آمد کہ تسبیح از ریا	ہمچو سبزہ گولخن دان اے کیا
پس بدانکہ صورت خوب و نکو	با خصال بد نیرزد یک تسو
ور بود صورت حقیر و ناپذیر	چون بود خلقش نکو در پاش میر
چند بازی عشق با نقش سبو	بگذر از نقش سبو و آب جو
چند باشی عاشق صورت بگو	طالب معنی شو و معنی بجو
صورت ظاہر فنا گردد بدان	عالم معنی بماند جاودان
صورتش دیدی ز معنی غافلے	از صدف در را گزین گر عاقلے
این صدفہائے قوالب در جہان	گرچہ جملہ زندہ اند از بحر جان
لیک اندر ہر صدف نبود گہر	چشم بکشا در دل ہر یک نگر
کان چہ دارد وانچہ دارد میگزین	زانکہ کمیاب ست آن در ثمین
گر بصورت بنگری کوہی بہ شکل	در بزرگی ہست صد چندانکہ لعل
ہم بصورت دست و پا و چشم تو	ہست صد چندانکہ نقش چشم تو

لیک پوشیدہ نباشد بر تو این | گر ہمہ اعضا دو چشم آمد گزین
از یک اندیشہ کہ آمد در درون | صد جہان گردد بیکدم سرنگون
جسم سلطان گر بصورت یک بود | صد ہزاران لشکرش در تک بود
باز شکل و صورتِ شاہ صفی | ہست محکوم یکے فکر خفی
خلق بے پایان زیک اندیشہ بین | گشتہ چون سیلے روانہ بر زمین
ہست آن اندیشہ پیش خلق خرد | لیک چون سیلے جہان را خورد و برد
خلق عالم چون ہمی ہست وحق شان | می دواند جملہ را روز و شبان

اوپر سے صورت کے بے حقیقت ہونے اور معنے کے قابل وقعت ہونیکا ذکر آرہا ہے۔ اب اسی مضمون کو دوسرے انداز سے بیان فرماتے ہین۔ اور کہتے ہین کہ حدیث شریف مین آیا ہے۔ کہ تسبیح ریائی ایسی ہے جیسے کوڑے کرکٹ پر سبزہ اور محض ناموزون ونامعقول۔ اب سمجھو کہ یہ بات کیون ہے کیا صورت نہین۔ صورت تو ہے پھر کیا بات ہے محض اسلیے کہ معنے خلوص نہین اس سے تم نتیجہ نکال سکتے ہو کہ صورت اگر اچھی ہو اور خصلتین بری ہون تو وہ صورت کوڑی کے کام کی نہین۔ اور اگر صورت محض محقر اور نامرغوب ہو اور خلق اچھا ہو تو وہ اس قابل ہے کہ آدمی اوسکے قدمون مین جان دیدے۔ غور تو کر کہ تو گھڑے پر کب تک عاشق رہیگا۔ گھڑے کو چھوڑ پانی طلب کر کہ وہی جان بچانے والا ہے۔ محض گھڑا کس کام کا۔ اور یہ تو بتا کہ تو صورت پر کبتک عاشق رہیگا۔ ایسے بھلے مانس اسکو چھوڑ اور معنے کو طلب کر اور اسیکو ڈھونڈھ۔ کیونکہ صورت ظاہری ایکدن فنا ہو جائیگی۔ اور عالم معنے اپنے نتائج کے ذریعہ سے ہمیشہ باقی رہیگا۔ تو نے صورت تو دیکھ لی۔ مگر معنی نہ دیکھے یہ کونسی عقل کی بات ہے۔ اے عقلمند صورت کو سیپ کے مثل سمجھ اور معنے کو موتی کے مانند۔ سیپ کس کام کی اسکو چھوڑ۔ موتی لے۔ اگر تجھ مین عقل ہے۔ اور یہ جان لے کہ یہ اجسام جنکو ہم نے سیپ سے تشبیہ دی ہے سب حق سبحانہ ہی کے فیض سے زندہ ہین اور حق سبحانہ انکے لیے ایسے ہین جیسے سیپونکے لیے دریا۔ اسلیے ہم نے انکو بحر جان کہا ہے۔ یعنی بحر بخشندہ و باقی دارندۂ جان لیکن جسطرح تمام سیپون مین موتی نہین ہوتے یون ہر صورت و جسم مین معنے واخلاق حسنہ نہین ہوتے ایسی حالت مین تیرا فرض یہ ہے کہ صورت ظاہری سے دھوکھا نہ کھائے اور یہ نہ سمجھ لے کہ صورت ہے تو معنے بھی ہونگے۔ بلکہ باطن پر نظر کر لینی چاہیے۔ اور دیکھ لینا چاہیے کہ اسمین کیا ہے۔ اور اوسمین کیا۔ بس جسمین موتی اور خلق حسن ہو اسمین سے موتی لے لینا چاہیے۔ کیونکہ وہ موتی نہایت بیش قیمت اور قابل قدر ہے۔ اب ہم تجھے دوسرے عنوان سے صورت

و معنے کا فرق سمجھاتے ہین۔ غور کرو کیا اگر صورت کو دیکھا جاوے تو پہاڑ صورت مین لعل سے سیکڑون حصہ بڑا ہے مگر کیا لعل کے برابر قدر و منزلت رکھتا ہے۔ ہر گز نہین۔ کیون کہ محض اسلیے کہ اسمین وہ معنے نہین جو لعل مین ہین۔ نیز دیکھو کہ ہاتھ پانون اور باقی جسم صورت مین آنکھ سے سیکڑون حصے بڑے ہین لیکن یہ واضح ہے کہ تمام اعضا مین سے آنکھ ہی منتخب ہے۔ کیون کہ محض اسلیے کہ انمین وہ معنے نہین جو آنکھ مین ہین۔ اوسی خیال و ارادہ معنے ہے اور تمام عالم جسم لیکن ایک خیال اور ارادہ جو دلمین آتا ہے اتنی قوت رکھتا ہے کہ ایسے ایسے سیکڑون عالمون کو ایک دم مین تلپٹ کر دے (اذا اراد اللہ شیئاً ان یقول لہ کن فیکون) اور دیکھو بادشاہ جسم کے لحاظ سے ایک ہی تو ہوتا ہے۔ مگر لاکھون فوجین اوسکے پیچھے دوڑتی ہین کیون کیا اسکا جسم اونکے اجسام سے مقدار مین بڑا ہے نہین پھر کیا بات ہے صرف یہ کہ اسمین وہ معنی ہین جو انمین نہین۔ یہان تک تمکو معلوم ہو گیا کہ ایک جسم کا دیگر اجسام کے مقابلہ مین معنے کی بدولت کیا مرتبہ ہو گیا اب یہ سنو کہ اسی جسم کے معنے کے مقابلہ مین کیا حالت ہے سو وہ جسم شاہ جو لاکھون اجسام کو اپنے پیچھے دوڑاتا تھا وہی جسم ایک (معنے) خیال کے ہاتھ مین کٹ پتلی کی طرح ناچتا ہے۔ اور دیکھو۔ ایک اندیشہ اور ارادۂ خداوندی نے بے انتہا مخلوق کو روکیطرح زمین پر پھیلا رکھا ہے۔ اندیشہ گو لوگون کی نظر مین بہت چھوٹا اور غیر محسوس ہے مگر اسمین یہ طاقت ہے کہ روکیطرح دنیا بھر کو چٹ کر جاتے۔ نیز دیکھو حق سبحانہ معنے کیطرح غیر محسوس ہین اسلیے صورت کے مقابلہ مین انکو معنے کہا جاسکتا ہے لیکن جملہ مخلوقات کے اندر اپنے حکم تکوینی سے یون تصرف کرتے ہین جسطرح چرواہا بکریونکے گلہ کو جسطرح چاہتا ہے دوڑاتا ہے۔

پس چہ می بینی کہ از اندیشۂ ۔۔۔ قایم است اندر جہان ہر پیشۂ

خانہ ہا و قصرہا و شہرہا ۔۔۔ کوہہا و دشتہا و نہرہا

ہم زمین و بحر ہم مہر و فلک ۔۔۔ زندہ از وے ہمچو از دریا سمک

پس چرا از ابلہے پیش تو کور ۔۔۔ تن سلیمان است و اندیشہ چو مور

مینماید پیش چشمت کہ بزرگ ۔۔۔ ہست اندیشہ چو موش و تن سترگ

عالم اندر چشم تو ہول و عظیم ۔۔۔ ز ابر و برق و رعد دارے لرز و بیم

وز جہان فکرتے اے کم ز خر ۔۔۔ ایمن و غافل چو سنگ بیخبر

زانکہ نقشے وز خرد بے بہرۂ ۔۔۔ آدمی خو نیستی خمرکرۂ

جہل مخفے وز خرد بیگانۂ ۔۔۔ بو نداری از خدا دیوانۂ

سایہ را تو شخص می بینی ز جہل　　شخص از آن شد نزد تو بازی و سہل

نک ز غیبت یک نمودار آتش است　　گر لطافت چون ہوائے دلکش است

تا بجسمے درنمی پیچد کثیف　　آگہی نبود بصر را زان لطیف

باز افزونست ہنگام اثر　　از ہزاران تیشہ و تیغ و تبر

باش تا روزے کہ آن فکر و خیال　　می کشاید بے حجابے پر و بال

کوہہا بینی شدہ چون پشم نرم　　نیست گشتہ این زمین سرد و گرم

نے سما بینی ز اختر نے وجود　　جز خدائے واحد حی ودود

اوپر ترجیح معنے بر صورت کے ضمن مین خیال وارادہ کی قوت کا ذکر کیا تھا۔ اب اسکے مناسب نصیحت کیطرف انتقال فرماتے ہین اور کہتے ہین کہ جب تو دیکھتا ہے کہ ارادہ ایک عظیم الشان قوت رکھتا ہے اور اسیکی بدولت ہر شیء کا وجود ہے۔ اور مکانات محلات شہر پہاڑ جنگل نہرین زمین دریا آفتاب آسمان وغیرہ ان سب کے لیے انکے مناسب حیات ارادہ ہی کے ذریعہ سے اسطرح حاصل ہے جسطرح مچھلی کے لیے پانی سے۔ تو اے اندھے کونسی وجہ ہے جسکی بنا پر تیرے نزدیک جسم سلیمان کیطرح قابل وقعت اور ارادہ الٰہی چیونٹی کیطرح بے وقعت اور نظر انداز کرنے کے قابل ہے۔ اور اندیشہ جو کہ فی الحقیقت بڑا ہے وہ تجھے چوہے کیطرح چھوٹا معلوم ہوتا ہے۔ اور تن جو فی الحقیقت کچھ بھی نہین وہ بڑا نظر آتا ہے (جاننا چاہیے کہ یہ ترجمہ اُسوقت ہوگا جبکہ "بزرگ ہست" کو اندیشہ کی صفت مقدم مانا جاوے اور اگر کُہ کو کوہ کا مخفف کہا جاوے تو معنے یہ ہونگے کہ تیری نظر مین پہاڑ بزرگ معلوم ہوتا ہے اور اندیشہ چوہے کی مثل اور جسم بڑا ہے دونون ترجمون کو دیکھنے سے پہلا ترجمہ بے تکلف معلوم ہوتا ہے) اور عالم جسمانی تیری نظر مین ہولناک اور عظیم الشان ہے۔ اسی لیے تو ابر اور کڑک اور بجلی سے خوف کھاتا اور کانپ جاتا ہے۔ اور اے گدھے سے بھی زیادہ بے عقل شخص عالم فکر سے تو بالکل بیخوف اور غافل اور پتھر کیطرح بیخبر ہے۔ اسی بنا پر تو ارادۂ خداوندی سے کہ اس عالم فکر کا ایک جزو ہے بالکل نڈر ہے اور چونکہ تو اس عالم کے لحاظ بالکل بے حس اور مثل تصویر ہے اور عقل سے بے بہرہ ہے اسلیے تو بالکل آدمی نہین بلکہ گدھے کا بچہ سراپا جہل عقل سے بیگانہ خدا سے بے تعلق اور پاگل ہے تیری حالت یہ ہے کہ تو اپنی نادانی سے سایہ کو شخص اور غیر مستقل کو مستقل اور تابع کو متبوع سمجھتا ہے اسلیے شخص واصل (حق سبحانہ) تیرے نزدیک ایک کھیل اور معمولی چیز ہو گیا ہے۔ اور تو اسکی پرواہ نہین کرتا اسکی اصل وجہ یہی ہے کہ غیر محسوس کو تو بمنزلہ معدوم کے سمجھتا ہے اس خیال کی غلطی ہم پیشتر بھی ظاہر کر چکے ہین اور اب بھی کرتے ہین دیکھ

عالم غیر محسوس کا ایک ادنےٰ آگ ہے کہ وہ بھی حالت صرافت مین غیر محسوس اور اپنی لطافت کے سبب مثل ہونے کے ہے۔ اور اس کی کیفیت ہے کہ جب تک کسی جسم کثیف سے اسکا تعلق نہو نظر اسکا احساس نہین کر سکتی مگر باینہمہ لطافت اپنی تاثیر مین ہزارون بندوقون کلہاڑون اور تلوار ونسے بڑھی ہوئی ہے کہ یہ آلات وہ کام نہین کر سکتے جو آگ کر سکتی ہے۔ اگر اب بھی غیر محسوس کی قوت تیرے ذہن مین نہین آئی اور تیری غفلت اسی طرح قائم ہے تو اچھا اُس دن تک ٹھہر جسروز ارادۂ خداوندی علی الاعلان اپنے پر و بازو کھولکر اس عالم کو جسکو تو مستقل سمجھتا ہے اور جسکی ہوا کو تو معدوم جانتا ہے تباہ و برباد کرنے کے لیے تیار ہوگا۔ اسروز تجھے اسکی حقیقت معلوم ہوگی کہ کیا ہے۔ اسروز یہ سر بفلک پہاڑ نرم اون کے مثل ریزہ ریزہ ہونگے۔ اور تکون الجبال کالعھن المنفوش۔ کا نظارا آنکھونکے سامنے ہوگا۔ اور زمین غیبت ہو کر اذا الارض مدت کی زبان حال سے تصدیق کر رہی ہوگے۔ نہ اوسدن تجھے آسمان کا وجود نظر آئے گا نہ ستارون کا نہ کسی اور شے کا بلکہ اسروز صرف ایک خدائے حی ودود ہوگا۔ جو لمن الملک الیوم کہے گا جس کا جواب یہ ہوگا للّٰہ الواحد القہار۔

شرح شبیری	پھر بادشاہ کا دوسرے غلام سے حال دریافت کرنا۔

چون ز گرما الخ۔ یعنی جب کہ وہ غلام (خوبصورت) حمام سے واپس آیا تو اوس بادشاہ بزرگ نے اسکو اپنے سامنے بلایا۔

گفت صحالک الخ۔ یعنی بادشاہ نے (اس غلام سے) کہا کہ تیرے لیے ہمیشہ تندرستی اور نعمت ہو تو تو بڑا ہی لطیف و ظریف اور خوبصورت ہے چونکہ اسکا بھی امتحان لینا مقصود تھا اسلیے اسکو ذرا پہلے خوب چڑھا دیا۔

پیش سوئے الخ۔ یعنی پھر (یہ کہکر) اوس دوسرے کو کسی کام کو روانہ کر دیا تاکہ اس دوسرے (کے حالات) سے وہ باخبر ہو جاوے۔

پیش بنشاندش الخ۔ یعنی اوسکو خوب لطف و کرم کے ساتھ اپنے سامنے بٹھلایا بعد اوسکے کہا کہ اے مانند چاند کے اندھیرے مین۔

ما شروئے الخ۔ یعنی تو ماہرو ہے اور گھونگر یلے بالون والا ہے اور مشکبو ہے اور نیکخو ہے اور پھر نکلی ہی اور نیکخو۔

اے دریغا الخ۔ یعنی کاش اگر تجھ مین وہ باتین نہوتین کہ فلان شخص (یعنی وہ غلام بدصورت) تیرے لیے کہتا ہے۔

شاد گشتی الخ۔ یعنی پھر تو جو تیرا منہ دیکھتا وہ شاد ہوتا اور تیرا دیکھنا ایک ملک طلبی کے برابر ہوتا۔ اسلیے کہ خوبصورت تو ہی ہے اگر خوب سیرت بھی ہوتا۔ تو کیا ہی کہنا تھا کہ پھر تو اسکا مصداق ہوتا کہ ؎

بہار عالم حسنش دل و جان تازہ میدارد ❊ برنگ اصحاب صورت را بہ بو ارباب معنے را۔

گفت رمزے زا الخ۔ یعنی اوس غلام نے کہا کہ اے بادشاہ اوسمین سے کچھ تو بیان فرمائیے جو کہ میرے لیے

اوس دین تباہ نے کہا ہے دین تباہ بدعلا ہے۔
گفت اول الخ۔ یعنے بادشاہ نے کہا اول تو اوس (بدصورت) نے تیری دورو ئی کو بیان کیا (کہ سامنے تو تو اچھا ہے اور بعد مین بہت ہی بُرا ہے) کہ ظاہر تو تیرا دولہ ہے (کہ خیرخواہ معلوم ہوتا ہے) اور اندر دو دہ ہے یعنے تکلیف دہ ہے اور یہ ساری باتین اوسکا امتحان لینے کے واسطے کہین اور کہین۔
خیرش یارش الخ۔ یعنے اپنے ساتھی کی خباثت جبکہ بادشاہ سے سُنی تو فوراً اسکے غصہ کے دریا نے جوش کیا۔ اور بھڑک اوٹھا۔
کف برآورد آن الخ۔ یعنے وہ غلام کف بھر لایا اور سُرخ ہوگیا یہان تک کہ اوسکے ہجو کی موج حد سے گذر گئی۔
کو ز اول دم الخ۔ یعنی (کہنے لگا) کہ وہ (یعنی بدصورت غلام) اول ہی سے کہ میرے ساتھ تھا کتے کیطرح قحط مین گو بر کھانے والا تھا مطلب یہ کہ وہ ہمیشہ ہی شے بُرا ہے غرضکہ اس بچارے کی خوب بُرائیان کین۔
چون دمادم کرد الخ۔ یعنے جب اوسنے گھنٹے کیطرح دمادم اوسکی ہجو کی تو اوسکے منھ پر بادشاہ نے ہاتھ رکھدیا کہ بس چپ رہو۔ مطلب یہ کہ جب وہ گھنٹے کیطرح ٹن ٹن بولنے لگا اور خوب اسکی برائیان کین تو بادشاہ نے منع کردیا اور چپ رہنے کا حکم دیدیا۔
گفت دانستم الخ۔ یعنی بادشاہ نے کہا کہ مینے تجھے اوس سے ممتاز کرلیا ہے۔ اچھی طرح سمجھ لے۔ تیری جان گندی ہے۔ اور اوسکا منھ گندہ ہے جیسا کہ پہلے معلوم ہوا ہے۔ کہ وہ گندہ دہن تھا۔
پس نشین الخ۔ یعنی لہذا اے گندے دور بیٹھ تاکہ وہ حاکم ہو اور تو محکوم ہو۔ لہذا دیکھ لو کہ ہر شخص اپنے اپنے مرتبہ کے موافق رکھا گیا۔ اور یہی وجہ تھی اس حکایت کے لانے کی جیسا کہ اس حکایت کے شروع مین وجہ ربط مین بیان بھی کیا گیا ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہین کہ۔
بہر این گفتند الخ۔ یعنی اسلیے بڑے لوگون نے جہان مین کہا ہے کہ انسان کی راحت زبان کی حفاظت کرنے مین ہے۔ اگر یہ غلام اپنی زبان کو روکتا تو اوسکے عیوب ظاہر نہوتے۔
در حدیث آمد الخ۔ یعنی حدیث مین ہے کہ تسبیح ریا کے واسطے ایسی ہے کہ جیسے پہاڑ پر سبزہ ہوتا ہے اسے زیرک کہ اوپر سے تو سبزہ معلوم ہوتا ہے اور اندر اوسکے آگ بھری ہے۔ اسیطرح یہ غلام اوپر سے تو خوبصورت اور اچھا تھا مگر اندر سے سیرت اور باطن بہت ہی خراب تھا۔ اور بہت ہی بدسیرت تھا۔
پس بدانکہ الخ۔ یعنی پس جان لو کہ خوبصورت اور اچھی صورت بُرے اخلاق کے ساتھ ایک تسو کے برابر بھی نہین ہوتی۔ تسو چار جو کو کہتے ہین۔ مطلب یہ کہ بالکل بے قدر اور فضول شے ہے۔
ور بود الخ۔ یعنی اور اگر صورت حقیر اور نامقبول ہو لیکن جبکہ اوسکے اخلاق اچھے ہون تو اُسکے پانو مین مرجاؤ یعنی اوسپر سے تو فدا ہو جاؤ۔
چند بازی الخ۔ یعنے گھڑے کے نقوش کیا تھ کبتک عشق بازی رہیگی نقش کو چھوڑدو (جو کہ غیر مقصود ہے) اور باقی کو تلاش کرو (جو کہ مقصود ہے) بس اچھی صورت مت دیکھو بلکہ اچھی سیرت دیکھو۔

چند باشی الخ۔ یعنی کہ صورت کے عاشق کبتک رہوگے کچھ کہو تو سہی (اور چونکہ یہ مقصود نہین ہے اسلیے اسکو چھوڑ دو اور) معنے کے طلب کرنیوالے ہو جاؤ۔ اور معنے ہی کو تلاش کرو۔ جو کہ مقصود ہے۔ اور وہ معنے کمالات باطنی ہین اونکو حاصل کرو۔ کہ وہی مقصود ہین۔

صورت ظاہر الخ۔ یعنی سمجھ لو کہ ظاہری صورت تو فنا ہو جاویگی اور عالم معنے ہمیشہ رہینگے اسلیے کہ کمالات باطنی تو باقی رہنے والے ہین بلکہ اس جہان سے قطع تعلق کے بعد بڑھنے والے ہوتے ہین۔

صورت نقش الخ۔ یعنی اوس (معنی) کی صورت تم نے دیکھی ہے اور پھر غافل ہو (بس غفلت کو چھوڑ دو) اور صدف سے موتی کو لے لو اگر تم عاقل ہو۔ یعنی مقصود کو غیر مقصود سے الگ کر کے مقصود کو حاصل کرو

این صدفہاے الخ۔ یعنی یہ قوالب (جو کہ مثل) صدف کے ہین جہان مین اگرچہ اوسی دریاے جان (حقتعا) کی وجہ ہی سے زندہ ہین۔ مطلب یہ کہ جسقدر کونیات ہین اون سبکو حق تعالٰے کے ساتھ مخلوق ہونے کا تعلق تو ہے ہی پس اسلیے سب کا وجود اوسیکی وجہ سے اور اوسیکی طرف سے ہے اور سب کے سب اوسی سے پرورش پاتے ہین مگر۔

لیک اندر الخ۔ لیک ہر صدف مین گوہر نہین ہوتا۔ لہذا آنکھ کھولو اور ہر ایک (صدف) کے دلمین دیکھو۔ مطلب یہ کہ جسطرح کہ تمام صدف دریا ہی سے فیض لینے والے۔ اور اس ہی سے تعلق رکھنے والے ہوتے ہین لیکن ہر صدف مین موتی نہین ہوتا۔ پس اسی طرح اگرچہ جملہ اکوان عالم حق تعالٰے ہی کیطرف سے موجود ہین اور اون ہی سے سبکا تعلق ہے لیکن ہر ایک تو کامل نہین ہوتا۔ لہذا چشم حقیقت بین سے دیکھ لو کہ کون جامع کمالات ہے اور کون خالی ہے جسمین کمالات ہون اوس سے کمالات حاصل کر لو اور جو خالی ہو اوس سے قطع تعلق کرو۔ آگے چشم بکشا در دل ہر یک نگر کی تشریح ہے کہ۔

کان چہ دارد الخ۔ یعنی چشم حقیقت بین سے دیکھو کہ یہ کیا رکھتا ہے اور وہ کیا رکھتا ہے (اسبات کو قبول کر لو۔ اسلیے کہ وہ دُر بے بہا بہت ہی کمیاب ہے۔ لہذا صورت صدف کی طرف مت جاؤ اور اوسکو مقصود مت سمجھو بلکہ بس جسمین کہ موتی ہے اوس سے وہ موتی لے لو۔ اور جسمین نہین ہے اوسکو پھینکدو کہ صورت صدف کسی مصرف کی نہین ہے اسی طرح دنیا مین جو کامل اور متوجہ بحق ہین اونسے کمالات حاصل کر لو اور جو اس سے خالی ہین اونسے بالکل قطع تعلق کر دو۔

گر بصورت الخ۔ یعنی اگر تم صورت کو دیکھتے ایک پہاڑ شکل مین لعل سے سو چند (بلکہ کہین اس سے زیادہ ہے۔ لہذا اوس پہاڑ کی قیمت زیادہ ہونی چاہیے۔ حالانکہ اوس پہاڑ کو کوئی بھی نہین پوچھتا۔ اور لعل کے خریدار لاکھون ہین پس معلوم ہوا کہ صورت مقصود نہین ہے۔

ہم بصورت الخ۔ (کہ ایک اور نظیر یہ) بھی (ہے کہ) تمھارے ہاتھ پاؤن اور جسم صورت مین آنکھ کے نقش سے سیکڑون حصے زیادہ ہین (تو اگر صورت ہی مقبول و مقصود ہوتی تو آنکھ سب سے کم اعتبار ہوتی) لیکن تم پر یہ بات پوشیدہ نہین ہے کہ تمام اعضا سے دو آنکھین مقبول (و مقصود) ہین اور سب مین

زیادہ یہی عزیز ہیں لہذا معلوم ہو گیا اصل مقصود صورت نہیں بلکہ باطن ہے پس اوسکے حصول کی کوشش کرنی چاہیے۔ آگے بھی باطن کی فضیلت ظاہر پر بیان فرماتے ہیں۔ کہ
از یکے اندیشہ الخ۔ یعنے ایک خیال کہ (کسی بادشاہ کے) دل میں آتا ہے تو سیکڑوں جہان ایکدم میں سرنگون ہو جاتے ہیں پس دیکھ لو کہ ایک خیال کہ جسکو باطن سے تعلق تھا اوسکے آنیکے ساتھ ہی ظاہری صورتیں سیکڑوں لاکھوں فنا ہو جاتی ہیں۔
جسم سلطان الخ۔ یعنے (دیکھو کہ) جسم بادشاہ کا صورت میں گرچہ ایک ہی ہوتا ہے۔ لیکن لاکھوں لشکر اوسکے پیچھے ہوتا ہے تو یہ ساری وجہ ایسکی ہے کہ اوسکے اندر ایک ایسی شے ہے جو اور وں میں نہیں ہے لہذا معلوم ہو گیا کہ باطن کو ظاہر پر اور صورت پر فضیلت ہے۔
باز شکل الخ۔ یعنی پھر اوس برگزیدہ بادشاہ کی صورت بھی ایک فکر خفی کی محکوم ہے کہ جب کوئی خیال اوسکے ذہن میں آتا ہے فوراً اسپر عمل کرتا ہے۔
خلق بے پایان الخ۔ یعنے بے انتہا مخلوق دیکھ لو کہ ایک خیال (حق) سے ایک رو کیطرح زمین پر روانہ ہو گئے ہیں لہذا دیکھ لو کہ ایک خیال باطن ہی سے اسقدر صورتیں ظاہر اور پیدا ہو گئیں۔
ہست آن الخ۔ یعنے کہ وہ خیال مخلوق کے سامنے ایک چھوٹی شے ہے لیکن وہی خیال جہان کو رو کیطرح بہالیجاوے۔ اور خورد برد کر دے جیسا کہ قرآن شریف ہے فمن یملک من اللہ ان اراد ان یہلک المسیح وامہ ومن فی الارض جمیعا پس اگر حقتعالیٰ سب کے ہلاک کا قصد کریں تو وہ ایک قصد ہے لیکن وہی موجب سب کی تباہی کا ہو جاوے۔
خلق عالم الخ۔ یعنے مخلوقات عالم سب کی سب مثل ایک گلہ کے ہیں اور حق تعالیٰ مثل چرواہے کے ہیں تو جسطرف کو اور جسطرح چاہتے ہیں اونکو رات دن دوڑاتے ہیں پس معلوم ہو گیا کہ ظاہر اور صورت پر باطن کو ترجیح ہے۔ لہذا اسکو طلب کرنا چاہیے۔ اور صورتونکو ترک کرنا چاہیے۔ چونکہ اوپر سے بیان ہے ترجیح معنے کا صورت پر۔ اسلیے آگے اسپر تفریع فرماتے ہیں کہ۔
پس چو الخ۔ یعنے پس جبکہ تو دیکھتا ہے کہ ایک خیال ہی سے ہر پیشہ قائم ہے اور گھر اور محل اور شہر اور پہاڑ اور جنگل اور نہریں اور زمین اور دریا اور خورشید اور آسمان (غرضکہ جملہ کائنات) اوسی (خیال) سے زندہ ہیں جیسے کہ مچھلی دریا سے (زندہ رہتی ہے اور اگر دریا نہو تو اوسکا وجود بھی فنا ہو جاتا ہے) پس پس اے اندھے (حقیقت سے) تیرے سامنے بیوقوفی سے کس لیے بدن (ظاہری) مثل سلیمان علیہ السلام کے (مقصود و عزیز و عظیم) ہے اور اندیشہ اور خیال مانند چیونٹی کے (غیر مقصود اور حقیر) ہے مطلب یہ کہ تمام کائنات عالم کو دیکھ لو خواہ وہ صنعت حق سبحانہ سے ہو اور خواہ صنعت مخلوق کو اوسمیں دخل ہو غرضکہ سب کی سب خیال اور قصد اور ارادہ ہی سے قائم اور موجود ہیں اور وہ ارادہ اور قصد ایک معنوی اور مستتر شے ہے۔ تو وہ متبوع اور یہ کل کائنات عالم توابع ہوے پس جو کہ اصل اور متبوع ہے اسکو حاصل کرنا چاہیے۔ اور ان توابع سے قطع تعلق ضروری ہے۔

می نماید الخ۔ یعنے کہ تیری آنکھ (غلط بین) کے سامنے پہاڑ بڑا (معلوم ہوتا ہے) اور فکر اور خیال مانند چوہے کے اور بدن بزرگ (معلوم ہوتا ہے)

۳۸ عالم اندر الخ۔ یعنی عالم تیری نگاہ مین ایک ہول دلانیوالی اور بہت بڑی شے ہے اور ابر اور بجلی اور گرج سے تم خوف اور لرزہ رکھتے ہو۔ یعنی ان چیزون سے ڈرتے ہو۔

۳۹ ور جہان الخ۔ یعنی اے (وہ شخص جو کہ) گدھے سے کم ہے تو جہان فکر مین بیخوف اور غافل ہے مانند ایک بیخبر پتھر کے یعنی تو اسکو کچھ سمجھتا ہی نہین۔ یہ ساری باتین اسلیے ہین کہ تو اس حقیقت سے غافل اور بے بہرہ ہے زانکہ الخ۔ یعنی اسلیے کہ تو صرف نقش ہی ہے اور عقل سے بالکل بے بہرہ ہے اور خود آدمی نہین ہے بلکہ گدھے کا بچہ ہے لطیفہ بعض لوگ کسیکو کہدیتے ہین گدھے کا بچہ سور کا بچہ تو اوس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اسنے باپ کو بھی گالی دی کہ اسکو گدھا بناکر اسکو اوسکا بچہ بنایا۔ لیکن اصل مین یہ بات نہین ہے بلکہ مقصود یہ ہوتا ہے کہ تو مثل گدھے کے بچے کے ہے انتہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ تو صرف صورت اور نقش ہی ہے اور عقل سے بالکل ہی خالی ہے اس لیے تجھے حقیقت کی خبر نہین ہے۔

۴۰ جہل محضی الخ۔ یعنی کہ تو جاہل محض ہے اور عقل سے بیگانہ ہے اور حق تعالی کی (معرفت کی) بو بھی نہین رکھتا لہذا دیوانہ ہے تو۔

۴۱ سایہ را الخ۔ یعنے کہ تو سایہ کو جہل کیوجہ سے شخص دیکھ رہا ہے (یعنے غیر مقصود کو مقصود سمجھ رہا ہے) اسلیے شخص (مقصود) تیرے نزدیک کھیل اور سہل ہے۔ اور اسی لیے اوسکو چھوڑے بیٹھا ہے اور وجہ چشم حقیقت بین نہ ہونیکے تجھے اوس مقصود کی خبر نہین۔ لیکن ایک وقت وہ بھی آویگا کہ تجھے کالشمس فی رابعۃ النہار یہ سب چیزین معلوم ہونگی اسکی ایک مثال مولانا بیان فرماتے ہین کہ۔

۴۲ باش تا الخ۔ یعنی کہ عالم غیب کا ایک نمونہ آگ ہے۔ کہ لطافت کی وجہ سے (پوشیدگی مین) ہوا دلکش کیطرح ہے اور جبتک کسی جسم کثیف کے ساتھ ملتی نہین ہے۔ اسوقت تک اوس لطیف کی نگاہ کو خبر بھی نہین ہوتی پھر اثر کے وقت زیادہ ہے۔ ہزارون تیشون اور تلوارون اور کلہاڑون سے مطلب یہ ہے کہ تم کو جو عالم غیب کیطرف التفات نہین ہے اور چونکہ وہ تم کو دکھلائی نہین دیتا ہے اسلیے اس سے غفلت ہے سو اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے آگ ہوتی ہے۔ کہ جو آگ کہ خالص ہوتی ہے اور اوسمین امتزاج کثیف کا نہین ہوتا تو وہ دکھلائی نہین دیتی۔ اسلیے کہ آگ تو ہوا سے بھی لطیف شے ہے۔ مگر جبکہ وہی آگ کہین بدن کو لگجاوے تو لطف آجاوے تو دیکھو حالانکہ مبصر نہین ہے اور ظاہر نظر سے غائب ہے مگر پھر بھی اثر کرتی ہے اسیطرح تم اسوقت جو مقصود سے بیخبر اور غافل ہو یہ سب قیامت کے روز تمھارے سامنے آجاویگا۔ اور اس دن ساری حقیقت معلوم ہوجاویگی اسکو مولانا فرماتے ہین۔

باش تا روزے الخ۔ یعنی اوسدن تک ٹھہرو کہ یہ فکر و خیال بغیر کسی حجاب کے پر و بال کھولے اور تم کو اسوقت اسکی حقیقت اور اسکا اثر معلوم ہوگا۔ اسلیے کہ اعدام کا اثر بہ نسبت ایجاد کے زیادہ پڑتا ہے مثلاً آگ کو کہ جو اسکے اندر آگیا اور اوسنے اوسکو جلا دیا۔ بہت ہی موثر جانتے ہین اور پانی اگرچہ بہت سے کائنات

کیا دے تو اوسکو بھی موثر مانتے ہین اور اسکی عظمت دلمین ہوتی ہے۔ اور اگر ان سے کوئی شے پیدا ہو تو پھر انکی اسقدر عظمت نہین ہوتی۔ پس اسیطرح اگرچہ یہ دنیا بھی اون خیال اور قصد حق تعالیٰ ہی کا ظہور ہے۔ مگر یہ موثر نہین ہے ہان جبکہ وہ قصد اور خیال باری تعالیٰ انکے عدم کیطرف متوجہ ہوگا اسوقت اسکو بہت ہی عظمت کی نظر سے دیکھا جاویگا اسی لیے مولانا نے فرمایا کہ اسدن تک ٹھہرو کہ جسدن مین اوس قصد اور خیال وغیرہ کا پورا پورا اثر ہوگا۔ اور وہ اثر یہ ہے کہ۔

کوہہا بینی الخ۔ یعنی پہاڑونکو تم دیکھوگے مثل اون نرم کے۔ اور نیست شدہ (دیکھوگے) اوس زمین سرد و گرم کو یعنے وہ زمین جو کبھی سرد اور کبھی گرم ہوتی ہے یا یہ کہ کہین سرد ہے کہین گرم غرضکہ اون عظام مخلوق کو ہلاک شدہ دیکھوگے۔ اسروز اوس خیال کی وقعت دلمین ہوگی۔

نے سما بینی الخ۔ یعنی نہ تو آسمان دیکھیگا نہ ستارونکا وجود (دیکھیگا) بلکہ کل کائنات عالم فنا ہوجاوینگے سوائے خدائے حی و ودود کے کہ اوسکی ذات باقی ہے اور باقی کل اشیاء فنا ہوجاوینگے پس اسروز اس خیال اور قصد کی جو کہ معنوی چیزین ہین عظمت تمھارے قلب مین جاگزین ہوگی اور معلوم ہوگا کہ صورت قابل ترک اور معنے لائق حاصل کرنیکے تھے۔ آگے فرماتے ہین کہ۔

شرح حبیبی

حسد کردن حشم بر غلام خاص

یک فسانہ راست آمد یا دروغ | تا دہد مر راستیہا را فروغ
بادشاہے بندۂ را از کرم | برگزیدہ بود از جملہ حشم
جامگی او وظیفہ چل امیر | دہ یکے قدرش ندیدی چل وزیر
از کمال طالع و اقبال و بخت | او ایازے بود شہ محمود وقت
روح او با روح شہ در اصل خویش | پیش ازین تن بود ہم پیوند و خویش

اچھا اب ایک قصہ سنو خواہ سچا ہو یا جھوٹا تاکہ اوس سے ہماری سچی باتون کو رونق و تقویت ہو وہ قصہ یہ ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنے غلامون مین سے ایک غلام کو اپنی عنایت سے منتخب کرکے مقرب بنا لیا۔ اوسکی تنخواہ چالیس امیرون کی تنخواہ کے برابر مقرر کی تھی اور اوسکا مرتبہ اسقدر بڑھا یا تھا کہ چالیس وزیر دنکو اسکا دسوان حصہ بھی میسر نہ تھا۔ غرض کہ وہ اپنی بلند طالعی و خوش اقبالی اور خوش نصیبی سے ثانی ایاز

تھا۔ اور بادشاہ اپنے وقت کا محمود اہل وجہ اسکی یہ تھی کہ مرتبہ اعیان ثابتہ مین آدمکی روح کو اُسکی روح کیساتھ اتصال و یگانگت حاصل ہوچکی تھی۔

کار آن دارد کہ پیش از تن بدست — بگذر از اینہا کہ تو حادث شدہ است
چشم عارف ہست گوئی احول است — چشم او بر کشتہائے اول است
انچہ گندم کاشتند و انچہ جو — چشم او آنجاست روز و شب گرو
انچہ آبستست شب جز آن نزاد — حیلہا و مکرہا بادست باد
کے شود دلخوش بحیلتہائے کش — آنکہ بیند حیلۂ حق بر سرش
او درون دام و دامے می نہد — جان تو نے زان جہد نے زین جہد
گر بروید ور بریزد صد گیاہ — عاقبت بر روید آن کشت الہ
کشت نو کارید بر کشت نخست — این دوم فانی ست آن اول درست
تخم اول کامل و بگزیدہ است — تخم ثانی فاسد و پوسیدہ است
افگن این تدبیر خود را پیش دوست — گرچہ تدبیرت ہمہ تدبیر اوست
کار آن دارد کہ حق افراشتست — آخر آن روید کہ اول کاشتست
ہرچہ کارے از برائے او بکار — چون اسیر دوستی اے دوستدار
گرد نفس و دزد کار او مپیچ — ہرچہ آن نے کار حق ہیچ است ہیچ
پیش از انکہ روز دین پیدا شود — نزد مالک دزد دین رسوا شود
رخت دزدیدہ بہ تدبیر و فنش — ماندہ روز داوری بر گردنش
صد ہزاران عقل با ہم بر جہند — تا بغیر دام او دامے نہند
دام خود را سخت تر یابند و بس — کے نماید قوتے با باد خس
ورنداری باور از من رو بہ بین — در نبی واللہ خیر الماکرین

اوپر تقدیر الٰہی کا ذکر کیا تھا اب مولانا حسب عادت اسکے مناسب نصیحت کیطرف انتقال فرماتے ہین
اور کہتے ہین قابل اعتبار وہی بات ہے جو اس ہستی سے پہلے ازل مین طے ہو چکی ہے۔ یعنے قضائے مبرم
اسلیے ان باتون کو نظر انداز کرنا چاہیے۔ جو عالم مین ہوتی ہین کیونکہ وہ سب طے شدہ امر کا نتیجہ اور ظہور ہین
چونکہ عارف کی نظر راست گو ہوتی ہے اور واقعی حالت کا اظہار کرتی ہے اور احول و غلط بین نہین
ہوتی لہذا اوسکی نظر گشت اول اور تقدیر الٰہی پر ہوتی ہے پس اگر تو عارف بننا چاہتا ہے تو اپنے اندر
یہ صفت پیدا کر حق سبحانہ نے ازل مین جو کچھ خیر و شر مقدر کر دیا۔ اسکی نظر اسیکی مقید و محبوس ہوتی ہے
دوسری شئے پر اسکی نظر نہین پڑتی دوسری شئے پر نظر پڑ کیونکر سکتی ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ شب کو
جماع کرنے سے جو حمل لڑکا یا لڑکی وغیرہ کا رہجاتا ہے جلتے وقت اسی کا ظہور ہوتا ہے اسکے خلاف تمام
تدابیر و حیل فضول ہین۔ یون ہی جو کچھ حق سبحانہ نے ازل مین مقرر کر دیا ہے وہی ہوگا۔ کوئی تدبیر
بجا دے اوسکے خلاف ناممکن ہے پس جو شخص تدبیر حق کو اپنے سر پر مسلط دیکھتا ہے وہ اپنی بظاہر
دل خوش کن تدابیر سے کیسے خوش ہو سکتا ہے اور ان پر کیونکر نظر کر سکتا ہے اور عارف تدبیر و تقدیر
الٰہی کو دیکھتا ہے تو اس سبب سے یہ ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ عارف کی نظر صرف تقدیر الٰہی پر ہوتی ہے
حق سبحانہ ایک جال کے اندر دوسرا جال بچھا رہے ہین یعنے اول تو مقدر کر چکے اسکے بعد عالم مین
تصرف بھی فرما رہے ہین پس تیری چلبن نہ اوس دام تقدیر سے نکل سکتی ہے۔ اور نہ دام تصرف سے
اور نہ تو تقدیر الٰہی کو بدل سکتا ہے۔ اور نہ تصرف کو اگر بالفرض کوئی سو گھاس حق سبحانہ کی کھیتی کے خلاف
بو دے۔ اور وہ نکل بھی آئین یعنے اگر کوئی خلاف تقدیر الٰہی تدبیر سوچین اور انکو عمل مین بھی لائے۔
تب بھی خدا ہی کی کھیتی اُگے گی اور اسی کی تقدیر ظاہر ہوگی اور وہی بار آور ہوگی اور اس سب
کو فنا کر دیگی اسکی دو وجہ ہین اول یہ کہ اسنے پہلی بوئی کھیتی پر دوسری کھیتی بوئی ہے۔ پس دوسری
کھیتی فنا ہوگی اور اول تیار ہوگی دوم یہ کہ پہلا تخم کامل اور قوی اور پسندیدہ ہے اور دوسرا خراب
اور بوسیدہ تو ضرور ہے کہ تخم اول ہی بار آور ہو۔ پس جب معلوم ہو گیا کہ تقدیر الٰہی کے مقابلہ مین
تدبیر عبد کوئی حیثیت نہین رکھتی تو اب عبد کا فرض ہے کہ اپنی تدابیر کو حق سبحانہ کے سپرد کر دے۔ گو جو بظاہر
اسکی تدبیر ہے فی الحقیقت وہ بھی اسکی نہین۔ بلکہ وہ بھی حق سبحانہ ہی کی ہے۔ پس ان تمام باتون سے ثابت
ہو گیا کہ قابل اعتبار وہی ہے جو حق سبحانہ قائم کر چکے ہین اور آخر مین وہی اُگتا ہے جو وہ پہلے بو چکے ہین۔
یہان تک امر تکوینی کا بیان تھا آگے امر تشریعی کا بیان فرماتے ہین کہ چونکہ تو حق سبحانہ کی حب ایمانی کے
دام مین گرفتار ہے یعنے مومن ہے اسلیے تیرا فرض ہے کہ تو جو کچھ بو دے اور جو عمل و تدبیر کرے اسمین اپنے
محبوب حق سبحانہ کی موافقت رضا ضرور ملحوظ رکھے۔ اور تیرا کام اسکے لیے ہو اور نفس خائن اور اسکے
موافق کامون سے تعلق نہ رکھنا۔ کیونکہ جو کام مرضی خدا کے موافق نہین وہ کچھ بھی نہین اور یہ اطاعت
حق و عصیان نفس اس سے پیشتر ہونا چاہیے کہ روز جزا کا ظہور ہو اور مالک حقیقی کے سامنے دین کا
چور (عاصی) رسوا اور ذلیل ہو۔ اور جو مال اوسنے اپنی تدبیر و چالاکی سے چرایا ہے وہ اسکی گردن

سوار ہو کیونکہ اسروز ندامت کچھ سود مند نہ ہوگی خیر یہ تو جملہ معترضہ کے طور پر تھا اب پھر اصل مطلب سُن اس جل عظمتہ کی تو یہ شان ہے کہ لاکھون عقلین اسبات پر مستعد ہوتی ہین کہ اسکے دام تقدیر و تدبیر کے خلاف کوئی دام تزویر بچھاوین اور تبدیل تقدیر کے لیے سیکڑون کوششین کرتی ہین مگر وہ اپنے دام تقدیر کو جسمین وہ گرفتار ہین پہلے سے زیادہ سخت پاتے ہین کیونکہ پہلے تو وہ اسکو قابل شکست جانتے تھے اب انکو معلوم ہوتا ہے کہ ناقابل شکست ہے کیون نہو تقدیر و تدبیر الٰہی بمنزلہ آندھی کے ہے۔ اور انکی تدبیرین بمنزلہ تنکے کے۔ بھلا تنکا کہین آندھی کی مزاحمت کر سکتا ہے۔ اچھا اگر تجھے ہماری بات کا یقین نہین آتا تو جا قرآن مین واللہ خیر الماکرین دیکھ لے جسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مدبرین سے اعلیٰ و افضل ہین انکے مقابلہ مین کسیکی نہین چلتی **ف** اس مقام پر حضرت مجی دالملة والدین نے ایک نہایت نفیس بات فرمائی اوسکو یہان اسلیے درج کیا جاتا ہے کہ لوگ عبرت حاصل کرین فرمایا کہ دیکھو اس زمانہ مین اور اُس زمانہ مین کسقدر تفاوت ہے۔ اُسوقت اگر کوئی کسیکی عقلی بات کو نہ مانتا تھا تو اوسکو منوانے کے لیے قرآن دکھاتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ محض عقلی ہی نہین بلکہ نقلی بھی ہے اور اب لوگون کو قرآن دکھایا جاتا ہے تو کہتے ہین کہ جناب ہم کو عقلی دلیل سے سمجھایے محض نقلی کو ہم نہین مانتے واقعی دونون روشون کے ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اون لوگون کی طبیعتین سلیم تھین۔ اور اسوقت کے لوگونکے مزاجونکو امراض روحانیہ نے بالکل فاسد کر دیا ہے طبع سلیم کا مقتضا یہی ہے کہ نقل عقل پر مقدم ہو۔ اگر عقل بھی نقل کی موافقت کر لے فبہا اور اگر اسکے مزاحم ہو تو سمجھنا چاہیے کہ اسمین وہم کی آمیزش ہے۔ گو ہم کو مدرک نہین۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ منقولات کے منبع مین غلطی کا احتمال نہین اور ہمارے عقول مین غلطی مشاہد ہے پس عقل خطا کار کی کیا مجال ہے کہ وہ منزہ عن الخطاء کے حکم کی مزاحمت کرے تجویز رد نقل بعقل خود عقل کی ایک غلطی ہے عقل سلیم کا مقتضا تو یہی ہے کہ جب ثابت ہو جاوے کہ یہ خدا و رسول کا ارشاد ہے فوراً بلا چون و چرا مان لیا جاوے۔ اگر عقل اسمین کچھ چون و چرا کرے تو سمجھ لیا جاوے کہ اسمین وہم کی آمیزش ہے۔ اور خود حکم خلاف عقل نہین۔ یہ امر اسقدر بدیہی ہے کہ اسکا منکر یا مجنون ہے یا معاند۔ اور ہر دو صورت ناقابل خطاب ہے۔ اسی مضمون کو عارف شیراز شیخ سعدی علیہ الرحمتہ نے یون بیان کیا ہے۔ آنکس کہ بقرآن و خبر زو نرہی + اینست جوابش کہ جوابش ندہی۔

ور تو گوئی فائدہ ہستی چہ بود	در سوالت فائدہ ہست ای عنود
گر ندارد این سوالت فائدہ	چہ شنوم این را عبث بے عائدہ
گر سوالت را بسے فائدہاست	پس جہان بے فائدہ آخر چرا است
در جہان از یک جہت بیفائدہ است	از جہت ہاے دگر پر عائدہ است

فائدہ تو گر مرا فائدہ نیست — مر ترا چون فائدہ ست از و مایست

فائدہ تو گر مرا نبود مفید — چون ترا شد فائدہ گیر اے مرید

ور منم زان فائدہ محروم این حسر — مر ترا چون فائدہ ست از این مبر

حسن یوسف عالمے را فائدہ — گرچہ بر اخوان عبث بد زائدہ

لحن داؤدی چنان محبوب بود — لیک بر محروم بانگ چوب بود

آب نیل از آب حیوان بد فزون — لیک بر قبطی منکر بود خون

ہست بر مومن شہیدے زندگی — بر منافق مردن ست و ژندگی

چیست در عالم بگو یک نعمتے — کہ نہ محروم اندازوے امتے

گاؤ خر را فائدہ چہ در شکر — ہست ہر جان را یکے قوت دگر

یہان سے اس سوال کا اجمالی جواب دیتے ہین۔ جو حاصل مضمون سابق ماشاء اللہ کان وما لم یشالم یکن پر وارد ہوتا ہے اور فرماتے ہین کہ اگر کوئی یہ کہے کہ جب عالم مین جو کچھ ہوتا ہے بتقدیر الٰہی ہوتا ہے تو عالم کو اس درجہ معطل پیدا کرنے کا کیا فائدہ۔ تو ہم اُس سے کہین گے کہ ہٹ دھرم تو یہ تو بتا کہ تیرے اس سوال کا کیا فائدہ ہے۔ اگر کچھ بھی نہین تو مین اسکو بیفائدہ کیون سنون اور جواب کی زحمت کیون گوارا کرون۔ اور اگر تیرے سوال کے لیے بہت سے فائدہ ہین تو یہ غضب کی بات نہین کہ تو عابث اور لغو گفتار وکردار تو اپنے فعل مین کوئی نہ کوئی فائدہ مدنظر رکھے خواہ حقیقت مین وہ فائدہ ہو یا نہو اور صانع علیم وحکیم اپنے فعل مین کوئی فائدہ مدنظر نہ رکھے۔ تیری غلطی کا منشاء یہ ہے کہ تجھے اسکا فائدہ معلوم نہین اسلیے اسکو بے سود سمجھتا اور ناقابل خلق جانتا ہے مگر یہ بنا ہی غلط ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جہان اگر ایک جہت سے بیفائدہ ہے (مثلاً یہی کہ اسکا فائدہ عوام کو معلوم نہین) تو دوسری حیثیتون سے مفید بھی ہے (گو ہم انکی تفصیل وتعیین نکر سکین) اور یہ کچھ ضرور نہین کہ جو چیز ایک جہت سے بیفائدہ ہو تو اوسکو کیا ہی نہ جاوے مثلاً جس کام مین تیرا فائدہ ہے اور میرا فائدہ نہین تو گو وہ ایک حیثیت سے بے فائدہ ہے مگر جب ایک فائدہ بھی ہے یعنے تیرا تو تجھپر لازم نہین کہ اوس کام کو نہ کرے۔ بلکہ حکم عقل یہی ہے کہ تجکو اس سے باز نہین رہنا چاہیے اگر تیرے فائدہ مین میرا فائدہ نہین نہ سہی تیرا ہی فائدہ سہی اور اگر مین اس فائدہ سے بالکل آزاد اور بے تعلق ہون تو بلا سے جب تیرا فائدہ ہے تو تو اوس سے قطع تعلق مت کر اور میری وجہ سے اپنا فائدہ نہ کھو یہان تک تو ہم نے یہ بتلایا ہے کہ جو فعل من وجہ غیر مفید ہو۔ قابل ترک نہین ہوتا۔ اب

ہم تجھے ایسے نظائر دکھاتے ہین جو من وجہ مفید و من وجہ غیر مفید ہین۔ حالانکہ موجود ہین پس انھین مین کا ایک فرد عالم کو سمجھ لے۔ مثلاً حسن یوسف تمام عالم کے لیے مفید اور لذت بخش تھا۔ لیکن انکے بھائیون کے نزدیک بالکل عبث اور فضول تھا۔ لحن داؤدی باوجودیکہ اسدرجہ مرغوب اور پسندیدۂ خلق تھی مگر منکرین کے نزدیک لکڑی کی چون چون سے زیادہ وقعت نہین رکھتی تھی۔ آب نیل اپنے عموم نفع کے لحاظ سے آب حیوان پر بھی فوقیت رکھتا تھا مگر قبطی منکر کے لیے خون تھا۔ شہادت مومن کے لیے زندگی ہے اور شہدا اسکے سبب احیاء عند ربہم یرزقون فرحین بما اتٰہم اللہ کا مصداق ہین مگر منافق کی نظر مین وہ موت اور بربادی ہے۔ اچھا انکو چھوڑ۔ اور تو ہمین تمام دنیا مین کوئی ایک ہی غذا ایسی بتادے جس سے عالم کی ایک بڑی جماعت محروم نہو۔ اور اسکے لحاظ سے وہ بے فائدہ نہو۔ مثلاً شکر ہی کو لے لو اور بتاؤ کہ گدھون بیلون کا ہمین عادۃً کیا نفع ہے۔ کچھ بھی نہین کیونکہ ہر جان کے لیے ایک جداگانہ غذا ہے شکر انکی غذا نہین اس لیے ہمین عادۃً ان کا فائدہ بھی نہین اور چونکہ انسانون کی غذا ہے اسلیے ہمین انھین کا فائدہ بھی ہے تو کیا یہ اشیاء مخلوق نہین ضرور ہین پھر کیا انکی تخلیق عبث ہے اسکو تو تو بھی تسلیم نہین کرتا پھر تخلیق عالم عبث کیون ہو گئی۔

لیک گر آن قوت بر وے عارضی است　　پس نصیحت کردن او را اقتضی است

چون کسی کو از مرض گل داشت دوست　　گرچہ پندارد کہ آن خود قوت اوست

قوت اصلی را فرامش کردہ است　　روے در قوت مرض آوردہ است

نوش را بگذاشتہ سم خوردہ است　　قوت علت ہمچو چوبش کردہ است

قوت اصلی بشر نور خدا ست　　قوت حیوانی مر او را ناسزا ست

لیک از علت درین افتاد دل　　کہ خورد او روز و شب زین آب و گل

روئے زرد و پاے سست و دل سبک　　کو غذاے والسماء ذات الحبک

آن غذاے خاصگان دولت است　　خوردن آن بے گلو و آلت است

شد غذاے آفتاب از نور عرش　　مر حسود و دیو را از دود فرش

در شہیدان یرزقون فرمود حق　　آن غذا را نے دہان و نے طبق

دل ز ہر یارے غذاے میخورد　　دل ز ہر علمے صفائے می برد

صورت ہر آدمی چون کاسہ ایست　　چشم از معنے او حساسہ ایست

از لقای هر کسی چیزی خوری / وز قران هر قرین چیزی بری
چون ستاره با ستاره شد قرین / لائق هر دو اثر زاید یقین
از قران مرد و زن زاید بشر / در قران سنگ و آهن هم شرر
در قران خاک با بارانها / میوها و سبزها ریحانها
وز قران سبزها با آدمی / دلخوشی و بیغمی و خرمی
وز قران خرمی با جان ما / می بزاید خوبی و احسانها
قابل خوردن شود اجسام ما / چون بر آید از تفرج کام ما
سرخ رویی از قران خون بود / خون ز خورشید خوشی گلگون بود
بهترین رنگها سرخی بود / وان ز خورشیدست و از وی میرسد
هر زمینی کو قرین شد با زحل / شوره گشت و کشت را نبود محل
قوت اندر فعل آید ز اتفاق / چون قران دیو با اهل نفاق
این معانی راست از چرخ نهم / بی همه طاق و طرم طاق و طرم
خلق را طاق و طرم عاریتی است / امر را طاق و طرم ماهیتی است
از پی طاق و طرم خواری کشند / بر امید عز در خواری خوشند
بر امید عز ده روزه خدوک / گردن خود کرده اند از غم چو دوک
چون نمی آیند اینجا که منم / کاندرین عز آفتاب روشنم
مشرق خورشید برج قیرگون / آفتاب ما ز مشرقها برون
مشرق او نسبت ذرات او / نی بر آمد نی فرو شد ذات او
ما که واپس مانده ذرات وییم / در دو عالم آفتاب بی فییم

باز گرد شمس مے گردم عجب / هم ز فر شمس باشد این سبب

شمس باشد بر سببها مطلع / هم ازو حبل سببها منقطع

صد هزاران بار ببریدم امید / از کہ از شمس این ز من باور کنید

تو مرا باور مکن کز آفتاب / صبر دارم من و یا ماہی ز آب

ور شوم نومید نومیدے من / عین صنع آفتابست اے حسن

عین صنع از نفس صانع چون برد / عین ہست از غیر ہستی چون چرد

جملہ ہستیہا ازین روضہ چرند / گر براق و تازیان یا خود خرند

وپر کہا تہا کہ ہر روح کے لیے ایک جداگانہ غذا ہوتی ہے اب فرماتے ہین کہ کبھی ارواح اپنی اصلی غذا کے علاوہ دیگر اغذیہ سے بھی متغذی ہوتی ہین اور انکو اپنی اصلی غذا خیال کرتی ہین۔ ایسی حالت مین نصیحت اور دیگر تدابیر سے اوسکا چھڑانا ممکن ہے اور وہ نصیحت وغیرہ انکے لیے چابک سواری کا کام دیتی اور اصلاح کرینگی۔ اسکی مثال ایسی سمجھو جیسے کوئی شخص مرض کے سبب مٹی کو خوب مزے سے کہاتا ہو ایسا شخص گو اوسکو اپنی اصلی غذا سمجھتا ہے۔ مگر فی الحقیقت ایسا نہین بلکہ مرض قوت پکڑ گیا ہے اور اسکے سبب وہ اپنی اصلی غذا کو بھول گیا ہے۔ اور اپنی غذاے موافق کو چھوڑ کر زہر اور غذاے مضر کہانے لگا ہے چونکہ وہ غذاے اصلی تو تھی نہین جو تغذیہ و تنمیہ کرکے اوسکو موٹا تازہ کرتی بلکہ مرض کے سبب تھی اسلیے اوس غذاے مرض نے بجاے نفع کے نقصان کیا۔ اور سوکھا کر کانٹا کر دیا۔ اب تک تم کو چند باتین معلوم ہوئین اول یہ کہ ارواح کی غذائین مختلف ہین دوم یہ کہ کبھی ارواح اپنی غذا کو چھوڑ کر غیر غذا سے متغذی ہوتی ہین سوم یہ کہ وہ اغذیہ غیر اصلیہ بجاے نفع کے نقصان دیتی ہین چہارم یہ کہ تدابیر سے اسکا چھوڑانا ممکن ہے پنجم یہ کہ کبھی ارواح غلبۂ مرض سے غذاے عارضی کو اصلی سمجھ جاتی ہین یہ تمام امور اصل مقصود کے مقدمات تھے۔ اب اصلی مقصد سن روح انسانی کی غذا اور اشیاء کی غذا سے مختلف ہے اسکی اصلی غذا نور معرفت حق سبحانہ ہے اور اغذیہ روح حیوانی یعنے لذات وشہوات حرص وطمع بغض وحسد وغیرہ وغیرہ اوسکے لیے اغذیۂ ناموافقہ ومضرہ وغیر اصلیہ ہین لیکن غلبۂ مرض سے دل انہین پھنس گیا ہے۔ اور اسکی یہی خواہش ہے کہ انہین نا سودی اغذیہ سے متغذی ومنتفع ہوتا رہے ان اغذیۂ ناموافقہ کی بدولت اوسکی روح کا چہرہ زرد اور پانون سست اور دل کمزور ہو گیا ہے یعنے اوسکی روح مین اضمحلال وضعف آ گیا ہے۔ کیونکہ غذاے اصلی نور معرفت حق سبحانہ تو ملتی ہی نہین جس سے قوت ہو۔ یہ غذائین بے بہرہ اور محجوب کو کہان نصیب یہ تو بندگان خاص دولت خداوندی کے لیے ہے جسکو وہ بدون حلق اور رکابی پیالون وغیرہ کے کہاتے ہین اصل بات یہ ہے کہ غذا متغذی مین مناسبت ہونی چاہیے۔ جیسا متغذی ہوگا ویسی ہی غذا ہوگی چنانچہ جو لوگ قلوب روشن مثل

آفتاب رکھتے ہین اونکی غذا نور معرفت حق سبحانہ ہے اور تیرہ درون ابلیس اور اوسکے متبعین کی غذا ہین کالے دہوان
اور ظلمات عالم ناسوت ہین دیکھو شہدا جو مثل آفتاب ہین انکے بارہ مین حق سبحانہ یرزقون فرحین بما آتٰھم اللہ
من فضلہ فرماتے ہین جس سے معلوم ہوتاہے کہ انکو خدا کے یہانسے رزق ملتاہے جسکو وہ بدون منہہ کے اور بلا
رکابی پیالون کے کہاتے ہین وہ غذا اور رزق کیاہے وہی نور معارف الٰہی (ف جاننا چاہیے کہ الفاظ
آیہ فی نفسہا اس معنے سے آبی نہین محتمل عموم ہین لہذا یہ تفسیر ان تفاسیر کے بھی خلاف نہین جنمین انکی تفسیر
اغذیہ جنت سے کی گئی ہے کیونکہ وہ بھی یک نوع رزق ہے۔ اور یہ تشریح نوع دیگر ہذا ما عندی فی توجیہ
ہذا المقام واللہ اعلم بالصواب اور دہان سے دہان ناسوتی اور طبق سے طبق ناسوتی مراد لینا اسلیے مناسب
نہین معلوم ہوتا کہ اس صورت مین وہ غذا اصالۃ غذائے روحانی نہ رہیگی۔ بلکہ جسمانی ہوگی) نیز دل کی غذا
بھی اور اشیاء ون کی غذاؤن سے مختلف ہے۔ کیونکہ اسکی غذا انظار و افکار ہین جن سے اسکو تقویت ہوتی ہو
اور علوم مفیدہ ہین۔ جن سے اسکو صفائی اور قوت ادراک حاصل ہوتی ہے۔ علی ہذا آنکھ کی غذا بھی اور اشیاء
سے مختلف ہے۔ اسکا پیالہ صورت چشم ہے اوسمین جو امور مدرک بالبصر ہین وہ انکا ادراک کرتی اور اونسے
غذا حاصل کرتی ہے (ہذا ہو المراد ولا تلتفت الی ما قال المحشون فانہم وقعوا فی الخلط والخبط) جب تجھے معلوم
ہوگیا کہ آدمی کے لیے بعض اغذیہ مفید ہین اور بعض مضر اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ آنکھ کی غذا کیاہے اور دل کی
غذا کیا اور روح انسانی کی غذا کیاہے۔ اور روح حیوانی کی غذا کیا اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اصل غذا انسانی
غذائے روح ہے۔ تو اب تجھے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ جب تو کسی سے ملتاہے تو کوئی نہ کوئی غذا خواہ روحانی ہو
یا حیوانی قلبی ہو یا عینی مفید ہو خواہ مضر اس سے تجھے ملتی ضرور ہے۔ بلکہ ہم تو یہانتک کہتے ہین کہ جب کسی
شے سے بھی تجھے اقتران ہوتاہے اس سے تجھے کچھ نہ کچھ حاصل ضرور ہوتاہے کیونکہ قران مین حق سبحانہ نے تاثیر
ہی یہ رکھی ہے کہ جب دو چیزون کا قران ہوتاہے تو انکے اقتران سے کوئی نہ کوئی بات ضرور پیدا ہوتی ہے۔
مثلاً جب دو ستارون کا قران ہوتاہے تو یقیناً انکے مناسب کوئی اثر پیدا ہوتاہے۔ عورت اور مرد کا قرآن
ہوتاہے تو بچہ پیدا ہوتاہے لوہے اور پتھر کا قران ہوتاہے تو چنگاریان نکلتی ہین مٹی کو مینہہ سے قرآن ہوتاہی
تو سبزہ اور پھل پھول پیدا ہوتے ہین آدمی کو سبزہ زار سے قران ہوتاہے تو خوشی اور خرمی اور بے غمی پیدا
ہوتی ہے خوشی کو ہماری ارواح سے قران ہوتاہے تو اوس سے اونمین طرح طرح کی خوبیان پیدا ہوتی ہین۔
طاعات مین جی لگتاہے۔ اس سے ثمرات محمودہ پیدا ہوتے ہین جب ہم سیر کرتے ہین اور ہم کو حرکات او مفرح
ہواؤن وغیرہ سے قران ہوتاہے تو اس سے کھانا ہضم ہوکر اور کھانے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اور ہمارے
اجسام اور کھانا کھانے کے قابل ہوجاتے ہین۔ خون جب جلد چہرہ کے مقارن ہوتاہے تو اس سے چہرہ مین سرخی اور
چمک دمک پیدا ہوتی ہے۔ خون جب آفتاب خوشی کے مقارن ہوتاہے تو سرخی حاصل کرتاہے (چونکہ سرخ
رنگونکا تعلق اور اونکا پیدا کرنے والا اہل تنجیم آفتاب کو کہتے ہین۔ اسلیے مولانا نے خوشی کو آفتاب سے تشبیہ
دیکر مشبہ بہ کو مشبہ کیطرف مضاف کردیا) سب سے عمدہ اور دلکش رنگ سرخی ہے وہ آفتاب سے تعلق رکھتی
ہے اور اوسی سے حاصل ہوتی ہے۔ جو زمین زحل سے تعلق رکھتی ہے شور ہوجاتی ہے۔ اور زراعت کے

قابل نہین رہتی۔ جب دو شخص ملکر کسی کام کو کرتے ہین تو اس سے اس کام مین قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ مثلاً اہل نفاق اور شیطان آپس مین مل گئے تو اس سے انکے نفاق کو بیحد قوت ہو گی۔ (وہذا ہوا وجہ مما قالہ المحشون) جب یہ مقدمہ بھی معلوم ہو گیا۔ تو تجھے تغذی کے وقت نفع وضرر کا لحاظ رکھنا اور معارف آلہیہ سے تغذی اور دیگر اغذیہ مضرت سے پرہیز چاہیے۔ گو یہ معانی و معارف آلہیہ بوجہ ظاہری شان و شوکت نہونے کے جس سے تو مانوس ہے تیری نظر مین بیوقعت ہون۔ لیکن سمجھ لے کہ گو انمین عارضی شان و شوکت نہین لیکن خداداد شان شوکت ہے اور انکی شان و شوکت تیری امرغوب شان و شوکت سے ہزار گونہ بڑھی ہوئی ہے اسلیے کہ عالم خلق یعنے عالم جسمانی کی شان و شوکت تو محض عارضی ہے جو کہ چند فانی چیزونکے اجتماع سے پیدا ہو گئی ہے اور عالم امر اور مجردات و متعلقاتہا کی شوکت اصلی اور غیر زائل بمنزلہ حقیقت کے۔ پھر اسکو اوس سے کیا نسبت جب حالت یہ ہے کہ دونون کی شان و شوکت مین اسقدر فرق ہے تو لوگون کو کیا ہو گیا ہے۔ کہ ظاہری شوکت کے لیے ذلت اوٹھاتے ہین اور محض امید عزت پر ذلت مین خوش ہین اور دس دن کی عزت کی امید پر کہ وہ بھی سراسر پریشانی اور زحمت ہے۔ غم مین اپنی گردن کو گھلا کر تکلے کی مانند کر دیتے ہین یہ احمق اتنا نہین سمجھتے کہ طلب عزت و جاہ کا منشا ذلت سے نفرت ہے اور طلب خوشی کا باعث غم کا ناپسندیدہ ہونا ہے اور طلب عزت و خوشی مین ذلت و رنج جس سے نفرت ہے وہ تو تیقن اور عزت و خوشی جو مطلوب ہے وہ موہوم پس یہ کونسی عقل کی بات ہے۔ کہ مطلوب موہوم کیلیے مہروب عنہ تیقن کو قبول کیا جاوے۔ اس مقام پر مرزا غالب[1] کا ایک لطیفہ یاد آگیا۔ چونکہ پر معنے اور مناسب مقام ہے اسلیے نقل کیا جاتا ہے۔ مرزا غالب نے معیشت کی تنگی کے سبب سررشتہ تعلیم مین ملازمت کی درخواست کی۔ اسلیے متعلق سررشتہ تعلیم کے کسی افسر کی ملاقات کو جانا ہوا پالکی مین سوار ہو کر گئے وہان پہونچکر اس انتظار مین پالکی سے نہین اترے کہ وہ افسر میرے استقبال کو آئے گا۔ جب وہ نہ آیا تو مرزا صاحب نے وجہ دریافت کی کہ آپ میرے استقبال کو کیون نہین آئے۔ حالانکہ گورنمنٹ مین میری اسقدر عزت ہے کہ دربار مین مجھے کرسی ملتی ہے۔ اسپر افسر نے جواب دیا کہ جب آپ کو کرسی ملتی ہے تو آپ کی دوسری حیثیت ہوتی ہے اور یہان آپ طالب ملازمت ہو کر آئے ہین اسلیے آپ کسی تعظیم کے مستحق نہین۔ مرزا صاحب نے کہا کہ ہم نے تو گورنمنٹ کی ملازمت کی درخواست عزت کے لیے کی تھی۔ جب اوسمین ابھی سے عزت گھٹی جاتی ہے تو ایسی ملازمت سے باز آئے اور ملازمت نہین کی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ مولانا آگے فرماتے ہین کہ اگر انکو عز و جاہ مطلوب ہے تو یہ طالب عزت احمق وہان کیون نہین آتے جہان مین ہون۔ کہ اس عزت و شان و شوکت اصلی مین مجھے مرتبہ حاصل ہے جو عارضی عزت و شوکت و شان مین آفتاب روشن کو نہین۔ مین نے غلطی کی کہ اپنے کو آفتاب کا مماثل کہا۔ اسکو مجھ سے کیا نسبت اوسکی مشرق تو ایک برج سیاہی مائل ہے کیونکہ وہ آسمان کا ایک حصہ ہے اور آسمانکی رنگت سیاہی مائل ہے۔ اور ہمارا آفتاب جسنے ہمکو آفتاب بنایا ہے وہ مشارق سے باہر ہے اوسکے لیے یہ ظاہری

[1] حیات غالب مین اسکو کسیقدر دوسرے عنوان سے نقل کیا ہے جو اسوقت مستحضر نہین جسکو بالکل ٹھیک معلوم کرنا ہو اوسمین دیکھ لے ۱۲ منہ

مشارق نہین بلکہ اوسکی شرق تو یہ ہے کہ ذرات اور مستفیدین کو اس سے تعلق ہو جائے اور وہ انکے قلوب صافیہ اور ارواح
طاہرہ پر نور پاشی کرے ورنہ خود اوسکے لیے نہ طلوع ہے نہ غروب کیونکہ طلوع فرع ہے غروب کی اور غروب کے معنے
ہین ایک خاص طور پر چھپ جانا وھو الظاہر فی حد ذاتہ ابدا ولا حاجب لہ اصلا فلا طلوع لہ ولا غروب۔ اور جو لوگ
نہین دیکھتے وہ خود محجوب اور کور ہین اگر کوئی مکان مین بیٹھ جاوے۔ یا اندھا ہو اسلیے آفتاب کو نہ دیکھ سکے تو آفتاب
کو نہ کہا جاویگا کہ غروب ہو گیا اور وہ آفتاب حقیقی اسقدر تیز روشنی رکھتا ہے کہ باوجودیکہ ہم ایک دور افتادہ
ذرہ ہین اسلیے پاس والون کی نسبت سے کسب ضیاء بہت کم کر سکتے ہین اسپر بھی ہمارے روشنی کی یہ حالت ہے
کہ ہم ہر دو عالم مین آفتاب بے زوال ہین اور ہمارا نور بے زوال ہے جسطرح آفتاب ظاہر کا نور زوال سے
گھٹنا شروع ہوتا ہے پس جب ہماری یہ حالت ہے تو آفتاب ظاہری کو ہم سے کیا نسبت اور باوجودیکہ میری
موجودہ حالت یہ ہے کہ شان وشوکت عز وجاہ نور وضیا مین اب بھی اس آفتاب سے بڑھا ہوا ہون مگر پھر بھی یہ
آفتاب حقیقی ہی کو لپٹا ہوا ہون اسکی وجہ یہ ہے کہ اسکی بے حد ونہایت شان وشوکت اور بے غایت وبے پایان
نور وضیاء مجھے اس سے مستغنی نہین ہونے دیتی۔ بلکہ مزید کسب ضیاء کا شوق دلاتی ہے پھر یہ محروم ایسی دولت
بے زوال کیطرف متوجہ کیون نہین ہوتے۔ آگے مولانا پر توحید کا غلبہ ہوتا ہے اور فرماتے ہین کہ یہ کوئی
بالکل اختیاری امر نہین کہ جو شخص چاہے حاصل کر لے۔ بلکہ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ قدرت انسانی
کو اگر کچھ دخل ہے تو اختیار اسباب ہی مین تو ہے۔ ثمرات پر تو اسکا کوئی قابو ہی نہین مگر اسباب پر کسکا قبضہ
ہے اسیکا۔ وہی اسباب پر مطلع ہے وہی اسباب کو مہیا کرتا ہے وہی اسکے اختیار کی توفیق دیتا ہے وہی
سلسلہ اسباب کو منقطع کرتا ہے باوجودیکہ میری یہ حالت ہے جو تمکو معلوم ہو چکی۔ لیکن کیا مین اس مرتبہ کی
تحصیل مین مستقل تھا ہرگز نہین۔ بلکہ مین سیکڑون مرتبہ امید منقطع کر چکا اور جان چکا کہ مجھے کچھ حاصل نہ ہوگا۔
سعی لاحاصل ہے۔ یہ بالکل سچی بات ہے نہ اسمین کسر نفسی ہے نہ جھوٹ نہ مبالغہ لیکن تم سچ جانو کہ اسپر بھی میری
یہ حالت تھی کہ طلب مین یون بیتاب تھا جیسے مچھلی پانی کے لیے اگر مین دعوے بھی کرون کہ مجھے استغنا رہتا ہے
تو یہ دعوے ایسا ہی ہے جیسا کہ یون کہا جاوے کہ مچھلی بے پانی کے رہ سکتی ہے۔ تم ہرگز سچ نہ ماننا پس اگر
میرا اختیاری امر ہوتا تو نا امیدی کے بعد طلب نہ رہنی چاہیے تھی۔ مگر رشتۂ در گردنم افگندہ دوست ۔ می برد
ہر جا کہ خاطر خواہ اوست۔ اسکی تو یہ شان ہے کہ اسباب ہجر کو اسباب وصل بنا دیتا ہے۔ دیکھو نا امیدی ترک
طلب کا سبب ہے جسکا نتیجہ ہجران وفراق ہے مگر مین نا امید ہوتا ہون تو اپنی نا امیدی سے بھی حق سبحانہ کی
معرفت ہوتی ہے جو کہ عین وصال ہے۔ کیونکہ مین سمجھتا ہون کہ یہ بھی اسی محبوب کا فعل ہے اسلیے کہ یہ مخلوق ہے
اور مخلوق بے خالق کے پائی نہین جا سکتی۔ ولا خالق الا اللہ فھو مخلوق للہ۔ نیز یہ ایک موجود ہے۔ اور موجود مستقل
تو بداہتہ نہین تو ضرور اسنے کسب ہستی ووجود کسی موجود مستقل ہی سے کیا ہے کیونکہ غیر موجود سے کسب ہستی
چہ معنی دارد۔ اور موجود مستقل خدا کے سوا کوئی ہے نہین تو لامحالہ اسکی ہستی حق سبحانہ ہی سے مستفاد ہے
ایک نا امیدی ہی پر منحصر نہین بلکہ وجودات غیر استقلالی کیا براق کیا گھوڑے کیا گدھے کیا انکے علاوہ کوئی
اور سب اسی گلشن وجود سے مستفاد ہین مین جب اپنی نا امیدی کو اس نظر سے دیکھتا ہون تو خیال ہوتا ہے

شعر) انکو دشمنی سے دیکھتے ہیں دیکھتے تو ہیں پر مین شاد ہوں کہ ہون تو کسیکی نگاہ مین ۔ اس خیال سے آتش شوق بھڑک اٹھتی ہے۔ اور پھر طلب مین مصروف ہوجاتا ہون۔ اور یہی ناامیدی جو ترک طلب کا سبب ہے مجھے وادی طلب مین گرم جولان کر کے خود جمعیت ہوجاتی ہین

لیک اسپ کور کورانہ چرد	می نہ بیند روضۂ زانست رد
وانکہ گردشہا ازین دریا ندید	ہر دم آرد رو بمحراب جدید
او ز بحر عذب آب شور خورد	تا کہ آب شور او را کور کرد
بحر میگوید بدست راست خور	ز آب من اے کور تا یابی بصر
ہست دست راست اینجا ظن راست	کو بداند نیک و بد را از کجاست
نیزہ گردانی است این نیزہ کہ تو	راست میگردی گہے گاہے دو تو

یہ توصحیح ہے کہ تمام موجودات اسی گلشن ہستی سے مستفید ہین۔ مگر جو لوگ چشم بصیرت رکھتے ہین وہی اسکو سمجھتے ہین لہذا مقبول ہوتے ہین۔ اور جو لوگ چشم بصیرت نہین رکھتے۔ اندھے گھوڑے کیطرح اس باغ مین چرتے اور اس گلشن وجود سے ہر طرح مستفید ہوتے ہین مگر وہ اسکو نہین دیکھ سکتے۔ لہذا مردود و نامقبول ہوتے ہین چونکہ یہ لوگ انقلبات عالم کو اس بحر حقیقی بے پایان سے ناشی نہین سمجھتے اور نہین جانتے کہ متصرف فی العالم موجود حقیقی ہی ہے بلکہ آلات واسباب ہی کو متصرف حقیقی سمجھتے ہین اسی لیے انکا قبلہ مقصود ہر دم ایک جداگانہ ہوتا ہے بخلاف عارفین کے کہ انکا قبلۂ مقصود صرف ایک ذات واحد ہے۔ یہ محجوبین دمحرومین دریائے شیرین سے کھاری پانی پیتے ہین جو انکو بجائے نفع کے نقصان دیتا ہے اور اندھا کر دیتا ہے۔ یہ لوگ مستفید تو ایسی ذات سے ہین جس سے استفادہ سراسر مفید اور نافع ہے اپنی بیقاعدگی سے اسکو مضر بنالیتے ہین دریا کہتا ہے کہ اے اندھے مجھسے سیدھے ہاتھ سے پانی پی۔ اور باقاعدہ مستفیض ہو تب تجھے بینائی ملیگی اور بیقاعدگی سے تو اندھاپن ہی پیدا ہوگا دست راست سے مراد علم صحیح ہے یعنے یہ جاننا کہ خیر و شر کا اصلی و حقیقی منشا و منبع کون ہے پس جب کوئی اس بحر وجود سے اسطرح مستفیض ہوگا کہ اسکو متصرف حقیقی اور مالک خیر و شر سمجھے گا اسکو نور معرفت عطا ہوگا۔ پس اے محجوب یاد رکھ کہ تو اور تیرے مثل دیگر اپنے افعال واحوال مین استقلالی حیثیت نہین رکھتے۔ بلکہ تم کو جو کچھ حاصل ہے سب عطائی ہے اسلیئے تمھاری مثال ایسی ہے جیسے ایک نیزہ کہ اسکے حرکات ذاتی نہین ہوتین بلکہ اسکی سیدھی اور ٹیڑھی حرکتین سب نیزہ گھمانیوالے کی عطا کی ہوئی ہوتی ہین پس جسطرح حرکات نیزہ نیزہ گردان کی معرفت کا ذریعہ ہین یون ہی تقلبات عالم صانع اور متصرف حقیقی کا پتہ دیتی ہین پس غور کر کے اسنے معرفت حق حاصل کر اور نیزہ کی حرکات کو اوسکی ذاتی حرکات سمجھکر احمق اور اندھا مت بن آگے مولانا فرماتے ہین۔

ما ز عشق شمس دین بے ناخنیم	ورنہ ما آن کور را بینا کنیم

یعنے کیا کہین ہملو تو شمس الدین کے عشق نے مجبور کر دیا۔ ورنہ ہم ان اندھون کو بینائی عطا کر نیکی کوشش کرتے اور بشرط مشیت الٰہی انکو بینا کر دیتے ف جاننا چاہیے کہ عرفا کی دو حالتین ہوتی ہین۔ ایک فنا دوسری بقا۔ حالت فنا مین یہ لوگ تصرف نہین کرتے ہین کیونکہ اس حالت مین یہ لوگ اپنے کو مردہ بدست زندہ سمجھتے ہین اور اپنی خواہش سے خواہ وہ حق سبحانہ کے منشا کے خلاف نہو کوئی کام نہین کرتے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا دعوے ہستی ہے

چونکہ فناء تام کے منافی ہے حالت بقا میں انکی دو حالتیں ہوتی ہیں کبھی کسی مصلحت سے مجبور عن التصرف ہوتے ہیں اور کبھی ماذون فیہ حالت حجر میں بھی یہ لوگ تصرف نہیں کرتے۔ رہی حالت اذن اسکی دو صورتیں ہیں کبھی مامور بالتصرف ہوتے ہیں لمصلحتہ اور کبھی غیر مامور ہوتے ہیں۔ حالت اولی میں تو لامحالہ تصرف کرتے ہیں اور حالت ثانیہ والے عرفاء دو شانیں رکھتے ہیں بعض اشبہ بالانبیاء اور اولیاء کیطرح اسباب غیر عادیہ سے کام لینے سے طبعًا نفرت رکھتے ہیں جسکی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ اسباب غیر عادیہ سے کام لینے میں انکی ضرور ضرورت ہوتی ہے کہ تصرف کرتے وقت تمام چیزوں کی طرف سے توجہ ہٹا کر صرف اس مقصود کو مطمح نظر بناویں جسکی تحصیل مقصود ہے۔ اسمیں اتنی دیر کے لیے حق سبحانہ کیطرف سے بھی توجہ ہٹانی پڑتی ہے اور یہ ان لوگوں کو گوارا نہیں ہوتا۔ کہ حق سبحانہ سے تھوڑی دیر کے لیے بھی توجہ ہٹا دیں نیز انکو غیرت آتی ہے کہ جو حالت انکی حق سبحانہ کے ساتھ ہونی چاہیے وہ دوسروں کے ساتھ ہو۔ اور بعض انبیاء کے ساتھ اس درجہ مشابہت نہیں رکھتے۔ یہ لوگ تصرف کرتے ہیں والکل کاملون وان کان الاولون اکمل لان زیادۃ الکمال بقدر زیادۃ التشبہ بالانبیاء۔ اور یہ سب حالتیں شیخ کے ساتھ محبت اور تعلق سے پیدا ہوتی ہیں اسلیے ان سب کا سبب محبت شیخ ہوتا ہے۔ اب چونکہ مولانا فرماتے ہیں۔ ما ز عشق شمس دین بے ناخنیم۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مولانا اسوقت تصرف سے معذور تھے خواہ اسکا سبب حالت فنا ہو یا مجوبیت یا تشبہ بالانبیاء اور یہ کا سبب عشق شمس الدین شیخ مولانا تھا پس وجہ تسبب عشق شمس الدین لعدم التصرف معلوم ہو چکی اور یہ بھی ممکن ہے کہ یوں کہا جاوے کہ غلبہ عشق میں آدمی بجز ان کاموں کے جنکا تعلق عشق سے ہے کوئی کام نہیں کر سکتا۔ عشق نے غائب انکا کر دیا۔ ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے۔ اس توجیہ پر عشق بلاواسطہ عدم تصرف کا سبب بنجاوے گا

بازن ضیاء الحق حسام الدین تو زود — داروش کن کوری چشم حسود
توتیای کبریای تیز فعل — داروِ ظلمت کش استیز فعل
آنکہ گر بر چشم اعمی بر زند — ظلمت صد سالہ را زو بر کند
جملہ کوران را دوا کن اے قمر — لے نہال میوہ دار افشان ثمر
جملہ کوران را دوا کن جز حسود — کز حسودے بر تو مے آرد جحود
مر حسودت را اگرچہ آن منم — جان مدہ تا ہمچنین جان مے کنم
آنکہ او باشد حسود آفتاب — کو ہمیگردد ز بود آفتاب
اینست درد بے دوا کورست آہ — اینست افتادہ ابد در قعر چاہ
نفی خورشید ازل بایست او — کے بر آمد این مراد او بگو
باز آن باشد کہ آید نزد شاہ — باز کورست او کہ او گم کردہ راہ

ضیاء الحق حسام الدین بھائی ہمتو معذور ہیں جیسا کہ ہم کہہ چکے اچھا اب تم اسکا علاج کرو اور اسکو ایسی دوا دو جس سے اوسکو توبینائی اور معرفت حق حاصل ہو۔ مگر حاسد بالکل نیست ہو جاوے کہ اس سے اسکا حسد بڑھے اور وہ حسد حق بینی سے مانع ہو۔ لہذا وہ پہلے سے بھی زیادہ اندھا ہو جاوے۔ وہ دوا عظمت الٰہی کا سرمہ ہے جو نہایت قوی التاثیر دوا اور تاریکی چشم کو فنا کرنے والی اور مرض کوری کی سخت مزاحمت کرنیوالی ہے۔ جیسا اگر اندھے

کی آنکھ مین لگایا جاوے۔ تو سو برس کی تاریکی کو بھی جڑ سے اکھیڑ پھینکے۔ اے حق کے چاند سب اندھون کا علاج کر دے اور اپنے نور معرفت سے انکی ظلمت چشم کو فنا کرکے اونکو عارف اور حق بین کر دے حق نے تجھے میوہ دار درخت کی طرح بنایا ہے۔ پس اے میوہ نونہال تو انپر میوہ افشانی کر۔ اور اپنی برکات و فیوض سے اُنکو غذائے روحانی پہونچا کر موت روحانی سے بچا۔ لیکن دیکھ سب کا علاج کرنا مگر حاسد کا نکرنا۔ جو حسد سے تیرا انکار کرتا ہے اور اپنے حاسد کو جان نہ دینا بلکہ مرنے دینا خواہ مین ہی کیون نہون مجھے بھی دم توڑتے رہنے دینا۔ علاج حاسد سے ممانعت کا سبب عناد نہین بلکہ وجہ یہ ہے کہ اسکا معالجہ بجائے نفع کے اسکو نقصان پہونچائیگا۔ نیز اسکا علاج ناممکن اور لاحاصل ہے۔ دیکھو آفتاب ایک قسم کی نابینائی کا علاج کرتا ہے اور جو چیز بوجہ تاریکی شب کے دکھلائی نہین دیتی وہ اوسکے طلوع ہوتے دکھلائی دینے لگتی ہے۔ لیکن حاسد آفتاب کے لیے اسکا اثر الٹا ہے وہ اسکے وجود سے اندھا ہوجاتا ہے۔ کیونکہ وہ مارے جلن کے آنکھ ہی نہین کھولتا کہ آنکھ کھولنے کی صورت مین آفتاب نظر آئیگا اسلیے وہ پہلے سے بھی زیادہ اندھا ہوجاتا ہے اور جن چیزونکو طلوع آفتاب سے پیشتر کسیقدر دیکھ بھی سکتا تھا اب انکو بالکل بھی نہین دیکھ سکتا۔ پس اس حاسد آفتاب کا علاج تو یہ ہے اور اسکو شفا تو یون ہوسکتی ہی کہ آفتاب نہ رہے چونکہ آفتاب ایک ممکن چیز ہے اسلیے اُسکا بالکل فنا ہوجانا بھی ممکن ہے۔ لہذا اسکے حاسد کا علاج بھی ممکن ہے مگر چاند تیرے حاسد کا کیا علاج یہ تو عجیب قسم کا اندھا ہے کہ اسکے مرض کا علاج ہی نہین اور عجیب طرح سے ہمیشہ کیلیے کنوئین کی تہ مین بیٹھا ہے کہ نکلنا ممکن ہی نہین۔ کیونکہ اسکو تیری ذات سے تو حسد ہی نہین بلکہ تیرے نور سے عداوت ہے اور تیرا نور مستفاد ہے۔ آفتاب ازل سے تو وہ فی الحقیقت آفتاب ازل کا عدم چاہتا ہے بھلا واجب کیونکر معدوم ہو اور وجود بحت پر عدم کیونکر طاری ہو۔ اور اسکا یہ مقصد کیونکر حاصل ہو اور جبتک یہ نہو اسوقت تک علاج ناممکن۔ پس ثابت ہوا کہ اسکا علاج ناممکن ہے لبس سعی لاحاصل اس حاسد کو یہ حسد ہرگز زیبا نہین کیونکہ وہ شہنشاہ حقیقی اور مالک حقیقی کا باز اور مربوب ہے اور باز کا فرض یہ ہے کہ اپنے بادشاہ کو نہ بھولے اور ہر حالت مین اپنے مالک کو یاد رکھے۔ جو باز اپنے مالک کو چھوڑکر ادہر اُدہر بھٹکتا پھرے اور جبکہ کوئی وفادار باز (یعنی عبد کامل) اسکو بادشاہ (حق سبحانہ) کیطرف لوٹنے کی ترغیب لائے تو اس سے جلے اور برسر کار رہیکا رہو ایسا باز کافر نعمت اور ناقدر شناس ہے۔ وفادار باز اور عبد مقبول اور واصل کی مخالفت اور اسپر حسد کی ہرگز گنجائش نہین کیونکہ گو وہ مصلحۃً ویرانہ دنیا مین بھیجدیے گئے ہین اور اہل دنیا الو ونسے اُنکو پالا پڑتا ہے مگر بادشاہ کا انسے ہنوز رشتۂ ولا منقطع نہین ہوا اور وہ اعلان کرتا ہے کہ من عادی لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب۔ اور جنگ با شہنشاہ کا نتیجہ ہلاکی اور تباہی ہے اچھا اب ایک قصہ سن کہ تجھے معلوم ہو کہ اہل اللہ کی حق سبحانہ کے نزدیک کیا وقعت ہوتی ہے اور انکو ستانے اور جھوٹے الزام لگانے والا کسقدر غضب الٓہی کا مستحق ہوتا ہے۔

شرح شبیری یک فسانہ الخ۔ یعنی ایک افسانہ (ذکر کیا جاتا ہے) سچ ہو یا غلط ہو تاکہ سچائی کو فروغ دے۔ مطلب یہ کہ ہم ایک قصہ بیان کرتے ہین خواہ وہ غلط ہو یا صحیح ہو مگر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صورت ظاہری اور صفات باطنی کے سامنے بالکل ہیچ اور محض لاشے ہین۔

حسد کرنا ملازموں کا اُس خاص غلام پر

پادشاہے بندہ الخ۔ یعنی کہ ایک بادشاہ نے ایک غلام کو تمام غلاموں میں سے برگزیدہ کر لیا تھا۔
جامگی او الخ۔ یعنی وظیفہ اوسکا چالیس امیروں کی تنخواہ کے برابر تھا۔ اور سو وزیر بھی اوسکی قدر کو نہیں پہونچ سکتے مطلب یہ کہ اسکی اتنی قدر و منزلت تھی کہ اگر سو وزیروں کی قدر کو جمع کیا جاوے تب بھی اوسکی قدر زیادہ رہیگی یعنی وہ بادشاہ کے نزدیک بہت ہی محبوب تھا اور اوسکی بہت ہی قدر تھی۔
از کمال طالع الخ۔ یعنی نصیب اور اقبال اور بخت کے کامل ہونیکی وجہ سے وہ ایک ایاز تھا اور بادشاہ محمود وقت تھا۔ مطلب یہ کہ ان دونوں میں اسقدر الفت تھی جیسے کہ محمود غزنوی کو ایاز کے ساتھ تھی۔ آگے اوس خرط محبت کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ۔
روح او الخ۔ یعنی اوس (غلام) کی روح بادشاہ کی روح کے ساتھ اپنے اصل میں (یعنے علم الٰہی میں) اس تن سے پہلے ہم پیوند اور خویش تھی مطلب یہ کہ ان دونوں میں جو محبت تھی یہ اوس مناسبت کا اثر تھا جو کہ انکو آپس میں اس بدن میں آنے سے پہلے تھی جیسا کہ حدیث میں ہے کہ الارواح جنود مجندة ما تعارف منها ائتلف وما تناکر منها اختلف یعنے ارواح ایک لشکر کا لشکر تھا پس اونمیں سے جنھوں نے وہاں (عالم ارواح میں) ایک دوسرے کو پہچانا تھا اونکو یہاں بھی آپسمیں محبت اور الفت ہوتی ہے اور جو وہاں (یعنے عالم ارواح میں) آپمیں ایک دوسرے سے علحدہ رہے ہیں وہ یہاں بھی علحدہ رہتے ہیں اور انمیں آپسمیں مناسبت نہیں ہوتی لیکن حدیث میں تو عالم ارواح کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ جنمیں وہاں مناسبت ہوتی ہے الخ۔ مگر اس شعر میں وہ تناکر و تناسب جو کہ علم الٰہی میں تھا کہ فلاں فلاں میں تناکر ہوگا اور فلاں فلاں میں تناسب ہوگا۔ بوجہ اشعار آئندہ کے لیا جاوے۔ تو بہتر ہے تو یہ تناکر و تناسب عالم ارواح سے بھی مقدم ہوگا اب مطلب یہ ہوگیا کہ چونکہ حقتعالے کے علم میں انکو آپس ایک دوسرے سے محبت ہونا تھا اسلیے انکو آپسمیں محبت ہوئی۔ یہاں وجہ محبت بھی بیان کر دی اور انتقال بھی ہے اوس حکایت سے اس مضمون کی طرف کہ اصل اعتبار اس دنیا کا نہیں ہے اور ان صورتوں کا اعتبار نہیں ہے بلکہ اعتبار اور کام کی شے عالم غیب ہے آگے اسکو بیان فرماتے ہیں کہ۔
کار آں دارد الخ۔ یعنی کام (اور اعتبار) تو وہ شے رکھتی ہے جو کہ اس بدن (کے وجود) سے پہلے تھی (یعنے عالم غیب لہذا) انکو چھوڑ جو کہ تو حادث ہوے ہیں۔
چشم عارف الخ۔ یعنی کہ عارف کی نگاہ راست گو ہے۔ احول نہیں ہے اور اوسکی نگاہ اول کھیتو نپر ہے مطلب یہ کہ جو عارف ہوتے ہیں اونکی نگاہ چونکہ حقیقت بین ہوتی ہے اسلیے انکی نگاہ اول اسپر پڑتی ہے جو کہ مقدر ہو چکا ہے وہ اسکو اول جانتے ہیں۔ اور اوسیکا اعتبار کرتے ہیں اول تو یہ حالت ہوتی ہے کہ جب کسی حادث پر نظر ہوئی اوسکے بعد فوراً ہی حق تعالیٰ کیطرف توجہ ہوگئی اسکو تو کہتے ہیں ما رایت شیئاً الا ورایت اللہ بعدہ پھر یہ حالت ہوجاتی ہے کہ جب کسی حادث پر نظر پڑی معاً حق تعالے کیطرف توجہ ہوگئی اسکو کہتے ہیں کہ ما رایت شیئاً الا ورایت اللہ معہ اوسکے بعد جو کاملین عارفین ہوتے ہیں اونکی یہ حالت ہوتی ہے کہ اول نظر حق تعالے

پر پڑتی ہے پھر حادث اور غیر اللہ پر پڑتی ہے۔ اسکو کہتے ہین کہ ما رایت شیئاً الا ورایت اللہ قبلہ اور یہ رویت قبل اسیوقت تک نہین ہوتی۔ جب تک کہ حقیقت شے سے ناآشنائی رہتی ہے۔ اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے سورج اور اوسکی روشنی کہ ہم جسقدر اشیاء کو دیکھ رہے ہین اوسکی وجہ سے اور اسیلیے واسطہ سے دیکھ رہے ہین مگر اپنی نادانی کیوجہ سے اول نظر تو ضیاء پر پڑتی ہے۔ پھر خورشید پر نظر پڑتی ہے۔ پھر جب تحقیق بڑھجاتی ہے اسوقت جسوقت روشنی پر نگاہ پڑی معًا خورشید پر بھی نگاہ پڑی کہ یہ اوسیکا فیض ہے۔ جب تحقیق اس سے بھی زیادہ ہوتی ہے تو اوسوقت اول نگاہ خورشید پر پڑتی ہے۔ اور اُسکے بعد اوسکی ضیاء پر اسلیے کہ وہی اصل روشن ہے تو اول نگاہ اوسپر پڑنی چاہیے لہذا جو عارفین ہوتے ہین وہ ان حوادث پر نگاہ نہین ڈالتے بلکہ وہ حقتعالیٰ کیطرف متوجہ ہوتے ہین اور انکی نظر اسیکی طرف ہوتی ہے۔ اوسکے بعد وہ اُن حوادثات کو دیکھتا ہے تو پھر جسطرح حقتعالیٰ نے مقدر کردیا ہے۔ اُنکو اسیطرح جانتا ہے اوسکو فرماتے ہین کہ۔

آنچہ گندم الخ۔ یعنی جسکو گندم بودیا ہے اور جسکو جو۔ اوس (عارف) کی نگاہ روز وشب وہین گرو رہتی ہے یعنے وہ ہر وقت اسی طرف متوجہ رہتا ہے۔ اور سب چیزونکو تقدیر الٰہی سے جانتا ہے۔

آنچہ آبستست الخ۔ یعنی جو کچھ رات (یعنی عالم) کا حمل ہے (یعنے مقدر ہے) سوائے اسکے (اور کچھ) پیدا نہین ہوا۔ اور حیلے اور مکر (جو تقدیر کے مقابلہ مین انسان کرتا ہے) ہوا ہین ہوا یعنی بالکل بیکار ہین۔ پس جو مقدر ہوچکا ہے وہی ہوگا جسکو سعید لکھا گیا ہے وہ سعید ہے اور جسکو شقی لکھا گیا ہے وہ شقی ہے اور جو مالدار لکھا گیا ہے وہ ویسا ہے اور جو غریب مقدر ہوگیا ہے اُسکو مال نہین مل سکتا۔ اسکے خلاف جسقدر تدابیر ہونگی وہ محض مہمل اور بیکار ہونگی جیساکہ ظاہر ہے۔

کے شود دل الخ۔ یعنی وہ شخص بڑے بڑے حیلون سے کب خوش ہوسکتا ہے جو کہ حق تعالیٰ کے حیلہ اور تقدیر) کو اپنے سر پر دیکھ رہا ہے وہ ایک جال مین ہے (یعنے حق تعالیٰ کے) اور ایک جال خود رکھ رہا ہے اوسکی جان نہ اس سے چھوٹتی ہے اور نہ اُس سے چھوٹتی ہے۔ مطلب یہ کہ جسکی نظر کہ تقدیر الٰہی پر ہوتی ہے تو پھر وہ ان تدابیر ظاہری کو جو کہ اوس تقدیر کے خلاف ہون کب پسند کرسکتا ہے۔ ہان وہ تدابیر جن سے طبعًا یا شرعًا چارہ نہین ہے کہ اُنکو کرنا ہی پڑتا ہے۔ لہذا ایک تو تقدیر الٰہی تھی اور ایک تدبیر ضروری اور تدبیر شرعی اسنے کی تو اب یہ جالون مین پھنس گیا مگر نہ تو اوس سے نکل سکتا ہے اسلیے کہ شریعت یا طبیعت اجازت نہین دیتی اور نہ اوس سے نکل سکتا ہے اسلیے کہ ما یبدل القول لدی وہان تو جو ہوگیا ہے وہ ہوکر رہیگا۔ الا ان یشاء اللہ لہذا ارتکاب تدابیر شرعی اور طبعی کا ارتکاب تو مجبوری ہے مگر اوسسے بھی کچھ ہوتا نہین بلکہ وہی ہوتا ہے جو کہ حق تعالیٰ نے مقدر کردیا ہے۔ لہذا حاصل یہ ہے کہ تدابیر کا ارتکاب ضروری ہے مگر نظر اسی پر رکھنا چاہیے کہ یہ سب کچھ ہے۔ مگر وہی ہوگا جو کہ مقدر ہوچکا ہے ؎ در بدر ناصیہ فرسائی سے کیا ہوتا ہے ؏ وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے ؏ لہذا تفویض کل تو حقتعالیٰ ہی کیطرف کردو کہ ؎ زندہ کنی عطائے تو ور بکشی فدائے تو ؏ دل شدہ مبتلائے تو ہر چہ کنی رضائے تو ؏ اور جو تدابیر تکوینی ہون یا تشریعی خدائے تعالیٰ نے بتائی ہین اُنکا ارتکاب کرو یہی معنے ہین اس حدیث کے جسمین ہے اعقل وتوکل خوب سمجھ لو اب آگے بھی یہی مضمون ہے۔

گر برویید الخ۔ یعنے اگر اُگ آوے اور اگر جھڑ جاوے (کہ نہ اُگے) سیکڑون گھاس (یعنے اگر یہ تدابیر ظاہری کارگر ہون یا نہون) آخر کار وہی حق تعالیٰ کا بویا ہوا اُگے گا۔ مطلب یہ کہ خواہ یہ تدابیر کام آوین یا نہ آوین مگر انجام ہر صورت مین یہی ہے کہ جو تقدیر الٰہی ہے وہی غالب آویگی اور یہ ساری تدابیر محض بیکار ہو جاوینگی مگر یہ سمجھکر اُسکو ترک نکرے جیسا کہ اوسکی پوری بحث اسکے مقام پر مذکور ہے۔

کشت نو کارید الخ۔ یعنی (کسی نے) پہلی کھیتی پر نئی کھیتی بو دی۔ تو یہ دوسری فنا ہونیوالی ہے اور اول درست و ٹھیک ہے۔ مطلب یہ کہ ان تدابیر کی ایسی مثال ہے کہ جیسے ایک شخص نے خوب زمین کو درست کرکے اور عمدہ بیج لیکر بویا تھا اسکے بعد کسی صاحب نے بالکل گلا سڑا خراب خستہ بیج لاکر اوپر سے بکھیر دیا۔ تو بتاؤ کہ کونسا اُگے گا۔ ظاہر ہے کہ وہ جو کہ اول بویا گیا ہے وہی پیدا ہوگا پس اسیطرح وہ تقدیر الٰہی مثل اس عمدہ بیج کے ہے اور یہ تدابیر ظاہری مثل اس خراب و خستہ تخم کے ہیں لہذا یہ بالکل بیکار ہونگے اور وہی کارگر ہوگی اسلیے کہ

تخم اول الخ۔ یعنی تخم اول تو کامل اور چھانٹا ہوا ہے۔ اور یہ دوسرا تخم فاسد اور گلا ہوا ہے پس اصل مین تو وہی اُگے گا اور یہ سب بیکار ہو جاویگا۔

افگن این الخ۔ یعنی اپنی تدابیر (ظاہری) کو دوست (حق تعالیٰ) کے سامنے ڈالدو اگرچہ تمھاری تدابیر بھی (اصل مین) اوسکی تدبیر ہے۔ مطلب یہ کہ اگرچہ ان تدابیر ظاہری کا بھی وہی خالق ہے اور یہ بھی اوسکے کرنے سے ہو رہی ہین مگر پھر بھی سب چیزون کو اوسکے سپرد کردو اور تفویض محض حاصل کرلو۔ کہ وہ جو چاہے کرے تو دم نہ مارے + خواہ تمھارے خیال مین وہ بظاہر تمکو مضر ہو مگر حقیقۃً وہ نافع ہوگا عام اس سے کہ وہ نفع دنیوی ہو یا دینی غرضکہ نافع ضرور ہوگا۔ عسیٰ ان تکرہوا شیئاً وہو خیر لکم۔ تمام چیزون کو اوسکی طرف سے سمجھو مگر یہی سمجھکر معطل نہو جاؤ اور سارے اسباب کو ترک مت کر بیٹھنا۔ کہ مذموم ہے۔ بلکہ اسقدر سمجھو کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ اُسکی طرف سے ضرور ہوتا ہے لیکن ہمکو حکم یہ ہے کہ ہم اسطرح تدابیر کا ارتکاب کرین پس انکا حکم سمجھکر مرتکب ہو نہ کہ اونکو مؤثر سمجھکر۔ خوب سمجھ لو۔

کار آن دارد الخ۔ یعنے کام تو وہ چیز رکھتی ہے کہ حق تعالیٰ نے پھیلایا ہے اور آخر کار وہی اُگے گا جو کہ اول بویا گیا ہے۔ مطلب یہ کہ انجام کار تو وہی ہوگا جو مقدر ہو چکا ہے۔ لیکن اپنی طرف سے تدابیر جائز کو نہ چھوڑنا چاہیے

ہر چہ کاری الخ۔ یعنی جو کچھ کہ تو بووے اوسکے واسطے بو۔ جب تک تو ایک دوست کا تابع اور قیدی ہے۔ اے دوستدار۔ یعنی جب کہ تم ایک ذات کے تابع محض ہو تو پھر جو کام کرو اُسیکے واسطے کرو۔ اور خواہشات نفسانی کو مطلق ترک کردو۔

گرد نفس الخ۔ یعنی نفس (جو کہ مثل) چور کے (ہے) پیچھے اور اسکے کام کے پیچھے مت پھرو۔ اسلیے کہ جو کچھ حق تعالیٰ کا کام نہین ہے وہ بالکل ہیچ ہے اور ہیچ ہے۔

پیش از انکہ الخ۔ یعنی اس سے پہلے کہ جزا کا دن ظاہر ہووے اور مالک (الملک) کے پاس دین کا چور رسوا اور ذلیل ہو۔ اور اُسکا چرایا ہوا اسباب (جو کہ اوسنے) تدابیر اور فن سے (چرایا ہے) انصاف کے دن اسکی گردن پر ہو۔ یعنی جبکہ نفس و شیطان جو کہ دین کا تباہ کرنیوالا اور چرانے والا ہے رسوا اور ذلیل ہوگا۔ اور اوسکا

وبال اوسکی گردن پر ہوگا۔ بلکہ خود وہ چیزین اوسکی گردن پر ہونگی جیسے کہ حدیث مین ہے کہ قیامت مین جسنے جو چیز چورائی ہے اوسکو گردن پر اوٹھائے ہوئے ہوگا۔ تو اس سے پہلے پہلے تم اوس سے قطع تعلق کر دو۔ اور اوسکی خواہشات کو پورا مت کرو اور تم کتنا ہی چاہوگے کہ اپنی تدابیر سے تقدیر کو بدل دو مگر وہ ہرگز بدلنے والی نہین ہے بلکہ جتنا تم اوس سے نکلنا چاہوگے اوسیقدر اور اچھی طرح پھنسوگے اسیکو فرماتے ہین کہ ۔

صد ہزاران الخ۔ یعنی لاکھون عقلین آپسمین کودتی ہین اچھلتی ہین تاکہ حق تعالیٰ کے دام (تقدیر) کے علاوہ دوسرا دام (تدبیر) بچھا دین (مگر آخر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ) اپنے دام (تدبیر) کو اور زیادہ سخت پاتے ہین اور اچھی طرح اوسمین جکڑ جاتے ہین) اور بس (اور کوئی فائدہ نہین ہوتا۔ اسلیے کہ) ہوا کے سامنے ایک تنکا کیا قوت دکھا سکتا ہے۔ یعنی چونکہ تدابیر انسانی مثل ایک ذرا سے تنکے کے ہین اور حق تعالیٰ کی تقدیر مثل ایک تیز ہوا کے ہے جیسے کہ حدیث مین بھی آیا ہے کہ حق تعالیٰ کی تقدیر کے سامنے عالم کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک چٹیل میدان مین ایک ذرا سا تنکا پڑا ہوا ہو اور تند ہوائین اوسکو جسطرح چاہین لوٹ پوٹ کرتی ہون بس اسیطرح حق تعالیٰ کے سامنے مخلوق ہے کہ اسکو جسطرح وہ چاہتے ہین رکھتے ہین اور اوسکا کوئی بس نہین ہے۔ ایسی حالت مین بجز تفویض کے اور کچھ نکرے اور جسطرح وہ رکھے رہے جسکا وہ حکم دیوے اسکا وہ ارتکاب کرے اور جسکو وہ منع کرے اوس سے باز رہے۔ لہذا تدابیر کے ارتکاب کا بھی انھین نے حکم فرمایا ہے بس جسطرح اسکے اور احکام کو تسلیم کرنا مقتضاے تفویض ہے۔ اسی طرح تدابیر کا مرتکب ہونا بھی منجملہ تفویض کے ہے خوب سمجھ لو۔

ور نداری الخ۔ یعنی اور اگر تم کو میرے کہنے کا یقین نہین ہے تو جاؤ اور دیکھو حق تعالےٰ فرماتے ہین کہ واللہ خیر الماکرین جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ بھی مکر فرماتے ہین مگر وہ مکر خیر ہے۔ اور وہ جال جو حق تعالےٰ نے پھیلایا ہے وہ بھی خیر ہے بس اوس سے ہرگز ہرگز علیحدہ نہین ہو سکتے۔ ہرگز نکل نہین سکتے آگے مولانا ایک سوال کرتے ہین اور پھر اوسکا جواب بھی خود ہی عنایت فرماوینگے خلاصہ سوال کا یہ ہے کہ جب یہ تدابیر ظاہری بالکل ہی بیکار ہین اور انسے کچھ فائدہ ہی نہین ہے بلکہ اصل تقدیر ہی ہے تو پھر انکے پیدا کرنے ہی سے کیا فائدہ ایسی بیکار شے کو پیدا ہی کیون کیا گیا۔ اور مولانا کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ انکے پیدا کرنے مین فائدے تو بہت ہین لیکن ہم تو بتاتے نہین اسلیے کہ اسکا بتانا ہمارے ذمہ نہین ہے۔ اب اشعار سے سمجھ لو کہ۔

ور تو گوئی الخ۔ یعنی اگر تم کہو کہ پھر (انکی) ہستی ہی سے کیا فائدہ ہے (تو فرماتے ہین کہ اچھا بتاؤ) کہ تمھارے اس سوال مین بھی کوئی فائدہ ہے (یا نہین ہے) اے معاند۔

گر ندارد الخ۔ یعنی اور اگر اس سوال مین تمھارے کوئی فائدہ نہین ہے تو پھر مین اسکو فضول کیون سنون مطلب یہ کہ پھر تو سوال سننے کے بھی قابل نہین ہے۔

ور سوالت الخ۔ یعنی اور اگر تمھارا سوال یقیناً کوئی فائدہ رکھتا ہے تو بس جان لو کہ جہان بھی بے فائدہ نہین ہے اسلیے کہ تمھارے افعال مین تو فوائد ہون اور حقتعالیٰ کے افعال مین فوائد نہون یہ کیسے ہو سکتا ہے لہذا معلوم ہو گیا کہ اس ہستی مین کوئی نہ کوئی فائدہ ضرور ہے۔

گر سوالت الخ۔ یعنی اگر تیرے اس سوال کے بہت سے فوائد ہین تو پھر آخر جہان بے فائدہ کیون ہے اسمین

بھی ضرور فوائد ہین اگرچہ معلوم نہون اسلیے کہ عدم العلم سے عدم الشئے تو لازم نہین آتا۔ اگر انکے فوائد کا ہمکو علم نہو تو اس سے یہ کہان سے لازم آگیا کہ اوسمین فائدہ بھی نہین ہے ہان معلوم ہونا کوئی ضروری بات نہین ہے یہان بعض محشیون نے لکھا ہے کہ اس تقریر سے مولانا نے جواب بھی دیدیا۔ اسلیے کہ اوس سے دریافت کرتے ہین کہ تیرے سوال مین کوئی فائدہ بھی ہے تو اگر مخاطب ذرا بھی غور کرے تو سمجھ سکتا ہے کہ اس سوال مین یہ فائدہ ہے کہ ایک مخفی شے کا اظہار ہوجاویگا لہذا یہی فائدہ ہے اس ایجاد عالم کا کہ تقاضا کے اسما نے جو کہ پہلے سے مخفی تھے ظہور چاہا۔ اوس اقتضاء کی وجہ سے یہ عالم پیدا ہوگیا اور اون مخفی امور کا ظہور ہوگیا انتہے محشی کا قول ایسا ہے کہ یون معلوم ہوتا ہے کہ خود مولانا کی بھی یہ مراد نہو گی مگر ایک لطیفہ کے درجہ مین بہت ہی نفیس استدلال ہے یہان ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اچھا اگر ایجاد عالم مین فوائد ہین تو پھر یہ کیا بات ہے کہ بہت سی چیزونکو ہم اپنے لیے مضر پاتے ہین جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اشیاء مضر بھی ہین اور وہ بھی عالم مین داخل ہین پس معلوم ہوگیا کہ عالم مین فوائد ہی نہین بلکہ ضرر بھی ہین آگے مولانا اسکا جواب دیتے ہین جسکا خلاصہ یہ ہے کہ ہر چیز ہر شخص کو مفید نہین ہوتی بلکہ کسیکو مفید اور کسیکو مضر ہوتی ہے لیکن اگر ایک کو بھی مفید ہو تو اوسکو عبث اور بے فائدہ نہ کہین گے بلکہ اوسکو بھی مفید ہی کہین گے اور عالم مین کوئی شے ایسی نہین ہے جو کہ کسیکو بھی مفید نہو لہذا ثابت ہوگیا کہ ہستی مفید ہی ہے بیفائدہ نہین ہے اب اشعار سے سمجھ لو۔ فرماتے ہین کہ۔

۲۸ در جہان الخ۔ یعنی کہ اگرچہ جہان ایک طرف سے بیفائدہ ہو مگر دوسری جہتونسے فائدونسے بھرا پڑا ہے تو اس جہت مفید کو دیکھین گے اور مضر کیطرف التفات ہی کیون کرینگے۔

۲۹ فائدہ تو الخ۔ یعنی اگر تم کو فائدہ ہے اور مجھے فائدہ نہین ہے۔ تو جب تجھے فائدہ ہے تو اس سے الگ مت ہو اسلیے کہ مجھے اگر وہ شے مضر ہے تو اوسمین تمھارا کیا حرج ہے تم اوس سے فائدہ حاصل کرو۔ اوسیطرح بالعکس بہت سی چیزین ایسی ہین کہ تمھین مفید ہین اور مجھے مفید نہین ہین تو وہ اشیاء بیفائدہ تو نہوئین ہان بعض ایک کو اور بعض دوسرے کو مفید ہین یہ اور بات ہے۔

۳۰ فائدہ تو گر الخ۔ یعنی اگر تمھاری مفید شے مجکو مفید نہو تو جب تجھے فائدہ ہے تو اُسکو حاصل کرلے (بھلائی کا) ارادہ کرنیوالے اگرچہ مین اس فائدے سے آزادہ ہون آزاد ہون (کہ نہ مجھے فائدہ ہے اور نہ میرے باپ کو تھا لیکن جب تجھے فائدہ ہے تو اس سے قطع مت کرو یعنے پھر تم اس سے الگ مت ہو اور جب وہ تمکو مفید ہے تو پھر وہ شے فی نفسہ تو مفید ہی ہے۔ اگرچہ کسیکو بوجہ کسی عارض کے مفید نہو۔ آگے اسکے نظائر بتاتے ہین کہ

۳۱ حسن یوسف الخ۔ یعنی یوسف علیہ السلام کا حسن ایک عالم کو مفید ہے۔ اگرچہ بھائیون کے سامنے نیل اور بے فائدہ تھا تو دیکھ لو کہ ایک کو مفید ہے اور دوسرون کو غیر مفید مگر پھر بھی اوسے بالکل بیفائدہ کوئی بھی نہین کہتا۔

۳۲ لحن داؤدی الخ۔ یعنی داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی کسقدر محبوب تھی لیکن محروم کے سامنے ایک لکڑی کی آواز تھی یعنے جیسے سنائی نہ دے۔ اوسکے نزدیک تو ایک چھوچرا بانس اور وہ برابر تھا۔

آبِ نیل از الخ۔ یعنی نیل کا پانی (فائدہ کے عام ہونے میں) آب حیوان سے بھی زیادہ تھا۔ (کہ اسکو تو بقول مشہور صرف حضرت خضر علیہ السلام ہی نے پیا اور اس سے بے انتہا لوگ اور جانور وغیرہ وغیرہ سیراب ہوئے) لیکن قبطی منکر کے لیے خون ہو گیا جیسا کہ قرآن شریف میں ہے۔ کہ جب انپر عذاب آیا ہے تو پانی خون ہو جاتا تھا۔ قبطی قوم فرعون پس لاکھوں کو مفید اور سیکڑوں کو مضر۔

ہست بر مومن الخ۔ یعنی مومن کے لیے تو شہید ہونا زندگی (کا باعث) ہے (کہ حیات ابدی میسر ہوتی ہے) اور منافق کے لیے موت ہے اور بہت ہی ہولناک شے ہے۔ یہان بھی ایک کو مفید ہے اور دوسرے کو مضر۔ مگر فی نفسہ وہ شے مفید ہی رہی۔

چیست در عالم الخ۔ یعنے بتاؤ کہ عالم میں وہ کونسی نعمت ہے کہ جس سے ایک دوسرے لوگ محروم نہیں ہیں بلکہ سب چیزوں میں یہی ہے کہ ایک کو مفید ہیں اور دوسرے کو مضر ہیں مگر وہ فی نفسہ مفید ہی کہی جاتی ہیں۔

گاو و خر را الخ۔ یعنی دیکھو کہ گدھے اور بیل کو شکر سے کیا فائدہ ہے (کچھ بھی نہیں ہے حالانکہ ایسی شیرین اور عمدہ شے ہے۔ بلکہ بات یہ ہے کہ) ہر جان کے لیے غذا الگ ہے پس چونکہ گاو و خر کی غذا شکر نہیں ہے اسلیے انکو مفید بھی نہیں ہے پس معلوم ہو گیا کہ عالم میں غیر مفید تو کوئی شے نہیں ہے ہاں بعض کو مفید اور بعض کو غیر مفید ضرور ہیں تو اس سے اُس شے کا غیر مفید ہونا لازم نہیں آتا۔ پس جسطرح ہر جان کے لیے ایک غذا مقرر کر دیگئی ہے اسیطرح حق تعالیٰ نے بھی ہر ایک انسان کی ایک حالت مقرر اور مقدر فرما دی ہے کہ اُس سے تخلف نہیں ہوتا اور وہ اوسکی جبلی صفت ہو جاتی ہے جیسے کہ ہر جاندار کے لیے اسکے مقررہ غذا ہوتی ہے اور اگر وہ حالت کسی عارض کیوجہ سے ہوتی ہے تو وہ زائل ہو جاتی ہے۔ اور یہ حالت کا اصلی اور عارضی ہونا مرتے وقت تک معلوم نہیں ہوتا۔ اور جب موت آ جاتی ہے اسوقت معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ حالت کفر وغیرہ اس سے زائل ہو جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ بوجہ عدم علم بالحقیقت کے ایسا تھا اور جب علم ہو گیا تو وہ حالت زائل ہو گئی اور اگر جبلی ہوتی ہے تو ہرگز ہرگز زائل اور منفک نہیں ہوتی جیسا کہ حدیث میں ہے۔ کہ اگر تم سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹگیا ہے تو اوسکی تصدیق کر لو۔ اور اگر سنو کہ جبلت بدل گئی ہے تو ہرگز تصدیق مت کرنا۔ اسیکو کسی نے کہا ہے کہ جبل گردد جبلی نگردد۔ پس اوپر تو اسکا بیان تھا کہ جو حالت مقدر من اللہ ہو چکتی ہے۔ وہ ہرگز مٹ نہیں سکتی۔ آگے حالت عارضی کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

لیک گر آن الخ۔ یعنی لیکن اگر وہ غذا اوسپر عارضی ہے تو پھر اوسکو نصیحت کرنا صرف سدھاتا ہے۔ رائضی کہتے ہیں گھوڑے کے سدھانے کو مطلب یہ کہ اگر حالت اصلی ہے تب تو وہ بدل نہیں سکتی لیکن اگر عارضی حالت ہے تو پھر تو یہ نصیحت وغیرہ اسکے لیے درست کرنیوالی اور سدھانیوالی ہیں کہ گھوڑا چابک سوار کے سدھانے سے ان شرارتوں کو جو کسی عارض کیوجہ سے اسمیں ہوتی ہیں چھوڑ دیتا ہے لیکن جو شرارت کہ اُسکی اصلی حالت ہوتی ہے اوسکو ہرگز نہیں چھوڑتا۔ پس اسیطرح اگر نفس میں خباثت اصلی ہوتی ہے تب تو وہ ہرگز نہیں نکلتی اور اگر یہ خباثت کسی عارض سے ہے تو وعظ و نصائح سے دفع ہو جاتی ہیں۔ مگر وہ خواہ اصلی ہوں یا عارضی اُنکے علاج سے بے فکر نہ ہونا چاہیے۔ اسلیے کہ ممکن ہے کہ جسکو اسوقت اصل سمجھے ہوئے ہیں وہ اصل میں عارضی ہو اسلیے کہ اصلیت اور عارضیت تو مرتے وقت ہی معلوم ہوتی ہے اور اسکو اصل سمجھکر اسکو چھوڑ بیٹھیے اور بعد کو پشیمان ہو تو پھر اب

کیا ہو چھپانے سے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ آگے اسکی ایک مثال دیتے ہیں کہ۔
چون کسے الخ۔ یعنی جیسے کہ کوئی شخص مرض کیوجہ سے مٹی کو دوست رکھتا ہو۔ (تو وہ) اگرچہ خیال کرتا ہے
کہ اوسکی غذا وہی ہے مگر یہ اوسکی غلطی ہے اور یہ غلطی اسلیے ہے کہ۔
قوت اصلی الخ۔ یعنی اصلی غذا کو تو بھول گیا ہے اور مرض کی غذا میں (جو کہ مٹی ہے) توجہ لایا ہے کہ اوسیکو اصلی سمجھے
ہوئے ہے پس یہ سمجھنا اسلیے ہے کہ اس غذائے اصلی سے اسکو غفلت اور فراموشی ہو رہی ہے۔
قوش زا الخ۔ یعنی غذا کو چھوڑ کر زہر کھا رہا ہے تو مرض کی غذا نے اسکو لکڑی کی طرح کر دیا ہے۔ یعنے اوسکو جو
مرض کیوجہ سے مٹی کھانے کی عادت ہو گئی ہے۔ تو اس مٹی کھانے نے اوسکو سکھا کر کانٹے کیطرح کر دیا ہے۔
اسیطرح ان خواہشات نفسانی نے کمالات سے خالی کر رکھا ہے اور باطن مثل مردہ کے ہو گیا ہے۔ آگے ہن اصلی
غذا کو بتاتے ہیں کہ وہ کیا ہے فرماتے ہیں کہ۔
قوت اصلی الخ۔ یعنی انسان کی غذائے اصلی تو حق تعالیٰ کا نور ہے۔ اور یہ حیوانی غذا اسکے لائق نہیں ہے۔
جبکہ اصلی غذا نور حق ہوئی اور یہ غذا عارضی حیوانی غذا اور نفسانی خواہشات ہوئیں تو اب ان عارضی کی تقلیل
اور اس اصلی کی تکثیر ضروری ہے۔ اور اسوقت جو اس غذائے حیوانی ہی کو اصلی سمجھے ہوئے ہو یہ تمھاری غلطی ہے
اور بوجہ غفلت اور مرض باطنی کے ہے ورنہ یہ اصلی غذا ہے ہی نہیں فرماتے ہیں کہ۔
لیک از علت الخ۔ یعنی کہ مرض (باطنی) کیوجہ سے دل اوسمیں پڑا ہوا ہے کہ رات اور دن اس پانی اور
مٹی کو کھاتا ہے یعنے بوجہ غفلت عن الحق کے یہ غذائے حیوانی کے درپے ہے۔ اور اس غذائے اصلی سے بیخبر ہے
ورنہ اوسیکی طلب کرتا۔
روئے زرد الخ۔ یعنی زرد منھ اور سست پاؤں اور ضعیف دل ہے اور کہاں ہے غذا آسمان ذات الحبک
کی۔ مطلب یہ کہ اس غذائے حیوانی کیوجہ سے اسکی یہ حالت ہے کہ اسکے تمام اعضائے باطن بالکل مضمحل اور بیکار
ہو رہے ہیں۔ اور اگر اسکو غذائے عالم علوی کی حاصل ہو جاتی تو پھر تو یہ کامل اور سرخرو ہوتا۔ مگر اب تو ہر طرح
ذلیل و خوار ہو رہا ہے آسمان والی غذا سے مراد غذائے عالم بالائی ہے اور وہ غذا ہے کمالات اور معانی اور اسرار
پس ظاہر ہے کہ روح کی غذائے اصلی وہی ہے۔ اور باقی سب غذائیں عارضی ہیں۔
آن غذائے الخ۔ یعنی وہ غذا (عالم بالائی) دولت کے خاص لوگوں کی ہے (ہر ایک کو میسر نہیں) اور انکا
کھانا بھی بے گلے کے اور بغیر کسی آلہ کے ہے یعنے یہ آلات اور اسباب ظاہری اوس سے تغذیہ حاصل کرنے
کے لیے نہیں ہیں۔ بلکہ اوس غذا کا تغذیہ بے ان آلات کے اور بے ان اعضا کے ہوتا ہے اسلیے کہ وہ تو معانی
ہوتے ہیں جو کہ محسوس ہی نہیں ہوتے تو انکو ان آلات جوارح سے کیسے حاصل کر سکتے ہیں بلکہ انکے حصول
کا تو ایک دوسرا ہی طریقہ ہے۔
شد غذائے الخ۔ یعنی آفتاب (عارف) کی غذا تو نور عرش (عالم بالا) سے ہوتی ہے۔ اور حاسد دیو
(کافر یا شیطان جو کہ عارفوں کے قرب پر حسد کرتا ہے) کی غذا فرش (عالم ناسوت) کے دھوئیں (ظلمات)
سے ہوتی ہے۔ عارف کو بوجہ اوسکے کمالات سے منور ہونے کے آفتاب کہدیا گیا۔ مطلب یہ کہ اسکی غذائے

باطنی اور روحانی عالم غیب سے ملتی ہے۔ اور جو لوگ اوسطرف سے غافل ہین انکی غذا یہ غذائے ظاہری ہی ہوتی ہے
در شہیدان الخ۔ یعنی شہیدون کے حق مین اللہ تعالیٰ نے یرزقون فرمایا ہے تو اوس غذا کے لیے نہ منہ ہے
اور نہ طبق۔ مطلب یہ کہ اس سے تعجب مت کرو کہ بے آلات کے تغذیہ کسطرح ہو سکتا ہے۔ اسلیے کہ دیکھلو کہ قرآن
شریف مین شہیدون کے بارے مین یرزقون فرحین بما آتٰھم اللہ من فضلہ آیا ہے کہ وہ بے دہان رزق دیے
جاتے ہین اور ظاہر ہے کہ وہ غذا مثل اس ظاہری غذا کے نہین ہوتی بلکہ آپس مین فرق ہوتا ہے اور اوسکے
کھانے کے لیے بھی یہ اعضا نہین ہوتے۔ جیسا کہ شریعت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہان جو جسم عطا ہوگا وہ اگرچہ اسکے
مثل ہوگا مگر یہ جسم خاص نہوگا۔ پس دیکھ لو کہ تغذیہ بغیر ان آلات کے حاصل ہوگیا۔
دل زہر یارے الخ۔ یعنی کہ دل ہر یار سے ایک غذا حاصل کرتا ہے اور دل ہر ایک علم سے ایک صفائی
حاصل کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ بے آلات ظاہری کے تغذیہ کی ایک اور نظیر سنو کہ دیکھو جب قلب مین کوئی بہت ہی
نفیس اور عمدہ رائے ہوتی ہے تو اس سے قلب کو فرحت ہوتی ہے اور اسکو ایک قسم کی غذا حاصل ہوتی ہے اسیطرح
علم سے بھی غذا حاصل ہوتی ہے حالانکہ یہ منہ اور آلات کہین بھی نہین ہین۔ لہذا معلوم ہوگیا کہ دنیا مین بھی بعض
اشیاء ایسی ہین کہ جنکو بے ان آلات وغیرہ کے کھا سکتے ہو۔ پس اسی طرح وہ کمالات اور معانی ہین کہ انکے کھانے کیلیے
بھی اس دہان و آلات کی ضرورت نہین ہے۔
صورت ہر آدمی الخ۔ یعنی ہر آدمی کی صورت تو مثل ایک پیالہ کے ہے (کہ جو غیر مقصود ہے اور اصل وہ ہے
جو کہ اوس پیالہ مین ہے) اور آنکھ (حقیقت شناس) اوسکے معنے (حقیقت) کی پہچاننے والی ہے (اور وہی مقصود
بھی ہین) پس معلوم ہوگیا کہ دنیا مین بھی جو چیز دوسرے سے ملیگی اوس سے کچھ نہ کچھ فائدہ اور غذا ضرور حاصل
ہوگا اسکو آگے مع نظائر کے بیان فرماتے ہین کہ۔
از لقائے الخ۔ یعنی ہر شخص کے ملنے سے کچھ نہ کچھ تم ضرور کھاؤگے (یعنے کچھ نہ کچھ ضرور فرحت اور سرور یا غم
وغیرہ ہوگا) اور ہر ساتھی کے ایک چیز لیجاوگے۔ یہ تو انسان ہی کے ساتھ خاص تھا آگے عام فرماتے ہین کہ انسان
ہی کے ساتھ خاص نہین ہے بلکہ کل موجودات مین یہی ہے۔ کہ ایک دوسرے کے قران سے کچھ فوائد ہوتے ہین
آگے اسی کے نظائر ہین کہ۔
چون ستارہ الخ۔ یعنی جب ایک ستارہ دوسرے ستارہ سے ملتا ہے تو ان دونون کے مناسب یقیناً کوئی اثر
پیدا ہوتا ہے۔ یہان یا تو مولانا نے بھی بنا ء علی المشہور اثر سے مراد تاثیر ہی لی ہو جیسا کہ اہل نجوم کہتے ہین اور
یا یہ کہ یہ مقصود ہو کہ آخر جب وہ ملین گے تو اونمین کوئی نہ کوئی اثر تو ضرور ہی ہوگا۔ مثلاً یہی کہ ایک دوسرے کی
قوت کا کاسر یا قوی کرنے والا ہو۔ وغیر ذلک غرضکہ دو کے ملنے سے ایک اثر پیدا ہوا۔
از قران الخ۔ یعنی کہ مرد و عورت کے ملنے سے لڑکا پیدا ہوتا ہے۔ اور لوہے اور پتھر کے ملنے سے چنگاریان پیدا ہوتی
ہین یہان بھی دو کے ملنے سے ایک خاص اثر اور نتیجہ پیدا ہوا ہے۔
وز قران خاک الخ۔ یعنی اور خاک کے بارش کے ساتھ ملنے سے میوہ اور سبزے اور پھول پیدا
ہوتے ہین۔

از قران الخ۔ یعنی اور سبزون کے آدمی کے ساتھ ملنے سے (یا تو انکے دیکھنے سے یا کھانے سے) دلخوشی اور خوشی اور خرمی پیدا ہوتی ہے۔ اور جان کے ساتھ خرمی کے ملنے سے خوبی اور کمالات پیدا ہوتے ہین۔ اسلیے کہ اگر دل مکدر ہو اور خوشی اور دلجمعی حاصل نہو تو ہرگز کوئی کمال حاصل نہین ہو سکتا۔ یہ بھی اسی وقت تک ہے جب تک کہ قلب ٹھکانے سے ہے ورنہ کچھ بھی نہین۔

قابل خوردن الخ۔ یعنی ہمارے اجسام (ان اشیاء کو) کھانے کے قابل ہو جاتے ہین جبکہ تفریح سے ہمارا کام مکمل آوے۔ مطلب یہ کہ اون سبزون کے اقتران سے ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ہم اونسے فائدہ حاصل کرنے کے قابل ہو جاتے ہین۔

سرخروے الخ۔ یعنی کہ خون کے ملنے سے سرخروئی پیدا ہوتی ہے اور خون خوشی کے خورشید سے گلاب جیسی رنگت کا ہو جاتا ہے اور بہترین رنگ سُرخی ہوتی ہے اور وہ خورشید سے ہوتی ہے اور اسی سے حاصل ہوتی ہے۔ اہل نجوم کہتے ہین کہ جس شخص کو مناسبت سورج سے ہوتی ہے وہ دموی المزاج ہوتا ہے اور اسکے اندر خون زیادہ ہوتا ہے اور جسقدر مناسبت زیادہ ہوتی ہے اوسیقدر خون مین بھی زیادتی ہوتی ہے تو دیکھو دو چیزونکے اقتران سے سُرخروئی حاصل ہوئی۔ اور یہ فرمانا بناء علی المشہور ہے ورنہ خدانخواستہ مولانا کا عقیدہ اوسکے موافق ہرگز نہ تھا۔

سرزمینے الخ۔ یعنی جو زمین کہ زحل کے ساتھ مقترن ہو تو وہ شور ہوتی ہے اور کھیتی کے قابل نہین ہوتی تو دیکھو کہ دو کے اقتران سے ایک اثر پیدا ہوا ہے یہ بھی بناء علی المشہور ہے کہ اہل نجوم کہتے ہین کہ زحل ایک منحوس ستارہ ہے جسطرف اوسکا رُخ ہوتا ہے اوس طرف نحوست ہی پھیلتی ہے۔ آگے ان سب تمثیلات و نظائر کا حاصل فرماتے ہین کہ۔

قوتے اندر الخ۔ یعنی کہ (دو چیزونکے ملنے سے) استعداد (درجہ) فعلیت مین آتی ہے جیسے کہ شیطان کا ملجانا اہل نفاق کے ساتھ کہ جو خباثت پہلے نہ کرتے اب کرنے لگے اور خباثت زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور جو خباثت کہ ابھی تک پوشیدہ تھی اب وہ ساری ظاہر ہوتی ہین۔ لہذا ثابت ہو گیا کہ ہر شے کے دوسرے کے ساتھ اقتران سے ایک اثر ظاہر ہوتا ہے۔ پس اسیطرح اگر صورت کے ساتھ معنے کا اقتران ہو گا تو پھر وہ کمالات پیدا ہونگے کہ دیدہ باید اور کمالات اور معانی کو تو عالم بالا سے اور حق تعالی سے تعلق ہے اور اگرچہ وہ محسوس ظاہری نہین ہین مگر پھر بھی انکے اندر ایک شان ہے اسکو فرماتے ہین کہ۔

این معانی الخ۔ یعنی کہ ان معانی کو وہ آسمان (عالم بالا) سے بغیر کسی (ظاہری) شان وشوکت کے شان وشوکت ہے مطلب یہ کہ چونکہ معانی غیر محسوس ہین اسلیے انکی شان وشوکت ظاہری تو معلوم ہوتی نہین مگر پھر بھی انکی بہت بڑی شان ہے اور چونکہ صوفیہ دو عالم کے قائل ہوے ہین ایک تو مادیات کے دوسرے مجردات کے اور مادیات کو عالم خلق اور مجردات کو عالم امر کہتے ہین جیسا کہ حکماء نے بھی مانا ہے مگر وہ اسقدر بڑھ گئے ہین کہ وہ اُنکے قدم کے قائل ہوئے اور متکلمین بالکل انکار ہی کر بیٹھے۔ مگر صوفیہ بین بین ہین نہ یہ قدم کے قائل ہین اور نہ انکار کرتے ہین بلکہ مادیات اور مجردات دونون کو مانتے ہین۔ اب بعض جاہل صوفی اس عالم خلق وامر کا

قرآن سے ثابت کرنے لگے اور کہتے ہین کہ قرآن شریف مین جو الا لہ الخلق والامر ہے اوس سے یہی عالم خلق اور امر اصطلاحی مراد ہین۔ تو یہ کہنا بالکل لغو ہے اسلیے کہ قرآن شریف ان اصطلاحون مین نازل نہین ہوا پھر خواہ مخواہ آئین ان چیزون کو تلاش کرنا اور زور لگاکر نکالنے سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔ بلکہ اگر صرف ان صوفیون کے دعوے قرآن کے خلاف نہون تو کافی ہے نہ یہ کہ ہر مسئلہ اُس سے نکلتا ہی ہو اسکی کیا ضرورت ہے پس صوفیہ بھی دو عالمون کے قائل ہوے ہین ایک کے مشاہدہ سے اور دوسرے کے کشف سے۔ اور حکماء نے عقل سے پہچانا لیکن صوفیہ خیر الامور اوسطہا کے مصداق رہے۔ آگے اشعار مین ان ہی دونون عالمون کا ذکر ہے فرماتے ہین کہ۔

خلق را الخ۔ یعنی عالم خلق (عالم مادیات) کی شان وشوکت تو عاریت ہے اور عالم امر (عالم مجردات) کی شان وشوکت ماہیت (داخل ذات یا لازم غیر منفک) ہے یعنے عالم مادیات مین جو شان وشوکت ہوتی ہے وہ عارضی اور عالم مجردات کی شان وشوکت اصلی ہے۔ (لیکن پھر بھی لوگ غلطی کرتے ہین اور عارضی ہی کو طلب کرتے ہین اسکو فرماتے ہین کہ۔

از پے الخ۔ یعنی شان وشوکت (ظاہری) کے لیے ذلت جھیلتے ہین اور (صرف) عزت کی امید (موہوم) پر خواری مین خوش ہین جیسا کہ آجکل مشاہدہ ہو رہا ہے۔ کوئی اس فکر مین کہ مجھے خطاب ملجاوے کوئی کسی فکر مین لگا ہوا ہے اور ان ساری ذلتون پر خوش ہین تف ہے ایسی عزت پر جو کہ مستلزم ہو اسقدر ذلتون کو۔

بر امید الخ۔ یعنی دو روزہ عزت کی امید (موہوم) پر پراگندہ ہین اور اپنی گردن غم کیوجہ سے مثل تکلے کے کر لی ہے اسی فکر مین گھل گئے اور اصلی شے سے غافل رہے اور اوسکو طلب نہ کیا آگے مولانا بطور تحدیث بالنعمۃ کے فرماتے ہین کہ۔

چون نمی آیند الخ۔ یعنی جسجگہ (اور مقام) پر مین ہون وہان کیون نہین آتے (کہ عزت اصلیہ حاصل ہو) کہ اس عزت (اصلیہ) مین مین ایک آفتاب روشن ہون۔ یعنے خدا کا شکر ہے کہ مجھے وہ عزت اصلی میسر ہے اور پوری طرح میسر ہے پھر یہ لوگ اور کہان کہان پھر رہے ہین اور جو اصل مطلوب ہے اوسکو چھوڑے بیٹھے ہین سے اے قوم بحج رفتہ کجائید کجائید + معشوق درین جاست بیائید بیائید + آؤ اور اس نور حقیقی سے منور ہو جاؤ۔ کہ وہ اس آفتاب ظاہری کیطرح نہین ہے بلکہ وہ نور ہی نور ہے۔

مشرق خورشید الخ۔ یعنی (اس) خورشید (ظاہری) کا مشرق ایک برج سیاہ رنگ والا ہے (یعنے کہ مظلم ہی) اور ہمارا آفتاب (جس سے کہ ہم اقتباس نور کر رہے ہین) مشرقون سے باہر ہے۔ مطلب یہ کہ تم جو اس خورشید ظاہری پر دم دیے ہو تو اسکے مشرق کی تو یہ حالت ہے کہ وہ ایک وقت مین مظلم تھا پھر جب سورج وہان گردش کرتا ہوا پہونچا تب وہ منور ہوا اور چونکہ حق تعالی تو جہات اور مکان وغیرہ سے منزہ اور پاک ہین تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا۔ اسلیے اونکا مشرق انوار ہر وقت منور ہی رہتا ہے لیکن اس مشرق کا نور بعض مرتبہ بوجہ عوارض کے دکھلائی نہین دیتا۔ مگر اسطرف سے ہر وقت نور افگنی اور جلوہ افگنی ہو رہی ہے اسلیے قرآن شریف مین فرمایا کہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید یعنے ہم تو اسکے قریب ہین اور وہ ہم سے دور ہے اور چونکہ حق تعالی اور بندہ کے درمیان مین علم کا واسطہ اور تعلق ہے اسلیے یہ ممکن ہے کہ ایک وقت مین حق تعالی تو قریب ہون اور بندہ غافل اور دور ہو۔ اسلیے کہ قرب من الجانبین تو ضروری ممکن مین ہوتا ہے کہ ایک ممکن دوسرے کے قریب ہو گا

تو وہ بھی ضرور اوسکے قریب ہوگا اسلیے کہ اون مین قرب مکانی ہے اور یہان تو قرب علمی ہے تو حق تعالیٰ تو ہر وقت بندہ کی حالت اور کیفیت کے عالم ہین مگر بندہ بہت اوقات مین غفلت کیوجہ سے عارف نہین ہوتا اور اسکی مثال حکماء نے یہ دی ہے کہ جیسے ایک شخص ہماری داہنی طرف بیٹھا ہے تو اوسوقت جیسا وہ ہماری داہنی طرف ہے ہم بھی اوسکی بائین طرف ہین اور ہم پر یہی بولا جاتا ہے کہ یہ اوسکے بائین پر ہین اور اگر یہ شخص اُٹھ کر ہمارے بائین طرف آبیٹھے تو اب ہم ہی پر یہ صادق ہے کہ ہم اوسکے داہنی طرف آگئے مگر دیکھو ہم تو اپنی جگہ پر ہین اوسکو ہی حرکت ہوئی اور اوسکی حرکت سے ہماری حیثیت اور حالت بھی بدل گئی اسیطرح حق تعالیٰ تو مکان اور حیز سے پاک ہین وہ تو ہر وقت اور ہر جگہ موجود اور جلوہ افگن ہین مگر چونکہ ہم غافل ہین اسلیے ہماری غفلت کیوجہ سے کہا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ اسوقت دور ہین اور جب ہم کو تنبہ ہوتا ہے اور اُسطرف توجہ ہوتی ہے تو اسوقت کہا جاتا ہے کہ اب ہم قریب ہین تو یہ دونون حالتین ہماری ہین حق تعالیٰ کی کیفیت مین تغیر نہین ہوا مگر اون پر تبدیل حیثیت صادق ہے جیساکہ مثال مذکور مین بیان کیا گیا۔ لہذا مولانا فرماتے ہین کہ ہمارا خورشید جو ہے وہ ہر وقت منور اور روشن ہے اور اوسکو مشرق کی ضرورت ہی نہین نہ مظلم کی نہ منور کی بلکہ وہ خود فی حد ذاتہ نور ہی نور ہے۔

اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح آگے مولانا فرماتے ہین کہ بعض مرتبہ قلب عارف کو مطلع انوار حق کہا گیا ہے حالانکہ یہان کہہ رہے ہو کہ وہ مطلع اور مشرق سے پاک ہی تو اس تعارض کو اٹھاتے ہین کہ مشرق او الخ۔ یعنے مشرق اوسکا نسبت ہوتا ہے اُسکے ذرات کا (ورنہ) نہ طلوع ہوئے اور نہ غروب ہو اوسکی ذات مطلب یہ کہ بعض مرتبہ جو قلب عارف وغیرہ کو مطلع کہدیا گیا ہے جیساکہ دیباچہ مین فرمایا ہے کہ ؎ مطلع شمس آ اگر اسکندری الخ۔ تو یہ مشرق اور مطلع اوسکی نسبت ذرات کیطرف ہے کہ انکو اوسکے نور سے کوئی نسبت ہی نہین ہے اسلیے کہ وہ تو ایک غیر متناہی نور ہے۔ اور انسان اور اسکے صفات سب متناہی ہین لہذا انسان خواہ کتنا ہی اوس نور کو حاصل کریگا اور خواہ اوسکو بجاس عمر نوحی میسر ہوجاوین مگر پھر بھی متناہی ہی رہیگا اور متناہی کو غیر متناہی سے کیا نسبت لہذا جسقدر بھی حاصل ہو اوس سے گذر کر آگے کی طلب ضروری ہے اسیکو کہا ہے کہ ؎ اے برادر بے نہایت درگہیست ؎ ہرچہ بروے می رسی بروے مایست ؎ پس قلب عارف وغیرہ کو مشرق کہدینا مجاز ہے ورنہ آپسمین کوئی نسبت ہی نہین ہے۔ اوسکو تو کسی وقت زوال ہی نہین ہے۔ کہ اوسپر دو حالتین طلوع اور غروب کی صادق آوین بلکہ وہ تو ہر وقت طلوع ہے اوسکو کسی وقت بھی غروب نہین ہے۔ لہذا اوس نور علی نور سے اقتباس نور کرو۔ اور اس سے عزت اصلی حاصل کرو۔ اور اس عارضی شان وشوکت اور عزت وجلال کو چھوڑ دو کہ کسی کام کی نہین ہین۔

ماکہ واپس الخ۔ یعنی کہ ہم (اور انبیا اور اولیا کے سامنے) بہت ہی پیچھے پڑے ہوے اوسکے ذرات مین سے ہین (مگر پھر بھی) دو عالم مین آفتاب بے سایہ کے ہین۔ مطلب یہ کہ دیکھو ہم جو اونکے نور سے کچھ بھی نسبت نہین ہے اور بہ نسبت ان لوگون کے پس ماندگان مین ہین مگر پھر بھی ذرا سا نور حاصل کرنے سے بالکل نور ہی نور ہو گئے ہین۔ اور اسقدر نور کامل حاصل ہوا ہے کہ دو جہان مین بس نور ہی نور ہین تو پھر خود اوس نور علی نور در وراء الورا ثم دراء الوراء کی کیا کیفیت ہوگی۔ کہ اوسکے بیان کے لیے یہ الفاظ حادث اور متناہی ہرگز

ہرگز کافی نہین۔ یہ تو سب کچھ ہے مگر اس گھمنڈ پر کہ ہمکو تو اسقدر کمالات حاصل ہو گئے ہین ہم اوس سے مستغنی نہین ہین بلکہ اب بھی اسیکی تگ و دو مین لگے ہوئے ہین اور یہ حالت ہے کہ ؎ دست از طلب ندارم تا کام من برآید ٭ یا تن رسد بجانان یا جان ز تن برآید ٭ پس جب ہم بھی مستغنی نہین ہین تو وہ شخص کہ جسکو کچھ بھی کمالات حاصل نہین ہین کسطرح مستغنی ہو سکتا ہے اسیکو فرماتے ہین کہ۔

باز گرد شمس الخ۔ یعنے پھر بھی شمس (حق تعالیٰ) کے چارون طرف پھر رہا ہون اور اوسکی طلب مین لگا ہوا ہون کسقدر تعجب کی بات ہے مگر یہ سبب بھی وہ شمس کے دبدبہ اور شوکت کیوجہ سے ہے کہ جو ہم اوس سے باوجود اسقدر کمالات حاصل ہونیکے بھی مستغنی نہین ہین۔

شمس باشد الخ۔ یعنی کہ ان اسباب پر بھی وہی شمس (حق تعالےٰ) مطلع ہین اور اُن ہی سے (بعض مرتبہ) ان اسباب کی رسی منقطع ہو جاتی ہے۔ اسلیے کہ بعض مرتبہ وہ ناامید کر دیتے ہین اگرچہ وہ ناامیدی طبعی ہوتی ہے عقلی نہین ہوتی مگر پھر بھی یہ حالت ہوتی ہے۔ کہ بہت سے لوگون نے خودکشی کر لی ہے اسلیے کہ جب اسکا غلبہ ہوتا ہے تو پھر انسان اندھا ہو جاتا ہے اور عقل وغیرہ سب بالائے طاق رکھی رہجاتی ہے اور یون سمجھتا ہے کہ جب وہ نہین ملتے تو پھر ہم ہی رہکر کیا کرینگے۔ اور اس حالت کے بیان کو الفاظ نہین ہین بلکہ جسپر گذرے وہ جانے۔

صد ہزاران الخ۔ یعنی لاکھون مرتبہ مین نے امید کو منقطع کر دیا کس سے شمس (حق تعالیٰ) سے اسکو مجھ سے یقین کرو۔ مولانا فرماتے ہین کہ خود مجھے لاکھون مرتبہ یہ بات پیش آئی ہے کہ بالکل امید وصل منقطع ہو گئی ہے چونکہ یہان یہ شبہ ہوتا تھا کہ جب ناامیدی ہو جاتی ہے تو پھر طلب سے بھی کیا فائدہ ہے پس چونکہ مولانا جسطرح صاحب حال ہین اسیطرح شیخ وقت اور سالک بھی تو ہین لہٰذا اسلیے یہان آکر اس شخص کو سنبھالتے ہین اور فرماتے ہین کہ۔

تو مرا باور الخ۔ یعنی تم یہ ہرگز مت خیال کرنا کہ آفتاب (حقیقی) سے مین صبر رکھ سکتا ہون اور یا مچھلی پانی سے نہین یعنی اگرچہ اسطرف سے بعض مرتبہ ناامیدی معلوم ہو مگر پھر بھی اوسکی طلب کو ترک نہ کر دینا چاہیے۔ بلکہ اوسی تگ و دو مین لگے رہو اسلیے کہ اوسکی تو ایسی مثال ہے کہ جیسے مچھلی اور پانی تو جب مچھلی پانی کے بغیر صبر نہین کر سکتی تو پھر انسان کو حق تعالیٰ سے علیحدہ ہو کر کسطرح صبر آسکتا ہے پس اگرچہ طبعی ناامیدی ہو جاوے مگر پھر لگا رہے آخر ایکدن وہ ہوگا کہ ارشاد ہوگا کہ ؎ قبولست گرچہ ہنر نیستت ٭ کہ جز ما پناہے دگر نیستت ٭ اور آخر ایکدن وصل حاصل ہو جاویگا۔ خوب سمجھ لو آگے فرماتے ہین کہ۔

ور شوم الخ۔ یعنی اور اگر مین ناامید بھی ہو جاؤن تو میری یہ ناامیدی بھی تو اُن ہی کا فعل ہے اے حسن۔ مطلب یہ ہے کہ اگر مین ناامید بھی ہو گیا ہون تو ناامید کرنا کسکا فعل ہے یہ بھی تو حق سبحانہ تعالےٰ ہی کا فعل ہے تو ہم اسکو اس حیثیت سے دیکھین گے کہ یہ فعل ہے اوس ذات کا کہ جو ایسی مستغنی ہے کہ اوسکو کسیکی احتیاج اور کسیکی ضرورت نہین ہے تو اس خیال سے اسکی معرفت حاصل ہوگی اور ناامیدی وغیرہ سب زائل ہو جاویگی اور یہ توجیہ اس شعر کی مستنبط ہے حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کے اس قول سے کہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسیکو وساوس بہت پریشان کرین تو وہ یہ مراقبہ کرے کہ اللہ اکبر اوسکی کیسی شان ہے کہ ایسی ایسی چیزین پیدا فرمائی ہین اور ایسے ایسے خیالات انسان کو دیے ہین بس اس مراقبہ سے سارے وساوس منقطع

ہوجاوین اور حق تعالیٰ کی طرف توجہ ہوجاوے انتہی للّٰہ در القائل سبحان اللہ کیا تحقیق ہے اور کیسا علاج ہے کہ جس سے مرض کی جڑ ہی کٹ گئی سچ یہ ہے کہ حضرت اپنے وقت کے امام بلکہ مجدد صاحب تھے اُن سے ہرگز کم نہ تھے۔ کیسے کیسے علاج اور کیسے کیسے معارف زبان فیض ترجمان سے ظاہر ہوتے ہین۔ اے اللہ حضرت کے فیوض اور برکات اور علوم مین سے اس راقم گنہگار کو بھی ایک حصہ وافر عطا فرما دے اللہ تیری قدرت کے سامنے کچھ بعید نہین ہے۔ اگرچہ میری نسبت کر تو محال کے قریب ہے امید کہ ناظرین بھی اس گنہگار کو اس جگہ پہونچکر دعا سے محروم نہ فرماوینگے کہ ؎ شنیدم کہ در روز امید و بیم ٭ بدان را بہ نیکان بہ بخشد کریم۔ پس جبکہ حقتعالیٰ ہی کا فعل ہے تو اوس سے علحدہ کرنیوالا کسطرح ہوجاویگا۔ بلکہ وہ تو عین وصل الی الحق ہوگا۔ اسیکو فرماتے ہین کہ عشق صنع الخ۔ یعنی عین صنعت صانع سے کسطرح قطع کریگی (بلکہ صنعت سے تو صانع کی اور معرفت ہوگی) اور عین موجود و غیر موجود سے کسطرح چر سکتا ہے مطلب یہ کہ جب اس ناامیدی کو اس حیثیت سے دیکھا کہ یہ فعل حق ہے تو پھر تو اور بھی معرفت حاصل ہوگی نہ کہ علحدگی ہوگی اور جو شئے کہ موجود ہے وہ مابہ الموجودیت سے کسطرح الگ ہوسکتی ہے۔ اسلیے کہ اگر اوس سے علحدہ ہوجاوے تو پھر تو وجود ہی باقی نہین رہسکتا۔ لہذا مقصود یہ ہوا کہ مولانا سالک کو تعلیم فرماتے ہین کہ اگر کبھی طبعی ناامیدی ہو بھی تو اس سے طلب کو مت چھوڑ و بلکہ طلب مین لگے رہو اور اس ناامیدی کو بھی اسی طرف سے سمجھو پھر کبھی پریشانی اور حیرانی نہین ہوسکتی۔ آگے فرماتے ہین کہ۔

جملہ ہستیہا الخ۔ یعنی ساری ہستیان اس باغ ہی سے چرتی ہین (اور فیض حاصل کرتی ہین) خواہ وہ براق ہون یا عربی گھوڑے ہون یا گدھے ہون مطلب یہ کہ کیا اچھے اور کیا برے سب اوسی سے فیضیاب ہین تو پھر اس سے علیحدگی کیسے کرسکتے ہین اسلیے کہ اوس سے علیحدہ ہوکر تو کسیکا وجود بھی نہین رہ سکتا چہ جائیکہ حصول کمالات ہو اسلیے کہ اگرچہ وہ بھی اسی موجود سے وجود کو حاصل کررہا ہے مگر اسکو اس تحصیل کا علم نہین ہے اور جب علم نہین ہے تو ضرور ہے کہ اسکے حقوق بھی ادا نہ کرسکے گا تو اس وجود ہی سے فائدہ نہین ہے اسیکو مولانا فرماتے ہین کہ۔

لیک اسپ الخ۔ یعنی لیکن اندھا گھوڑا اندھون کیطرح چرتا ہے اور چونکہ باغ کو دیکھتا نہین ہے اسلیے مردود ہے۔ مطلب یہ کہ اگرچہ کل وجود اوسی سے ہین اور یہ مستلزم تھا اسکو کہ سب عارف ہوا کرتے اسلیے جب اوسی کے فیض سے ایک کامل اور عارف ہے تو کیا وجہ ہے کہ دوسرا نہو تو فرماتے ہین کہ بات یہ ہے کہ اگرچہ یہ محجوب بھی اوسی فیض سے اور اسی کمال سے مستفیض ہے جس سے کہ عارفین و کاملین ہوتے ہین مگر دونون مین فرق یہ ہے کہ ایک کو تو اوس حصول کا اور مستفیض ہونیکا علم ہے۔ اور اس علم کیوجہ سے وہ اوسکے حقوق بقدر استطاعت ادا کررہا ہے اور دوسرا جو کہ محجوب اور مردود ہے وہ اسلیے ہے کہ اسکو اسکا علم نہین ہے اسلیے وہ اسکی قدر اور اسکے حقوق کو کچھ بھی ادا نہین کرسکتا۔ اور ان دونکی ایسی مثال ہے کہ جیسے دو گھوڑے ایک باغ مین چرتے ہین مگر ایک اندھا ہو اور دوسرا بینا ہو تو جو بینا ہے وہ تو اس سے چر بھی رہا ہے اور اس باغ کا مشاہدہ بھی کررہا ہے۔ اور ایک اندھا ہے وہ بھی اوسی سے غذا حاصل کررہا ہے مگر اسکو خبر بھی نہین ہے کہ باغ کیا ہے اور یہ سبزہ اور گھاس کسکو کہتے ہین بس اوسکو کھانے سے مطلب ہے۔ اسیطرح کفار اور منکرین کی حالت ہے کہ وجود تو اوسی موجود سے حاصل کررہے ہین مگر معرفت ذرا بھی نہین اسیوجہ سے مردود اور مطرود ہوگئے ہین

اور کوئی نصرانی ہوجاتا ہے اور کوئی بت پرست ہے کوئی آتش پرست تو کوئی مادہ پرست۔ غرضکہ ؎ چون ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند ؎ یہ ساری خرابی معرفت نہونیکی ہے ورنہ اس ذات کو پہچانکر اور اوسکی معرفت کے بعد تو پھر اوس سے علحدگی اور کسی اور کی طرف توجہ ہو ہی نہین سکتی آگے مولانا فرماتے ہین کہ

وانکہ گردشہا الخ۔ یعنی جسنے اُس دریاے (وجود) سے (اپنی) گردشونکو نہ دیکھا (بلکہ ان انقلابات کو کسی اور کیطرف سے سمجھا) تو ہر دم وہ ایک نئی محراب (قبلہ توجہ) کیطرف متوجہ ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ جو انقلابات کو حق تعالے کیطرف سے نہ سمجھے گا اور دوسری اشیاء کو فاعل اور موثر جانے گا تو وہ ہر گھڑی ایک الگ معبود اور ایک دوسرا قبلہ توجہ بناویگا اور جسنے کہ یہ سمجھ لیا کہ جو ہوتا ہے وہ اوسی طرف سے ہوتا ہے اور کسی دوسرے کا مطلق اعتبار نہین ہے تو پھر وہ تو صرف اوس ایک ہی ذات کیطرف متوجہ ہوگا۔ اسکو دوسرونسے کیا کام اور اوسکی ایسی مثال ہے جیسے کوئی تنکا دریا مین بہہ رہا ہے اور دریا اسکو لوٹ پوٹ کر رہا ہے کبھی ادھر ڈالدیا اور کبھی دوسری طرف تو اگر وہ یہ جانتا ہے کہ یہ سارے کرشمے دریا ہی کے ہین تب تو بس اوسکے خیال مین پراگندگی اور تشتت نہوگا بلکہ وہ صرف ایک ہی طرف متوجہ ہوگا اور اگر وہ ان امواج کو مؤثر سمجھ رہا ہے جو اس دریا سے پیدا ہورہی ہین تو پھر اوسکے قبلہ توجہ ہزارون ہونگے اور ہر وقت ایک الگ شے کی طرف توجہ ہوگی اور جب انسان کی پراگندگی اور تشتت کی یہ حالت ہوگی تو پھر وہ وجود مصنوع سے وجود صانع پر کسطرح استدلال کرسکتا ہے اسلیے کہ اوسکے نزدیک تو مؤثر اور صانع ایک ہی ہے ہی نہین یہ ساری خرابی اس معرفت سے نابینا ہونیکی ہے اور اسکا اُس موجود سے وجود حاصل کرنا ہی سبب اسکی کوری کا ہوگیا ہے۔ اور یہی تحصیل وجود دوسرونکے لیے سبب ہدایت اور سبب بینائی ہے۔ اسکو فرماتے ہین کہ۔

از بحر الخ۔ یعنی اس نابینائے (حقیقت) نے شیرین دریا سے شور پانی پیا۔ یہانتک کہ اوس شور پانی نے اوسکو اندھا کردیا۔ مطلب یہ کہ حق تعالے کے وجود سے جو کہ سراسر نور اور ہدایت ہی تھا اوسنے وجود حاصل کیا۔ اور وہ وجود شیرین اوسکے حق مین مثل آب شور کے ہوگیا کہ اسکو مضر ہی ہوا اسیکو حق تعالے فرماتے ہین کہ یضل بہ کثیرا و یہدی بہ کثیرا کہ قرآن ایک ہی شے ہے اور فی نفسہ ہادی ہے مگر وہی قرآن بعض کے حق مین سبب ضلال ہوگیا ہے اور بعض کے حق مین سبب ہدایت ہی ہے۔ تو اسکا سبب ضلال بنجانا بھی اس مضل کی ناقابلیت اور بے استعدادی سے ہے ورنہ وہ تو فی نفسہ ہادی ہی ہے پس اسی طرح وہ وجود حق تو شیرین اور بینا ہی کرنیوالا ہے مگر جو شخص کہ خود ہی اندھا ہو اوسکے لیے تو وہ خراب اور گمراہ کرنیوالا ہی ہوگا جیسے کہ شیرینی کسقدر مرغوب و محبوب ہے مگر دیکھو جسکو صفرا کا غلبہ ہو اوسکو مضر ہے تو اس شیرینی کو تو مرغوب و محبوب ہی کہین گے گو یہ نقص قابل مین ہے کہ جسکی وجہ سے وہ مضر معلوم ہوتی ہے۔ اور جبکہ یہ گمراہی زیادہ ہوتی ہے اور انتہا تک پہونچ جاتی ہے تو پھر یہی گمراہی کفر تک نوبت پہونچا دیتی ہے والعیاذ باللہ اسلیے کہ بزرگون نے لکھا ہے کہ غفلت عن الحق کے سات درجے ہین اور یا یہ ہین سات حجاب ہین سب کے آخر کا حجاب کفر اور شرک ہے کہ جب غفلت انتہائی درجہ کو پہونچ جاتی ہے تو پھر نوبت کفر کی آجاتی ہے۔ خدا بچالے آگے فرماتے ہین کہ

بحر میگوید الخ - یعنے دریا تو کہہ رہا ہے کہ اے اندھے میرے پانی کو داہنے ہاتھ سے پی۔ تاکہ تو بصیرت پاوے۔ چونکہ اوپر کے اشعار مین حق تعالیٰ کو تشبیہ دی ہے دریا سے جیسا کہ صوفیہ کے یہان اصطلاح ہے اسلیے یہان فرماتے ہین کہ وہ گمراہ ہو رہا ہے اور حق تعالےٰ فرما رہے ہین کہ دیکھ اسوجہ سے گمراہ مت ہو جانا ذرا سنبھل کر اسکا استعمال کرنا تاکہ تجھے اس سے میری معرفت حاصل ہو۔ آگے خود اس دست راست یعنے داہنے ہاتھ کو بتاتے ہین کہ دست راست سے ہم کو مقصود کیا ہے۔ فرماتے ہین کہ۔

ہست دست الخ - یعنی کہ اس جگہ دست راست (سے مراد) ظن راست ہے کہ وہ نیک و بد کو جان لے کہ کہان سے ہین۔ اب مطلب یہ ہو گیا کہ حق تعالیٰ اوس کو حقیقت کو فرما رہے ہین کہ اے کمبخت دیکھ فہم سلیم اور سیدھا گمان پیدا کر تاکہ تجھے اوسکی معرفت اور پہچان ہو کہ یہ نیک و بد کہان سے اور کدھر سے ہین۔ اگر معرفت اور بصیرت ہوگی تو معلوم ہو جاویگا کہ جو کچھ ہو رہا ہے سب اوسی طرف سے ہے پس پھر تفویض کامل حاصل ہو جاویگی اور معرفت حق حاصل ہوگی۔ جو کہ اصل مقصود ہے اور معلوم ہو جاوے گا کہ یہ نیک و بد کا مالک اور احوال کو بدلنے والا آخر کوئی ہے ضرور۔ کہ جسکی وجہ سے کہین کچھ ہے اور کہین کچھ ہے۔ کہین گمراہی ہے اور کہین ہدایت۔ کوئی مومن ہے اور کوئی کافر۔ آگے فرماتے ہین کہ۔

نیزہ گردانیست الخ - یعنی کوئی نیزہ کا پھرانے والا ہے کہ یہ نیزہ کبھی تو سیدھا چل رہا ہے اور کبھی ٹیڑھا چل رہا ہے یہ سب کسی بہت بڑے غالب زبردست کی دست قدرت مین ہے کہ وہ جسطرح چاہتا ہے بدل دیتا ہے اور اوسکے سامنے کسیکی کچھ نہین چلتی۔ تو جب اوسکی معرفت ہوگی وہی مقصود ہے اور اسکے ملجانے سے مقصود اصلی حاصل ہو جاوے گا آگے فرماتے ہین کہ۔

ما ز عشق الخ - یعنی کہ ہم حضرت شمس الدین کے عشق سے بے بس ہو رہے ہین ورنہ ہم تو اس اندھے کو بینا کر دیتے حضرت مولانا شمس الدین تبریزی قدس اللہ سرہ حضرت مولانا روم کے شیخ ہین اور مولانا انپر بالکل عاشق ہین اسلیے فرماتے ہین کہ چونکہ حضرت شیخ کی محبت اور عشق مین ہم تو فنا ہو گئے ہین اور فنا کا مقتضی یہ ہے کہ پھر تصرفات نہین ہو سکتے۔ اسلیے ہم مجبور ہین اور بے بس ہو رہے ہین ورنہ ایسے اسباب کا ارتکاب کرتے کہ جس سے وہ ہدایت پر آجاوے اسلیے کہ ہدایت پر لانا کسیکے اختیار مین تو ہے نہین جیسا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے انک لا تہدی من احببت ولکن اللہ یہدی من یشاء۔ پس مراد اسباب ہدایت کا ارتکاب ہے مگر اس سے یہ مانع ہے کہ ہم انکی محبت مین بالکل مٹ چکے ہین لہذا اب ہم سے کوئی تصرف نہین ہو سکتا اور یا یہ کہ چونکہ ہم کو اون کا عشق ہے اور معشوق کے سامنے اپنی حکومت چلانا اور تصرفات کو نافذ کرنا ایک بے ادبی ہے اسلیے ہم اپنے تصرفات کو روکے ہوے ہین غرضکہ یا تو ادب مانع ہے اور یا انتہا محبت مانع ہے ظاہر الفاظ کا تو یہ مطلب ہے لیکن یہان مولانا نے ایک مسئلہ کی طرف بھی اشارہ فرما دیا ہے وہ یہ کہ کاملین تصرفات سے طبعاً نفور ہوتے ہین اور وہ ہدایت و فیض تصرفات باطن سے نہین کرتے بلکہ مثل انبیا علیہم السلام کے صرف دعوۃ الی الحق کرتے ہین یضل بہ من یشاء و یہدی بہ من یشاء وہ یہ نہین کرتے کہ کسیکی طرف متوجہ ہو کر اسکو ہدایت فرما دین جیسا کہ بعض متوسطین کا طریق ہوتا ہے اسلیے کہ تصرف کے لیے ضروری ہے کہ قلب کو ماسوی المقصود فی الحال سے بالکل خالی کر لیا جاوے

اوسکے بعد توجہ کیجاوے تو وہ تصرف مفید اور مؤثر ہوتا ہے پس اس توجہ سے بعض مرتبہ تو فنا کا غلبہ بالغ ہوتا
کہ یہ شخص اپنے کو بالکل فانی [illegible] ہے اور اپنے وجود ظاہری کو وجود ہی نہین گنتا اسلیے اوس سے تصرفات بھی
صادر نہین کرسکتا۔ اور اس [illegible] طبعًا متنفر ہوتا ہی اگرچہ بوجہ کامل ہونیکے اونکو جائز تو سمجھتا ہے اور اسقدر مغلوب
نہین ہوتا کہ انکو ناجائز یا حرام کہے مگر اسوجہ سے کہ اونمین ایک قسم کی ہستی کا اظہار ہے اوس سے طبعًا نفرت
ہوتی ہے اور یا یہ ہوتا ہے ادب حق تعالےٰ کا مانع ہوتا ہے کہ اُنکے سامنے کسی قسم کے تصرف کرنیکو اچھا نہین سمجھتا
اگرچہ یہ بھی جو کچھ ہوگا وہ اسکے کرنے سے بھی اصل مین حق تعالیٰ ہی کرینگے مگر آخر صورۃ تو اسکا بھی تصرف
ہے اسلیے وہ اسکو خلاف ادب جانکر اوس سے علحدہ اور متنفر ہوتا ہے اور کبھی یہ دونون باتین نہین ہوتین
بلکہ غلبۂ توحید مانع ہوتا ہے اسلیے کہ تصرف اسوقت مؤثر ہوسکتا ہے جبکہ اسوقت قلب مقصود معہود کے
علاوہ سب اشیاء سے خالی ہو تو ظاہر ہے کہ جو تعلق اور نسبت اوسکو حق تعالےٰ کے ساتھ اسطرف توجہ کرنے
سے پہلے تھی وہ ہرگز اسوقت موجود نہین ہے۔ بلکہ اوسمین ضرور کمی ہوگی۔ لہذا اس شخص کی غیرت تقاضاء
نہین کرتی کہ اوسکے خیال کے ساتھ کوئی اور بھی شریک ہو۔ اسکی تو یہ حالت ہوتی ہے کہ ؎ شرکت غم
بھی نہین چاہتی غیرت میری ؂ غیر کی ہوکے رہے یا شب فرقت میری ؂ یہ شخص اس تصرف اور توجہ کو
شرک فی الطریق سمجھتا ہے۔ اور اس توجہ کو کہتا ہے کہ حق تعالیٰ کے ساتھ دوسرون کو شریک کرنا ہے اسلیے کہ شرک
کہتے ہین اسکو کہ جو کام حق تعالیٰ سبحانہ کے ساتھ مخصوص تھا اوسکو کسی اور کے لیے ثابت کرنا پس ایسی توجہ کہ اپنی
سوائے ایک ذات کے اور کسیطرف بھی توجہ نہو یہ تو شان حق تعالیٰ کیطرف توجہ کی ہے اور ایسی توجہ تو حق تعالیٰ
ہی کی طرف ہونی چاہیے۔ نہ کہ غیر اللہ کیطرف اور جب اوسکو غیر اللہ کے لیے لایا جاوے گا تو ظاہر ہے کہ اسمین
ایک شائبہ شرک کا ہوگا۔ اگرچہ اوسکو توحید اعتقادی کے خلاف تو نہین کہہ سکتے۔ مگر ہان توحید حالی کے
ضرور خلاف ہے۔ تو خلاصہ یہ ہوا کہ کامل محقق تصرف اور توجہ سے طبعًا متنفر ہوتا ہے اور یہ توجہ متعارف جو
ہوتی ہے اوسمین بھی یہی ہوتا ہے اور تصور شیخ مین بھی یہی ہوتا ہے اسلیے کاملین کے یہان انکی تعلیم ہی نہین ہے
بلکہ وہ تو بس حق تعالیٰ کا نام بتلاتے ہین کہ نام لیے جاؤ اور کہین کی ضرورت نہین ہے۔ ساری عمر طلب مین گذارو
اسلیے کہ عبدیت اور بندگی کا تو یہی مقتضا ہے ورنہ اگر کچھ اپنے تصرفات بھی چلاتے ہو تو یہ تو سراسر بندگی اور
عبدیت کے خلاف ہے اسلیے کہ دیکھلو طریق کامل وہی ہوگا جو کہ اوفق بالسنۃ ہو تو تتبع احادیث سے صاف
معلوم ہوتا ہے کہ حضور مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے کسیکو بھی ایک نظر مین کامل نہین کیا اور کسی کافر کو ایک
نگاہ ڈالکر مومن نہین کرلیا۔ بلکہ وہی اسباب کا ارتکاب اور دعوۃ الی الحق کے سوا اور کچھ بھی نہین کیا لہذا
معلوم ہوا کہ یہ توجہ اور تصرف سب خلاف سنت ہین مین یہ نہین کہتا کہ خدانخواستہ اوس طریق پر چلنے والے
گمراہ ہین یا غلطی پر ہین ہرگز نہین نعوذ باللہ بلکہ مقصود یہ ہے کہ طریق کامل اور اوفق بالسنۃ کونسا طریق ہے
تو صاف ظاہر ہے کہ وہی طریقہ اوفق ہے اور چشتیون کے یہان بھی ان سب اشیاء کی نفی ہے بلکہ صرف
اوس ذات پاک کی طلب اور یاد ہوتی ہے نہ اونکے یہان لطائف کی تعلیم ہے اور نہ تصور شیخ کی نہ وہ متوجہ
ہوکر کسیکے قلب مین تصرف کرین اور نہ ہمت ہو حق کرین اسلیے نقشبندی بزرگ اُنکو کہتے ہین کہ چشتیون کے

یہان بجز جلنے اور مرنے کے ہے ہی کیا۔ بس مدت العمر اسی مین رہو کہ تلاش کرو نہ کوئی کرامت ہے اور نہ کوئی تصرف جو کہ کمال ظاہر و دلیل ہو۔ مگر چشتی کہتے ہین کہ ہم کو ہمارا جلنا اور مرنا مبارک اور تم کو وہ احوال اور مواجید مبارک ہون اسلیے کہ دونون طریق ہدایت اور من اللہ ہی ہین ہان کامل اور اکمل کا فرق ہے کہ جو طریقہ اوفق بالسنۃ ہوگا جیسا کہ چشتیون کا ہے وہ اکمل ہوگا۔ اور دوسرا کامل ہوگا۔ کیونکہ جو تصرفات کہ شیخ مریدین اوس توجہ خاص سے یا اور کسی طرح کرتا ہے وہ جب ہی تک قائم رہتا ہے جب تک کہ شیخ کے پاس رہے اور جہان شیخ سے دور ہوا وہ ساری کیفیات اور انوار اور احوال غائب ہوے۔ اسلیے کہ اسکی تو ایسی مثال ہے کہ جیسے بچہ جو کہ ابھی خود چل نہین سکتا تو جب تک مان کی گود مین ہے اسوقت تک وہ یہان سے وہان اور وہان سے اور آگے پہونچ رہا ہے۔ لیکن جہان مان نے گود سے رکھدیا بس وہ تمام مٹی اور کیچڑ مین خراب ہوگیا۔ اسی طرح جب تک کہ یہ مرید شیخ کے پاس رہتا ہے جب تک تو سارے احوال اور مواجید درست رہتے ہین اور جہان اوس سے بعد ظاہری ہوا بس وہ ساری کیفیت وغیرہ جاتی رہتی ہے۔ اور کورا کا کورا رہجاتا ہے۔ جیسا کہ نقشبندیون کے یہان ہے کہ ہر وقت عزلت اور خلوت ہی پسند کرتے ہین اور بالکل چھوئی موئی کا درخت ہوجاتے ہین۔ کہ جہان کسی نے ہاتھ لگادیا اور بس ساری کیفیات سلب ہوگئین جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انکی نسبت مین ضعف ہے لیکن بالکل خالی بھی نہین کہہ سکتے۔ بلکہ ضعیف کہا جاوے گا اور چشتیون کے یہان کوئی تصرف وغیرہ تو ہے نہین بلکہ صرف صحبت سے اثر ہوتا ہے اور وہ اثر بہت زیادہ قوی ہوتا ہے اور اوسکی یہ حالت ہوتی ہے کہ اگر مرید شیخ سے لاکھ کوس پر ہے تب بھی وہ حالت اوسکی باقی ہے اور اگر پاس ہے تب بھی وہ حالت باقی ہے اگرچہ کسی اور وجہ سے وہ مرید خراب ہو مگر وہ نسبت اور حالت باقی رہتی ہے اور اوسکو فنا نہین ہوتی اور چونکہ شیخ کو تو تعلق اور اوسکی توجہ تو حق سبحانہ کی طرف ہوتی ہے اور جب مرید کو شیخ سے تعلق ہوا تو یہ مرید اوس توجہ مین بھی شیخ کے ہمراہ ہی ہوگیا کیونکہ ایک خاص توجہ شیخ کو اسطرف بھی ہوتی ہے جو کہ توجہ الی الحق کو منافی نہین ہوتی۔ بس اب چونکہ یہ مرید بھی شیخ کا شریک ہوگیا ہے لہذا یہ بھی متوجہ بحق ہے اور اسکو بھی تعلق مع اللہ اسوقت پیدا ہے گو بواسطہ ہی سہی۔ اور نقشبندیہ کے یہان توجہ الی الخلق ہوتی ہے تو تم ہی بتاؤ کہ توجہ الی الحق محمود ہے یا توجہ الی الخلق محمود ہے۔ اور ان دونون مین سے سنت پر کونسی منطبق ہے اور جب معلوم ہوگیا کہ جو حالت کہ کسی تصرف کی وجہ سے ہوتی ہے تو جب تک اوس متصرف سے قرب ہو جب تک تو وہ باقی رہتی ہے اور اسکے بعد وہ بہت جلد فنا ہوجاتی ہے اور جو نسبت کہ صحبت شیخ سے حاصل ہوتی ہے وہ باقی اور قوی ہوتی ہے اور یہ امر مشاہدہ سے معلوم ہے تو اب دونون طریق مین کامل و اکمل حدیث سے سمجھ لو کہ فرماتے ہین کہ المومن القوی خیر من المومن الضعیف وفی کل خیر۔ یعنی مومن قوی مومن ضعیف سے بہتر ہے اور ویسے سب اچھے ہی ہین۔ تو اب دیکھ لو کہ فرمایا کہ جو قوی ہے وہ بہتر ہے بس ہم بھی کہتے ہین کہ وہ طریق بھی گمراہ نہین ہے بلکہ وہ بھی بہتر ہے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ کامل کون ہے اور اکمل کون ہے پس ظاہر ہوگیا کہ جو قوی ہوگا اور دیرپا ہوگا وہی کامل ہوگا بعض بزرگ اس زمانہ مین بھی خاندان نقشبندیہ مین موجود ہین اور انکی یہی حالت ہے کہ وہ بالکل علحدہ رہتے ہین ذرا بھی کوئی انکے پاس زیادہ

پھر اوس سے کہتے ہین کہ جاؤ بس اب زیادہ مت بیٹھو۔ یہ ساری خرابی اسی کی ہے کہ اونکے اندر وہ نسبت پختہ اور کامل نہین ہے اور انکو ذرا سا بھی اختلاط خلق مضر اور اونکی کیفیات کو کھونے والا ہوتا ہے بخلاف چشتیون کے کہ انکے یہان خواہ کتنا ہی اختلاط خلق ہو مگر انکی توجہ مین ذرا بھی کمی نہین آتی یہ ساری بات قوت کی ہے۔ اور اگر عزلت ہی محبوب اور کمال کی بات ہوتی تو ضرور تھا کہ انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہوتی حالانکہ وہ حضرات اسقدر مخلوق سے ملتے جلتے تھے کہ جو ظاہر و باہر ہے۔ ہان یہ بھی نہین کہہ سکتے کہ عزلت اور خلوت مفید ہے ہی نہین بلکہ ہر شے کے مراتب ہوتے ہین اور وہ شے اپنے مرتبے ہی پر خوب اور پسندیدہ معلوم ہوتی ہے پس اسی طرح خلوت اور عزلت کا انکار نہین کیا جاتا۔ کہ بالکل کسی درجہ مین مفید ہے ہی نہین۔ بلکہ خود حضرات انبیاء علیہم السلام کے لیے۔ ایک عرصہ تک خلوت ہی تجویز کیگئی اور چشتی بھی خلوت کی تعلیم کرتے ہین مگر الضرورۃ تتقدر بقدر الضرورۃ کے مرتبہ کو ملحوظ رکھتے ہین اور خلوت کی اسی وقت تک ضرورت ہوتی ہے جب تک کہ صفائی قلب اور نسبت مع اللہ پختہ نہو جائے اور جب یہ پختہ ہو جاتی ہے اور اسکی ضرورت نہین رہتی تو اسکو جلوت ہی کی تعلیم کرتے ہین جیسے کہ مثلاً حکیم جب مسہل پلاتا ہے تو کہہ دیتا ہے کہ دیکھو کسی سے بات مت کرنا ورنہ دست بند ہو جاوینگے اور اسکو یہ کہکر سب سے الگ ایک جگہ بٹھا دیتا ہے۔ یہان تک کہ اوسکا مادہ فاسد نکل جاتا ہے اور یہ شخص تندرست ہو جاتا ہے تب وہ اُس سے کہہ دیتا ہے کہ اب ملو جلو پھرو جو چاہو کرو۔ اسلیے کہ جسکے لیے تمکو محبوس کیا گیا تھا اور خلوت کو تجویز کیا گیا تھا وہ غرض حاصل ہو گئی لہذا اب تمکو خلوت کی ضرورت نہین ہے اسی طرح شیوخ کاملین بھی خلوت کو اسی وقت تجویز کرتے ہین جبکہ خصائل رذیلہ کے نکالنے کی ضرورت ہو اور جب وہ نکل گئے پھر اسکی ضرورت نہین رہتی اور ساری عمر کا قرنطینہ نہین کر دیتے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس اللہ اسرارہم کے یہان بھی یہی تعلیم تھی اور حضرت تو اکثر اوقات جلوت ہی مین رہتے تھے بلکہ تمام شیوخ کاملین چشتیہ جلوت ہی مین رہتے ہین۔ اور خلوت کو بقدر ضرورت اختیار کرتے ہین اسی طرح تصور شیخ کہ ہمارے حضرت قدس اللہ اسرارہم فرمایا کرتے تھے کہ تصور شیخ کی اوس شخص کے لیے ضرورت ہوتی ہے کہ جسکو وساوس اور خیالات فاسدہ نے پریشان کر رکھا ہو۔ اور اسکو توجہ بحق سے مانع ہو تو اسوقت صرف اسقدر توجہ کرا دے کہ اوسکو جو کبھی دیکھا ہے تو اوسکی کسی ہیئت اور حالت کا تصور کرے کہ ہمارا شیخ فلان جگہ فلان حالت مین بیٹھا تھا (مثلاً) تو چونکہ شیخ محبوب تو ہوتا ہی ہے اسلیے اس مراقبہ سے اور دوسرے وساوس اور خیالات منقطع ہو جاوینگے اور جب وہ سب منقطع ہو جاوین تو اب اوسکی طرف سے بھی توجہ کو ہٹا دے اور پھر حضرت حق ہی کی طرف متوجہ ہو جاوے اسلیے کہ جب تک ضرورت رہی رکھا گیا جب ضرورت ختم ہو گئی تو اب پھر اصل مقصود اور مطلوب کی طرف توجہ ضروری ہے۔ علی ہذا حضرت قدس اللہ اسرارہم کے یہان لطائف کی بھی تعلیم نہ تھی بلکہ چشتیون کے یہان ہوتی ہی نہین اسلیے کہ لطائف مین یہ ہوتا ہے کہ اول ایک لطیفہ کی خوب مشق کی گئی اور اچھی طرح اوسکو جما لیا گیا اوسکے بعد دوسرے کی مشق کی گئی اب یہ پہلے صاحب مضمحل اور کمزور ہو گئے غرض دوسرے کی مشق کی جب شیخ نے احوال سنکر شہادت دیدی تو اسوقت اس پہلے کو ملا کر دونون کیطرف توجہ شروع کی اور یہ قاعدہ لازم عادی ہے کہ النفس لا تتوجہ الی شیئین فی

ان واحد لہذا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک کو حاضر کیا دوسرا نکل گیا۔ ادسے پھیر کر لائے پہلا نکل گیا غرضکہ ایک مصیبت اور آفت ہوتی ہے اسیطرح وہ چھ کے چھ پورے کیے جاتے ہین اور اصل مطلوب اور مقصود سے علحدگی ہوتی ہی اسی لیے حضرت ان لطائف کو حجب نورانیہ فرماتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ حجب نورانی اشد ہین حجب ظلمانی سے اسلیے کہ حجب ظلمانی مین انسان اپنے کو محجوب تو سمجھتا ہے اور انمین پھنسکر تو وہ واصل اور عارف خیال کرتا ہے حالانکہ مقصود سے کہین دور پڑا ہوا ہے اور بعض لوگونکی عمر اسی طرح ختم ہو گئی۔ اور اصل مقصود سے محروم رہ گئے ہین اسلیے حضرات چشتیون کے یہان یہ غیر مقصود امور نہین ہین لیکن انکا انکار بھی نہین کرتے بلکہ انمین منہمک نہین ہوتے۔ بلکہ بس بقدر ضرورت اسکی بھی تعلیم کرتے ہین جیسا کہ اوپر تصور شیخ مین اور خلوت مین بیان کیا گیا ہے۔ اب توجہ کو بھی سنلو کہ حضرات چشتیہ اسکے بھی قائل ہین مگر وہی کہ اسکے مرتبہ پر رکھکر بقدر ضرورت اسکے بھی قائل ہو گئے ہین مثلاً یہ کہ اگر کوئی شیخ کسیکو کوئی ذکر تعلیم کرے اور اس سے کوئی نفع ظاہری نہو اور کوئی اثر مرتب نہو تو وہ دوسرا ذکر تعلیم کرتا ہے اسیطرح جب دیکھتا ہے کہ اسکو کسی ذکر وغیرہ سے اثر نہین ہوتا تو اسوقت اسکو اگر معلوم ہوتا ہے کہ اس عدم تاثیر کی وجہ ضعف استعداد ہے تو اسوقت شیخ مرید کو پاس بٹھاکر اپنا قلب اس طرف متوجہ کرتا ہے اور اسمین القاء نسبت کرتا ہے تو عادت اللہ یون جاری ہے کہ جب وہ متوجہ ہوتا ہے تو مرید مین استعداد پیدا ہو جاتی ہے بس جب اسمین استعداد پیدا ہو گئی اب پھر توجہ نہین دیتے بلکہ پھر وہی ذکر و شغل مین لگا دیتے ہین اور اس سے تاثر ظاہری بھی ہونے لگتا ہے اگرچہ وہ مقصود نہین ہے مگر خیر اگر شیخ کسیکے لیے مناسب سمجھتا ہے تو ایسا ہی کرتا ہی یہ سب موقوف شیخ کی راے پر ہین وہ جیسے چاہے کرے یہ سب ادویات ہین جسکو جو دوا مناسب ہو پلا دے مرید کو چاہیے کہ وہ کسی خاص امر کی خواہش نکرے اسلیے کہ اگر وہ مناسب سمجھے گا اور اسکو معلوم ہوگا کہ فلان شے اسکو نافع ہے تو چونکہ یہ حضرات مخلوق پر شفیق ہوتے ہین اسلیے ضرور ہے کہ خود ہی اس شے کو تجویز فرما دینگے جو اسکے مناسب ہوگی۔ ورنہ اگر کوئی اثر ظاہری مرتب نہ بھی ہوا تو کیا حق تعالیٰ کا نام لینا کوئی چھوٹی بات ہے۔ اور اسکا ثواب کیا کم ہے۔ ایک نقشبندی بزرگ نے ایک چشتی سالک سے دریافت کیا کہ کچھ کرتے ہو انھون نے عرض کیا کہ جی ہان کرتا ہون پوچھا کہ کچھ معلوم بھی ہوتا ہی انہون نے کہا کہ حضرت کچھ بھی نہین فرمانے لگے کہ خیر ثواب ہی جاؤ اور مقصود تو ہمت وہی افسوس ہی کہ ثواب جسکے لیے انبیا مبعوث ہوی اور قرآن اترا وہ اسقدر ہلکی شے ہو گئی کہ اسکو اسطرح تعبیر کیا گیا یہ اسی وجہ سے کہ ان حضرات کے یہان تو جبتک تصرفات اور کرامات نہون وہ کامل ہی نہین ہوتا۔ حالانکہ یہ چیزین مقصود سے بالکل الگ ہین ہان بعض حضرات ماذون من اللہ ہوتے ہین کہ وہ تصرفات کرنے مین اس طرف ہی سے ماذون ہوتے ہین جیسے کہ حضرت غوث پاک اعظم رحمہ اللہ کہ انکے بہت سے تصرفات مشہور ہین اور لکھا ہے کہ وہ ماذون تھے تو جو اس طرف سے ماذون ہوتے ہین وہ بھی خود اپنی طرف سے تصرف نہین کرتے بلکہ وہ بھی اسی طرف سے ہوتا ہے۔ اور یہ بھی غلبۂ فنا ہی سے حاصل ہوتا ہے اسلیے کہ فنا اسی کا نام نہین ہے کہ کچھ کرے ہی نہین بلکہ فنا کہتے ہین اپنے تصرفات اور ہستی کو دوسرے کے سامنے کالعدم سمجھنا اور اپنے کو دوسرے کے سپرد اور تفویض کر دینا تو اب ان حضرات نے اپنے کو حق سبحانہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا تو اس طرف سے جو بھی حکم ہوتا ہے اوسپر عمل کرتے ہین۔ مگر

ظلم ہے کہ تصرف کرو تو اونکے لیے تصرف کرنا ہی تفویض اور فنا ہے اور اگر روک لیا گیا تو الگ رہنا اور رکنا فنا اور تفویض ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ جو کاملین ہوتے ہیں وہ اس قسم کے تصرفات وغیرہ سے الگ اور متنفر ہوتے ہیں اگرچہ اونکو جائز کہتے ہیں ہان اگر کسی درجہ مین توجہ کرتے ہین تو تصرف قلب کیطرف بطور اسکے آئینے کے ہوتی ہے اسلیے کہ حدیث مین ہے۔ ان فی جسد ابن آدم مضغۃ ان صلحت نصلح الجسد کلہ وان فسدت فسد الجسد کلہ الا وہی القلب۔ لہذا وہ قلب کیطرف تھوڑی سی توجہ کرکے اسکو متوجہ بحق کردیتے ہین اوسکے بعد پھر جب وہ متوجہ ہوجاتا ہے تو اب پھر اوسکو لیکر حضرت حق کی طرف توجہ کرتے ہین اوسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے کاتب کہ اولا اوسکو توجہ قلم کی طرف ہوتی ہے مگر جب وہ کتابت مین مشغول ہوجاتا ہے تو پھر اوس طرف سے بھی توجہ ہٹ جاتی ہے۔ اور ہمہ تن وہ شغل کتابت مین لگ جاتا ہے۔ اسی لیے مولانا فرماتے ہین کہ چونکہ ہم اونکے عشق مین فنا ہوچکے ہین لہذا ہم کوئی تصرف نہین کرسکتے آگے فرماتے ہین کہ۔

ہان ضیاء الحق الخ یعنے ہان اے ضیاء الحق حسام الدین تم جلدی سے اس (نابینائے حقیقت) کی دوا کردو۔ (اگرچہ) حاسد کی آنکھ اندھی ہوجاوے چونکہ اوپر بتایا گیا ہے کہ کاملین تو تصرفات کرتے نہین ہین اور اسکے موانع مختلف ہوتے ہین لیکن جو لوگ متوسط الحال ہوتے ہین وہ تصرفات کرتے ہین اور مولانا ضیاء الحق حسام الدین چونکہ مولانا کے خلیفہ ہین اسلیے مولانا سے کم درجہ کے ہین لہذا مولانا فرماتے ہین کہ مین تو تصرفات کرتا نہین ہون اسلیے کہ میری حالت کے لائق نہین ہے ہان تم تصرف کرو اور ان اندھون کو بینا کردو اور یا یون کہا جاوے کہ چونکہ بعض مرتبہ بعض بزرگ کامل ہوتے ہین مگر تصرفات مین حق کی جانب سے ماذون ہوتے ہین اسلیے وہ تصرفات کرتے ہین پس ممکن ہے کہ مولانا ضیاء الحق حسام الدین اصل مین مولانا کے برابر یا ان سے بھی زیادہ ہون مگر یہ تصرفات مین ماذون ہون اور مولانا روم ماذون نہون اسلیے فرماتے ہین کہ ہم تو تصرف نہین کرسکتے مگر چونکہ تم ماذون ہو۔ لہذا تم تصرف کردو اور ان اندھون کو آنکھون والے کردو۔ اگرچہ حاسد جلین مرین مگر تم انکی دوا کرہی دو۔ اور فرماتے ہین کہ۔

توتیائے الخ یعنے سرمۂ عظمت (وجلال حق تعالیٰ) کا (جوکہ) تیز فعل اثر والا ہو اور دوا (جوکہ) ظلمت کو دفع کرنے والی ہو اور زود اثر ہو۔ وہ ان اندھون کو عنایت کردیجیے تاکہ انکی آنکھین جلدی ہی کھل جاوین مطلب یہ کہ ایسی توجہ کرو کہ بس ایک دم سے کام بنجاوے۔

آنکہ گر بر چشم الخ یعنے وہ (سرمہ عنایت کیجیے) کہ اگر مادرزاد اندھے کی آنکھ مین بھی لگا دیا جاوے تو موہبی کی نابینائی کو دور کردے اور انسان کو بینا کردے۔ یعنے ایسا تصرف کرو کہ انکی یہ نابینائی جاتی رہے اور حقیقت منکشف ہوجاوے۔

جملہ کوران لا الخ۔ یعنے اے چاند سب اندھون کی دوا کردو۔ اے میوہ والی شاخ پھل جھاڑو مطلب یہ کہ فیوض وبرکات فائض فرمایئے۔

جملہ کوران الخ یعنے تمام اندھون کی دوا کردو سوا حاسد کے کہ حسد کیوجہ سے وہ تم پر انکار کرتا ہے مطلب یہ کہ چونکہ حاسد کیطرف توجہ کرنا اور فیض پہونچانا فضول ہے کہ اسکے حسد کیوجہ سے اوسکو کوئی فائدہ نہوگا

تو پھر تم خود ہی فیض مت پہونچاؤ اولیاء اللہ سے بغض اور حسد رکھنا بہت بڑی بات ہے اللھم احفظنا۔
مرحسودت الخ یعنی اپنے حاسد کو اگرچہ وہ (بالفرض) مین ہی ہون فیض مت دے تاکہ اسیطرح جان کندنی گرفتار رہون چونکہ اوپر بالفرض اپنے کو حاسد کہا ہے اسلیے اگلا مصرع بھی اسی پر متفرع فرمادیا۔
آنکہ او با خود الخ یعنی جوکہ آفتاب کا حاسد ہوگا تو وہ تو وجود آفتاب ہی سے اندھا ہو جاویگا کیفیض حاصل کرنا تو درکنار وہ اسکے وجود ہی کو نہ دیکھ سکے گا۔ (خدا بچاوے) آفتاب سے اولیاء اللہ کا مراد ہونا ظاہر ہے۔
اینست درد الخ یعنی افسوس عجیب درد بے دوا ہے جو اوس (حاسد) کو ہے۔ تعجب ہے کہ وہ پڑا ہوا ہے ہمیشہ کنوین کے گڑھے مین۔
نفی خورشید الخ یعنی خورشید ازلی (اولیاء اللہ یا انبیاء علیہم السلام) کی نفی اوسکی خواہش ہے تو اوسکی یہ مراد بھلا بتاؤ توکسطرح پوری ہو سکتی ہے مطلب یہ کہ اوس حاسد کمبخت کی تو یہ خواہش ہے کہ یہ حضرات دنیا مین رہین ہی نہین تو پھر بتاؤ کہ اوسکی یہ خواہش پوری ہو سکتی ہے ہرگز نہین۔ اور حاسد سے مراد یہان منکر محض ہے اسلیے کہ اگر کسیکو انکار نہو بلکہ صرف بداعتقادی ہو تو یاد رکھو کہ اوسکی اصلاح بہت ممکن ہے۔ یہ تو کمبخت جو منکر ہوتا ہے اوسکی اصلاح ممکن ہی نہین ہوتی۔ اور اسکو جو فیض پہونچانا چاہتے ہین وہ رک جاتا ہے اور اسکا وہ انکار اور حسد سامنے دیوار کیطرح آکر مانع ہوجاتا ہے۔ خدا بچاوے اللہ محفوظ رکھے آگے فرماتے ہین کہ۔
باز آن باشد الخ یعنے باز تو وہ ہوتا ہی جوکہ پھر بادشاہ کے پاس واپس آجاوے اور وہ تو اندھا باز ہے کہ جس نے راہ کو بالکل ہی گم کردیا۔ مطلب یہ کہ طالب تو وہ ہے کہ اگر کسی وجہ سے اوسکو کوئی بداعتقادی بھی لاحق ہوگئی تو پھر بھی انکار نہ کرے بلکہ ہر وقت اسی طلب مین رہے کہ اب مجکو راستہ ملے اور مین واپس لوٹ جاؤن اگر وہ اسکی طلب مین رہیگا اور اس سے منکر نہوگا تب تو وہ پھر فیض حاصل کرسکتا ہے اور واپس آسکتا ہے اور اگر نہین خدا نکردہ منکر ہوگیا تو پھر واپس آنا محال ہے۔ آگے ایک حکایت بیان فرماتے ہین کہ کسطرح ایک بازشاہی جغدون مین جا پھنسا تھا مگر وہ ہر وقت اسی خواہش مین رہا کہ پھر بادشاہ کے پاس لوٹ جاؤن تو آخر پھر واپس آہی گیا اور اگر وہ بھی انکار مین رہتا تو پھر بتاؤ کہ کسطرح واپس آسکتا تھا فرماتے ہین کہ۔

شرح حبیبی

گرفتار شدن باز میان جغدان بویرانہ

باز در ویران بر جغدان فتادہ	راہ را گم کرد و در ویران فتاد
او ہمہ نورست از نور رضا	لیک کورش کرد سرہنگ قضا
خاک در چشمش زد و از راہ برد	در میان جغد و ویرانش سپرد
بر سرے جغدانش بر سر مے زنند	پر و بال نازنینش مے کنند

ولوله افتاد در جغدان که ہا | باز آمد تا بگیرد جائے ما
چون سگان کوئے پر خشم و مہیب | اندر افتادند در دلق غریب
باز گوید من نه درخوردم بجغد | صد چنین ویران رہا کردم بجغد
من نخواہم بود اینجا مے روم | سوئے شاہنشاہ راجع مے شوم
خویشتن مکشید اے جغدان کہ من | نے مقیمم من روم سوئے وطن
این خراب آباد در چشم شماست | ورنہ مارا بازوے شہ بازجاست
جغد گفتا باز حیلت مے کند | تا ز خان و مان شما را برکند
خانہاے ما بگیرد او بمکر | برکند ما را بہ سالوسی ز وکر
مے نماید سیرے این حیلت پرست | واللہ از جملہ حریصان بترست
او خورد از حرص طین را ہمچو دبس | دنبہ مسپارید اے یاران بخرس
لاف از شہ میزند در دست شاہ | تا برد او ما سلیمان را ز راہ
خود چہ جنس شاہ باشد مرغکے | مشنوش گر عقل داری اندکے
جنس شاہ است او و یا جنس وزیر | ہیچ باشد لایق لوزینہ سیر
آنچہ میگوید ز مکر و فعل و فن | ہست سلطان با حشم جویاے من
اینت مالیخولیائے ناپذیر | اینت لاف خام و دام گولگیر
ہر کہ او باور کند زو ابلہ است | مرغک لاغر چہ درخور شہ است
کمترین جغد ار زند بر مغز او | مر ورا یاری گرے از شاہ کو
گفت باز ار یک پر من بشکنید | باز غم برگ گلے بر من زنید
بیخ جغدستان شہنشہ برکند | خانہاتان جملگی بر سر زند
جغد چہ خود بود اگر بازی مرا | دل برنجاند کند با من جفا
شہ کند تودہ بہر شیب و فراز | صد ہزاران خرمن از سرہاے باز
پاسبان من عنایات ویست | ہر کجا کہ من روم شہ در پیست
در دل سلطان خیال من مقیم | بے خیال من دل سلطان سقیم

ایک باز رستہ بھول گیا۔ اور ایک ویرانہ مین پہونچکر الوؤن مین پھنس گیا اسکی وجہ یہ نہ تھی کہ وہ بادشاہ سے ناخوش ہوا و بغیر وفاداری سے اسنے ایسا کیا ہو بلکہ وہ نور رضائے آنحضرت با منور اور ہمہ تن بادشاہ کا مطیع تھا لیکن تقدیر آلہی نے اسے اندھا کردیا اور اسکی آنکھون مین خاک ڈالکر راستہ سے بھٹکا دیا اور اس طرح اسکو ویرانہ اور الوؤن کے حوالہ کر دیا یعنے عارف کامل بہ تقدیر آلہی بوجہ مصلحت کے دنیا مین آپڑا۔ اول تو یہی مصیبت کیا کم تھی کہ صورۃً اپنے مالک سے چھوٹا گھر سے بے گھر ہوا نا اہلون مین پھنسا یعنے عالم غیب سے دنیا مین آن کر دنیا داروں مین پھنسا۔ اوسپر طرہ یہ ہوا کہ الو (دنیادار) اسکے سر پر چونچین مارنے لگے یعنے اسے طرح طرح سے ستانے لگے اور اوسکے نفیس پر و بازو اوکھیڑنے لگے اور الوون مین غل مچ گیا کہ باز ہمارا گھر چھیننے آیا ہے یعنے اسکو ریاست و سلطنت مال و جاہ مقصود ہے۔ اس خیال کے باعث سب الو غضبناک اور خوفناک ہوتے کی طرح اس بیچارہ کو لپٹ گئے۔ یہ دیکھکر باز نے کہا کہ مجھے الوؤن سے کیا مناسبت کہ ویرانہ پر قبضہ کرونگا یہ تو ایک ویرانہ ہے ایسے سو بھی ہون تو بھی مینے الوون ہی کو دیے۔ مین یہان رہنے والا نہین ہون۔ تقدیر سے آپھنسا ہون خدا نے چاہا تو مین بہت جلد اپنے بادشاہ کے پاس لوٹ جاؤنگا۔ تم اس فکر مین اپنے کو ہلاک نکرو مین تم کو اطمینان دلاتا ہون۔ کہ مین یہان رہنے نہین آیا۔ بلکہ انشاء اللہ تعالےٰ بہت جلد اپنے (گھر مقعد صدق مین) چلا جاؤنگا یہ ویرانہ (دنیا) تمھاری ہی نظر مین آباد ہوگا۔ ورنہ مجھے تو اس سے وحشت ہوتی ہے مین تو پھر بادشاہ کی کلائی پر جاکر بیٹھونگا۔ اور فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر کا مصداق ہونگا۔ کسی چالاک الو نے کہا کہ الو داس نفتگو سے دہوکھا نہ کھانا۔ یہ اسکی چال ہے تاکہ تم کو غافل کرکے تمھارے گھر بار سے نکال پھینکے اور ہم کو فریب سے ہمارے گھونسلون سے نکالکر دھوکے سے خود ہمارے مکانات پر قابض ہوجاوے یہ چالباز استغناء تو ظاہر کرتا ہے مگر واللہ تمام حریصون سے بڑھکر ہے اوسکی حرص کی نوبت یہانتک تو پہونچی ہوئی ہے کہ مٹی کو شیرۂ انگور کی طرح کھاتا ہے۔ اسپر کہتا ہے کہ مجھے ویرانہ کی ضرورت نہین بھائیو دیکھو دنیے کو ریچھ کے سپرد نہ کردینا۔ اور اپنے مکانات سے اسکے اطمینان پر غافل نہونا یہ بادشاہ کے پاس جانے اور اسکے بازو پر بیٹھنے کی شیخی اسلیے مارتا ہے کہ ہم بھولے بھالون کو راہ راست سے بھٹکا دے ہم تو سمجھین کہ جب یہ بادشاہ کا مقرب ہے تو اسکو ویرانہ کی کیا پرواہ اور اسلیے غافل ہوجائین اور یہ قبضہ کرلے۔ سمجھو تو سہی کہ اس معمولی پرندے کو بادشاہ سے کیا نسبت۔ اگر تمھین ذرا سی بھی عقل ہے تو اوسکی بات کو بگوش قبول ہرگز نہ سننا بھلا اسکو بادشاہ سے کیا نسبت ہے خیر بادشاہ تو بڑی چیز ہے وزیر سے بھی تو اسکو نسبت نہین اور ہو کیسے سکتی ہے کیونکہ بادشاہ اور وزیر بمنزلہ حلوائے بادام کے ہین اور یہ بمنزلہ لہسن کے۔ بھلا حلوائے بادام سے لہسن کو کیا نسبت یہ جو فریب اور ہوشیاری و چالاکی سے کہتا ہے۔ کہ بادشاہ میرا طلبگار ہے مالیخولیائے نا مقبول ہے وہ شیخی اور احمقون کے پھنسانے کا جال ہے جو اسے باور کرے احمق ہے بھلا ایک حقیر اور دبلے پتلے جانور مین تقرب سلطانی کی کیا قابلیت ہے اگر کوئی معمولی سے معمولی الو اسکے سر پر کوئی چونچ مار دے تو بھلا کسیکی عقل مین آتا ہے کہ بادشاہ کی طرف سے کوئی مددگار اوسکی حمایت کو آے گا۔ توبہ توبہ باز نے کہا کہ تم تو سر مارنے کو کہتے ہو سر تو بڑی چیز ہے اگر تم میرا ایک پر بھی توڑ دو اور پر توڑنا تو درکنار اگر تم غصہ سے پھول کی ایک پنکھڑی

میرے مار دو تو شہنشاہ ساری چغدستان کی جڑ اوکھیڑ دے اور تم سبکے گھر اجاڑ دے الولی تو حقیقت کیا ہے
اگر کوئی باز بھی مجھے دکھ دے یا مجھپر زیادتی کرے تو شہنشاہ میری خاطر بلندی و پستی مین بازون کے سرون
کے لاکھون ڈھیر لگادے کس کی مجال ہے کہ مجھے آنکھ بھرکے دیکھے کیونکہ اوسکی عنایتین میری محافظ ہین اور
جہان مین جاؤن بادشاہ میرے پیچھے ہوتا ہے۔ بادشاہ کے دل مین میرا خیال جاگزین ہے اور بدون میرے
خیال کے بادشاہ کا دل ملول رہتا ہے ف یاد رکھو کہ حق سبحانہ ملال و دیگر صفات نقص سے پاک ہین اور مقصود
صرف اتنا ہے کہ حق سبحانہ کی مجھپر بہت نوازش ہے اور انکو مجھ سے بہت تعلق ہے اور یہ عنوان لفظ باز اور بادشاہ
کی بنا پر اختیار کیا گیا ہے کہ ان سے باز اور بادشاہ متعارف متبادر ہین اور یہ صفات بادشاہ متعارف کے مناسب ہین خوب سمجھ لو

چون بپراند مرا شہ در روش | یابم اندر اوج جان خوش چو روش
ہمچو ماہ و آفتابے بے پرم | پردہاے آسمانہاے درم
روشنی عقلہا از فکرتم | انفطار آسمان از فطرتم
بازم و حیران شود در من ہما | چغد کہ بود تا بداند سر ما
شہ براے ما ز زندان یاد کرد | صد ہزاران بستہ را آزاد کرد
یک دمم با چغدہا دمساز کرد | از دم من چغدہا را باز کرد
اے خنک چغدے کہ در پرواز من | فہم کرد از نیکبختی راز من
در من آویزید تا نازان شوید | گرچہ چغدانید شہبازان شوید
آنکہ باشد با چنان شاہے حبیب | ہر کجا افتد کجا باشد غریب
ہر کہ باشد شاہ دردش را دوا | گر چو نے نالد نباشد بے نوا
مالک الملکم نیم من طبل خوار | طبل بازم مے زند شہ در کنار
طبل باز من ندائے ارجعی | حق گواہ من برغم مدعی

ہم اوپر بتا چکے ہین کہ باز سے مراد عارف ہے اور بادشاہ سے حق سبحانہ اور چغدان سے محجوبین لہذا ہم باز کی شرح
مین عارف کہین گے اور شاہ کی شرح مین حق سبحانہ اور چغدان کی شرح مین محجوبین اور زندان سے شہوات
دنیویہ مراد ہین۔ جبکہ حق سبحانہ مجکو عروج روحانی عطا فرماتے ہین تو مجھے روح کی ترقی و عروج مین عمدہ
پرورش حاصل ہوتی ہے اور اس سے میری خوب تربیت ہوتی ہے مین اسی طرح عروج روحانی حاصل
کرتا ہون جسطرح آفتاب اور ماہتاب کو عروج حسی حاصل ہوتا ہے بلکہ آسمانون سے بالاتر عروج کرتا ہون
بلکہ میرے عروج کے سامنے رفعت آسمانی کی کوئی حقیقت نہین ہے حق سبحانہ کے نزدیک ایسا محبوب ہون
کہ عقل کی طرح مستور ہو فرشتون کو نورانیت میرے ہی سبب سے حاصل ہوئی ہے اور ظہور آسمان یا اسکا
قیامت مین پھٹنا یا اسکے دروازہ کھلنا یا اوس سے بارش وغیرہ ہونا میری ہی خلقت کے سبب ہے کیونکہ
تخلیق عالم کا سبب انسان ہے اور انسانون مین سے خاصان الٰہی مقصود ہین اور مین خواص سے ہون
اسی لیے مین سبب ہون مین انسان ہون مگر فرشتے جو ہما کی طرح مستور اور کمیاب ہین میری عظمت

مین حیران ہین پھر محجوب کی کیا حقیقت ہے کہ ہمارا بھید جان سکے ہماری ہی خاطر سے حق سبحانہ نے دنیا کی طرف نظر رحمت فرمائی اور بہت سے پابند ہوا و ہوس لوگون کو نجات دیکر مقرب بنالیا کچھ دیر کے لیے محجوبین کے ساتھ میرا ارتباط کیا یعنے حکم دیا کہ انکو ہدایت کرو اور مینے اسلیے انسے تعلق رکھا پس تعلیم و تلقین سے محجوبین کو مقرب بنالیا اے وہ محجوب بڑا خوش قسمت ہے جو اپنی سعادت سے بڑا راز سمجھ گیا پس اے محجوبین تم بھی سمجھو اور مجھ سے تعلق پیدا کرو تم بھی باز ہوجاؤ گے گو اسوقت محجوب ہو۔ مگر عارف کامل ہوجاؤ گے۔ مین اسوقت گو حق سبحانہ سے دور ہون باینمعنے کہ دنیا مین ہون مگر حقیقت مین دور نہین ہون کیونکہ حق سبحانہ مجھ سے تعلق رکھتے ہین پس مین کسی حالت مین بھی اوس سے دور نہین ہون جیسکے درد کی دوا حق سبحانہ ہون وہ اگرچہ نے کیطرح نالہ وزاری کرے مگر وہ بے نوا اور بے ساز وسامان نہین پس اگر مین کسی سبب سے روؤن تو مجھے بے نوا نہ سمجھو تم جو مجھے حریص اور طالب دنیا کہتے ہو یہ تمھاری غلطی ہے مین بادشاہ ہون ہرگز حریص نہین بادشاہ میری اسقدر قدر کرتے ہین کہ جب کسی لغزش کے سبب حق سبحانہ سے دور ہوتا ہون تو میری دستگیری فرماتے ہین اور مجھے بلاتے ہین جسطرح ظاہری بادشاہ باز متعارف کو اوس باجے کے ذریعے سے بلایا کرتے ہین جسکو طبل باز کہتے ہین اور وہ بلانا یون ہوتا ہے کہ فرماتے ہین یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ۔ گو تم کو ناپسند ہو مگر میری ان باتون کا خدا شاہد ہے مین ہرگز جھوٹ نہین بولتا۔

من نیم جنس شہنشہ دور ازو — لیک دارم در تجلی نور ازو
نیست جنسیت ز روئے شکل و ذات — آب جنس خاک آمد در نبات
باد جنس آتش آمد در قوام — طبع را جنس آمدست آخر مدام
جنس ما چون نیست جنس شاہ ما — مائے ما شد بہر مائے او فنا
چون فنا شد مائے ما او ماند فرد — پیش پائے اسپ او گردم چو گرد
خاک شد جان و نشانیہائے او — ہست بر خاکش نشان پائے او
خاک پایش شو ز بہر این نشان — تا شوی تاج سر گردن کشان
تا کہ نفریبد شمارا شکل من — نقل وے نوشید بیش از نقل من

اور یہ جو تم کہتے ہو کہ بادشاہ سے اسکو کیا مجانست سو اسکا جواب یہ ہے کہ فی الواقع مین اسکا ہم جنس نہین سبحانہ عن مجانسۃ المخلوقین مگر اوسنے جو مجھپر تجلی فرمائی اسمین اسکا نور مجھے ملگیا ہے اس سبب سے مناسبت پیدا ہوگئی ہے اور مجانست کچھ شکل وذات مین ہی منحصر نہین دیکھو نبات کے اندر پانی اور خاک مین مجانست ہے کہ ہردو اسکا جزو اور اوسکی غذا ہین حالانکہ مجانست ذاتی یا صوری نہین ہوا اور آگ مین تقوم مین مجانست ہے کہ آگ کا تقوم ہوا سے ہے۔ ہوا نہو تو آگ فوراً بجھ جاوے۔ حالانکہ ذات وشکل مین مجانست نہین طبیعت اور شراب مین مجانست ہے کہ اوس سے طبیعت کو قوت وسرور حاصل ہوتے ہین حالانکہ ذاتاً وشکلاً مجانست نہین جب یہ معلوم ہوگیا کہ مجانست شکل وصورت وحقیقت وماہیت مین منحصر نہین تو پھر مجھ مین اور حق سبحانہ مین مجانست کی نفی کیونکر کیجاسکتی ہے نیز ہمنے اسکی ہستی کے آگے اپنی ہستی کو فنا کردیا اور جب

ہماری ہستی فنا ہو گئی تو وہ متفرد ہو گیا اور ہم اوسکے سمند ناز کے سامنے گرد ہو گئے۔ ہماری جان بھی خاک ہو گئی۔ اوسکے آثار بھی خاک ہو گئے۔ اور اس خاک پر اوسکا نقش پا بن گیا یعنے ہم متخلق باخلاق اللہ ہو گئے پس ایسا کرنے سے ہمکو اُسکے ساتھ اتحاد اصطلاحی کامل طور پر حاصل ہو گیا اور تغائر ہی نہ رہا مجانست کیسی اب مولانا بطور جملہ معترضہ کے فرماتے ہیں کہ اے یہ نقش پا یعنے تخلق باخلاق اللہ بڑی دولت ہے تو اسکے حاصل کرنے کے لیے اپنے کو فنا کر اگر ایسا کریگا تو تجھے شرف عظیم حاصل ہوگا اور تو بڑے بڑے گردن کشوں کے سر کا تاج ہوگا یعنے تجھے اپنر تفوق ہوگا اور وہ تیرے سامنے گردن جھکائینگے یہ فرماکر مضمون سابق کیطرف عود فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ عارف کہتا ہے کہ اے محجوبین تم میری شکل و صورت کو دیکھکر دھوکے میں نہ آؤ اور یہ نہ سمجھو کہ اسکو حق سبحانہ سے کیا مناسبت ان ہذا الا بشر مثلنا بلکہ قبل اسکے کہ میں تم سے جدا ہوں (خواہ بذریعہ موت یا اور کسی طریق سے) مجھ سے نقل و شراب محبت آلہی پی لو نہیں تو پچھتاؤ گے۔

اے بسا کس را کہ صورت راہ زد ❊ قصد صورت کرد و بر اللہ زد
آخر این جان با بدن پیوستہ است ❊ ہیچ این جان با بدن مانستہ است
تاب نور چشم با پیہ است جفت ❊ نور دل در قطرۂ خونی نہفت
شادی اندر گردہ و غم در جگر ❊ عقل چون شمع درون مغز سر
رائحہ در انف و منطق در لسان ❊ لہو در نفس و شجاعت در جنان
این تعلقہا نہ بی کیف است و چون ❊ عقلہا در دانش چونی زبون
جان کل با جان جزو آسیب کرد ❊ عقل ازو درے ستد در جیب کرد
ہمچو مریم جان ازان آسیب جیب ❊ حاملہ شد از مسیح دلفریب
آن مسیحی نے کہ بر خشک و تر ست ❊ آن مسیحی کز مساحت برتر ست
پس ز جان جان چو حامل گشت جان ❊ از چنین جانے شود حامل جہان
پس جہان زاید جہان دیگرے ❊ این حشر را وا نماید محشرے
تا قیامت گر بگویم بشمرم ❊ من ز شرح این قیامت قاصرم

یہاں سے مولانا کا بیان شروع ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اے صورت نے بہت سے لوگوں کا راہ مارا ہے اور صورت سے دھوکے میں پڑ کر اہل کمال کے کمال کا انکار کر بیٹھے ہیں آخر یہ نہیں سمجھتے کہ آخر جان کو بدن سے جو تعلق ہے تو ان دونوں میں کونسی مجانست ہے۔ نور چشم کو چربی سے تعلق ہے۔ نور دل ایک قطرۂ خون میں پوشیدہ ہے خوشی گردہ میں ہے غم جگر میں ہے عقل شمع کیطرح مغز سر میں روشن ہے۔ بو ناک میں ہے۔ گویائی زبان میں ہے لہو و لعب نفس میں ہے شجاعت دل میں ہے ان سب میں کونسی مناسبت ہے۔ کیا یہ تعلقات بے کیف نہیں کیا انکی کیفیت کے جاننے سے عقل عاجز نہیں جبکہ ہے تو عبد اور معبود کے تعلق کا کیوں انکار کیا جاتا ہے اور وہاں کیوں مجانست کی تلاش ہوتی ہے خیر اجمالاً اتنا سمجھ لو کہ جو مسیحا نے جان عبد میں اثر کیا اور عقل نے اس سے دولت عظمی حاصل کرکے اپنے اندر رکھ لی اور مریم کی طرح

روح اوس اثر سے متاثر ہوئی اور مسیح دلفریب سے حاملہ ہو گئی۔ مگر وہ مسیح معروف مراد نہین جو خشک و تر پر تھین بلکہ وہ مسیح مراد ہین جو مساحت سے برتر ہین یعنے معرفت حق سبحانہ نعبت حق جلشانہ و متعلقا تھا پس جب یہ جان جان یعنے نہایت ہی عزیز اور قابل قدر شے جان کے اندر حاصل ہو گئی تو اس جان سے یہ دولت دوسرون کو حاصل ہو گی۔ اور ان سے اور ونکو اور اس گروہ سے ایک اور جماعت تیار ہو گی جو ان پہلونکا مظہر ہونیکے باعث قیامت سے مشابہ ہو گی اور یون ہی سلسلہ جاری رہیگا اگر مین قیامت تک بھی ان گروہون کی تفصیل بیان کرتا رہون۔ اور ان لوگون کو گنتا رہون تب بھی مین بیان نہین کر سکتا۔

این سخنہا خود بمعنی یا ربے است	حرفہا دام دم شیرین لبے است
چون کند تقصیر پس چون تن زند	چونکہ لبیکش ز یا رب مے رسد
ہست لبیکے کہ نتوانی شنید	لیک سرتا پاے بتوانی چشید
یک مثل آور دمت تا پے بری	وزچنین لبیک پنہان برخوری

مین جو خاموش نہین ہوتا تو اسلی وجہ یہ ہے کہ یہ سب حقیقۃً ذکر حق سبحانہ ہے اور یہ باتین حق سبحانہ کی طرف سے جواب لاتی ہین پھر ایسا شخص جسکو حق سبحانہ کی طرف سے لبیک پہونچتی ہو کیونکر رک سکتا ہے اور کیسے خاموش ہو سکتا ہے۔ مگر وہ لبیک کانون سے سنائی نہین دیتی بلکہ روح کو اسکی لذت حاصل ہوتی ہے۔ اگر تیری سمجھ مین یہ بات نہ آئی ہو تو مین تجھے ایک مثال سے سمجھاتا ہون تاکہ تجھے معلوم ہو جائے اور اس لبیک مخفی کے علم سے منتفع ہو سکے۔

شرح شبیری

ایک باز کا کسی ویرانہ مین چغدون مین پھنس جانا

باز در ویران الخ۔ یعنی ایک باز کسی ویرانہ مین چغدون کے پاس جا پڑا راستہ کو بھول کر ویرانہ مین چلا گیا اسی طرح اولیاء اللہ بعض مرتبہ نا اہلون اور ناجنسون مین جا پڑتے ہین۔

او ہمہ نور ست الخ۔ یعنی وہ ہمہ تن نور تھا نور رضا سے لیکن اوسکو قضا نے اندھا کر دیا۔ مطلب یہ کہ اولیاء اللہ جو بعض مرتبہ نا اہلون اور ناجنسون کی صحبت مین پہونچ جاتے ہین تو وہ خود تو نور ہی ہوتے ہین مگر اونپر قضا غالب آتی ہے اور بعض مرتبہ اونکو امتحاناً اونمین پھنسا دیتے ہین کہ جسمین بہت سے فائدے ہو جاتے ہین۔

خاک در چشمش الخ۔ یعنی اوس قضا نے اوسکی آنکھ مین خاک ڈالدی اور راہ حق سے الگ لے گئی اور الوون مین اور ویرانہ مین اوسکو ڈالدیا یعنی قضا نے اوسکو راہ حق سے الگ کر کے ان نا اہلون مین پھنسا دیا ہے۔ اور یہ اکثر سالکین کو پیش آتا ہے۔

بر سرے چغدانش الخ۔ یعنی (ایک تو وہ الوون مین پھنس گیا تھا یہی اسکے لیے موت تھا) دوسرے طرہ یہ ہوا

کہ الو اوسکے سر پر (چونچین) مارتے تھے اور اوسکے نازنین پر و بال اکھاڑتے تھے سیطرح جب اہل اللہ نا اہلون مین پھنس جاتے ہین تو ایک تو یہی اُنکے لیے مصیبت ہوتی ہے اوسپر پھر طعن و تشنیع کی بھرمار ہوتی ہے۔

قولہ افتاد الخ یعنی اولو ون مین شور پڑ گیا کہ خبردار رہنا باز آیا ہے تاکہ ہماری جگہہ لے اہل اللہ کو بھی عوام یہی کہتے ہین کہ جناب یہ جو بزرگ بنے ہین اور آئے ہین یہ اسلیے آئے ہین کہ ہماری جائداد ون و املاک پر قبضہ کرین اور اولیا ہی کو نہین بلکہ انبیا علیہم السلام کو بھی معاندین نے یہی کہا ہے۔ فرعون موسیٰ علیہ السلام کی نسبت کہتا ہے کہ یرید ان یخرجکم من ارضکم فماذا تامرون کہ یہ جو نبوت کا دعوے کرتے ہین تو اسلیے تاکہ ہمکو نکالکر خود قبضہ کرین یہ عوام اور اہل اللہ مین ایک عادت مستمرہ ہے کہ یون ہی چلی آتی ہے۔

چون سگان الخ یعنی گلی کے کتون کی طرح جو غصہ مین بھرے اور ہیبت ناک ہوتے ہین اوس غریب کی گدڑی مین پڑ گئے یعنے اوسکو ستانا شروع کر دیا۔ یہی حالت اہل اللہ کے ساتھ عوام دنیا دارون کی اور انبیاء کے ساتھ کفار کی ہوتی ہے۔

باز گوید الخ یعنی (یہ سب تو کہہ رہے تھے) اور باز کہتا ہے کہ مین الو کے کیا لایق ہون اور مین نے ایسے سیکڑون ویرانے الوون کو بخشدیے ہین۔

من نخواہم الخ یعنی مین یہان رہونگا نہین مین تو جاتا ہون اور بادشاہ کیطرف رجوع کرتا ہون ایسیطرح اہل اللہ اور انبیا کفار اور عوام سے کہتے ہین کہ بھائی ہم رہنے کے لیے تو نہین آئے ہین اور یہ دنیا ہمارا گھر تو نہین ہے کہ جس سے تم گھبراتے ہو اور ہم کو ستاتے ہو۔ ہمارا گھر تو آخرت ہے اور ہم اوسی طرف اس شاہنشاہ حقیقی کی طرف واپس ہو جاوینگے۔ تم جین سے یہان رہنا اسلیے کہ ؎ زندگی مسافرگی کا وقفہ ہے یعنے آگے چلین گے دم لیکر ۔ اس ویرانہ مین اتفاق سے آ پھنسے ہین اور قضا و قدر نے لا کر یہان ڈالدیا اسلیے سر تسلیم خم کیے ہوے پڑے ہین۔ ورنہ جو تنگی کہ یہان ہمکو ہے وہ بیان نہین ہو سکتی۔ کہ خود حضور مقبول صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ الدنیا سجن المومن و جنۃ الکافر۔ تو قید خانہ مین کون خوش رہتا ہے بلکہ اگر کوئی امیر کسی مصلحت سے قید خانہ مین پھنس بھی جاتا ہے تو اسکو تو ہر وقت یہی امید رہتی ہے کہ اب یہان سے چھٹکارا ملے تو اس شاہ حقیقی کے پاس جاؤن اور وہ یہان سے چھوٹنے کی اسطرح خوشیان مناتا ہے جیسے کوئی بہت ہی بڑی قید گران سے چھوٹکر محل شاہی مین پہونچ گیا ہو ایک بزرگ فرماتے ہین کہ ؎ خرم آن روز کزین منزل ویران بروم ٭ راحت جان طلبم وز پے جانان بروم ٭ نذر کردم کہ گر آید بسر این غم روزے تا در میکدہ شادان و غزلخوان بروم ٭ لہذا وہ ان حقیقت کے اندھون سے کہتے ہین کہ اے بدبختو تمہین بادشاہ کی خبر نہین ہے۔ اور الو کی طرح اوس آفتاب فیض کی شعاعون سے محروم ہو مگر مینے تو اسکو دیکھا ہے مجھے تو اوسکی بقدر استطاعت معرفت ہے پھر مین کیون نہ اس طرف جانے کی تمنا اور کوشش کرون۔

خویشتن بکشید الخ یعنی (وہ کہتا ہے کہ) اے الوو تم مرے مت جاؤ مین یہان رہتا ہی نہین مین تو وطن اصلی کیطرف جاتا ہون۔ اور اہل اللہ کے لیے وطن اصلی آخرت اور قرب حق ہونا ظاہر ہے۔ وہ یہی فرماتے ہین کہ دنیا چونکہ ہمارا گھر نہین اسلیے ارے دنیا دار یہ گھر تم ہی کو مبارک رہے ہمکو اس سے کیا غرض ہے۔

این خراب الخ۔ یعنی یہ ویرانہ تمہاری نگاہ مین آباد معلوم ہوتا ہے۔ ورنہ ہمارے لیے بادشاہ کا بازو جائے گشت ہے۔ مطلب یہ کہ وہ فرماتے ہین کہ اے دنیادارو اور اے کافرو یہ دنیا تمہاری نگاہ مین آباد اور پرفضا معلوم ہوتی ہے۔ ورنہ ہمکو اس سے کیا غرض ہے۔ ہمکو تو حق تعالیٰ کا قرب مقصود ہے اور انشاء اللہ وہین واپس بھی جائین گے۔

جغد گفتار الخ۔ یعنے (باز کی یہ باتین سنکر) ایک الو بولا کہ باز حیلہ کرتا ہے تاکہ تم کو گھر باہر سے اجاڑدے اور اسلیے حیلہ کرتا ہے کہ۔

خانہائے ما الخ۔ یعنے ہمارے گھر مکر کر کے لے لے۔ اور دھوکہ بازی سے ہمین آشیانون سے اجاڑدے۔

می نماید الخ۔ یعنے یہ حیلہ باز غنا ظاہر کرتا ہے۔ خدا کی قسم سب حیلہ گرون سے بدتر ہے اسیطرح اہل اللہ اور انبیاء کو عوام اور کفار اونکی باتین اور دنیا سے استغناء کو سنکر کہتے ہین کہ اے بھائی یہ ساری مکر اور حیلہ کی باتین ہین اور یہ استغنا اسلیے اختیار کیا ہے کہ اس سے خوب آمدنی ہوتی ہے ورنہ یہ بھی کمائی کا ایک طریقہ ہے۔ ہائے افسوس ہے ان اندھون پر کہ حقیقت سے کہین دور ہوتے ہین۔ کفار مکہ نے بھی توحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ اگر آپ کو سلطنت کی ضرورت ہے تو ہم سلطنت دیدین تو یہ بھی یہی سمجھتے تھے کہ انکو دنیا کی طلب ہے اور اس ادعاء نبوت سے انکو یہی مقصود ہے والعیاذ باللہ۔ اور وہ الو کہتے تھے کہ۔

او خورد از الخ۔ یعنی یہ اسقدر حریص ہے کہ مٹی کو شیرۂ انگور کی طرح کھاتا ہے اسلیے اے یارو ریچھ کو دنبہ مت سپرد کرو کہ ہلاک کر دے گا۔ یعنے وہ کہتے ہین کہ یہ تو اسقدر حریص ہین کہ انکو اگر ذراسی بھی کوئی شے ملے بس اوسپر شیرہ کی مکھی کیطرح گرتے ہین۔

لاف از شہ الخ۔ یعنی (وہ الو کہنے لگے کہ) بادشاہ سے شیخی بھگارتا ہے اور اوسکے ہاتھ سے (کہ مین مقرب ہون اور دست شاہ میری نشستگاہ ہے) تاکہ ہم بھولون کو راستہ سے علیحدہ کر دے یعنے بہکا دے۔

خود چہ الخ۔ یعنی (یہ ساری باتین ہمارے بہکانے کو ہین ورنہ) ایک ذراسا جانور کیا بادشاہ کے لائق ہوسکتا ہے تم اوسکی بات مت سنو اگر کچھ عقل رکھتے ہو۔ مطلب یہ کہ اس ذراسے جانور کو بادشاہ سے کیا نسبت کہ یہ اسکا مقرب ہوتا ؎ چہ نسبت خاک را با عالم پاک ۔ کجا مہدی کجا دجال ناپاک ۔

جنس شاہ است الخ۔ یعنے یہ بادشاہ کی جنس سے ہے یا وزیر کی ہے (استفہام انکاری یعنی کسیکی بھی جنس نہین ہے) اور حلوائے بادام کی لائق لہسن کیا ہو سکتا ہے۔ مطلب یہ کہ آخر قرب کے لیے کچھ مناسبت بھی تو شرط ہے۔ اسمین اور بادشاہ مین کیا مناسبت جو یہ اسکا مقرب ہوتا۔ اہل اللہ اور انبیاء کو بھی عوام و کفار یہی کہتے تھے کہ یہ جو کہتے ہین کہ ہم مقرب خدا ہین اور یا خدا کے پاس سے آئے ہین یہ ساری انکی جھوٹی باتین ہین ورنہ کہان یہ اور کہان خدا انکو اس سے کیا نسبت۔ لہذا یہ مقرب اور نبی بھی نہین ہو سکتے انکے سارے اقوال غلط ہین نعوذ باللہ۔

آنچہ میگوید الخ۔ یعنی یہ جو مکر اور چالاکی سے کہتا ہے کہ بادشاہ لشکر سمیت میری تلاش مین ہے عجیب مالیخولیا نامقبول ہے اور یہ ایک شیخی خام اور بھولون کے پکڑنے کا جال ہے۔ تاکہ ہم بہکانے مین آکر ڈھجاوین

اور جو یہ کہین اسکے تابع ہو جاین یہی حالت عوام و کفار کی اہل اللہ اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ظاہر ہے کہ کفار کہتے تھے کہ بھلا خدا کو یہی نبی بنانے کو بھی ملے تھے۔ اگر خدا کے طرف سے نبی آتا تو کوئی فرشتہ وغیرہ ہوتا۔ یہ کیا نبی ہین وغیر ذلک۔

ہر کہ این باور الخ یعنے جو کوئی اسکی بات کو قبول کرے وہ بیوقوف ہے اسلیے کہ ذرا سا جانور ڈبلا بادشاہ کے کیا لائق ہے۔

گر ترین چغد الخ۔ یعنی اگر چھوٹا سا اُلو بھی اسکے مغز پر (ایک چونچ) مار دے تو اوسکی بادشاہ کو خبر کرنیوالا کہان ہے یہی حالت کفار و عوام کی ہوتی ہے۔ جیساکہ ظاہر و باہر ہے۔

گفت باز الخ۔ یعنی (اونکی یہ ساری گفتگو سنکر) باز نے کہاکہ اگر میرا ایک پر بھی (کوئی الو) اکھاڑ دے تو بادشاہ چغدستان کی جڑ کو اوکھاڑ پھینکے اسی طرح اہل اللہ بزبان حال یا بزبان قال فرماتے ہین کہ اسے اندھو تمکو ہماری حقیقت کی خبر نہین ہے یاد رکھنا کہ اگر تم ہمکو ستاتے رہوگے ایک دن غیرت حق جوش مین آویگی اور تمہارا استیصال اور بیخ کنی کر دیگی جیساکہ اکثر بزرگونکے قصص دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انکو ذرا سا کسی نے ستایا اور فوراً سزا مل گئی اور اگر یہان سزا نہ بھی ملے تو کیا عذاب آخرت کچھ کم ہے۔ خدا بچاوے

چغد چہ بود الخ۔ یعنے (اوس باز نے کہاکہ) بھلا چغد تو کیا چیز ہے (جو وہ ستاوے) اگر کوئی (دوسرا) باز بھی (جو اس طرح مقرب شاہ نہو) میرا دل رنجیدہ کرے اور مجھپر جفا کرے تو بادشاہ ہر شیب و فراز مین بازون کے سرون کے لاکھون ڈھیر اور تودے لگاوے۔ مطلب یہ کہ عوام اگر اہل اللہ یا انبیاء کو ستاوین تو انکے خسران اور ہلاک کی تو کچھ انتہا ہی نہین وہ تو اسقدر ظاہر ہے کہ بیان کی بھی ضرورت نہین مگر یہان تو یہ حالت ہے کہ اگر کوئی کم درجہ کا ولی بڑے درجے کے کامل اور ولی کو خدانخواستہ ستاوے یا کہ کوئی ولی خدا نکردہ کسی نبی کو ستانے لگے تو اوسکی بھی یہی گت بنتی ہے۔ اور اوسکو بھی ایسی سزا ملتی ہے کہ جسکی انتہا نہین ہے۔ لہذا ایذاء اہل اللہ سے بہت بچنا چاہیے اور ان سے انکار و حسد ہرگز نہونا چاہیے ہان چاہے معتقد نہو یہ اور بات ہے مگر اون سے حسد اور کینہ نہ رکھے کہ یہ تو دو جہان سے برباد کرنے والا ہے۔ اللھم احفظنا۔ یہان ایک حکایت یاد آگئی کہ جس سے معلوم ہوگا کہ ایک ولی نے دوسرے ولی سے انکار اور حسد کا معاملہ کیا تو اسکا کیا نتیجہ ہوا۔ اہل سیر نے لکھا ہے کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے زمانہ مین ایک اور بزرگ تھے وہ بھی غوث ہی کے نام سے مشہور تھے اور اونکی ایک یہ کرامت تھی کہ وہ کبھی تو سب کو دکھلائی دیتے تھے اور کبھی پوشیدہ ہو جاتے تھے۔ اور نظرون سے غائب ہو جاتے تھے۔ ایکمرتبہ بغداد سے تین بزرگ انکی شہرت سنکر ان کی ملاقات کو چلے ایک تو ابن السقاء نامی اور دوسرے عبداللہ اور تیسرے حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہ راستہ مین آپس مین گفتگو ہوئی کہ بھائی کون کون کس کس ارادہ سے چلا ہے تو ابن السقاء چونکہ بہت بڑا عالم اور مقرر تھا وہ تو بولا کہ مین تو اسلیے جاتا ہون کہ اون سے ایک ایسا سوال کرونگا کہ اون سے جواب نہ آسکے گا عبداللہ بولے کہ مین اسلیے جاتا ہون کہ اون سے ایک سوال کرون اور دیکھون کہ وہ کیا جواب دیتے ہین اور حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے فرمایا

اُن سے استغفر اللہ میں کیا اور میرا سوال کیا بھائی ہم تو صرف اسلیے جاتے ہیں کہ اون سے کچھ حاصل کریں وا کی زیارت ہوجاوے۔ کہ موجب برکت ہے اور حضرت کا یہ زمانہ شباب اور عدم شہرت کا تھا غرضکہ یہ تینوں وہان پہونچے جہان وہ بزرگ رہتے تھے۔ تو اوس زمانہ مین وہ نظروں سے غائب تھے اونکے پہونچتے ہی وہ ظاہر ہوے اور ان تینوں کی طرف متوجہ ہوے۔ اور ابن السقاء سے کہا کہ تو اسلیے آیا ہے کہ مجھ سے کوئی ایسا سوال کرے جسکا جواب مجھ سے نہ آسکے تو سن تیرا تو یہ سوال ہے اور یہ تیرا جواب ہے اور اس عناد اور سرکشی کی یہ سزا ہے کہ مین تیرے چہرہ مین نقش نصرانیت دیکھتا ہون اور عنقریب ہے وہ زمانہ کہ تو نصرانی ہوگا اور اسی پر تیرا خاتمہ ہوگا۔ نعوذ باللہ۔ اور عبداللہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم اسلیے آئے ہو کہ میرا امتحان کرو کہ مین تمھارے سوال کا کیا جواب دیتا ہون تو سنلو کہ یہ سوال ہے اور یہ جواب ہے۔ اور چونکہ تم کو عناد نہ تھا بلکہ صرف ایک امتحان مقصود تھا اس لیے تم کو یہ سزا ہے کہ تم کو دیکھتا ہون کہ حق تعالٰے سے غافل اور دنیا مین سر سے پاؤں تک غرق ہو۔ اور یہ زمانہ بھی عنقریب ہونے والا ہے پھر حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کیطرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم صرف زیارت اور فیض حاصل کرنے آئے ہو تو اسکی یہ برکت ہے کہ مین دیکھتا ہون کہ عنقریب وہ زمانہ آنیوالا ہے کہ تم بغداد کے ممبر پر بیٹھ کر قدم اوٹھا کر کہو گے کہ قدمی ہذا علی رقاب کل اولیاء اللہ اور اُسوقت روے زمین کے اولیاء سر تسلیم خم کرینگے اور کہین گے بیشک قدمکم علی رقابنا یہ سنکر تینوں وہان سے واپس ہوگئے اور بغداد مین پہونچ گئے اتفاق ایسے خلیفہ کو قیصر روم کے پاس روانہ کرنے کے لیے سفیر کی ضرورت ہوئی تو تلاش ہوئی کہ کون جائے۔ حتی کہ یہ ابن السقاء منتخب ہوا اسلیے کہ بہت بڑا مقرر اور عالم تھا غرضکہ اوسکو روانہ کردیا گیا اور جب یہ روم مین پہونچا اور کار سفارت کے لیے گیا تو اوسمین بھی کامیاب ہوا اسکے بعد علماء نصاریٰ سے مناظرہ کا اتفاق ہوگیا اوسمین بھی سب پر غالب رہا اور بہت ہی سرخرو اور غالب ہوا خدا کی قدرت کہین جارہا تھا کہ قیصر کی لڑکی پر نظر پڑ گئی وہ بیحد حسین و جمیل تھی فوراً قیصر کو پیغام دیا اوسنے یہ شرط پیش کی کہ اگر نصرانی ہوجاؤ تو نکاح ہوسکتا ہے یہ سنتے ہی یہ ابن السقاء جو کہ اتنا بڑا عالم اور بزرگ تھا معاً نصرانی ہوگیا۔ اور اوسی حالت مین مرگیا۔ والعیاذ باللہ یہ تو اوسکا ظہور ہوا۔ جو اون غوث نے اسکے لیے کہا تھا۔ اونھون نے کیا کہا تھا۔ حق تعالٰے ہی کیطرف سے کہا تھا۔ اب عبداللہ کی حالت سنیے کہ ایک امیر بغداد کو ضرورت ہوئی کہ کسی کو اوقاف کا جو اوسنے کیے تھے منتظم بنادے۔ لیکن کسی شخص متدین کی ضرورت تھی اسلیے یہ عبداللہ انتخاب کیے گئے اور پھر اوسی مین اون کو اسقدر انہماک ہوا کہ نماز روزہ سب بالاے طاق رکھا گیا۔ اور کہا کرتے تھے کہ مجھے اونکی دعا لگ گئی۔ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی بابتہ سب کو معلوم ہے کہ انھون نے بغداد کے ممبر پر تشریف رکھ کر فرمایا تھا کہ قدمی ہذا علی رقاب کل اولیاء اللہ تو اوس آواز کو حق تعالٰے نے تمام دنیا مین پہونچایا جسطرح کہ آواز ابراہیمی تمام عالم مین پہونچی تھی اور اسوقت کل اولیاء اللہ نے سر جھکادیا اور کہا کہ بیشک آپ کا قدم ہمارے سر پر ہے پس دیکھو کہ اس عناد اور حسد کی کیا سزا ملی اور اس اعتقاد کی کیا جزا ملی۔ کہ ایک کافر اور مردود ہو کر مرا اور دوسرے تمام دنیا کے نزدیک مسلم ولی اور مقرب بارگاہ ہوے لہذا ہمیشہ اور ہر وقت بزرگوں کے عناد اور انکے حسد سے

بچنا ضروری ہے ورنہ نہ معلوم کیا عذاب حق تعالیٰ کیطرف سے آجاوے۔ اور اگر بظاہر کوئی وبال بھی نہ آیا تو کیا وبال آخرت اور حرمان عن الفیض کچھ کم ہے ہاں اگر کسی تبرک سے اعتقاد نہو تو اوسکا مضائقہ نہیں کیا اس سے کوئی وبال نہیں آتا۔ خوب سمجھ لو۔ آگے بھی باز کی زبانی انسان کامل کا قول بیان فرماتے ہیں کہ
پاسبان من الخ۔ یعنے کہ میری پاسبان (اور نگہبان) اوسکی (حق تعالیٰ کی عنایتیں) ہیں اور میں جس جگہ جاتا ہوں بادشاہ میرے پیچھے ہے۔ مطلب یہ کہ انسان کامل اور اولیاء اللہ اور انبیاء علیہم السلام فرماتے ہیں کہ میرا نگہبان اور حفاظت کرنے والا تو حق تعالیٰ ہے جیسے کہ خود فرماتے ہیں کہ واللہ یعصمک من الناس اور میں جہان کہین رہتا ہون خواہ ظاہراً و باطناً ہوا و خواہ صرف باطناً ہوا و ظاہراً دور ہون مگر حقتعالیٰ میری حفاظت اور میرے ہمراہ ہین۔ اللہ معکم اینما کنتم۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔
در دل الخ۔ یعنی بادشاہ کے دل مین میرا خیال (ہروقت) رہنے والا ہے اور میرے خیال بغیر بادشاہ کا دل رنجیدہ رہتا ہے۔ مطلب زیادتی تعلق کا بیان کرنا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ فرماتے ہین کہ حق تعالیٰ کو ہروقت بندوں کا اور بالخصوص اولیاء و انبیاء کا جو کہ انسان کامل اور عبد کامل ہین ہر وقت خیال رہتا ہے اور انکو ہر حالت کی اطلاع رہتی ہے اور اسقدر تعلق ہے کہ جسطرح عادۃً کسی وقت کسی محبوب کا خیال دل سے نکلجاتا ہے تو بے چینی ہوتی ہے جس سے کہ معلوم ہوتا ہے کہ غایت درجہ تعلق ہے اس سے بھی کہین زیادہ حق تعالیٰ کو بندون کے ساتھ تعلق ہے آگے فرماتے ہین کہ۔
چون بپراند الخ۔ یعنے جب مجھے بادشاہ اڑاتا ہے تو مین اوج مین اوسکی جان خوش پرو رپاتا ہون مطلب یہ کہ جب حق تعالیٰ مجھے ترقی بخشتے ہین اور مجھے عروج نصیب ہوتا ہے اور مجھے سیر الی اللہ حاصل ہوتی ہے تو اسوقت میری روح بیحد ترقی پذیر ہوجاتی ہے۔ اور مجھے اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب حاصل ہوجاتے ہین۔ اور میری یہ حالت ہوجاتی ہے کہ۔
ہمچو ماہ الخ۔ یعنی آفتاب اور ماہتاب کے مانند اڑتا ہون اور آسمانون کے پردے پھاڑ دیتا ہون مطلب یہ کہ فرماتے ہین کہ جسطرح آفتاب اور ماہتاب کو عروج حسی ہے اسیطرح ہمکو عروج باطنی ہوتا ہے یہان تک کہ آسمانون کے پردے تک پھاڑ دیتا ہون اور اونسے بھی آگے اور بلند نکل جاتا ہون۔ اسلیے کہ روح تو مجرد اور لامکانی شے ہے اور افلاک مکانی اور متحیز ہین تو لامحالہ لامکانی شے تو مکانیات سے خالی اور بلند ضرور ہوگی آگے فرماتے ہین کہ۔
۲۹ روشنی عقلہا الخ۔ یعنے عقول کی روشنی میری فکر کیوجہ سے ہے اور آسمانون کا پھٹنا میری ہی فطرت کیوجہ سے ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ پیدائش خلق کا سبب یہی فرمایا ہے کہ کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق تو معرفت کا محبوب ہونا باعث تخلیق خلق ہوا لہذا مخلوق مین سے جسکو معرفت زیادہ ہوگی وہی زیادہ مقصود من التخلیق ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ انسان ہی زیادہ عارف ہے اور یہ اکرم مخلوقات اس معرفت ہی کی بدولت بنا ہے۔ لہذا اسکا وجود اور اشیاء کی نسبت اصل ہوا اور ان سب کا وجود فرع اور غیر مقصود بالذات ہوا حتی کہ ملائکہ جو اسقدر مقرب اور منزہ اور مبرا ہین اہل حق انسان کو اون سے بھی افضل کہتے ہین اور کہتے ہین کہ خواص

انسان خواص ملائکہ سے افضل ہیں اور عوام انسان عوام ملائکہ سے افضل ہیں اور یہان عقول سے مراد ملائکہ ہی ہین کہ جسطرح عقل پوشیدہ ہوتی ہے اسیطرح وہ پوشیدہ ہین جب یہ بات معلوم ہو گئی۔ اب سمجھو کہ فرماتے ہین کہ ملائکہ کا تقرب اور ملائکہ کی یہ افضلیت میری ہی وجہ سے ہے اسلیے کہ اگر انسان نہوتا تو پھر ساری مخلوقات بھی نہوتی۔ تو پھر یہ تقرب بھی نہوتا تو یہ جو کچھ بھی ہے سارا ظہور انسان کا ہے پھر اون مین سے بالخصوص انسان کامل کا اور ارواح وغیرہ لیجانے کے لیے یا بارش وغیرہ کے لیے جو آسمان کے دروازہ کھلتے ہین اور زمین شگاف پیدا ہوتے ہین وہ سارے میری وجہ سے ہین اسلیے اگر انسان ہی نہوتا تو اون کا وجود بھی نہوتا تو پھر نہ انفطار تھا نہ انشقاق خوب سمجھ لو۔ آگے فرماتے ہین کہ۔

باز م وحیران الخ۔ یعنے مین باز ہون اور میرے اندر ہما بھی حیران ہے۔ تو چغد تو کون ہے کہ میرے اسرار کو جانے مطلب یہ کہ انسان کامل کے عروج و مراتب ہین (جو کہ مثل باز کے ہے کہ صورت مین بھی زیادہ حسین نہین ہے اور ویسے مل بھی اکثر جاتا ہے نایاب بھی نہین ہے) فرشتے (جو کہ ہما کی مثل ہین کہ مجرد عن المادہ ہین اور پھر آسانی سے نظر بھی نہین آتے۔ اور ہر کس و ناکس کو ملتے بھی نہین ہین) بھی حیران اور دنگ ہین اور بعض مقامات خواص بشر کے لیے ایسے ہین کہ جہان جاکر فرشتون کو بھی ٹھہرنا پڑتا ہے اور انکو بھی یہی کہتے بن پڑتی ہے کہ آگے ہم نہین جا سکتے۔ آگے آپ ہی تشریف لے جاوین جیسا کہ معراج مین جبرئیل علیہ السلام نے حضور مقبول صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا۔ تو جب یہ حالت ہے تو پھر عوام ناس اور مجوبین اور مردودین تو اونکے کمالات کو کسطرح معلوم کر سکتے ہین۔ وہ تو صرف صورت کو دیکھتے تھے اور کہتے تھے کہ ان انتم الا بشر مثلنا اور یہ نہ دیکھا کہ انکے کمالات کیا ہین اور حقیقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیا شے ہے بس حقیقت سے اندھے ہو کر انکار اور درپے ایذا رسانی ہو گئے۔ آگے فرماتے ہین کہ۔

شہ برائے الخ۔ یعنے بادشاہ نے میری خاطر سے قیدخانہ کو یاد کیا اور لاکھون قیدیون کو آزاد کیا مطلب یہ کہ حق تعالے نے اس دنیا کو جو کہ قیدخانہ کی مثل ہے صرف انسان ہی کی پیدائش کے لیے یاد فرمایا اور اسکا ظہور کیا جیسا کہ کسیکا قول ہے کہ لولاک لما خلقت الافلاک یہ ساری باتین انسان ہی کی خاطر اور اسکے ظہور کے لیے کین اور انسان کامل ہی کی وجہ سے لاکھون اون کفار کو جو حرص و ہوا مین قید ہو رہے تھے ہدایت فرمائی۔ اور انکو اوس قید گران سے رہائی عنایت فرمائی پس معلوم ہوا کہ حق تعالی کو کسقدر تعلق ہے کہ اسکی خاطر سے کیا کیا کیا۔ آگے فرماتے ہین کہ۔

یکدمم با چغدہا الخ۔ یعنی ایکدم مجھے چغدون کے ساتھ دمساز کر دیا تو میری باتون کی وجہ سے بہت چغد تک باز کر دیا۔ مطلب یہ کہ حق تعالے نے رسولون کو بھیجا اور انکو کفار کے ساتھ رکھا اور اُن ہی مین پرورش کیا حتے کہ ایک وہ دن ہوا کہ اس نبی اور رسول کی بدولت وہ کفار جو کہ مثل چغد اور الو کے تھے جب کہ انھون نے اتباع کیا اور اقوال کو مانا اور سنا تو مثل باز کے کامل کر دیا جیسا کہ ظاہر ہے آگے مولانا فرماتے ہین کہ۔

اے خنک الخ۔ یعنے خوش ہے وہ چغد کہ جسنے کہ میری پرواز مین نیکبختی سے میرے راز کو سمجھا مطلب کہ ان لوگون میں سے وہ خوش نصیب اور اچھے ہین جنھون نے کہ ان انبیاء اور اولیاء کے مراتب علیا اپنی اس

بدبختی کی وجہ سے جوکہ ازلی تھی پہچانا اور پھر اونکا اتباع کیا اور خود بھی انکے فیوض سے مستفید ہوئے آگے پھر وہ باز یعنے انسان کامل کہتا ہے۔

در من آویز یدالخ۔ یعنے مجھ مین لٹک جاؤ تاکہ باز ہوجاؤ اور اگر چغد ہو شہباز ہوجاؤ مطلب یہ کہ انبیا علیہم السلام فرماتے ہین کہ اے کفار ہم سے تعلق پیدا کرو تاکہ تم بھی کامل اور عارف ہوجاؤ اور اب اگرچہ محجوب اور محروم ہو مگر پھر تو مقرب اور کامل ہوجاؤ گے۔ اور کہتے ہین کہ۔

آنکہ باشد الخ۔ یعنے جوکہ ایسے (جلیل القدر) بادشاہ کا حبیب ہو تو وہ تو جہان کہین بھی ہو کسطرح غریب ہوگا۔ مطلب یہ کہ جب حق تعالےٰ سے تعلق ہے تو پھر اگر اس دنیا مین بظاہر دربدر بھی نظر آتے ہین مگر پھر بھی اس تعلق کے قائم ہونے کی وجہ سے مسافر نہین کہہ سکتے اسلیے کہ اونکو تو ہر وقت معیت مع اللہ اور تعلق حقیقی کے ساتھ موجود ہے۔ پھر وہ غریب وہ بےکس کیون ہونگے۔

ہر کہ باشد الخ۔ یعنے جس شخص کے درد کی دوا بادشاہ ہو تو اگر وہ (بظاہر) نے کی طرح روئے تب بھی وہ بےنوا نہوگا۔ مطلب یہ کہ جس شخص کا غمخوار و غمگسار حق تعالیٰ ہون تو اگر وہ بظاہر کسی مصیبت مین مبتلا ہوگا تب بھی اوسکو مصیبت زدہ نہین گے اسلیے کہ اسکو جو شے حاصل ہے اسکے سامنے دوجہان کی زینتین اور نعمتین گرد ہین ؎ آنکس کہ ترا شناخت جانرا چہ کند ۔ فرزند و عیال و خان ومانرا چہ کند ۔ چونکہ اوپر اون چغدون نے یعنے مجھ مین نے یہ کہا تھا کہ ؎ می نماید سیری این حیلہ پرست الخ یعنے یہ جو استغناء ظاہر کر رہا ہے یہ بھی اسکا مکر ہے ورنہ یہ بہت ہی حریص ہے۔ آگے وہ باز یعنے اولیاء اللہ وانبیاء اون کو کہ انسان کامل جواب فرماتے ہین کہ۔

مالک الملکم الخ۔ یعنے مین تو مالک الملک ہون مین حریص نہین ہون اور میری واپسی کا طبل بادشاہ ایک گوشہ سے بجا رہا ہے۔ طبل خوار یعنے حریص۔ طبل باز ایک طبل ہوتا ہے جسکو باز کے دو چلے جانے کے وقت بجاتے ہین تو باز واپس آجاتا ہے۔ مطلب یہ کہ انسان کامل فرماتے ہین کہ اے مجھ مین یاد رکھو کہ ہم حریص نہین ہین اور ہم کو تمھارے اس ویرانہ دنیا کی حاجت اور ضرورت نہین ہے بلکہ ہم تو خود مالک الملک اور شہنشاہ ہین ہم حریص اور شکر گدے نہین ہین اور ہم کو حق تعالیٰ سے اسقدر تعلق ہے کہ حق تعالیٰ ہر وقت ہمکو بلا رہے ہین اور ندا دے رہے ہین کہ واپس چلے آؤ۔ آگے اس طبل باز کی تعیین کرتے ہین کہ حقتعالیٰ کی یہان کیا مراد ہے فرماتے ہین کہ۔

طبل باز الخ۔ یعنی میری واپسی کا طبل ندا ارجعی (لوٹ آ) کی ہے اور حق تعالےٰ (اسکے) گواہ ہین ہمارے مدعی کے مطلب یہ کہ ہم جو کہتے ہین کہ حق تعالےٰ سے اسقدر تعلق ہے کہ وہ ہم کو بلاتے ہین تو یہ بلا دلیل نہین ہے بلکہ دیکھو قرآن شریف مین ہے کہ یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ یعنی اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف راضی اور مرضی لوٹ آ۔ پس جب کہ وہان سے یہ ندا ہے تو معلوم ہوگیا کہ حق تعالےٰ کے ساتھ اسقدر خصوصیت ہے کہ حق تعالےٰ انکا دنیا مین رکھنا پسند فرماتے نہین ہین اور جسقدر مدت یہان رکھا گیا ہے وہ صرف کسی مصلحت کی وجہ سے ہے جسکا کلی علم حق تعالےٰ ہی کو ہے اور چونکہ اون چغدون نے کہا تھا کہ۔ ع جنس شاہ است او و یا جنس وزیر ۔ الخ یعنی یہ بادشاہ کی جنس ہے یا

وزیری الخ تو اسکا جواب دیتے ہین کہ۔

من نیم الخ۔ یعنی مین بادشاہ کی جنس نہین ہون (بلکہ) اوس سے (کہین) دور ہون۔ لیکن تجلی مین اس سے نور رکھتا ہون۔ مطلب یہ کہ حق تعالےٰ سے مماثلت تو نہین ہے جیسا کہ لیس کمثلہ شیء سے صاف معلوم ہوتا ہے نور اونکی ذات اور انسان کی ذات واحد ہے بلکہ حق تعالےٰ سے مناسبت ہے جو کہ منافی بھی نہین ہے اور حق تعالےٰ ہی سے اقتباس انوار و تجلیات اور استفادہ فیوض ہوتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے بس حق تعالیٰ کے ساتھ مماثلت اور اتحاد تو نہین ہے لیکن مناسبت تو ضرور ہے۔ آگے اسکی شرح فرماتے ہین کہ۔

نیست جنسیت الخ۔ یعنے جنسیت (اور اتحاد) از روے شکل و ذات کے نہین ہے (کہ ذات حق اور ذات انسان کامل ایک ہو جاوین بلکہ آپس مین صرف مناسبت ہے آگے اس مناسبت مین اسکی مثالین دیتے ہین کہ دیکھو جسطرح) نباتات پانی مٹی کی جنس سے ہے جب یہ دونون ملتے ہین تو انسے نباتات کو نشو و نما ہوتا ہے مگر پھر بھی دونون کو متحد اور مماثل کوئی نہین کہتا۔ بلکہ یہی کہا جاتا ہے کہ ایک دوسرے کے مناسب ہین بس اسطرح حق تعالیٰ سے انسان کی مناسبت تو ہے مگر مماثلت نہین ہے آگے اور مثال ہے کہ۔

باد جنس الخ۔ یعنے ہوا آگ کے قائم رکھنے مین (اوسکی) جنس آئی ہے (اور کہا جاتا ہے کہ دونون مجانس ہین) اور طبیعت کے لیے شراب مجانس آئی ہے کہ اوسکو پی کر سرور ہوتا ہے مگر انکو متحد فی الذات اور مماثل کوئی نہین کہتا بلکہ مناسب کہتے ہین اور اگر کسی سے دریافت کیا جاوے کہ اس مناسبت کی جو آگ اور ہوا مین ہے ماہیت تو بیان کرو تو اسکے لیے صرف الفاظ تو ہونگے مگر جو کہ اصل حقیقت ہے سچ یہ ہے کہ اوسکو کوئی بھی بیان نہین کر سکتا۔ بس حق تعالیٰ سے بھی بندہ کو مناسبت تو ہے مگر مماثلت اور اتحاد نہین ہے اگرچہ وہ مناسبت کسی کی سمجھ مین نہ آوے۔ اگرچہ وہ محسوس نہو مگر محسوس نہونے سے اوسکا معدوم ہونا تو لازم نہین آتا خوب سمجھ لو۔ آگے فرماتے ہین کہ۔

جنس ما چون الخ۔ یعنے جبکہ ہماری جنس بادشاہ کی جنس نہین ہے اور ہماری ہستی اوسکی ہستی کے سامنے فنا ہو گئی۔ مطلب یہ کہ جب معلوم ہو گیا کہ ہماری اور حق تعالیٰ کی جنس اور حقیقت ایک نہین ہے بلکہ صرف مناسبت ہے تو اب یون سمجھو کہ جنسیت سے یہ مراد ہے کہ ہماری ہستی اوسکی ہستی کے سامنے جو کہ اصل ہے بالکل فنا کے ہو گئی ہے اور گویا کہ ہماری ہستی موجود ہی نہین ہے بس جو ہے وہی ہے۔ ہم بالکل کالعدم ہین آگے فرماتے ہین کہ۔

چون فنا شد الخ۔ یعنی جب ہماری ہستی (اوسکے وجود کے آگے) فنا ہو گئی تو وہ واحد اور یکتا رہ گیا۔ اور مین اوسکے گھوڑے کے پاؤن کے سامنے گرد کیطرح ہو گیا۔ مطلب یہ کہ جب اوسکے سامنے ہمارا وجود کالعدم ہوا اور ہماری ہستی فانی ہوئی تو پھر ہم پر تو کسی قسم کا حکم نہین لگا سکتے تو یہ کہنا کہ ہم اوسکے ساتھ متحد ہو گئے کیسے صحیح ہو سکتا ہے اسلیے کہ جسکو ہم کہتے ہین وہ ہے کہان۔ اور یہ تو ایسا ہے کہ جیسے گھوڑے کے پاؤن کے سامنے گرد ہوتی ہے کہ اوس گرد کیطرف التفات ہی نہین ہوتا اور اصل مقصود پاے اسپ ہوتا ہے لہذا معلوم ہو گیا کہ اتحاد فی الذات ہرگز نہین ہے تعالے اللہ عن ذلک علوا کبیرا بلکہ صرف ایک

مناسبت ہے جیسا کہ گرد پا کو بھی پاؤن سے ایک قسم کی مناسبت ہوتی ہے مگر جو اوسکی حقیقت ہے اسکو ہرگز کوئی بیان نہین کرسکتا۔ کہ وہ نسبت کیا ہے بس یہ کہے گا کہ وہ تابع ہے اور وہ متبوع ہے ہم کہتے ہین کہ آخر تابع کسطرح ہے اور متبوع کسطرح اگر مخاطب ذرا بھی غور کرے تو اپنے وجدان مین ایک ایسا امر پاوے کہ جسمین حیرت رہتی ہے اور حق تعالٰی کی قدرت کا معائنہ ہوتا ہے توجب ہم ممکنات کی نسبت کو نہ سمجھ سکے تو جو نسبت کہ واجب سے ہوگی اگر اوسکی کیفیت بھی سمجھ مین نہ آوے تو کیا عجب ہے خوب سمجھ لو۔ آگے فرماتے ہین کہ۔

خاک شد الخ۔ یعنے جان تو خاک ہوگئی اور اوسکی نشانیان اوس جان کے خاک پاؤن کا نشان ہوگیا مطلب یہ کہ جس طرح کہ خاک پر قدم پڑنے سے نشان قدم بنجاتا ہے تو اوس نشان کو اوس قدم سے ایک قسم کی مناسبت ہوتی ہے اسی طرح حق تعالٰی کی تجلیات اور کمالات کا ظہور انسان مین ہوا ہے کہ جس سے یہ بھی کامل اور منور معلوم ہوتا ہے۔ ورنہ اصل اوسی طرف سے ہے۔ اور چونکہ یہ اوسی کا ظل ہے اسلیے اسکو بھی اوسکا مناسب کہا جاویگا۔ آگے فرماتے ہین کہ۔

خاک پایش الخ۔ یعنی اوس نشان کے واسطے اوسکے خاک پا ہوجاؤ تاکہ گردن کشون کے سر کے تاج بنجاؤ مطلب یہ کہ جب یہ کمالات اور تجلیات اوسکا ظل ہے اور گرد پا مین یہ نشانیان بنا کرتی ہین تو اب تم اوسکے خاک پا ہوجاؤ۔ اور اس سے مناسبت اور تعلق پیدا کرو۔ پھر دیکھو کہ کیا مراتب عالیہ میسر ہوتے ہین اور سب کفار اور معاندین پر تم ہی عالی ہوگے جیسا کہ ظاہر ہے کہ ؎ ہر کہ ترسید از حق و تقوے گزید ؛ ترسد ازوے جن و انسان ہر کہ دید ؛ پس اس صورت ظاہری کو مت دیکھو اور یہ جو اس نور سے متجلی ہو رہا ہے اس نور کو دیکھو۔ اور اوس سے خود بھی فیوض حاصل کرو۔ آگے اسیکو فرماتے ہین کہ۔

تاکہ نفریبد الخ۔ یعنی تم کو میری صورت ہرگز فریب نہ دے۔ میرا بچا ہوا اور میری شراب پی لو۔ میرے منتقل ہونیسے قبل۔ مطلب یہ کہ انسان کامل جو کہ صورت مین تو مثل دیگر انسانون کے ہوتا ہے کہتا ہے کہ اے محرومین میرے چلے جانے اور میرے انتقال سے پہلے پہلے مجھ سے فیوض حاصل کرلو۔ ورنہ پھر پچھتاؤ گے۔

اے بسا الخ۔ یعنے ایسے بہت لوگ ہین کہ شکل کی راہ زنی صورت نے کی اور انھون نے صورت کا قصد کیا اور حق تعالٰی پر حملہ کیا۔ مطلب یہ کہ بہت لوگ ایسے موجود ہین جیسے کہ کفار انبیاء کے لیے اور معاندین اور حاسدین اہل اللہ کی نسبت کہ اونکی راہ زنی ان حضرات کی صورت ظاہری نے کی ہے۔ اور کفار کہتے تھے ما ھذا الا بشر مثلکم وغیرہ وغیرہ علی ہذا عوام بھی اہل اللہ کو اسیطرح کہتے ہین جیسا کہ ظاہر و مشہور ہے۔ اور ان لوگون نے چونکہ صورت ہی کو مقصود کو سمجھا اسلیے حق تعالٰی پر حملہ شروع کردیا مثلاً یہ کہ ہماری صورت اور انکی صورت ایک سی ہے پھر حق تعالٰے نے تقرب کے لیے انکو مخصوص کیون کیا۔ ان نالائقون سے کوئی پوچھے کہ کمبختو تمکو اوس نور معنوی اور تجلی باطن کی خبر ہی نہین ہے۔ پھر کس بوتہ پر تم کہتے ہو کہ ہم ہی جیسے ہین پس تم اس صورت کو چھوڑو اور اصل معنے سے فیض حاصل کرو۔ آگے پھر اوسی مضمون مناسبت کیطرف رجوع ہو فرماتے ہین

آخر این الخ۔ یعنے آخر یہ بدن جان کے ساتھ ملا ہوا ہے تو یہ جان بدن کے ساتھ کچھ بھی مشابہ ہے مطلب یہ کہ دیکھو بدن اور جان مین قرب رشتہ اور تعلق اور نسبت ظاہر ہے مگر پھر بھی دونون مین کچھ بھی نسبت نہین

چہ نسبت خاک را با عالم پاک ۔ اسیطرح انسان کو حق تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ پھر فرماتے ہین کہ۔

تاب نور چشم الخ ۔ یعنے آنکھ کی روشنی چربی کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ اور نور دل ایک قطرۂ خون مین پوشیدہ ہے مطلب یہ کہ دیکھو نور چشم کو اس گوشت پوست چشم سے بھی تو تعلق ہے مگر پھر بھی کہان یہ کہان وہ۔ اگر حقیقت کیطرف نظر کرو تو کوئی نسبت ہی نہین ہے۔ اور دیکھو کہ نور قلب اوس قلب صنوبری مین جو کہ غنچۂ لحم ہے موجود ہے لیکن کہان اسکا مرتبۂ عالی اور کہان یہ ادنیٰ شے یہی تعلق مع اللہ کی حالت ہے اور یہ جسقدر مثالین ہین اور جہان کہین ہوتی ہین صرف تقریب فہم کے لیے ہوتی ہین ورنہ ان امثال کو حق تعالےٰ سے کیا نسبت۔ لیس کمثلہ شیٔ اور واللہ المثل الاعلیٰ خوب سمجھ لو۔ آگے فرماتے ہین کہ۔

شادی اندر الخ ۔ یعنے کہ خوشی تو گردہ مین اور غم جگر مین اور عقل شمع کیطرح مغز سر مین روشن ہے مطلب یہ کہ جسطرح اور اشیاء مین تعلق ہوتا ہے اسیطرح خوشی کو گردہ سے اور غم کو جگر کے ساتھ ایک تعلق ہے۔ اوس تعلق کے سمجھنے کے لیے اول دو مقدمے سمجھ لینا چاہئین۔ اول یہ کہ اطباء نے لکھا ہے کہ جگر کا فعل تولید دم لتغذیۃ الاعضاء ہے اور گردہ کا فعل خون کو قلب اور پھیپھڑہ کی طرف بھیجنا ہے تو اس مقدمہ سے یہ مستفاد ہوا کہ جگر کا فعل تو طویل الزمان ہے اور گردہ کا فعل قصیر الزمان ہے۔ یہ مقدمہ تو طبی تھا دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ تجربہ اور مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خوشی کا اثر قلیل الزمان ہوتا ہے کہ وہ ایک فوری فرحت ہوتی ہے جو کہ جلدی ہی زائل ہوجاتی ہے اور غم کا اثر طویل الزمان ہوتا ہے۔ کیونکہ غم ایک حد معین تک وقتاً فوقتاً بڑھتا اور زیادہ ہوتا رہتا ہے۔ یہ دوسرا مقدمہ ہوا۔ اب سمجھو کہ ہر چند خوشی سے دونون عضو کے مزاج مین ضعف اور ضعف مزاج سے دونون کے فعل مین ضعف ہوگا تو دونون کا دونون سے اس معنی کر تعلق ہے مگر دوسرے مقدمہ پر نظر کرنے سے کہا جاویگا کہ غم جو کہ طویل الزمان شے ہے جگر مین تو اثر کریگا اور اسکا فعل جو تولید دم تھا اوسکو ضعیف کریگا اور گردہ مین اثر نہ کریگا بخلاف خوشی کے کہ اسکا اثر چونکہ قلیل الزمان ہوتا ہے اسلیے وہ جگر مین جسکا فعل کہ طویل الزمان ہے اثر نہ کریگی اور گردہ مین جسکا فعل قلیل الزمان ہے اثر کریگی اور اوسکے فعل مین قوت پیدا ہوگی۔ پس حاصل یہ ہوا کہ دونون چیزین گو دونومین اثر کرینگی مگر قوت ضعف اثر کی وجہ سے ایک کو دوسرے کے مناسب کہدیا گیا ہے فافہم۔ اور عقل و دماغ سے تعلق ظاہر ہے۔

رائحہ در انف الخ ۔ یعنے کہ بو (یا خوشبو) ناک مین اور گفتگو زبان مین اور لہو (ولعب) نفس مین اور شجاعت قلب مین۔ مطلب یہ کہ دیکھو بو مین جو کہ پوشیدہ ہے اور اس گوشت پوست کی ناک مین ایک علاقہ ہے اور زبان مین اور گفتگو مین ایک علاقہ اور نسبت ہے۔ علیٰ ہذا نفس مین اور شہوات مین اسیطرح شجاعت اور قلب مین بھلا کوئی شخص انکی ماہیات تو بیان کردے سچ یہ ہے کہ کوئی بھی قادر نہین ہے۔ مثلاً زبان اور گفتگو مین کہین گے کہ حرکت لسان علاقہ ہے ہم کہتے ہین کہ اگر زبان کو ویسے پکڑ کر ہلا دین تو الفاظ کیون پیدا نہین ہوتے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اور علاقہ ہے جو کہ مدرک نہین ہے پس اسی پر اوس علاقہ حق کو قیاس کرلو کہ آیا اسکی ماہیت اور کیفیت کسیکو معلوم ہوسکتی ہے یا کہ یہ بھی ایک بے کیف شے ہے اور اسکی کیفیت کے ویسے ہونا کہ قدرے عقلی ہے اسیکو خود مولانا ایک جگہ فرماتے ہین کہ ؎ اتصالے بے تکیف بے قیاس ۔ ہست

رب الناس وایا جان ناس پس اوس تعلق کیوجہ سے مخلوق کو خالق کا متحد فی الذات کہنا اور اسکی کھوج کرنا کسقدر بے ادبی اور نالائقی ہے آگے بھی مولانا ایک دوسرے عنوان سے اسی مضمون کو بیان فرماتے ہین کہ۔

اینٓ تعلقہا الخ۔ یعنے یہ تعلقات (مذکورۂ صدر) کیا بے کیف اور بے چون نہین ہین (یعنی ہین) اور عقلین عقل چونی مین دنگ اور حیران ہین تو جب یہ تعلقات اور مناسبتین بے کیف ہین اور انکی کیفیت کسیکو معلوم نہین ہو سکتی تو اگر حق تعالےٰ کے تعلق کی کیفیت نہ معلوم ہو تو کیا غضب ہے۔ آگے اس تعلق مع اللہ کو بیان فرماتے ہین کہ۔

عقلٓ کل الخ۔ یعنے عقل کلی (حق تعالےٰ) نے عقل جزوی (انسان) پر اثر کیا تو عقل (جزوی) نے اوس (عقل کلی) سے ایک موتی لے لیا اور گریبان مین کر لیا۔ مطلب یہ کہ وہ تعلق جو کہ مابین العبد والحق ہے وہ یہ ہے کہ حق تعالےٰ نے جو کہ فاعل مختار ہین انسان پر تجلی اور نور ڈالا اوس سے وہ منور اور مستفید ہوا اور اوس نور اور تجلی کو اپنے قلب مین جو کہ گریبان کے پاس ہے جگہ دی پس اس سے جو ایک نسبت حاصل ہو گئی کہ یہ متجلی با نوار اللہ اور متخلق با خلاق اللہ ہے یہی نسبت ہے۔ اور یہی مجانست ہے۔ اور یہی تعلق ہے۔ آگے اسکی ایک مثال سے اور توضیح کرتے ہین کہ۔

ہمچوٓ مریم۔ الخ۔ یعنے مانند مریم علیہا السلام کے کہ اوس گریبان کے اثر سے (یعنی جو اثر کہ گریبان کے رستہ سے ہوا تھا اضافت ادنی ملابست سے ہے) حضرت مسیح علیہ السلام کی حاملہ ہو گئین۔ مطلب یہ کہ جسطرح حضرت مریم علیہا السلام کے گریبان مین اوس روح کے پھونکنے سے یہ اثر ہوا کہ انکے پیٹ مین حضرت عیسی علیہ السلام جیسے نبی (جو کہ حیات بخش) تھے رہ گئے اور وہ انکی حاملہ ہو گئین۔ اسیطرح حق تعالیٰ کی تجلی جب قلب پر ہوتی ہے تو اس سے وہ قلب منور ہوتا ہے۔ اور مستفید ہوتا ہے۔ آگے اس عیسیٰ سے مراد کی تعیین فرماتے ہین کہ۔

انٓ مسیحے الخ۔ یعنی وہ مسیح نہین کہ جو خشکی اور تری پر تھے۔ بلکہ وہ مسیح کہ جو مسافت سے برتر ہین مطلب یہ کہ حضرت مریم علیہا السلام جو حاملہ ہوئی تھین وہ تو پھر بھی ممکن اور انسان تھے لیکن یہ شخص جو اپنے قلب مین انکی مثل ایک شئے لو پاتا ہے وہ وہ ذات ہے کہ وہ جہات سے منزہ ہے نہ مادی ہے۔ بلکہ وہ تو مجرد المجردات ہے اور وہ ذات خداوندی ہے۔ کہ اسکی تجلیات اور انوار سے اسکا قلب منور ہو جاتا ہے آگے فرماتے ہین کہ۔

پسٓ زجان الخ۔ یعنی جب اوس جان جان کی حامل یہ جان ہو گئی تو اس جان سے ایک جہان حامل ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ جب انسان کامل جو کہ مثل روح اور جان کے ہے جب حق تعالیٰ سے جو کہ مثل روح الروح اور جان جان کے ہین مستفید ہو جاتا ہے تو پھر اس سے ایک عالم مستفید ہوتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

پسٓ جہان الخ۔ یعنے پھر جہان سے ایک دوسرا جہان پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ گروہ اوسکو ظاہر کر دیتا ہے مطلب یہ کہ جب اس انسان کامل سے اور لوگ مستفید ہوتے ہین تو ادسے اور لوگ الی قیام الساعۃ یہی طرح ہوتا رہیگا اور یہ سلسلہ یون ہی چلتا رہیگا۔ اور ہر گروہ مستفیدین کا اپنے بزرگون کو ظاہر اور مشہور کرنیوالا ہوگا جیسا کہ ظاہر ہے۔ اور واضح ہے۔ آگے فرماتے ہین کہ۔

تآ قیامت الخ۔ یعنی اگر قیامت تک مین کہتا رہون اور گفتار رہون تو مین اس قیامت کی شرح سے قاصر ہونگا

جہان فانی مین قیامت سے مراد ظہور ہے اب مطلب یہ کہ اگر مین قیامت تک بھی اسکو گنواتا رہون اور لکھتا رہون کہ اسی طرح ہر گروہ اپنے بزرگون کے ظہور کا سبب ہوگا۔ تو مین قیامت تک بھی اسکو کماحقہ بیان نہین کرسکتا آگے فرماتے ہین کہ۔

این سخنہا الخ یعنے یہ باتین خود معنے کے اعتبار سے یاربی (کی مثل) ہین اور یہ حروف شیرین لب کی گفتگو کے جال ہین مطلب یہ کہ اگرچہ ہم بظاہر خطاب بہ مخلوق کررہے ہین لیکن اگر حقیقت کے اعتبار سے دیکھا جاوے تو یہ خطاب ایہا الناس وغیرہ بھی یارب یارب کہنے کے قائم مقام ہے اسلیے کہ جو ثواب یارب کہنے مین ملتا وہی ثواب ہمکو اسمین رہاہے۔ کیونکہ بزرگونکی دو شانین ہوتی ہین ایک تو وہ جنکے سپرد خدمت خلق نہین ہوتی تو وہ تو ہر وقت ذکر و شغل مین مصروف رہتے ہین۔ اور بعض وہ ہوتے ہین کہ جنکے سپرد خدمت خلق ہوتی ہے تو وہ متوجہ بخلق للحق ہوتے ہین تو اونکا وہ خطاب اور توجہ بھی مثل ان دوسرونکے ذکر و شغل کے بلکہ اوس سے زیادہ ہوتا ہے اور جب بندہ ذکر خدا کرتا ہے تو حق تعالی بھی اسکا ذکر فرماتے ہین جیسا کہ حدیث مین ہے کہ حق تعالی فرماتے ہین کہ جب بندہ مجھے خلوت مین یاد کرتا ہے تو مین بھی اسکو خلوت مین یاد کرتا ہون اور جب وہ مجمع مین یاد کرتا ہے تو مین بھی اسکو مجمع مین جو اس مجمع سے بہتر ہوتا ہے یاد کرتا ہون۔ اور جب اوس دوسرے شخص کی توجہ الی الخلق اس پہلے ذکر و شغل سے بہتر ہے اور اسکے ذکر پر ثمرہ یہ ملتا ہے کہ حق تعالے بھی اسکا ذکر فرماتے ہین تو لامحالہ اوسکے اس عمل پر بھی حق تعالے اسکی طرف متوجہ ہونگے اور چونکہ اسکی توجہ الی الخلق للحق ہے تو گویا الی الحق ہی ہے پس جب یہ مخلوق کو پکارتا ہے گویا کہ حق تعالی ہی کو پکارتا ہے تو حق تعالے اسکو جواب مرحمت فرماتے ہین اور فرماتے ہین کہ لبیک اسی لیے مولانا فرماتے ہین کہ یہ میرے حروف اور گفتگوے شیرین لبی کے جال ہین کہ جب مین ان حروف کو ادا کرتا ہون تو ادھر سے جواب لبیک عطا ہوتا ہے تو میرے یہ حروف سبب ہین اوس جواب کے پھر فرماتے ہین کہ۔

چون نکند الخ یعنے کسطرح تقصیر کرے اور کسطرح بدن کو پالے جب اوسکو یارب کیوجہ سے لبیک پہونچ رہا ہے مطلب یہ کہ جس شخص کی یہ حالت ہو کہ اوسکو ذکر حق مین اور توجہ بحق مین اودہر سے جواب ملتا ہو تو پھر وہ توجہ مین اور عبادت مین کسطرح کمی کرسکتا ہے۔ اور وہ اپنی تن پروری مین کب مشغول ہوگا۔ بلکہ اسکو تو اوسی طرف کی دھن لگجاویگی اب یہان ایک شبہہ یہ ہوتا ہے کہ تم جو کہتے ہو کہ آواز لبیک اودھر سے آتی ہے تو ہمنے کبھی سنی نہین وہ کیسی آواز ہے جو کہ سنائی ہی نہین دیتی۔ اسکا آگے جواب دیتے ہین کہ۔

ہست لبیکے الخ یعنی وہ لبیک ایسا ہے کہ تم اوسکو سن نہین سکتے لیکن سر سے پانون تک چکھ سکتے ہو مطلب یہ کہ اوس لبیک کی آواز کو ان ظاہری کانون سے سن نہین سکتے لیکن اگر تم کو ذوق صحیح حاصل ہوجاوے اور حق تعالی سے تعلق اور محبت پیدا ہوجاوے تو تم اس مزہ کو چکھ سکتے ہو جیسا کہ کسی نے کہا ہے کہ ؎ پرسید یکے کہ عاشقی چیست ÷ گفتم کہ چو ماشوی بدانی ÷ اور کہتے ہین کہ ؎ تڑپنے کی حقیقت میری جب معلوم ہو تم کو ÷ کہ دیکھو جب کسی معشوق پہ تم مبتلا ہوکر ÷ پس سمجھ لو کہ یہ بات کانون سے سننے کی یا آنکھون سے دیکھنے کی نہین ہے بلکہ جب اسکا ذوق ہوجاوے۔ تو بس صرف ایک ذوقی امر ہوگا کہ اگر تم بھی اسکو لقاط

سے تعبیر کرنا چاہو گے تو ہرگز قادر نہو گے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

ایک مثل الخ۔ یعنی میں ایک مثل لاتا ہوں تاکہ تم نتیجہ حاصل کرو۔ اور اس پوشیدہ لبیک سے پھل کھاؤ مطلب یہ کہ ایک مثل بیان کرتے ہیں کہ جس سے تم کو معلوم ہوگا کہ آواز لبیک ایک ذوقی امر ہے اور اس میں جو لطف ہے وہ اسی کو معلوم ہوتا ہے کہ جو اس کا طالب ہو ورنہ اندھے کے آگے روئے اور اپنے نین کھوئے۔ آگے حکایت ہے۔

شرح حبیبی

کلوخ انداختن تشنہ از سر دیوار در جوے آب

برلب جو بود دیوارے بلند ❊ بر سر دیوار تشنہ دردمند
تشنہ مستسقی زار و نزار ❊ عاشقے مستے غریبے بیقرار
مانعش از آب آن دیوار بود ❊ از پے آب او چو ماہی زار بود
شد حجاب آب آن دیوار او ❊ بر فلک می شد فغان زار او
ناگہان انداخت وے خشتے در آب ❊ بانگ آب آمد بگوشش چون خطاب
چون خطاب یار شیرین و لذیذ ❊ مست کرد آن بانگ آبش چون نبیذ
از سماع بانگ آب آن ممتحن ❊ گشت خشت انداز ز آنجا خشت کن
آب مے زد بانگ یعنے ہے ترا ❊ فائدہ چہ زین زدن خشتے مرا
تشنہ گفت آیا مرا دو فائدہ است ❊ من ازین صنعت ندارم ہیچ دست
فائدہ اول سماع بانگ آب ❊ کو بود مر تشنگان را چون جواب
بانگ او چون بانگ اسرافیل شد ❊ مردہ را زین زندگی تحویل شد
یا چو بانگ رعد ایام بہار ❊ باغ می یابد ازین چندین نگار
یا چو بر درویش ہنگام زکات ❊ یا چو بر محبوس پیغام نجات
چون دم رحمٰن بود کان از یمن ❊ میرسد سوے محمد بے دہان
یا چو بوے احمد مرسل بود ❊ کان بعاصی در شفاعت میرسد
یا چو بوے یوسف خواب لطیف ❊ میزند بر جان یعقوب نحیف
یا نسیم روضۂ دار السلام ❊ سوے عاصی میرسد بے انتقام
یا سوے مس سیہ از کیمیا ❊ میرسد پیغام کاے ابلہ بیا
یا ز لیلے شنود مجنون کلام ❊ یا فرستد ویس رامے را پیام
فائدہ دیگر کہ ہر خشتے کزین ❊ بر کنم آیم سوے ماء معین

گر زسمے خشت دیوار بلند	پست تر گردد بہر دفعہ کہ کند
پستے دیوار قربے مے شود	فصل او درمان وصلے میشود

ندی کے کنارے ایک اونچی دیوار تھی جس پر ایک پیاسا مصیبت کا مارا مرض استسقا میں گرفتار شدت پیاس سے نڈھال۔ پانی کا عاشق اسی خیال مین مست بلبل اور بے چین بیٹھا ہوا تھا وہ مچھلی کیطرح پانی کے لیے نڈھال تھا مگر بلندی دیوار کے سبب پانی تک نہ پہونچ سکتا تھا۔ چونکہ دیوار اوسکے پانی تک پہونچنے سے مانع تھی اسلیے اوسکی آہ و زاری کا نعرہ آسمان تک جاتا تھا۔ دفعۃً اوسکو کچھ سمجھ آئی اور اسنے ایک اینٹ اوکھیڑ کر پانی مین پھینکی۔ اس سے اسکے کان مین ایک آواز آئی۔ اور وہ اسکو اسقدر مزہ دار اور شیرین معلوم ہوئی جیسے خطاب معشوق اور اس آواز نے اوسکو یون مست کر دیا جیسے اوسنے شراب پی لی ہو اوس آواز کے سننے سے وہ بیچارہ مصیبت زدہ اینٹین اوکھیڑ اوکھیڑ کر پانی مین پھینکنے لگا۔ پانی بزبان حال کہتا تھا کہ ارے تیرا اسمین کیا فائدہ ہے تو میرے اینٹین کیون مارتا ہے۔ پیاسے نے جواب دیا کہ اے پانی میرے لیے اسمین دو فائدے ہین اسلیے مین اس فعل سے باز نہین رہ سکتا۔ اول یہ کہ مین پانی کی آواز سنتا ہون جو کہ پیاسون کے لیے یون ہی لذت دہ ہے جسطرح عاشق کے لیے جواب معشوق یا یون کہو کہ اسکی آواز اسرافیل علیہ السلام کی آواز ہے جس سے مردون کی موت حیات سے بدلجاتی ہے یا موسم بہار مین رعد کی آواز ہے جس سے باغ اسقدر آراستہ پیراستہ ہوجاتا ہے یا ایسی ہے جیسے زکوۃ دینے کے وقت فقیر کو آواز دینا یا قیدی کے لیے۔ رہائی کا پیغام یا ایسی جیسے حق سبحانہ کا سانس جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یمن کی جانب سے بلا منحب کے پہونچتا ہے (یہ مضمون ہے ایک حدیث کا یعنی انی لاجد نفس الرحمن من قبل الیمن اور مراد نفس سے برکات و فیوض ہین) یا یون کہو کہ بوے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے جو عاصی کو اسوقت آئیگی جبکہ آپ شفاعت کے لیے تشریف لائینگے۔ یا یوسف علیہ السلام کی بو ہے جو یعقوب علیہ السلام تک پہونچتی ہے یا باغ جنت کی نسیم ہے جو گنہگار کیطرف بے سزا کے پہونچتی ہے یا ایسی ہے جیسے کیمیا کیطرف مس سیہ کو پیغام پہونچے کہ اے احمق آمین تجھے سونا بنا دون یا لیلے کا کلام ہے جسکو مجنون سنتا ہے۔ یا دیس کا پیام ہے جو راہی کو پہونچتا ہے ایک فائدہ تو یہ تھا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جو اینٹ اوکھیڑتا ہون مجھے تجھ سے مزید قرب ہوتا ہے۔ کیونکہ جب کوئی اینٹ اکھڑتی ہے تو ہر اینٹ کے اوکھڑنے سے یہ اونچی دیوار بہ نسبت پہلے کے نیچی ہو جاتی ہے۔ اور اسکی پستی تجھ سے مزید قرب کا سبب بنجاتی ہے۔ پس یہ میرا اینٹونکا جدا کرنا ایک وقت ذریعہ وصل بنجائیگا اور اسطرح ایک وقت مین پانی تک پہونچ جاؤنگا۔

شرح شبیری

ایک پیاسے کا دیوار پر سے پانی مین ڈھیلے ڈالنا

بر لب جو الخ۔ یعنی ایک ندی کے کنارے پر ایک بلند دیوار تھی اور دیوار کے اوپر ایک دردمند پیاسا تھا۔

تشنۂ مستسقی الخ۔ یعنے وہ ایک پیاسا تھا مستسقی تھا زار و نزار تھا۔ اور ایک عاشق (پانی) تھا اور مست تھا اور غریب بیقرار تھا۔

مانعش از الخ۔ یعنی وہ دیوار اسکو پانی سے روک رہی تھی اور وہ پانی کے واسطے مچھلی کیطرح بیقرار تھا۔

شد حجاب الخ۔ یعنے اوسکو پانی (تک پہونچنے) سے وہ دیوار حجاب ہو گئی۔ اور اوسکی مصیبت کی آہ و فغان آسمان پر پہونچ رہی تھی۔

ناگہان انداخت الخ۔ یعنی اُسنے ناگہان ایک اینٹ پانی مین ڈالی تو اسکے کان مین پانی کی آواز خطاب کیطرح آئی یعنے ایسا معلوم ہوا کہ پانی اُسکو پکار رہا ہے۔

چون خطاب الخ۔ یعنی مثل یار کے شیرین اور لذیذ خطاب کے اُس پانی کی آواز نے اُسکو مست کر دیا یعنی جس طرح کہ محبوب کی آواز مست کر دیتی ہے۔ اسیطرح اس آواز آب نے بھی اُسکو مست کر دیا۔

از سماع الخ۔ یعنی وہ مصیبت زدہ پانی کی آواز کے سُننے سے اوس جگہ سے اینٹین پھینکنے لگا۔ اور اُکھاڑنے لگا مطلب یہ کہ چونکہ اوسکو وہ آواز محبوب تھی اسلیے وہ وہان سے اینٹین اُکھاڑ اُکھاڑ کر پانی مین ڈالنے لگا کہ جب ڈالونگا تو پیارا آواز ہوگی پس اسیطرح جو طالب حق ہوتا ہے وہ بھی ذکر و شغل مین لگا رہتا ہے اور چونکہ اسکو ایک مخبر صادق نے کہہ دیا ہے کہ جب تم ذکر خدا کروگے تو حق تعالیٰ تمھارا ذکر کرینگے تو اب ایسا ہے کہ جیسے وہ اسوقت خود حق تعالےٰ ہی سے ذکر سن رہا ہے اسلیے وہ اس عمل مین مصروف ہے کہ جسکے ذریعہ سے وہ لبیک نکل رہا ہے خوب سمجھ لو۔

آب می زد الخ۔ یعنے کہ پانی (بزبان حال) آواز دیرہا تھا یعنے اے تجھے میرے اندر اینٹین مارنیسے کیا فائدہ ہوگا۔

تشنہ گفت الخ۔ یعنی اس پیاسے نے کہا کہ اے پانی مجھے دو فائدے ہین اسلیے مین اس فعل سے دست بردار نہونگا۔

فائدہ اول الخ۔ یعنی اول فائدہ تو پانی کی آواز سنتا ہے۔ کہ وہ پیاسون کے لیے مثل جواب کے ہوتی ہے اور اس سے ایک قسم کی تسکین ہوتی ہے۔

بانگ او الخ۔ یعنے اوسکی آواز مثل حضرت اسرافیل علیہ السلام کی آواز کے (زندہ کرنیوالی) ہے مردہ کو اس زندگی (مستعار) سے بدلنے والی ہے۔ اور حیات ابدی نصیب کرنیوالی ہے اسلیے کہ اس آواز آب سے جو فرحت اور سرور پیاسے کو ہوتا ہے وہ بھی ایسا ہی ہے کہ جیسے مردہ زندہ ہو گیا۔ اور اسکو وہ حیلے جسکو بھی پیاس لگی ہو ع گفتم کہ چو ماشوی بدانی۔

یا چو بانگ الخ۔ یعنی یا (وہ آواز آب) مثل رعد کی آواز کے ہے موسم بہار مین۔ کہ باغ اس سے اسقدر نقش و نگار پاتا ہے اسلیے کہ رعد ہی تو سبب ہے بارش کا اسلیے رعد کو سنکر باغ باغ ہو جاتا ہے۔

یا چو بر الخ۔ یعنے یا جیسے درویش پر آواز زکات کی (کہ جب اوسکو کہا جاوے کہ زکوٰۃ لیتے جاؤ تو اُسکو کسقدر خوشی ہوتی ہے) اور یا جیسے محبوس کے نزدیک رہائی کا پیغام کہ کسقدر فرحت بخش ہوتا ہے۔

چون دم الخ۔ یعنے یا جیسے کہ حق تعالیٰ کی آواز یمن کیطرف سے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بے دہن کے پہونچتی ہے۔ اشارہ ہے حدیث الایمان یمان الخ کیطرف تو اس سے حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو جو فرحت ہوتی تھی وہ ظاہر ہے اور بے دہن ہونا بھی اظہر ہے اسلیے کہ وہ آواز حق تعالےٰ کی ہے۔

یا چو بوئے الخ۔ یعنی یا مانند خوشبوا احمد مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کیطرح ہووے کہ وہ کسی عاصی کی شفاعت کو پہونچین اور اسکو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے معلوم ہو جاوے کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میری شفاعت کو آرہے ہین تو وہ کسقدر خوش ہوگا۔ ظاہر ہی ہے۔

یا چو بوئے الخ۔ یعنے یا مثل یوسف علیہ السلام کی بو کے جو کہ خوب اور لطیف تھی کہ یعقوب علیہ السلام کی جان پر مارتی تھی جو کہ نحیف تھے۔ مطلب یہ کہ دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو نے انکی جان مین ایک روح تازہ ڈالدی جس سے کہ انکو کسقدر فرحت حاصل ہوئی۔

یا نسیم الخ۔ یعنی یا (مثل) جنت کے باغ کی ٹھنڈی ہوا کے ہے جو کہ عاصی کی طرف بے بدلا لیے ہوئے پہونچے تو دیکھو اوسکو کسقدر سرور ہوگا۔ کہ وہ پہلے سے سمجھ رہا تھا کہ مجھے سزا ہوگی اور اب اسکو ایک دم سے جنت کی ہوا آگئی تو کیسی خوشی کی بات ہے۔

یا شوے الخ۔ یعنی یا سیاہ تانبے کیطرف کیمیا کا پیغام جاوے کہ اے بیوقوف ادھر آ کہ مین تجھے سونا بنا دون تو یہ اوسکی کسقدر خوش قسمتی ہے اور اسکو کسقدر خوش ہونا ضروری ہے خوب سمجھ لو۔

یا نیلے الخ۔ یعنی یا جیسے لیلے کیطرف سے مجنون کو کوئی پیام سنے یا ویس رامی کو کوئی پیام بھیجے۔ تو انکو کسقدر فرحت اور خوشی ہوگی۔ کہ اللہ اکبر محبوب نے یاد کیا ہے۔ پس اسی طرح جب معلوم ہے کہ کام مین لگے رہنے سے حق تعالے بھی جواب دیتے ہین۔ اور وہ بھی ذکر فرماتے ہین تو اب اس شخص کو کسقدر خوشی ہوگی جبکہ اوس طرف سے جواب اوس طرف سے ذکر اپنے لگا ع ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے جو اوس محفل مین ہے ؎ پس وہ لبیک حق تعالے کا چونکہ ہمکو یقین ہے کہ ہمارے ذکر پر فرمایا جاتا ہے تو اب اوس سے خوش اور متاثر ہوتے ہین اور کام مین لگے رہتے ہین ایک وجہ تو یہ ہوئی آگے دوسری وجہ کو بیان کرتے ہین کہ ویس نام معشوقہ اور رامی نام عاشق لیلے و مجنون مشہور ہین۔

فائدہ دیگر الخ۔ یعنی کہ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جو اینٹ اس (دیوار) سے اکھاڑتا ہون جاری پانی کیطرف آتا ہون اور اوس سے قریب ہوتا چلا جاتا ہون جو میرا محبوب اور مطلوب ہے۔

کہ کمی الخ۔ یعنی بلند دیوار کی اینٹ کی کمی سے ہر دفعہ اکھاڑنے سے نیچی ہوتی ہو اور اسکے قریب پانی کا نصیب ہوتا ہے۔

پستی دیوار الخ۔ یعنی دیوار کی پستی (سبب) قرب ہوتی ہے اور اس (اینٹ) کا جدا ہونا وصل کا علاج ہو جاتا ہے کہ جب یہ اینٹین ساری اسیطرح ختم ہو جاوینگی تو پھر قرب حاصل ہو جاویگا آگے مولانا فرماتے ہین کہ۔

شرح حبیبی

سجدہ آمد کندن خشت لزب	موجب قربت کہ واسجد واقترب
تاکہ این دیوار عالی گردنست	مانع این سر فرود آوردنست
سجدہ نتوان کرد بر آب حیات	تا نیابی زین تن خاکی نجات

بر سر دیوار هر کو تشنه‌تر   زودتر بر میکند خشت و مدر
هر که عاشق‌تر بود بر بانگ آب   او کلوخ زفت‌تر کند از حجاب
او ز بانگ آب پر می تا عنق   نشنود بیگانه جز بانگ بلق
ای خنک آنرا که او ایام پیش   مغتنم دارد گزارد دام خویش
اندر آن ایام کش قدرت بود   صحت و زور دل و قوت بود
وان جوانی همچو باغ سبز تر   میرساند بی دریغی بار و بر
چشمهای قوت و شهوت روان   سبز میگردد زمین تن بدان
خانه معمور و سقفش بس بلند   معتدل ارکان و بی تخلیط و بند
نور چشم و قوت ابدان بجا   قصر محکم خانه روشن پر صفا
هین غنیمت دان جوانی ای پسر   سر فرو آور بکن خشت و مدر
پیش از آن کایام پیری در رسد   گردنت بندد بحبل من مسد
خاک شوره گردد و ریزان و سست   هرگز از شوره نبات خوش نرست
آب زور و آب شهوت منقطع   او ز خویش و دیگران نا منتفع
ابروان چون پاردم زیر آمده   چشم را نم آمده تاری شده
از تشنج رو چو پشت سوسمار   رفته نطق و طعم و دندانها ز کار
پشت دو تا گشته دل سست و طپان   تن ضعیف و دست و پا چون ریسمان
بر سر ره زاد کم مرکوب سست   غم قوی و دل تنگ تن نادرست
خانه ویران کار بی سامان شده   دل پر افغان همچو نی انبان شده
عمر ضایع سعی باطل راه دور   نفس کاهل دل سیه جان ناصبور
موی سر بر سر همچو برف از بیم مرگ   جمله اعضا لرز لرزان همچو برگ
روز بیگه لاشه لنگ و ره دراز   کارگه ویران عمل رفته ز ساز
بیخهای خوی بد محکم شده   قوت برکندن آن کم شده

حکایت

همچو آن شخص درشت خوش سخن   در میان ره نشاند او خاربن
ره گذریانش ملامت گر شدند   پس بگفتندش بکن او را نکند
هر دم آن خاربن افزون شدی   پای خلق از زخم او پر خون شدی
جامه‌های خلق بدریدی ز خار   پای درویشان بخستی زار زار
چونکه حاکم را خبر شد زین حدیث   یافت آگاهی ز فعل آن خبیث
چون بجد حاکم بدو گفت این بکن   گفت آری بر کنم روزیش من

آمدے فردا و فردا وعده داد / شد درخت خار او محکم نهاد
گفت روزے حاکمش اے وعده کش / پیش آ در کار ما واپس مغژ
گفت الایام یا عم بیننا / گفت عجل لا تماطل دیننا
تو که میگوئی که فردا این بدان / که بهر روزے که مے آید زمان
آن درخت بد جوان تر مے شود / وین کننده پیر و مضطر مے شود
خاربن در قوت و برخاستن / خارکن در سستی و در کاستن
خاربن هر روز و هر دم سبز تر / خارکن هر روز زار و خشک تر
او جوان تر مے شود تو پیر تر / زود باش و روزگار خود مبر
خاربن دان هر یکے خوے بدت / بارها در پاے خار آخر زدت
بارها از فعل خود نادم شدی / بر سر راه ندامت آمدی
بارها از خوے خود خسته شدی / حس نداری سخت بے حس آمدی
گر ز خسته گشتن دیگر کسان / که ز خلق زشت تو هست آن نشان
غافلے بارے نہ زخم خود نۂ / تو عذاب خویش و هم بیگانۂ

اب مولانا حسب عادت نصیحت کیطرف انتقال فرماتے ہین اور کہتے ہین کہ جسطرح اس پیاسے کا اینٹین اکھیڑنا وصل آب اور پانی تک پہونچنے کا سبب تھا یون ہی طالب حق کیلیے سجدہ موجب قرب حق سبحانہ ہی چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہین کہ واسجد واقترب کہ سجدہ کر اور مقرب بنجا۔ یاد رکھ کہ تیرا تن خاکی ایک عالیشان دیوار ہے جب تک یہ قائم رہیگی اور تو اوسکی درستی اور تن پروری کو نہ چھوڑیگا اسوقت تک تجھے سجدہ حقیقی اور انقیاد کامل ناممکن ہے۔ اور جب تک تو اوسکی فکر سے رہائی نہ پاویگا اسوقت تک آب حیات حقیقی اور اصلی جان بخش ذات کا قرب حاصل نہین کرسکتا۔ اسلیے لازم ہے کہ تو اس دیوار کو اوکھیڑے اور اسکی فکر چھوڑے اور چونکہ یہ بات بدون طلب کے نہین ہوسکتی لہذا اول طلب پیدا کر پس طلب جسقدر شدید ہوگی فنای تن اسیقدر جلد ممکن ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ آدمی جسقدر زیادہ پیاسا ہوتا ہے اتنی ہی جلدی اینٹین اور ڈھیلے اوکھیڑتا ہی اور جو شخص پانی کی آواز پر جتنا عاشق ہوتا ہے اتنی ہی جلدی وہ دیوار مانع سے بڑے بڑے ڈھیلے اوکھیڑتا ہے اوسکی حالت یہ ہوتی ہے کہ پانی کی آواز سے نشہ مین سرشار ہوتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ اوسنے گلے تک شراب بھر رکھی ہے اور سوائے گڑپ گڑپ کی آواز کے اور کوئی آواز ہی نہین سنتا۔ لہذا آدمی کی طلب جسقدر شدید ہوگی اوسیقدر وہ ماسوی اللہ سے بے تعلق ہوگا اور اتنا ہی جلد موانع کو مرتفع کریگا اور اتنا ہی جلد وہ تن خاکی کو مٹائیگا۔ چونکہ شدت طلب اور رفع موانع اور انکی مزاحمت موقوف ہے اعتدال مزاج اور قوت قوی پر اور یہ بات جوانی مین ہوتی ہے اسلیے جوانی کی قدر کرنی چاہیے۔ اسے مزے ہین اسکے جو پہلے دنون کو اور موسم شباب کو غنیمت جانے اور اپنا فرض اطاعت جو واجب الادا ہے پہلے ہی سے ادا کردے جس زمانہ مین کہ اسکو قدرت اعمال بھی ہے صحت و اعتدال مزاج بھی ہے دل مین بھی زور و قوت ہے اور جوانی جو ایک سرسبز

شاداب باغ کیطرح ہے اور بے تکلف اپنے منافع و ثمرات سے متمتع کر رہی ہے یعنے قوت اور شہوت کے
چشمہ رواں ہیں جن سے زمین جسم سرسبز ہے مکان آباد ہے اور چھت نہایت اونچی ہے ارکان و عناصر معتدل
حالتمیں ہیں کوئی گڑبڑ نہیں کسی قسم کی بندش نہیں ہرطرح انتفاع ممکن ہے آنکھ کی روشنی اور اعضا کی قوت
قائم ہے محل مضبوط مکان روشن اور خس و خاشاک سے پاک و صاف ہے غرض کہ جسم کی حالت ہرطرح قابل
اطمینان اور راحت بخش اور مقصود اصلی کی معاون ہے۔ بیٹا دیکھ جوانی کو غنیمت جان سر جھکا اور حق سبحانہ کا
مطیع و منقاد بن اور بدن کی اینٹین اور ڈھیلے اوکھیڑ اور شہوات و لذات نفسانی کو چھوڑ قبل اسکے کہ بڑھاپے
کا زمانہ آئے۔ اور تیری گردن مونج کی رسی مین بندھ جاوے۔ اور اب تجھے وہ آزادی حاصل نہ رہے جو جوانی
مین تھی۔ زمین تن کی مٹی شور ہو جاوے عمارت تن سے مٹی جھڑنے لگے بنیاد کمزور ہو جاوے اور اس قابل
نہ رہے کہ عمدہ گھاس پیدا ہو سکے اور اعمال صالحہ اوس سے صادر ہو سکین کیونکہ زمین شور مین ہرگز عمدہ
گھاس نہین جمتی۔ اور تن سست سے اعمال صالحہ نہین ہو سکتے۔ زور و شہوت کا پانی بھی بند ہو چکا ہے۔
اسلیے وہ بھی مدد نہ پہونچا سکے گا۔ اور وہ نہ اس قابل رہیگا کہ دوسرون کو نفع پہونچا سکے اور نہ اپنے سے خود ہی
منتفع ہو سکے گا۔ بھوین دمچی کی طرح نیچے کو لٹک جائین گی۔ آنکھ مین تراوٹ آکر آنسوؤنکا ایک تار بندھ جائے گا
جھریان پڑکر منھ گوہ کی پیٹھ کیطرح ہو جائے گا۔ نہ بولا جائیگا۔ نہ کھایا جائیگا۔ دانت بیکار ہو جائینگے۔ کمر ٹیڑھی
ہو جائیگی۔ دل سست ہو جائیگا ضعف سے دھڑکن پیدا ہو جائیگی جسم کمزور ہو جائیگا۔ ہاتھ پاؤن سوکھکر
رسی کیطرح ہو جائینگے اور حالت یہ ہوگی کہ چلنے کیلیے تیار۔ زاد راہ بہت قلیل سواری سست۔ غم اور فکر
قوی۔ دل کمزور جسم خراب خانہ جسم ویران۔ کام تتر بتر دل آہ و فغان سے ملے ابنائے (باجہ) کیطرح لبریز
کوشش بیکار عمر برباد۔ سفر لمبا نفس کاہل۔ دل سیاہ جان بے صبر بال سر پر برف کیطرح سفید۔ موت کے
خوف سے تمام اعضا تھرتھرتے کیطرح کانپتے ہوے۔ وقت بے وقت۔ سواری لنگڑی۔ سفر لمبا جاے عمل جسم
ویران کام ناموافق اخلاق ذمیمہ کی جڑین مضبوط۔ اکھیڑنیکی قوت کمزور۔ اسلیے اسکی مثال اس بڈھے اور چکنی
چپڑی باتین بنانے والے کی سی ہو گی جسنے رستہ مین ایک درخت خاردار بو دیا تھا اور راہ گیر اوسے ملامت
کرتے اور اوکھیڑنے کو کہتے تھے تو اوکھیڑتا نہ تھا وہ درخت خاردار ہر وقت بڑھتا تھا اور مخلوق کے پاؤن اسکے زخم سے
سے لہولہان ہوتے تھے۔ فقیرون کے کپڑے کانٹون مین اولجھکر پھٹتے تھے بیچارون کے ننگے پاؤن زخمی ہوتے تھے
جبکہ حاکم کو اس واقعہ کی خبر ہوئی اور اس خبیث کے اس فعل ناشائستہ پر اطلاع پائی تو اسکو اکھیڑنے کی فرمائش
کی پس جب حاکم نے بتاکید حکم دیا کہ اسکو اکھیڑ ڈال تو اسنے کہا اچھا کسی وقت اکھیڑ ڈالونگا۔ ایک عرصہ تک آجکل
آجکل کرتا رہا۔ اور اسکا خاردار درخت خوب مضبوط اور قوی ہوتا گیا۔ ایک روز حاکم نے اوس سے کہا کہ
اے وعدہ خلاف ہمارے حکم کی فوراً تعمیل کر اور کچھ حیل و حجت مت کر۔ تو اوسنے جواب دیا کہ حضور ابھی تو زمانہ
پڑا ہوا ہے۔ حاکم نے کہا کہ نہین جلدی کر اور تعمیل حکم مین ٹال مٹول نکر بس بیٹا تو جو کہتا ہے کہ اعمال صالحہ آج
نہین کل کرونگا تو یاد رکھ کہ جون جون دن گذرتے ہین تیری برائی کا درخت جوان ہوتا جاتا ہے اور اکھیڑنیوالا
یعنی تو بڈھا اور لاچار ہوتا جاتا ہے۔ درخت خاردار تو قوی ہوتا جاتا ہے اور اسکا اکھیڑنیوالا

یعنی تو کمزور ہوتا جاتا ہے۔ اور ہر وقت گھٹنے میں ہے۔ درخت خاردار ہر دن بلکہ ہر لحظہ سر سبز ہوتا ہے اور اکھیڑ نا اس کا تیرے لیے دشوار ہوتا جاتا ہے
یعنی تو لاچار اور خشک ہوتا ہے جسقدر وہ جوان ہوتا ہے اُتنا ہی تو بڈھا ہوتا ہے۔ پس جلدی کر اور اپنا وقت
ضایع نہ کر یاد رکھ کہ تیری ہر خوے بد ایک خاردار درخت ہے۔ وہ بارہا خود تیرے ہی پاؤن مین چبھا ہے اور
تجھے بھی تکلیف دی ہے چنانچہ تو بارہا اپنے فعل سے نادم ہوا اور سیکڑون مرتبہ تو نے اپنی خصلت بد سے تکلیف
اُٹھائی ہے۔ مگر اسپر بھی تجھے حس نہین نہایت عجیب شخص ہے بھلے مانس اگر دوسرونکے زخمی ہونے سے جسکا
سبب تیری خوے بد ہے تو غافل ہے اور تجھے انکی پرواہ نہین تو اپنے زخم سے تو غافل نہین۔ ارے کمبخت تو اپنے
لیے بھی وبال ہے۔ اور دوسرون کے لیے بھی تجھے چاہیے کہ تین باتون مین سے علی الترتیب ایک بات کو اختیار کرے
وہ باتین یہ ہین سے یا تبر بردار و مردانہ بزن الخ۔

یا تبر بردار و مردانه بزن	تو علی وار این در خیبر بکن
ورنه چون صدیق و فاروق مهین	هین طریق دیگران را برگزین
یا بگلبن وصل کن این خار را	وصل کن با نار و نور یار را

یا تو یہ کر کہ تبر اٹھا اور بہادری سے اس درخت خاردار کی جڑ مین مار اور اسے اسطرح نیست و نابود کر دے
جسطرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے در خیبر کو نیست و نابود کر دیا تھا۔ اور اگر تجھ سے یہ نہین ہو سکتا تو صدیق
اکبر اور فاروق اعظم کیطرح دوسری روش پر چل یعنی جسطرح صدیق اکبر اور فاروق اعظم باوجودیکہ شجاعت کاملہ
و تدبیر تام اور ایمان کامل رکھتے تھے اور کوئی ظاہری سبب مانع فتح نہ تھا۔ در خیبر کو اس لیے فتح نہ کر سکے کہ
انکے ہاتھون اسکا فتح ہونا مقدر نہ تھا۔ مگر اونہون نے اسکی فتح کی امکانی کوشش کی اسلیے جہاد مین شریک
اور مستحق اجر ہوے۔ یون ہی تو اوسکے اُکھاڑنے کی کوشش کر یس اگر باوجود کوشش کے بھی وہ درخت خاردار
جڑ سے نہ اکھڑ سکا تب بھی تو جہاد اکبر مین شامل سمجھا جائیگا۔ اور مستحق اجر اور مقرب عند اللہ ہوگا۔ اس تقریر پر حضرت
علی کرم اللہ وجہہ کی فضیلت شیخین پر لازم نہین آتی اور نہ انکے طریق مجاہدہ کا شیخین کے طریق مجاہدہ پر فضل
ہونا لازم آتا ہے بلکہ بر تقدیر صحت واقعہ کے حضرت علی کا فضل جزئی شیخین پر لازم آتا ہے اور یہ شیخین کے
فضل کلی کے منافی نہین وہو ظاہر۔ اسمین اشارہ ہے ان روایات کی طرف جنمین مذکور ہے کہ جناب رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے اولاً ابوبکر صدیق کو جھنڈا دیکر بھیجا تھا اور وہ بدون فتح کے واپس ہو گئے تھے پھر حضرت
عمر کو بھیجا وہ بھی بدون فتح کے واپس ہو گئے۔ اسکے بعد حضرت علی کو بھیجا اونھون نے فتح کیا اور در خیبر کو اوکھاڑ کر
پھینکدیا چنانچہ خصائص نسائی مین ہے۔ اخبرنا احمد بن سلیمان الرہاوی حدثنا عبید اللہ اخبرنا ابن ابی لیلی عن الحکم
عن المنہال عن عبد الرحمن ابن ابی لیلی عن ابیہ قال لعلی وہو یسیر معدان الناس قد انکروا منک شیئاً تخرج فی البرد
فی الملاءتین وتخرج فی الحر فی الحشو والثوب الغلیظ فقال لم تکن معنا بخیبر قال بلی قال بعث رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ابا بکر وعقد لہ لواء فرجع وبعث عمر وعقد لہ لواء فرجع فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاعطین الرایۃ
رجلا یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ لیس بفرار فارسل الی وانا ارمد فتفل فی عینی فقال اللہم اکفہ اذی الحر و
البرد فقال ما وجدت حرا بعد ذلک ولا بردا (اخبرنا محمد بن علی بن حرب اخبرنا الواقدی قال اخبرنا معاذ بن خالد

قال اخبرنا الحسین بن واقد عن عبداللہ بن بریدۃ قال سمعت ابی بریدۃ یقول حاصرنا خیبر فاخذ الرایۃ ابوبکر ولم یفتح
لہ فاخذہ من الغد عمر فانصرف ولم یفتح لہ واصاب الناس شدۃ وجہد فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی دافع
لوائی غدا الی رجل یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ لا یرجع حتی یفتح لہ وبتنا طیبۃ انفسنا ان الفتح غدا فلما اصبح
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی الغداۃ ثم جاء قائما فدعا باللواء والناس علی مصافہم فما منا انسان لہ منزلۃ عند الرسول
صلی اللہ علیہ وسلم الا وہو یرجو ان یکون صاحب اللواء وفتح اللہ علیہ۔ قالوا اخبرنا من تطاول الیہا قال بریدہ
وانا من تطاول الیہا (اخبرنا) محمد بن بشار بندار البصری اخبرنا محمد بن جعفر قال حدثنا عوف عن میمون ابی عبداللہ
ان عبداللہ ابن بریدۃ حدثہ عن بریدۃ الاسلمی قال لما کان یوم خیبر نزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحصن اہل خیبر
اعطی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللواء عمر فنہض فیہ من نہض من الناس فلقوا اہل خیبر فانکشف عمر واصحابہ فرجعوا
الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاعطین الرایۃ رجلا یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ
ورسولہ فلما کان من الغد تصادر ابوبکر وعمر فدعا علیا وہو ارمد فتفل فی عینیہ ونہض معہ من الناس من نہض فلقی اہل خیبر
فاذا مرحب یرتجز ؎ قد علمت خیبر انی مرحب ؛ شاکی السلاح بطل مجرب ؛ اذا اللیوث اقبلت تلہب ؛ اطعن
احیانا وحینا اضرب ؛ فاختلف ہو وعلی ضربتین فضربہ علی ہامتہ حتی مضی السیف منہا منتہی راسہ وسمع اہل العسکر
صوت ضربتہ فما تتام آخر الناس مع علی حتی فتح لاولہم۔ میزان الاعتدال میں ہے۔ انبانا ابن علائی انا الکندی
حدثنا الشیبانی انا الخطیب حدثنا محمد بن عمر ابن بکیر انا علی بن احمد بن محمد بن فروخ الوراق حدثنا محمد بن صابر حدثنی
اسمعیل بن موسی حدثنا المطلب ابن زیاد عن لیث عن ابی جعفر محمد بن علی عن جابر ان علیا حمل باب خیبر یوم
افتتحہا وانہم جربوہ بعد ذلک فلم یحملہ الا اربعون رجلا ہذا منکر رواہ جماعۃ عن اسمعیل انتہی۔ مسند احمد میں ہے
حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا یعقوب ثنا ابی عن محمد بن اسحق قال حدثنی عبداللہ بن الحسن عن بعض اہلہ عن ابی رافع
مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرجنا مع علی حین بعثہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برایۃ فلما دنا من الحصن
خرج الیہ اہلہ فقاتلہم فضربہ رجل من یہود فطرح ترسہ من یدہ فتناول علی بابا کان عند الحصن فترس بہ نفسہ فلم
یزل فی یدہ وہو یقاتل حتی فتح اللہ علیہ ثم القاہ من یدہ حین فرغ فلقد رایتنی فی نفر معی سبعۃ انا ثامنہم نجہد
علی ان نقلب ذلک الباب فما نقلبہ گو یہ روایات تنقید کے بعد میرے نزدیک قابل اعتماد نہیں اور ابوبکر صدیق
وعمر فاروق کو جھنڈا دیکر بھیجنا ثابت نہیں چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ منہاج السنۃ میں لکھتے ہیں ولم تکن الرایۃ
قبل ذلک لابی بکر ولا لعمر ولا قربہا واحد منہما بل ہذا من الاکاذیب ولہذا قال عمر فما احببت الامارۃ الا یومئذ و
بات الناس کلہم یرجون ان یعطاہا۔ اور خود الفاظ حدیث ہی تبلا رہے ہیں کہ حدیثیں کسی کی تراشی ہوئی ہیں۔ گو ان کا
میں کوئی متہم بالوضع نہیں مگر ایسے بھی نہیں کہ انکی روایت قابل اطمینان ہو ولولا غرابۃ المقام لاشبعت الکلام۔ مگر
مولانا استطرادی امور میں اسکی پرواہ نہیں کرتے کہ واقعہ کیا ہے۔ یہ توجیہ مجھے اقرب معلوم ہوتی ہے اسمیں تفضیل
علی کرم اللہ وجہہ علی الشیخین سے کوئی تعرض ہی نہیں کہ تاویل کی فکر ہو۔ یا تقدیم امر اول کیلیے کسی توجیہ کی ضرورت
ہو دوسری وجہ یہ ہے کہ یا تیر بردار دمردانہ بزن الخ میں اشارہ ہے اختیار مسلک ولایت کیطرف اور ورنہ
چون صدیق الخ سے اختیار مسلک نبوت کیطرف یعنی اول تو چاہیے کہ یا تو بطریق ولایت۔ سے جو علی کرم اللہ وجہہ

غالب تھا اوسکی بیخ کنی کرے۔ اور اگر شیخ کامل کی راے مین اس سے مناسبت نہ ہو تو صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما کیطرح مسلک نبوت کو اختیار کرے جو دیگر سالکین کا مختار ہے غرض جیسی استعداد ہو مسلک ولایت و طریق نبوت مین یہ فرق ہے کہ مسلک ولایت مین خلق کیطرف عدم توجہی اور توجہ الی الحق غالب ہوتی ہے۔ اور مسلک نبوت مین توجہ الی الخلق للحق غالب ہوتی ہے جو کہ فی الحقیقۃ توجہ الی الحق ہی ہے۔ مسلک اول مین ملذذات و تنعمات اختلاط مع الخلق سے کامل نفرت ہوتی ہے۔ اور مسلک ثانی مین بقدر ضرورت تلذذات و تنعمات سے للحق تمتع ہوتا ہے اور خلق کے ارشاد ہدایت کے لیے انکے ساتھ اختلاط ہوتا ہے۔ لیکن معاصی سے احتراز کلی ہوتا ہے۔ مسلک اول بظاہر سخت ہے اور مسلک ثانی درحقیقت سخت طبائع و استعدادات مختلف ہوتی ہین۔ لہذا بعض کے مناسب مسلک اول ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک مسلک ثانی مولانا پر ظاہراً مسلک اول غالب تھا۔ اور ذوقاً انکے مناسب تھا۔ اسلیے اول کو مقدم کیا ورنہ افضل و اعلیٰ مسلک ثانی ہی ہے۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ الولایۃ افضل من النبوۃ اوسکی چند توجیہین ہین اول یہ کہ ولایت نبی نبوت نبی سے افضل ہے۔ نہ کہ ولایت ولی۔ دوم کہ ولایت مطلقًا نبوت سے افضل ہے مگر ولی نبی سے افضل نہین کیونکہ اسمین ولایت و نبوت دونون ہین اور اسمین صرف ولایت لیکن تحقیق یہی ہے کہ نبوت افضل ہے ولایت سے اسلیے کہ منشا تفضیل ولایت یہ تھا کہ ولایت مین توجہ الی الحق ہوتی ہے۔ اور نبوت مین توجہ الی الخلق اور توجہ الی الحق افضل ہے توجہ الی الخلق سے مگر یہ منشا ہی غلط ہے کیونکہ نبوت مین صرف توجہ الی الخلق نہین ہوتی بلکہ توجہ الی الخلق للحق ہوتی ہے اور یہ عین توجہ الی الحق ہے اور اس توجیہ پر تفضیل مسلک ولایت مفضول علی مسلک النبوت الافضل کا شبہ نہ کیا جاوے گو وہ ایک تاویل صحیح رکھتی ہے لیکن یہان محض تقدیم ذکری سے تقدیم رتبی لازم نہین آتی اور حضرت علیؓ پر مسلک ولایت کا غلبہ بنا علی ما ہو المسلم عند اہل الفن ہے گو بعض نے اسمین اسطرح کلام کیا ہے کہ سیرۃ علی کرم اللہ وجہہ سے ظاہر نہین ہوتا کہ ان پر مسلک ولایت غالب تھا بلکہ تحقیق یہ ہے کہ شیخین پر زہد فی الدنیا بہ نسبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے غالب تھا۔ وان کانوا زاہدین رضی اللہ عنہم مگر خود زہد بھی دو قسم ہے ایک مشابہ زہد انبیاء کے کہ مال مین ظاہراً دخیل ہو مگر باطناً اوس سے کچھ تعلق نہو دوسرا یہ کہ ظاہراً بھی اوس سے تعلق کم ہو اور اسلیے اوسکے بہت سے مصالح و منافع سار یہ الی الخلق کا افاضہ نہ کر سکے اور یہ زہد اولیاء ہے اور حضرات شیخین قسم اول مین بڑھے ہوے تھے۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ مجاہدہ دو قسم کا ہے ایک جلی دوسرا خفی اول مشابہ ہے طریق علی کے کہ قلعہ باب خیبر امر جلی ہے اور یہ مجاہدہ ہے ترک لذات و تنعمات کے ساتھ اور دوسرا مشابہ ہے طریق شیخین کے کہ اسمین سعی کی کوئی صورت ظاہر نہین ہوتی مگر باطنی مقامات اوس سے طے ہوتے ہین اور یہ مجاہدہ ہے دقایق اعمال کی رعایت کے ساتھ جسکی کوئی ظاہر صورت نہین مگر اول سے زیادہ دشوار ہے پس مولانا فرماتے ہین کہ یا تو مجاہدہ جلی اختیار کرو جسطرح کہ قلعہ باب خیبر امر جلی تھا۔ یا مجاہدہ خفی اختیار کرو جسطرح شیخین کی کامیابی غزوہ خیبر مین خفی تھی کہ بظاہر کوشش بے نتیجہ تھی مگر حقیقت مین اپنے اندر ثمرات رکھتی تھی (تنبیہ) واضح ہو کہ یہ تشبیہ محض مجاہدہ کے جلی اور خفی ہونے مین ہے ورنہ کامیابی قلع خیبر اور ناکامی سے قطع نظر ہے۔ اب یہ شبہہ نہین ہو سکتا کہ ایک طریق کا حاصل کامیابی ہے اور دوسرے کا ناکامی۔ کیونکہ سعی باطنی کامیابی سے خالی نہین ہوتی واللہ اعلم۔ والتوجیہ الذی اختارہ المحشون مطروح

لا یلتفت الیہ۔ یہ دونون باتین اگر تجھ سے نہو سکین اور نہ تو خصائل ذمیمہ کی بیخ کنی کیسکے اور نہ نفس کی مزاحمت پر قادر ہو تو یہی کر کہ اس خار کو درخت گل سے ملادے اور اپنی آگ کیطرح مضر خصلتون کے ساتھ نور باطنی شیخ کامل کو قرین کر یعنی شیخ کامل کی خدمت مین پڑا رہ شاید بہ برکت صحبت شیخ ہی تو ان مضر خصائل سے نجات پاجاوے آگے مولانا اسیکو بیان فرماتے ہین۔

تا کہ نور او کشد نار ترا ۔۔۔ وصل او گلبن کند خار ترا

تو مثال دوزخی او مومن است ۔۔۔ کشتن آتش بمومن ممکن است

مصطفی فرمود از گفت جحیم ۔۔۔ کہ بمومن لابہ گر گردد ز بیم

گویدش بگذر ز من اے شاہ زود ۔۔۔ ہین کہ نورت سوز نارم را ربود

پس ہلاک نار نور مومن است ۔۔۔ زانکہ بے ضد دفع ضد لا ممکن است

نار ضد نور باشد روز عدل ۔۔۔ کان ز قہر انگیختہ شد وین ز فضل

گر ہمی خواہی تو دفع شر نار ۔۔۔ آب رحمت بر دل آتش گمار

چشمۂ آن آب رحمت مومن است ۔۔۔ آب حیوان روح پاک محسن است

پس گریزانست نفس تو از و ۔۔۔ زانکہ تو از آتشے او ز آب جو

ز آب آتش زان گریزان میشود ۔۔۔ کاتشش از آب ویران میشود

حس و فکر تو از آتش است ۔۔۔ حس شیخ و فکر او نور خوش است

آب نور او چو بر آتش جہد ۔۔۔ چلچک از آتش بر آید خوش جہد

چون کند چلچک تو گویش مرگ و درد ۔۔۔ تا شود این دوزخ نفس تو سرد

تا نسوزد او گلستان ترا ۔۔۔ پست نکند عدل و احسان ترا

یک شرار از وے ہزاران گلستان ۔۔۔ از یکے نے نام ماند نے نشان

بعد ازان چیزے کہ کارے بردہد ۔۔۔ لالۂ و نسرین سیسنبر دہد

صحبت شیخ کی اسلیے ضرورت ہے تاکہ اسکا نور تیری آتش شہوت وغضب کو بجھا دے۔ اور تجھے خصائل ذمیمہ سے نجات دے۔ یہ شبہہ نکرنا کہ نور نار کو کیونکر بجھا دیگا اسلیے کہ تیری مثال دوزخ کی سی ہے کیونکہ تو آتش خصائل بد سے دوزخ کی طرح لبریز ہے۔ اور وہ مومن ہے۔ اور نور مومن کا آتش دوزخ کو بجھا دینا ممکن ہے۔ نہ صرف ممکن بلکہ واقع ہے چنانچہ مخبر صادق مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم دوزخ کی گفتگو نقل فرماتے ہین کہ دوزخ خوف سے مومن کی خوشامد کریگی اور کہے گی کہ حضور والا جلدی سے پل صراط سے گذر جائین آپ کا نور میری سوز آتش کو فنا کیے دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آگ کی تباہی وبربادی مومن کے نور ہی سے ہوتی ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ نور ضد نار ہے۔ اور ایک ضد کی مدافعت دوسری ضد ہی کر سکتی ہے اسکے بغیر ناممکن ہے رہی یہ بات کہ نور نار کی ضد کیونکر ہے۔ یہ اگرچہ پورے طور پر اسوقت سمجھ مین نہ آئے مگر قیامت مین اسکا مشاہدہ ہو جائیگا اور معلوم ہو جائیگا کہ آگ مظہر ہے آتش قہر الٰہی اور اسکے جلال کا اور نور مظہر ہے اوسکے فضل وجمال کا۔ قہر و

فصل اور جلال وجمال میں تضاد ظاہر ہے۔ یون ہی ان کے مظاہر میں بھی تضاد لابدی ہے جبکہ یہ امر ثابت ہے
کہ نور آگ کی ضد ہے اور ایک ضد بدون دوسری ضد کے مدفوع نہین ہوسکتی تو اگر تو چاہتا ہے کہ مین آگ
کی مضرت سے محفوظ رہون تو آب نور جو مظہر رحمت ہے اور جسکو اس بنا پر آب رحمت کہا جا سکتا ہے تو آگ
کے اندر ڈال اور اس پانی کا پتا بھی ہم تجکو بتلائے دیتے ہین یہ پانی تجکو مومن کامل سے حاصل ہوتا ہے کہ وہ
اسکا سرچشمہ ہے اور اوسکی روح پاک سراسر آب حیوان ہے اس سے منتفع ہو چونکہ تو آب سے پر اور گویا آگ
کا پتلا ہے اور مومن سراپا آب جیسے رحمت ہے اسلیے تیرا نفس اس سے بھاگتا ہے۔ یہی دلیل ہے اوسکے
سرچشمہ آب رحمت ہونیکی کیونکہ قاعدہ ہے کہ آگ پانی سے بھاگتی ہے۔ اور وجہ اسکی یہ ہے کہ اسکے اتصال
مین آگ اپنی تباہی وبربادی محسوس کرتی ہے۔ یاد رکھ کہ تیری حس اور تیرا فکر مصروف شہوات نفسانیہ
ہونیکے باعث سراپا آتش ہے۔ اور شیخ کی حس اور اسکا فکر مصروف حقایق الٰہیہ ہونیکے سبب سراپا نور ہے
جب اوسکے نور کا پانی تیری آگ پر پڑیگا اور ہمت شیخ اور برکت مرشد جب اوسکے اطفاء کی طرف متوجہ ہوگی
تو آگ آواز دیکر دم بھر مین رخصت ہو جائیگی جب اوسمین سے آواز نکلے تو تو خوش ہو اور کہہ کہ تجھے درد مرگ
نصیب اور مبارک ہو۔ کیونکہ اسکا مرنا ہی بہتر ہے تاکہ آگ فنا ہو کر تیرا نفس سرد ہو جاوے اور مطمئنہ بنجاوے
اور تاکہ وہ باقی رہ کر تیرے گلشن اعمال وملکات فاضلہ کو بھسم نکردے۔ اور تیرے عدل واحسان کو چوپٹ
نکردے کیونکہ اس کمبخت کی یہ خاصیت ہے کہ اعمال کی برکت کھودیتی ہے اور ایسی بدبلا ہے کہ اسکی ایک
چنگاری ہزارون باغون کو تہس نہس کردیتی ہے پس جب یہ آگ فنا ہو جائیگی تو زمین صالح ہو جائیگی اور جو
تو بوے گا پھلے پھولین گی لالہ ونسرین وسبزہ پیدا ہونگے۔ اور تیرے اعمال صالحہ ثمرات محمودہ سے بارآور ہونگے

شرح شبیری سجدہ آمد الخ۔ یعنے سجدہ آیا ہے اوکھاڑنا سخت اینٹ کا (اور یہ سجدہ) سبب اس قرب
کا ہے جو کہ واسجد واقترب (سے معلوم ہوتا ہے) مطلب یہ کہ جسطرح اس شخص کو دیوار کی اینٹین اکھاڑنے سے
اور اوسکو پست کرنے سے مقصود قرب تھا اسیطرح عبد کو چاہیے کہ حق تعالی کی درگاہ مین سجدہ کرے اور
پستی اختیار کرے کہ اوس سے قرب خداوندی نصیب ہوگا۔ اور جسقدر موانع خصائل ذمیمہ وغیرہ ہون
اون سبکو اون اینٹون کی طرح اوکھاڑ کر پھینکدے۔

تا کہ این دیوار الخ۔ یعنی جب تک کہ یہ دیوار عالی گردن (اور بلند) ہے تو اس سرنگونی کو مانع ہے مطلب یہ کہ
جب تک موانع تکبر وغیرہ بھرا ہوا ہے اوسوقت تک یہ قرب اور عاجزی کو مانع ہین لہذا ان خصائل کو نکالدو
اور پھر قرب حق جو کہ مطلوب ومحبوب ہے حاصل کرو۔

سجدہ نتوان کرد الخ۔ یعنے آب حیات پر سجدہ نہین کرسکتے جب تک کہ اس تن خاکی سے نجات نہ پاوے
مطلب یہ کہ جبوقت تک اس تن خاکی کی خواہشات کو دفع نہ کرے اسوقت تک اوس فیض حق سے جو کہ
زندگی بخش ہے مستفید نہین ہوسکتے۔

بر سر دیوار الخ۔ یعنی دیوار پر جسقدر زیادہ پیاسا ہوگا اوتنی جلدی اینٹ اور ڈھیلے اکھاڑیگا تاکہ پانی سے
قریب ہو جاوے) مطلب یہ کہ جتنا زیادہ طالب قرب حق کا ہوگا اوسیقدر جلدی موانع قرب کو دفع کریگا تاکہ

جلدی سے محبوب اور مطلوب سے ملاقات ہو۔
ہر کہ عاشق تر الخ۔ یعنی جو شخص کہ پانی کی آواز پر زیادہ عاشق ہوتا ہے وہ سخت ڈھیلے حجاب پر سے اکھاڑتا ہے۔ تاکہ پانی مین ڈالے اور اوس سے آواز ہو اور اوسے یہ سنے۔ مطلب یہ کہ جو شخص کہ طالب حق ہوگا تو جتنا زیادہ طالب ہوگا اوسی قدر مجاہدہ در یاضت زیادہ کریگا۔ تاکہ قرب جلدی میسر ہو۔
او ز بانگ الخ۔ یعنے وہ (عاشق) تو آواز پانی سے گلے تک شراب سے بھر رہا ہے اور جو بیگانہ ہے وہ سوائے ایک ابق کی آواز کے (جو کہ اوس اینٹ وغیرہ کے گرنے سے پیدا ہوئی ہے) کچھ نہین سنتا اور اسکو کوئی حظ نہین آتا۔ مطلب یہ کہ جو طالب حق ہوتا ہے اوسکو تو مجاہدہ اور ریاضت مین ایک عجیب لطف حاصل ہوتا ہے اور جو طالب نہین ہے وہ تو صرف یہی دیکھتا ہے کہ زبان سے اللہ اللہ کر لیا یا کھانا کم کر دیا وغیرہ وغیرہ مگر چونکہ اسکو ذوق نہین ہوتا اسلیے اوسکو کوئی لطف اور مزا نہین آتا۔
اے خنک الخ۔ یعنی وہ شخص اچھا اور ٹھنڈا ہے کہ جو پہلے ایام کو غنیمت جانتا ہے اور اپنا قرض ادا کر رہا ہے مطلب یہ کہ خوش نصیب اس شخص کے کہ جو اس جوانی اور قوت کے دنونکو غنیمت جانکر مجاہدات و ریاضات و اعمال مین لگا ہوا ہے۔ اور قرب حاصل کر رہا ہے
اندر آن ایام الخ۔ یعنی اون ایام مین کہ اوسکو قدرت ہو صحت اور زور اور دل اور قوت ہو۔ اون ایام مین وہ مجاہدات اور اعمال مین مشغول ہے۔
وان جوانی الخ۔ یعنی وہ (ایام) جوانی مین (جو کہ) مانند سبز و تر باغ کے ہے کہ بے دریغ پھول پھل لا رہی ہے مطلب یہ کہ جوانی کے زمانہ کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔ کہ اوسمین اعمال اور مجاہدات سب اچھی طرح ہو سکتے ہین اور جسطرح دواعی شر قوی ہوتے ہین اسیطرح اُنکے دفع کی قوت بھی قوی ہوتی ہے اور انکا دفع کرنا بوجہ اس قوت کے آسان ہوتا ہے
چشمہائے قوت الخ۔ اور قوت اور شہوت کے چشمے جاری ہوتے ہین اور اُنسے زمین تن سبز و تر رہتی ہے مطلب یہ کہ جوانی کے زمانہ مین قوت اور شہوت چونکہ زیادہ ہوتی ہے اسلیے طبیعت مین شوق و ذوق زیادہ ہوتا ہے اور انسان خوب کام کر سکتا ہے۔ اب اگر اس شوق و ذوق کو حق تعالی کیطرف لگا دیا تو ادھر لگجاتا ہے اور اگر معاصی کیطرف رجوع کیا تو اُدھر رجوع ہو جاتا ہے۔ مگر مادہ ہونے سے امید ہوتی ہے کہ کام چلجاویگا ورنہ پھر بہت مشکل ہو جاتی ہے۔
خانہ معمور الخ یعنی (جوانی کے زمانہ مین) خانہ (تن) بنا ہوا اور اُسکی چھت بلند اور معتدل ارکان اور بغیر خلل کے اور قید کے ہوتے ہین یعنے تمام قوی وغیرہ درست ہوتے ہین۔
نور چشم الخ یعنے آنکھ کا نور اور بدن کی قوت اپنی جگہ پر اور (بدنکا) محل مضبوط اور گھر روشن اور صاف ہے۔
ہین غنیمت الخ۔ یعنی ہان اے لڑکے جوانی کو غنیمت جانو اور عاجزی کرو اور اینٹین ڈھیلے اکھاڑ ڈالو مطلب یہ کہ ان ایام جوانی کو غنیمت سمجھو اور ان خصائل ذمیمہ کو اور موانع قرب کو علحدہ کردو اور مجاہدات و ریاضات اور اعمال کر لو کہ پھر بڑھاپے مین کچھ نہ ہو سکے گا۔
پیش از آن الخ یعنے پہلے اس زمانہ کے کہ بوڑھاپا پہونچ جاوے اور تمھاری گردن کھجور کی رسی سے باندھین یعنی عذاب کی طرف کھینچے جاؤ۔ اور اعمال کی سزا بھگتو۔
خاک شورہ الخ یعنی اس سے قبل کہ خاک شورہ ہو جاوے اور ریزان اور سست ہو جاوے کہ شورہ (زمین)

سے عمدہ سبز نہیں اگا کرتا۔
آب زرو الخ۔ یعنی زور و شہوت سب منقطع (ہوجاوینگے) اور وہ نہ اپنے (ذات) سے منتفع ہے اور نہ دوسرون سے۔
ابروان چون الخ یعنی کہ ابرو ین مانند دمچی کے نیچے کو آئی ہوئین اور آنکھون مین آنسو آئے ہوے اور وہ ایک تار ہوگیا ہے۔ کہ رُکنے ہی نہین۔
از تشنج الخ۔ یعنی تشنج کی وجہ سے منھ گوہ کی پشت کیطرح ہے اور زبان مزہ اور دانت بیکار ہوگئے ہین۔
پشت دوتا گشتہ الخ یعنی کمر دوہری ہوگئی اور دل سُست اور سوزناک اور بدن ضعیف اور ہاتھ پاؤن تاگے کی مانند
بر سیر رہ الخ۔ یعنی راستہ کے سر پر اور زاد راہ کم اور سواری سست اور غم زیادہ اور دل بودا اور بدن نادرست ہے
خانہ ویران الخ۔ یعنی گھر ویران اور کام بے سامان ہوگیا ہے۔ اور دل نئے انبان کیطرح پُر افغان ہو رہا ہے نئے انبان مشک کی ہین کو کہتے ہین جو کہ اکثر جوگیون کے پاس ہوتی ہے اوسمین منھ سے ہوا بھر کر بغل سے دبلتے ہین تو اس سے آواز سُریلی نکلتی ہے۔
عمر ضائع الخ۔ یعنی عمر ضائع اور کوشش بیکار اور راستہ دور اور نفس کاہل اور دل سیہ اور جان بے صبری۔
موئے بر سر الخ۔ یعنی سر کے بال موت کے خوف کی وجہ سے برف کیطرح سفید اور تمام اعضا پتے کیطرح کانپتے ہوے۔
روز بیگہ الخ۔ یعنی دن بے وقت اور سواری لنگڑی اور راستہ دور اور کارخانہ (تن) ویران اور کام ہاتھ سے گیا ہوا۔ یعنی کام کے سنبھالنے کی قوت اور قدرت نہین ہے۔
بیخہائے خوئے الخ۔ یعنے بُری خصلتون کی جڑین محکم ہوگئی ہین اور انکے اکھاڑنے کی قوت کم ہوگئی ہے مطلب یہ کہ یہ ساری حالتین بڑھاپے مین ہوجاتی ہین کہ انسان بالکل بیکار محض ہوجاتا ہے اور اوسمین جسطرح دواعی شر نہین رہتے اسیطرح دواعی خیر بھی نہین رہتے۔ اور وہ خصائل بد پختہ ہوتے ہوتے خوب جڑ پکڑ جاتے ہین اور یہ حضرت ضعیف اور کمزور ہوگئے ہین انہین مجاہدات وریاضات کی قوت نہین ہے بس وہ ساری حالتین خوب مضبوط ہوجاتی ہین اور اسیطرح ایک روز موت آجاتی ہے اور پھر کچھ بنائے نہین بنتا۔ اسلیے اس دو روزہ جوانی کو غنیمت جانو اور اوسمین جو کرنا ہے کرلو۔ ورنہ پھر پچھتاؤ گے خوب سمجھ لو۔
حکایت ہمچو آن الخ۔ یعنی مثل اس سخت آدمی کے جو کہ شیرین سخن تھا اوسنے راستہ کے درمیان مین ایک کانٹے دار درخت کی جڑ لگائی تھی۔ مطلب یہ کہ جو شخص خصائل بد کا ازالہ نہین کرتا اور وہ پختہ ہوجاتی ہین تو پھر کچھ بنائے نہین بنتا۔ اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے ایک شخص تھا جو چرب زبان تو خوب تھا اور اُسنے ایک کانٹے دار درخت راستہ مین لگادیا تھا اور اسکو اکھاڑتا نہ تھا۔ آگے اوسکی پوری حکایت کو بیان فرماتے ہین۔
رہگذر الخ۔ یعنی راستہ چلنے والے اُسکو ملامت کررہے تھے اور اُسکو کہتے تھے کہ اسکو اکھاڑ دے اور وہ نہ اکھاڑتا تھا۔
ہر دمے الخ۔ یعنی وہ کانٹے کی جڑ ہر دم بڑھتی تھی اور مخلوق کے پاؤن اسکے زخم سے پُر خون ہوتے تھے اسیطرح انسان مین خصائل بد ترقی پذیر ہوتے رہتے ہین اور انسے مخلوق کو تکالیف ہوتی ہین۔
جامہائے الخ۔ یعنی مخلوق کے کپڑون کو کانٹون سے پھاڑتا تھا۔ اور درویشون کے پاؤن خوب اچھی طرح زخمی ہوتے تھے
چونکہ حاکم الخ۔ یعنے جبکہ حاکم کو اس بات کی خبر ہوئی اور اس خبیث کے کام کی خبر پائی۔

عون بجید الخ - یعنی جب حاکم نے دوسلو تاکید سے کہا کہ اسکو اکھاڑ دے تو کہا کہ ہان ایکدن اسکو اکھاڑ دونگا۔ اسیطرح انسان بھی خصائل بد کے ازالہ مین تاخیر کرتا ہے تو پھر پچھتاتا ہے۔

مدتے فردا الخ - یعنی ایک زمانہ تک کل پرسون کا وعدہ کرتا رہا اور اسکے درخت کا کانٹا خوب مضبوط جڑ کا ہو گیا

گفت روزے الخ - یعنی ایک روز حاکم نے اوس سے کہا کہ اے کج وعدہ ہمارے کام مین جلدی کر او پیچھا مت جا۔ یعنی دیر مت کر جلدی سے اسکو اکھاڑ دو۔

گفت الایام الخ - یعنی اس شخص نے کہا کہ اے چچا ہمارے درمیان مین تو بہت دن ہین (جلدی ہی کیا ہے اکھاڑ دونگا) تو حاکم نے کہا کہ جلدی کر اور ہمارے فرض کو ٹال مت بلکہ جلدی سے حکم کی تعمیل کر۔

تو کہ میگوئی الخ - یعنی حاکم نے کہا کہ تو جو کہتا ہے کہ کل کو (اوکھاڑ دونگا) تو یہ جان لے کہ جتنے دن تک کہ زمانہ گذرتا ہے وہ درخت بد خوب جوان ہو رہا ہے۔ اور یہ اکھاڑنے والا بڈھا اور مضطر ہو رہا ہے یعنی تو ضعیف ہو رہا ہے اور وہ خوب قوی ہو رہا ہے اسیطرح انسان کی بری خصلتین تو خوب محکم اور مضبوط ہوتی ہین اور وہ بوڑھا اور کمزور ہوتا ہے تو انکا ازالہ نہین کر سکتا۔ لہذا بہ نسبت جوانی کے بڑھاپا زیادہ قابل خیال اور توجہ ہے کہ اسمین انسان قریب بیکار کے ہو جاتا ہے۔

خاربن الخ - یعنی کانٹے کا درخت تو قوت مین اور بڑھنے مین ہے اور اسکو اکھاڑنے والا سستی اور گھٹنے مین ہے۔

خاربن ہر روز الخ - یعنی کانٹے کا درخت تو ہر دم اور ہر دن زیادہ سرسبز ہوتا ہے اور اکھاڑنے والا ہر روز خشک ہوتا ہے اور ضعیف ہوتا ہے۔

او جوان الخ - یعنی وہ زیادہ جوان ہو رہا ہے اور تو زیادہ بڈھا ہو رہا ہے۔ تو جلدی کر اور اپنے زمانہ کو ضایع مت کر۔

خاربن الخ - یعنی تم کانٹے کا درخت اپنی ہر بُری خصلت کو جانو کہ آخر بہت مرتبہ کانٹا تمھارے پاؤن مین بھی لگا ہے یعنی ان خصائل بد سے تم بھی پشیمان ہوئے ہو۔

بارہا از فعل الخ - یعنی تو بارہا اپنے فعل بد سے نادم ہوا ہے اور راہ ندامت پر آیا ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ اکثر غصہ وغیرہ کی وجہ سے انسان نادم ہوتا ہے۔

گر ز خستہ الخ - یعنی کہ اگر تم دوسرے لوگون کے زخم سے کہ جو تمھارے بُرے اخلاق کی نشانی ہے غافل ہو تو آخر اپنے زخم سے تو (غافل) نہین ہو اور تو تو اپنا بھی اور دوسرے کا بھی عذاب ہے یعنی تجھ سے خود تجھے بھی کلفت ہوتی ہے اور دوسری لوگون کو بھی بُرے اخلاق کی وجہ سے ضرر ہوتا ہے۔ لہذا ان اخلاق ذمیمہ کا ازالہ کر و آگے اس ازالہ کے طرق بتلاتے ہین کہ۔

یا تبر بردار الخ - یعنی یا تو تبر اٹھا کر مردون کی طرح مارو اور حضرت علی کی طرح درخیبر کو اکھاڑ دو ورنہ حضرت صدیق اور فاروق رضی اللہ عنہما بزرگ کیطرح دوسرون کا طریق اختیار کرو اور یا پھول کے درخت سے اس کانٹے کو ملا دو اور اس آگ کو نور سے ملا دو۔ مطلب یہ ہے کہ جب ان اخلاق ذمیمہ کا ازالہ ضروری ہے تو انکی توجیہ بخلاف استعداد طالبین کے کئی طریقے ہین اول تو طریق دلابت ہے وہ یہ کہ خوب مجاہدات و ریاضات کرو اور مخلوق سے الگ رہو۔ اور بس حق کیطرف متوجہ ہو جاؤ جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقام تھا اور اگر تمھاری

استعداد اوسکے مناسب نہو بلکہ اس سے عالی ہو تو پھر دوسرا طریقہ اختیار کرو جو کہ طریقہ نبوت ہے کہ نہ تو زیادہ مجاہدات و ریاضات کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ مخلوق سے الگ رہنے کی ضرورت ہے بلکہ وہ متوجہ بہ مخلوق الحق رہتے ہین اور یہ مقام حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا تھا۔ اور اگر نہ اسکی استعداد ہے اور نہ اوسکی تو پھر بھی اگر ویکر اپنے کو کسی سے متعلق کرو۔ اور کسی کی خدمت کرو کہ اس سے ملنے اور تعلق پیدا ہونے سے تم بھی خالی نرہوگے خوب سمجھ لو اب یہان اسمین اختلاف ہوا ہے کہ آیا طریق ولایت افضل ہے یا طریق نبوت۔ بعض لوگ تو طریق ولایت کو افضل کہتے ہین اور بعض نبوت کو مگر محققین طریق نبوت ہی کو افضل کہتے ہین اسلیے کہ طریق نبوت تو فیض رسان زیادہ ہے اور طریق ولایت صرف اوس شخص کے لیے نجات دلانے والا ہے لہذا وہی افضل ہوگا مگر جو لوگ کہ ولایت کو افضل کہتے ہین وہ یہ نہین کہتے کہ جب ولایت افضل ہے تو ولی بھی نبی سے افضل ہوگا حاشا و کلا بلکہ وہ کہتے ہین کہ نبی مین دونون چیزین موجود ہین اسلیے ولی کسطرح افضل ہو سکتا ہے۔ ہان طریق اور درجہ افضل ہو تو اس سے یہ لازم نہین آتا کہ نبی سے ولی افضل ہو فافہم۔ چونکہ اوپر کہا ہے کہ اگر نہ طریق ولایت کی استعداد ہے اور نہ نبوت کی تو کسی سے تعلق پیدا کرلو۔ لہذا اب آگے اسکے متعلق فرماتے ہین کہ۔

تا کہ نور او الخ۔ یعنی تاکہ اسکا نور تیری نار کو بجھا دے اور اسکا وصل تیرے خار کو پھول کا درخت کردے مطلب یہ کہ کسی کامل اور عارف سے تعلق پیدا کرے۔ تو اوسکا نور تیری آتش شہوت و غضب کو بجھا دیگا اور اخلاق ذمیمہ کو حمیدہ سے بدل دیگا۔

تو مثال الخ۔ یعنے تو دوزخ کی مثل ہے اور وہ (کامل اور عارف) مومن کیطرح ہے تو آگ کو مومن سے بجھا سکتے ہین یہ اشارہ ہے ایک حدیث کیطرف جسمین ہے کہ جب مومن دوزخ کے اوپر کو گذریگا تو دوزخ کہیگی کہ جز یا مومن فان نورک اطفا ناری یعنے اے مومن جلدی سے گذر جا کہ تیرے نور نے میری آگ کو مدہم کر دیا ہے۔ پس جب کہ مومن کی برکت سے نار جحیم سرد ہو جاتی ہے تو نار شہوت و غضب کیون نہ سرد ہوگی آگے خود صاف طور پر حدیث ہی کو بیان فرماتے ہین کہ۔

مصطفے فرمود الخ۔ یعنے مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم نے دوزخ کا قول نقل فرمایا ہے کہ وہ دوزخ مومن سے ڈر کے مارے خوشامد کرتی ہے اور اوس سے کہیگی کہ اے شاہ صاحب ذرا جلدی سے گذر جائیے کہ آپکے نور نے میری آگ کے سوزش کو اڑا دیا ہے۔ پس اسیطرح وہ شیخ کامل اپنے متعلقین کے نار شہوت و غضب کو بجھا دیتا ہے۔ اور اوسکے نور اور فیض کے سامنے سب ہیچ اور کالعدم معدوم ہوتے ہین آگے خود اسکو فرماتے ہین کہ

پس ہلاک الخ۔ یعنی پس ہلاکت نار کی مومن کا نور ہے اسلیے کہ بے ضد کے دوسری ضد کو دفع کرنا غیر ممکن ہے تو چونکہ نار شہوت و غضب کی ضد نور مومن ہے لہذا اوس سے تعلق پیدا کرلو تب یہ سارے اخلاق ذمیمہ اوسکی برکت سے دور ہو جاوینگے پھر یہی فرماتے ہین کہ۔

نار ضد نور الخ۔ یعنے قیامت کے دن آگ نور کی ضد ہوگی (جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نور کی وجہ سے نار بجھے گی) اسلیے کہ وہ قہر سے ناشی ہوئی ہے اور یہ فضل سے اور ان دونون مین منافی ظاہر ہے بس ان دونون کے مناشی مین بھی منافی ہوگی۔

آتشِ تو میخوا ہی الخ۔ یعنی اگر تم اس نار کا دفع کرنا چاہتے ہو تو اوس آگ کے اندر آب رحمت کو مقرر کرو مطلب یہ کہ اخلاق ذمیمہ کا ازالہ چاہتے ہو تو اوسکی یہ ترکیب ہے کہ کسی کامل سے تعلق پیدا کرو کہ اوسکی وجہ سے وہ سب زائل ہو جاوینگے کہ اوس سے تعلق پیدا کرنا ایسا ہے جیسا کہ آگ پر پانی ڈالدینا اسلیے کہ اس مومن کے اندر آب رحمت موجود ہے۔ اور وہ اسکے برکات اور فیوض ہین آگے فرماتے ہین۔

چشمۂ آن الخ۔ یعنی اوس آب رحمت کا چشمہ مومن ہے اور آب حیوان اس محسن کی روح پاک ہے لہذا اس سے تعلق پیدا کرو کہ جس سے حیات ابدی حاصل ہو جاویگی۔ اسلیے کہ اوسکی روح پاک مثل آب حیوان کے حیات بخش ہے۔

بس گریزان است الخ۔ یعنی تیرا نفس اوس سے بہت بھاگتا ہے اسلیے کہ تو آگ سے ہے اور وہ ندی کے پانی سے ہے مطلب یہ کہ چونکہ تیرے نفس کے اندر آتش شہوت وغضب واخلاق ذمیمہ بھرے ہوے ہین اور وہ شیخ انکو بجھاتا اور فنا کرتا ہے اسلیے تیرا نفس اس سے بھاگتا ہے۔

ز آب آتش الخ۔ یعنی پانی سے آگ اسلیے بھاگتی ہے اسلیے کہ اسکی سوزش پانی سے ویران ہوتی ہے مطلب یہ کہ نفس اوس شیخ سے اسلیے بھاگتا ہے کہ وہ اس لذات وخواہشات کو دفع اور منعدم کردے گا۔ اس لیے بھاگتا ہے اور ڈرتا ہے۔

حس تو الخ یعنی تیری حس اور فکر تو آگ (کی وجہ) سے ہے اور شیخ کا حس اور فکر عمدہ نور ہے مطلب کہ عوام الناس احساسات اور افکار تو اخلاق ذمیمہ سے ناشی ہوتی ہین اور وہ برے اثر پیدا کرتے ہین اور شیخ کے افکار اور احساس چونکہ اخلاق حمیدہ سے ناشی ہین اسلیے اس سے نیک اثر اور ثمرات مرتب ہوتے ہین۔

آب نور او الخ۔ یعنی جب اوسکے نور کا پانی اس آگ پر گرتا ہے تو آگ سے چلچک پیدا ہوتی ہے۔ اور جلدی سے الگ ہو جاتی ہے مطلب یہ کہ جب اُس شیخ کے برکات اور فیوض اس شخص کے اخلاق ذمیمہ پر اثر کرتے ہین تو جسطرح پانی پڑنے سے لکڑی مین سے ایک آواز پیدا ہوتی ہے اور پھر فوراً الگ ہو جاتی ہے اسی طرح اوس فیوض وبرکات سے سب اخلاق ذمیمہ دفع ہو جاتے ہین چلچک اوس آواز کو کہتے ہین جو کہ جلی ہوئی لکڑی پر پانی ڈالنے سے ہوتی ہے۔

چون کند الخ۔ یعنی جب وہ چلچک کرے تو تم اوس سے کہو کہ دور ہو تاکہ یہ تیرے نفس کا دوزخ سرد ہو جاوے مطلب یہ کہ جب شیخ کے برکات اور فیوض سے اخلاق ذمیمہ دفع ہونے لگین تو تم بھی خیال کرکے اور کوشش کرکے اونکو ترک کر دو۔

تا نسوزد الخ۔ یعنی تاکہ وہ تمھارے باغ کو نہ جلادے اور تمھارے عدل واحسان کو پست نکردے مطلب یہ کہ اخلاق ذمیمہ کو دفع کرو اور انکا ازالہ کرو تاکہ کہین وہ تمھارے اعمال کے باغ کو بالکل تباہ وبرباد نکردی اور تمھارے اندر جو اخلاق حمیدہ ہین کہین انکو زائل نہ کردے اسلیے تمکو ضروری ہی کہ انکا ازالہ کرو اور اُنکو چھوٹی چیز نہ سمجھو۔

یک شرار الخ۔ یعنی ایک چنگاری اوسکی ہزارون باغون کو جلادے اور ایک ہی سے نام ونشان بھی باقی نہ رہے۔ مطلب یہ کہ اگر اخلاق ذمیمہ کی ابتدا ہے اور وہ ابھی پختہ نہین ہوے ہین بلکہ زیادہ بڑھے نہین ہین تب بھی انکو کم مت سمجھو اسلیے کہ ایک خلق مذموم بھی تمام اعمال کو برباد وتباہ کردیگا۔ بس اول تو تم اس اخلاق

ذمیمہ کی آگ کو بجھا دو اسکے بعد پھر جو عمل کروگے وہ پانی ہوگا اور اسکا ثمرہ تمکو ملیگا۔ اسیکو فرماتے ہین کہ۔
بعد از ان الخ۔ یعنی بعد اسکے تو جو کچھ بووے گا وہ پھل لاویگا اور لالہ ونسرین اور سیسنبر دیگا مطلب یہ کہ جب
اخلاق ذمیمہ کا ازالہ ہوگیا تو اب جو عمل بھی کروگے اوسکے ثمرات تمکو حاصل ہونگے سیسنبر ایک گھاس ہے۔ کہ جسکی خوشبو
نعناع اور پودینہ کے درمیان ہوتی ہے۔ بالسین والیاء المعروف والسین والنون المختفی والیاء المفتوح ثم الراء المہملۃ۔
اب یہان تک تو اس مضمون کو بیان کیا ہے کہ اخلاق ذمیمہ کا ازالہ اور باطن کی اصلاح ضروری ہے آگے پھر اوس
مضمون کیطرف کہ جوانی کو غنیمت سمجھو ورنہ بڑھاپے مین یہ گت بنے گی رجوع کرتے ہین اور فرماتے ہین کہ۔

شرح حبیبی

باز پہنا میرویم از راہِ راست ‌‌ ‌ باز گرد اے خواجہ راہِ ما کجاست
اندر آن تقریر بودیم اے حسود ‌ ‌ کہ خرت لنگ است و منزل دور دور
بار تو باشد گران در راہ چاہ ‌ ‌ کج مرو رو راست اندر شاہراہ
سال شصت آمد کہ در شستت شد ‌ ‌ راہ دریا گیر تا یابی رشد
آنکہ عاقل بود در دریا رسید ‌ ‌ شد خلاص از دام و از آتش رہید
چونکہ بیگہ گشت و آن فرصت گذشت ‌ ‌ مردہ گردد رو سوے دریا ز دشت
ورنہ در تابہ شوی بریان بسے ‌ ‌ اینچنین ہرگز کند بر خود کسے
حال آن سہ ماہی و آن جوئبار ‌ ‌ گفتہ شد اینجا برائے اعتبار
فانتبہ ثم اعتبر ثم انتصب ‌ ‌ واستعن باللہ ثم اجہد تصب
سال بیگہ گشت و وقت کشت نے ‌ ‌ جز سیہ روئی و فعلِ زشت نے
کرم در بیخ درختِ تن فتاد ‌ ‌ بایدش بر کند و بر آتش نہاد
ہین و ہین اے راہرو بیگاہ شد ‌ ‌ آفتاب عمر سوے چاہ شد
این دو روزک را کہ زورت ہست زود ‌ ‌ پر فشانی بکن از راہ جود
اینقدر تخمیکہ ماندستت بکار ‌ ‌ تا در آخر بینی آنرا برگ و بار
تا نمردست این چراغ با گہر ‌ ‌ ہین فتیلہ اش ساز و روغن زودتر
ہین مگو فردا کہ فرداہا گذشت ‌ ‌ تا بکلی نگذرد ایام کشت

در معنی فی التاخیر آفات

پند من بشنو کہ تن بند قویست ‌ ‌ کہنہ بیرون کن گرت میل نویست
لب ببند و کف پر زر بر گشا ‌ ‌ بخل تن بگذار پیش آور سخا

ترک لذتہا و شہوتہا سخاست — ہر کہ در شہوت فرو شد بر نخاست
این سخا شاخیست از سرو بہشت — وائے او کز کف چنین شاخے بہشت
عروۃ الوثقیٰ است این ترک ہوا — بر کشد این شاخ جانرا بر سما
تا برد شاخ سخا اے خوب کیش — مر ترا بالا کشان تا اصل خویش

اس سیدھے راستہ کو چھوڑ کر جسپر ہم ہنوز چل رہے تھے۔ پھر ایک طرف کو مڑتے ہین اے جناب آپ بھی لوٹیے اور دیکھیے کہ ہمارا راستہ جسپر ہمین چلنا ہے کہان ہے ہان تو ہم یہ کہہ رہے تھے کہ تیرا گدھا لنگڑا ہے اور منزل مقصود دور ہے۔ تیرا بوجھ بھاری ہے۔ رستہ مین کنوان اور خطرہ ہے یعنے قوائے جسمانیہ کمزور ہوگئے ہین اور کام بہت باقی ہے پس تو ٹیڑھا مت چل بلکہ صراط مستقیم پر سیدھا چل کیونکہ ایسی حالت مین سیدھی راہ پر چلکر پہونچنا بھی مشکل ہے یعنے خود چلنا اور شریعت پر عمل کرنا ہی دشوار ہے بوجود الموانع۔ پس اگر راہ راست کو بھی چھوڑ دیا تب تو وصول الی الحق بالکل ہی ناممکن ہوجاویگا دیکھ تیری عمر کے ساٹھ سال ہوچکے ہین اور یہ تجھے کانٹے مین پھنسانا چلہتے ہین یعنی مزید ضعف پہونچا کر بالکل بے قابو اور ناقابل عمل بنانا چاہتے ہین اسوقت تیرا فرض ہے کہ اس دانا مچھلی کیطرح جو شست کے اندیشہ سے قعر دریا مین پہونچ گئی تھی اور اس ذریعہ سے شست مین پھنسنے سے محفوظ ہوگئی تھی اور آگ مین جلنے سے بچگئی تھی جسکا مفصل قصہ دفتر چہارم مین آئیگا۔ تو بھی دریائے حقیقی یعنی حق سبحانہ کا رستہ لے اور اعمال صالحہ و مجاہدات کر۔ اس سے تو مہتدی ہوگا۔ اور مہلکہ سے نجات پائیگا۔ اور اگر اتنی بھی قوت نہین رہی ہے کہ اعمال و مجاہدات کرسکے اور وقت بیوقت ہوگیا ہے اور موقع ہاتھ سے نکل چکا ہے اور تو ضعف کے دام مین پھنس چکا ہے تو اس مچھلی کیطرح جو ناعاقبت اندیشی سے جال مین پھنس گئی تھی مگر اسنے اپنے کو مردہ بنالیا تھا اور شکاری نے اوسکو مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا تھا بعد کو وہ خشکی سے دریا مین پہونچ گئی تھی اور اسطرح وہ توے پر کباب ہونے سے بچگئی تھی۔ تو بھی اپنے کو مردہ کرلے اور سیئات سے باز رہ اور خشکی سے دریا مین پہونچ جا یعنے حالت مضرۃ سے حالت نافعہ کو اختیار کرلے اگر تو اپنے کو مردہ نکریگا اور تیسری نادان مچھلی کیطرح زندہ ہی رہیگا اور اعمال سیئہ سے بھی باز نہ آئیگا تو یاد رکھ کہ خوب ہی آگ مین جلیگا اس موقعہ پر ہمنے اشارۃ تین مچھلیوں اور دریا کا تذکرہ کردیا ہے کہ تجکو غیرت ہو پس تو اب تو جاگ جا۔ اور عبرت حاصل کر اور ہماری نصیحت پر عمل کرنیکے لیے کھڑا ہوجا۔ خدا سے مدد چاہ اور کوشش کر انشاء اللہ تعالیٰ منزل مقصود تک پہونچ جائیگا دیکھ تو سہی سال بیوقت ہوچکا ہے اور کھیتی یعنے اعمال صالحہ کا وقت نہین رہا ہے۔ اور روسیاہی اور بدکرداری کے سوا اور کوئی بات نہین ہے درخت جسم کی جڑ مین کیڑا لگ چکا ہے یعنے دن بدن اضمحلال ہوتا جاتا ہے اور بہت جلد فنا ہونے کو ہے پس اسوقت تیرا فرض ہے کہ اس درخت کو اکھیڑ کر آگ مین جلادے اور اسکی فکر کو چھوڑ دے اور روح کی فکر کر ہان اے مسافر راہ عدم یا راہ حق دیکھ وقت ناوقت ہوگیا ہے عمر کا سورج ڈوبنے کو ہے اور موت آنکو ہے ان تھوڑے دنون مین جو تیری عمر کے باقی ہین از راہ سخاوت بہت جلد پر پرزے جھاڑ کر تیار ہوجا اور جسقدر بیج باقی ہے اُسے بودے یعنی جسقدر اعمال صالحہ ہوسکین کرلے تاکہ انجام کار تو انکے ثمرات دیکھے اور جب چراغ روح کا گل نہین ہوتا ہے اور روح موت کے ذریعہ سے ناقابل تلافی اور اصلاح نہین ہوئی ہے۔ بہت جلد

تیل بتی درست کرکے اوسکو روشن کردے۔ اور اسکی ظلمت عارضیہ کو دور کردے۔ اے دلیلہ کل کل مت کر کیونکہ بہت سی کلین گذر چکی ہین ایسا نہو کہ بونے کا زمانہ اور عمل کرنے کا وقت پورا گذر جاوے اور موت آجاوے تو میری نصیحت سن اور سمجھ کہ جسم وصول الی الحق کے لیے ایک نہایت سخت آڑ ہے پس اگر تجھے نئی زندگی یعنے حیات روحانی حاصل کرنیکی خواہش ہے تو اس روک کو اٹھا۔ اور پرانی اور فرسودہ حیات جسمانی پر خاک ڈال ورنہ تو کو یعنے باتون سے بند رکھ کہ من سکت سلم ومن سلم نجا امر مقرر ہے۔ اور اپنا حیات جسمانی سے غنی ہاتھ کھول اور جسم کے متعلق جو تجھ مین بخل ہے کہ تو اسکا نقصان گوارا نہین کرتا اسکو چھوڑ۔ اور سخاوت اختیار کر۔ اسکو مرضیات حق سبحانہ مین فنا کر عشق الٰہی مین گھلا۔ اور لذات وشہوات کو ترک کر۔ کہ یہ وہ سخاوت ہے جسکا ہم نے حکم کیا ہے۔ اور اس سخاوت کی اسلیے ضرورت ہے کہ جو شہوت ولذت وتن پروری مین مشغول ہوا بس پھر نہین اٹھا اور تباہی ہو گیا یاد رکھ کہ سخاوت عجیب چیز ہے۔ یہ سرو بہشت کی ایک شاخ ہے۔ افسوس ہے اُسکے حال پر جسنے ایسی شاخ چھوڑ دی اور اتباع ہوائے نفسانی کو چھوڑ دینا ایک مضبوط دستاویز ہے۔ اور یہ شاخ جان کو عالم ناسوت سے عالم ملکوت کو کھینچ لیجاتی ہے اور اس عالم سے اسکی توجہ ہٹا کر اسطرف متوجہ کر دیتی ہے۔ یا یون کہو کہ جنت مین لیجاتی ہے جو کہ آسمان پر ہے۔ وہذا ہو الظاہر۔ جب تجھے سخاوت کی خوبی معلوم ہو گئی تو تو اسکو مضبوط پکڑ تا کہ تجھے اوپر کو یعنی اپنی اصل (جنت) کی طرف کھینچ لیجاوے۔

شرح شبیری بازپہنا الخ۔ پھر ہم چوڑی سڑک پر چلتے ہین راہ راست کی اے خواجہ بولو کہ ہماری راہ کہان ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ یہ مضمون تو باطن کے متعلق تھا اسلیے دقیق تھا اور اہل باطن ہی کے کام کا تھا اور وہ پہلا مضمون عام فہم اور ہر شخص کے کام کا تھا اسلیے فرماتے ہین کہ ہم اس مضمون کو چھوڑتے ہین اور اس سیدھے سادھے مضمون کیطرف رجوع کرتے ہین آگے خود فرماتے ہین کہ۔

اندران الخ یعنی ہم اس تقریر مین تھے اے خاسر کہ تیرا گدھا لنگڑا ہے۔ اور منزل بے انتہا دور ہے۔ یہ اشارہ ہے اوس شعر کی طرف ہے جو اوپر فرمایا ہے کہ سہ روز بیگہ لاشہ لنگ وره دراز الخ یعنے ہم اس مضمون کو بیان کر رہے تھے۔ آگے بھی اب وہی مضمون بیان کرتے ہین۔

بار تو باشد الخ۔ یعنی تیرا بوجھ بھاری ہے اور راستہ مین کنوان ہے تو تو کج مت چل سڑک پر سیدھا چل مطلب کہ تمھارے گناہون کا بوجھ بھاری ہے اور جنت کے راستہ مین دوزخ ہے اسلیے کہ سب اوسی پر کو گذرینگے لہذا سیدھے سڑک سڑک چلو ورنہ کہین کنوین مین گر پڑوگے۔

سال شصت الخ۔ یعنی ساٹھ کا سن آگیا ہے کہ تم کو قید مین کھینچے تو تم دریا کی راہ لو تا کہ ہدایت پاؤ یہ اشارہ ہے ایک قصہ مشہور کی طرف کہ ایک صیاد نے جال ڈالا اور اس تالاب مین تین مچھلیان تھین ایک عاقل اور دوسری کم سمجھ اور تیسری بیوقوف تو جب جال آیا تو وہ عاقل تو قعر دریا مین چلی گئی کہ جہان جال پہونچ ہی نہ سکے اور وہ کم سمجھ گئی تو کہین نہین بلکہ جال مین پھنس گئی لیکن جب صیاد نے جال نکالا تو وہ مردہ بنگئی اوسنے مردہ جانکر پھینکدیا وہ اچھی خاصی چلی گئی اور تیسری جو بیوقوف تھی وہ پھنسی اور خوب اچھلی کودی تو اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ خوب کباب کرکے کھائی گئی تو یہان مولانا فرماتے ہین کہ اب ساٹھ برس کے ہوگئے ہو اور وہ زمانہ قریب آگیا ہے کہ تمھارا امتحان

کیا جاویگا۔ لہذا یا تو ہمت کرکے اس عاقل مچھلی کیطرح عمل کرو۔ اور مجاہدات و ریاضات کرلو اور اخلاق ذمیمہ کو دور کردو تاکہ تم گمراہ نہو۔ بلکہ ہادی ہو۔ ورنہ بُری طرح پھنسوگے۔

آنکہ عاقل الخ۔ یعنی جو کہ عاقل تھی وہ تو دریا مین پہونچی تو جال سے چھوٹ گئی اور آگ سے بھی چھوٹ گئی۔ پس اسیطرح تم بھی کام کرو۔ اور راہ حق مین چلو اور مجاہدہ کرو۔ تو تم بھی نار دوزخ سے خلاصی پاؤگے حقیقتاً کی قید گران سے چھوٹ جاؤگے۔ اور اگر اب بوجہ ضعف وغیرہ کے اسقدر ہمت نہین رہی ہے تو پھر دوسرا طریقہ بتاتے ہین کہ

چونکہ شبگہ الخ۔ یعنی جبکہ بیوقت ہوگیا ہے۔ اور وہ فرصت گذر گئی تو مردہ ہو جاؤ اور خشکی سے دریا کیطرف چلا جا اسلیے کھیادنے مردہ جانکر پھر دریا ہی مین پھینک دیا تھا) مطلب یہ کہ اگر اعمال و مجاہدات اب نہین ہوسکتے اور وقت بہت ہی کم رہگیا ہے اور ضعف روبترقی ہے تو خیر اب یہ تو کرو کہ درجہ مین فنا حاصل کرلو اور حق تعالی کے سامنے اپنی ہستی کو کالعدم کردو کہ شائد اسی سے نظر رحم ہوجاوے۔ اور تمھاری پہلی سیئات کو بھی حسنات فرمادین فرماتے ہین کہ یبدل اللہ سیئاتہم حسنات۔ پس وہ فنا تو یہ ہے خلاصہ یہ کہ اول درجہ تو یہ تھا کہ اعمال صالح کرتے اور مجاہدات کرتے اور اخلاق ذمیمہ اور اعمال سیئہ کو ترک کرتے لیکن اگر اسکی قوت اور ہمت نہین ہے تو خیر دوسرا درجہ یہ ہے کہ سیئات کو ترک کردو۔ نہ پڑھو تہجد نہ ہو بارہ تسبیح وغیرہ۔ مگر سیئات تو چھوٹ جاوین یہی بسا غنیمت ہے۔ اور اگر یہ بھی نہ کیا تو پھر تو اس تیسری مچھلی کیطرح آگ مین خوب مرنڈا ہوگے۔ والعیاذ باللہ۔ آگے خود فرماتے ہین کہ

ورنہ در تابہ شوی الخ۔ یعنی ورنہ توے مین خوب بھنوگے۔ بھلا کوئی اپنے اوپر ایسا بھی کیا کرتا ہے مطلب یہ کہ اگر اس عمر مین آکر بھی سیئات سے باز نہ رہے تو پھر اس تیسری مچھلی کیطرح خوب اچھی طرح دوزخ مین کباب کیے جاؤگے اور خوب جلوگے (اے اللہ بچانا) اور بھلا کوئی اپنے واسطے ایسا کام بھی کیا کرتا ہے کہ جس سے نقصان ہو ہرگز نہین۔ پھر بتاؤ تم کیون ایسے کام کرتے ہو۔ آگے فرماتے ہین کہ۔

حال آن الخ۔ یعنی ان تین مچھلیون کا اور اس ندی کا قصہ اس جگہ عبرت کے لیے کہا گیا ہے تو اس سے عبرت حاصل کرو

فانتبہ الخ۔ یعنی پس ہوش مین آؤ پھر عبرت حاصل کرو تم مضبوط ہو جاؤ اور حق تعالی سے مدد چاہو پھر کوشش کرو کہ پہونچ جاؤگے مطلب یہ کہ اگرچہ وقت بہت ہی ناوقت ہوگیا ہے مگر اب بھی ہمارے ان اقوال کو سنکر ہوش مین آؤ اور مضبوط ہو کر حق تعالی سے مدد چاہو اور کام شروع کردو۔ حق تعالی کا وعدہ ہے کہ وہ مدد فرماینگے پس تم منزل مقصود تک پہونچ جاؤگے لہذا کوشش کرو۔ کوشش کہ بغیر اسکے کام نہین چلتا جب یہ مثل تمکو معلوم ہوئی اور یہ بتلایا گیا ہی کہ بڑھاپا آگیا ہی اسلیے وقت عمل کم رہگیا ہی آگے بھی اب اسیکے متعلق بیان فرماتے ہین کہ۔

سال بیگہ الخ۔ یعنی سال بیوقت ہوگیا ہے اور کاشت کا وقت نہین ہے اب سوائے سیاہ روئی اور بُرے افعال کے کچھ نہین ہے اسلیے کہ جوانی مین جب بجز سیئات کے اعمال صالحہ کیے ہی نہین۔ تو پھر اب بڑھاپے مین بھی بجز سیئات کے اور کیا ہوسکتا ہے۔ لہذا اب تو خیال کرو اور ان ہی دو دن کو غنیمت جانو اور جو ہوسکے کرلو۔ عمل نہو سکے زبان سے تو یہی کرلو۔

کرم در بیخ الخ۔ یعنی درخت بدن کے اندر دیمک لگ گئی ہے تو اسکو نکالکر آگ پر رکھ دینا چاہیے مطلب یہ کہ اعمال سیئہ روح کو کھا گئے ہین اور اب بدن ضعیف ہوگیا ہے مگر خیر جو کچھ بھی بچگیا ہے اور دو روزہ زندگی

باقی ہے اور ظن سے جسقدر ہوسکیلیے اوسیقدر عمل کرلے۔ اوران کمبخت اخلاق ذمیمہ کو آگ دیدے دلے اللہ ہر مسلمان کو اسکی توفیق دے آمین)

ہین وہین الخ۔ یعنی اسے ایسا وقت ہوگیاہے اورعمر کا آفتاب کنوین کیطرف چلاگیا ہے کنوین سے مراد گورہے۔ مطلب یہ کہ اب مرنے کے دن قریب آگئے ہین اور جتنی عمر گذرتی ہے قبر سے قریب ہوتا جاتاہے توجو کچھ بھی وقت ملجاوے غنیمت سمجھ اور بیکار مت بیٹھ کہ منزل پر پہونچنا ہے۔

این دو روزک الخ۔ یعنی ان دو دنون مین کہ تیرا زور ہے پت جھڑ مت کر سخاوت کے طریقہ سے۔ مطلب یہ کہ سخاوت مین اگر ان ایام دو روزہ کو بھی مت کھو بیٹھنا اب بھی جسقدر قوت اور زور باقی رہگیا ہو اس سے کام لو۔

اینقدر تخمیکہ الخ۔ یعنی جسقدر تخم کہ رہگیا ہے۔ اوسکو بووے۔ تاکہ آخر مین تو پھول پھل دیکھے۔ مطلب یہ کہ جسقدر بہ عمل کہ اس عمر دو روزہ مین کرسکتے ہو وہی کرلو۔ شاید حق تعالی اس ہی کو قبول فرمالین ان ایام کو غنیمت سمجھو فضول برباد مت کرو۔

تا مرست الخ۔ یعنی جبتک کہ یہ چراغ یا گھر گل نہین ہولیا ہے۔ تو اوسکی بتی اور تیل جلدی سے درست کردے مطلب کہ جبتک تھوڑی سی عمر بھی باقی ہے اور یہ چراغ ٹمٹما رہاہے اوسکو غنیمت جانو اور اعمال صالحہ کرلو کہ شائد ان ہی اعمال سے روح مین روشنی اور تروتازگی پیدا ہوجاوے۔ اور اب ٹالو مت۔

ہین مگو فردا الخ۔ یعنی ہان (یہ) مت کہو (کہ) کل (کرلونگا) اسلیئے بہت سے فردا گذرگئے ہین تو کہین یہ کھیتی کے دن بالکل ہی نہ گذرجاوین۔ مطلب یہ کہ اعمال کو ٹالو مت اسلیئے کہ اسیطرح ٹلتے ہوے ایک مدت گذرگئی ہے اور کبھی بھی عمل نصیب نہوا پس اسیطرح ایک روز موت کا فرشتہ سرپر آکھڑا ہوگا اور اس روز کچھ بنائے نہ بنیگی کسی خوب کہاہے کہ ؎ ہر شبے گویم کہ فردا ترک این سودا کنم ٭ باز چون فردا شود امروز را فردا کنم ٭ یعنی ہر روز کہدیتا ہین کہ کل کو اس کام کو ترک کردونگا۔ مگر پھر جب کل ہوتی ہے تو کہتا ہون کہ کل کو ترک کرونگا ارے غافل اسیطرح ساری عمر ختم ہوجاویگی اور کچھ بھی نہ ہوسکیگا شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہین کہ ؎ کاے کن اے فلان وغنیمت شمار عمر ٭ زان پیشتر کہ بانگ برآید فلان نماند۔ آگے اس ٹلنے کی خرابیان بیان کرتے ہین۔

کام کے ٹالنے مین بہت آفتین ہین

پند من بشنو الخ۔ یعنی میری نصیحت سن کہ تن ایک بہت بڑی قید ہے۔ اگر تم کہنے کی رغبت ہے تو پرانے کو دور کرو۔

لب بہ بندو الخ۔ یعنی لب کو بند کرو اور ہاتھ سونے سے بھرا ہوا کھولو۔ اور بدن کا بخل چھوڑو اور سخا کو آگے لاؤ مطلب یہ کہ بدن کے واسطے بخل مت کرو کہ اسکے خرچ کرنے سے اور کام مین لانے مین بخل مت کرو۔ بلکہ اعمال مین کوشش کرو۔ آگے خود سخا سے مراد بتاتے ہین کہ۔

ترک لذتہا الخ۔ یعنی لذتون اور شہوتون کو چھوڑنا سخاوت ہے اور جو شہوت مین چلاگیا وہ پھر نہین اٹھا مطلب یہ کہ ترک لذات اور شہوات ہی بدن کی سخاوت ہے۔

این سخا الخ یعنے سخاوت کے درخت کی ایک شاخ ہے اوسپر افسوس ہے کہ جسنے ہاتھ سے ایسی شاخ چھوڑ دی۔ اشارہ ہے اوس حدیث کیطرف جسمین ہے کہ السخاء شجرة من اشجار الجنة اغصانها متدليات فى الدنيا الخ کہ سخا ایک درخت ہے جنت کے درختون مین سے اور اوسکی ٹہنیان دنیا مین لٹکی ہوئی ہین۔ تو جب سخاء مال کی یہ فضیلت ہے تو بذل جان اور سخاء نفس کی فضیلت تو اس سے کہین زیادہ ہوئی اور اسکا خرچ کرنا تو بہت افضل اعمال ہوگا لہذا خواہشات وشہوات نفس کو ترک کردو تاکہ یہ فضیلت حاصل ہو آگے فرماتے ہین کہ۔

عروة الوثقى الخ یعنی ترک خواہشات نفسانی ایک بہت مضبوط رسی ہے اور یہ شاخ جان آسمان پر کھینچے گی مطلب یہ کہ چونکہ سخاوت درخت جنت کی ایک ٹہنی ہے تو اگر اس ٹہنی کو پکڑے رہوگے اور بذل نفس مین کوشش کروگے تو آخر ایکدن یہی سخا تمکو مراتب عالی نصیب کرے گی۔

تا برد شاخ الخ یعنے اے خوب نہاد تاکہ یہ شاخ سخا تمکو اوپر اپنی اصل کیطرف کھینچکر لیجاوے مطلب یہ کہ اگر اعمال کروگے تو آخر ایکدن مراتب عالیہ پاسکے جیسا کہ ظاہر ہے۔

شرح حبیبی

یوسف حسنے تو این عالم چو چاہ	وین رسن صبر است بر امر آلہ
یوسفا آمد رسن در زن تو دست	از رسن غافل مشو بیگہ شدہ است
حمد للہ کاین رسن آویختند	فضل و رحمت را بہم آمیختند
در رسن زن دست و بیرون را ز چاہ	تا بہ بینی بارگاہ بادشاہ
تا بہ بینی عالم جان جدید	عالمے بس آشکار و ناپدید

اچھا اب ہم تمکو دوسرے عنوانون سے سمجھاتے ہین تو یوسف حسن اور مصداق لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ہے اور یہ عالم تیرے لیے بمنزلہ کنوین کے ہے اور جسطرح یوسف علیہ السلام کے لیے کنوین مین رسی لٹکائی گئی تھی تیرے لیے بھی امر حق سبحانہ پر صبر کرنے اور اسپر عمل کرنے کی ناگواری کو برداشت کرنیکی رسی لٹکائی گئی ہے پس اے یوسف تو اس رسی کو پکڑ لے اور اس سے غافل نہو کہ بیوقت ہو گیا ہے۔ خدا کا بہت بڑا شکر ہے کہ اسنے یہ رسی لٹکادی اور وصول کا ایک طریق مقرر کر دیا۔ اور اپنی فضل و رحمت دونون کو جمع کر دیا (اسکا رحمت ہونا تو ظاہر ہے اور فضل اسلیے کہ بلا استحقاق اور بلا معاوضہ ہے) پس تو اس رسی کو پکڑ کے اس کنوین سے نکل جا باہر نکلکر تو بارگاہ حق سبحانہ کا نظارہ کریگا اور تجھے وہ نیا عالم نظر آئیگا جو انوار و تجلیات حق سبحانہ سے جگ مگ کر رہا ہے۔ اور جہان ظلمت کا نام نہین جسکو اس عالم اجسام کے مقابلہ مین عالم جان کہنا چاہیے اور جسکی یہ شان ہے کہ جو اہل بصیرت کے لیے نہایت واضح اور غیر اہل بصیرت کے لیے نہایت بے نشان ہے۔

شرح شبیری یوسف حسنے الخ۔ یعنی تم ایک یوسف حسن ہو اور یہ عالم (دنیا) مثل کنوین کے ہے اور رسی احکام الٰہیہ پر صبر کرنا ہے۔

یوسفا آمد الخ یعنے اے یوسف رسی آئی ہے تو ہاتھ مار اور اس رسی سے غافل مت ہو کہ بیوقت ہو گیا ہے مطلب

یہ کہ اے طالب تمھاری مثال تو ایسی ہے کہ جیسے یوسف علیہ السلام تھے اور یہ عالم کنوان ہے اور احکام الٰہیہ یہی ہین تو جب تم احکام پر عمل کروگے تو اس قید چاہ سے باہر ہو جاؤ گے۔ لہذا اس سے غافل مت ہو اور جلدی سے رسی پکڑلو آگے فرماتے ہین کہ۔

حمد للہ الخ۔ یعنی الحمد للہ کہ اس رسی کو لٹکا دیا ہے اور فضل اور رحمت کو آپس مین ملا دیا ہے مطلب یہ کہ خدا کا شکر ہے کہ ہمکو اعمال اور توبہ کی تعلیم کردیگئی ہے ورنہ اگر یہی حکم ہوتا کہ جب کوئی گناہ ہو جاوے تو پھر اوسکی معافی کی کوئی صورت ہی نہین۔ تو پھر کیسی مشکل پڑجاتی۔ مگر اب تو یہ حکم ہے کہ سه باز آ باز آ آنچہ ہستی باز آ ✽ صد بار اگر توبہ شکستی باز آ ✽ این درگہ مادرگہ نومیدی نیست ✽ گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ ✽ لہذا ان احکام پر عمل کرو اور اس عالم کے جھگڑون سے نکل جاؤ۔

در رسن الخ۔ یعنی رسی کو پکڑلو اور کنوین سے نکل جاؤ۔ تاکہ بادشاہ کی درگاہ کی زیارت نصیب ہو مطلب یہ کہ اعمال کرو کہ اس عالم کی خواہشات و مقتضیات سے باہر ہو کر حق تعالیٰ کا قرب حاصل ہو۔

تا ببینی الخ۔ یعنی تاکہ عالم روح کو جو کہ (تمھارے اعتبار سے) جدید ہے دیکھ لو اور اس عالم کو کہ ظاہر ہے اور پوشیدہ ہے مطلب یہ کہ وہ عالم اس اعتبار سے کہ اصل وجود وسیع ہے ظاہر ہے اور ہمارے اعتبار سے پوشیدہ ہے یعنی عالم غیب کو دیکھنا نصیب ہو اور اسکے برکات اور فیوض تم پر فائض ہون۔

شرح حبیبی

این جہان نیست چون ہستان شدہ	وان جہان ہست بس پنہان شدہ
خاک بر بادست و بازی میکند	کژنمائی پردہ سازی میکند
خاک ہمچو آلتے در دست باد	باد را دان عالی و عالی نژاد
چشم خاکی را بخاک افتد نظر	باد بین چشمے بود نوع دگر
اینکہ بر کارست بے کارست پوست	وانکہ پنہانست مغز و اصل اوست
اسپ داند اسپ را کوہست یار	ہم سوارے داند احوال سوار
چشم حس اسپ ست و نور حق سوار	بے سوار این اسپ خود ناید بکار
پس ادب کن اسپ را از خوئی بد	ورنہ پیش شاہ باشد اسپ رد
چشم اسپ از چشم شہ رہبر بود	چشم او بے چشم شہ مضطر بود
چشم اسپان جز گیاہ و جز چرا	ہر کجا خوانی بگوید نے چرا
نور حق بر نور حس راکب شود	وانگہی جان سوے حق راغب شود
اسپ بے راکب چہ داند رسم و راہ	شاہ باید تا بداند شاہراہ
سوے حسے رو کہ نورش راکب ست	حس را آن نور نیکو صاحب ست
نور حس را نور حق تزئین بود	معنی نور علی نور این بود

نور حسی مے کشد سوئے ثرے / نور حقش مے برد سوئے علا
زانکہ محسوسات دونتر عالمے ست / نور حق دریا و حس چون شبنمےست
لیک پیدا نیست این راکب برو / جز بآثار و بہ گفتار نکو
نور حسے کو غلیظ است و گران / ہست پنہان در سواد دیدگان
چونکہ نور حس نمے بینی زچشم / چون بہ بینی نور آن دینی زچشم
نور حس با این غلیظے مختفی است / چون خفی نبود ضیائے کان صفی ست

یہ جہان عالم شہادت جو بمنزلۂ معدوم کے ہے بمنزلہ موجود کے ہوگیا ہے لانہ ظاہر محسوس مشاہد اور وہ جہان یعنی عالم غیب جو فی الحقیقت ہست ہے پوشیدہ ہوگیا ہے اسلیے بمنزلہ معدوم کے سمجھا جاتا ہے اور ایسی صورت پیدا ہوگئی ہے جیسے خاک ہوا سے اڑجائے اور حرکت کرنے لگے اسلیے دیکھنے والون کی نظرون کو مغالطہ مین ڈالے کہ وہ سمجھین کہ وہ صرف خاک ہی ہے اور اسطرح ہوا کے لیے پردہ بنجاوے حالانکہ اصل مین ہوا ہی ہے۔ جو کچھ ہے وہی اسے نچا رہی ہے۔ مگر دیکھنے والے اسکو تو دیکھتے نہین صرف خاک کو دیکھتے ہین اسیطرح عالم شہادت مین عالم غیب ہی متصرف ہے مگر محسوس یہ ہوتا ہے کہ عالم شہادت ہی ہے اور عالم غیب کچھ نہین اور جیطرح ہوا ایک نہایت شریف چیز ہے اور خاک جو ایک خسیس شے ہے اسکے ہاتھ مین بمنزلہ آلہ کے ہے کہ جسطرح چاہتی ہے اوسکو گھماتی ہے۔ مگر باینہمہ محسوس نہین ہوتی اور محسوس وہ جسم خسیس ہی ہے یون ہی عالم غیب نہایت عالی مرتبہ ہے جسکے قبضہ مین عالم شہادت جو ایک خسیس شے ہے بمنزلہ آلہ کے ہے اور وہ اسکو جسطرح چاہتا ہے گھماتا ہے مگر باینہمہ محسوس نہین ہوتا اور محسوس یہ عالم خسیس ہی ہے باینہمہ ہوا اور عالم غیب بالکل غیر محسوس نہین مگر چشم حس خاکی اوسکو نہین دیکھ سکتی چشم خاکی تو خاک اور عالم شہادت ہی کو دیکھتی ہے ہوا اور عالم غیب دوسری قسم کی آنکھ چشم قلب سے دکھلائی دیتے ہین لہذا اونکے لیے دوسری آنکھ کی ضرورت ہے پس حاصل یہ ہے کہ جو چیزین کام کرتی معلوم ہوتی ہین وہ حقیقت مین خاک کی طرح بیکار اور محض پوست ہین اور جو پوشیدہ ہے یعنی حق سبحانہ وہ ہوا کیطرح مغز اور انکی اصل ہے جسکے ذریعہ سے وہ کام کر رہی ہین یہی یہ بات کہ جسطرح یہ اشیاء کام کرتی ہوئی دکھلائی دیتی ہین وہ کیون نہین دکھلائی دیتا اسکی وجہ یہ ہے کہ ہر شے اپنے مناسب کو جانتی ہے مثلاً گھوڑا گھوڑے کو جانتا ہے کہ وہ اوسکی جنس ہے سوار سوار کو جانتا ہے کہ وہ اسکی جنس ہے پس اسیطرح چشم حس بمنزلہ گھوڑے کے ہے۔ اور نور حق بمنزلہ سوار کے لہذا چشم حس اپنے مجانس محسوسات کو دیکھتی ہے اور نور حق سبحانہ حق سبحانہ کو دیکھتا ہے اب ہم تجھے نصیحت کرتے ہین کہ سوار کے بدون گھوڑا کسی کام کا نہین ہوتا اور جب تک وہ سواری کے قابل نہو بادشاہ کے یہان مقبول اور بادشاہ کی سواری کے قابل نہین ہوتا۔ پس تو اس گھوڑے کو سدہا اور اسکی عادت حرونی و سرکشی چھوڑا اور مجاہدات سے اسکو شایستہ کرتا کہ نور حق کی سواری کے قابل ہو اور وہ اسپر سوار ہوکر مقصود یعنی حق سبحانہ کی طرف راہ نمائی کرے کیونکہ گھوڑے کی آنکھ رہبر نہین۔ بلکہ چشم شہ ہی اسکی رہنمائی کرتی ہے اور چشم شہ ہی کی برکت وہ شاہراہ مقصود پر چلتا ہے اگر بادشاہ کی آنکھ نہو تو گھوڑے کی آنکھ مضطر اور پریشان ہوگی کبھی اسطرف

لیجائے گی اور کبھی اوسطرف اور وہ منزل مقصود سے بھٹک جائیگا۔ کیونکہ گھوڑونکی آنکھ کو سولئے گھاس اور چارہ کے جسطرف تو بلائیگا کبھی اطاعت نکریگی اور حیل وحجت کریگی پس جب نور حق نور حس پر سوار ہوتاہے تب ہی جان حق سبحانہ کیطرف راغب ہوتی ہے ورنہ گھوڑا بدون سوار کے چلنے کی روش اور راہ منزل مقصود کیا جانے اسکے سیدھی سڑک کو جاننے کے لیے ضرورت ہے شاہ سوار کی پس تو اس حس کیطرف جا جسکا نور حق سوار ہے یعنے اس حس کو طلب کر کیونکہ نور حق حس کے لیے بہتر ساتھی ہے اور نور حس نور حق سے مزین ہو یہی معنے ہین نور علی نور کے پس تم نور حق سبحانہ ضرور حاصل کرو اور نور حس پر التفات نکرو کیونکہ نور حس تو آدمی کو پستی کیطرف کھینچتا ہے اور نور حق اسکو بلندی کیجانب لیجاتاہے اور حق سبحانہ کے مشاہدہ سے بہرہ اندوز کرتاہے اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ نور حس پستی کی طرف لیجاتا ہے اور نور حق بلندی کی جانب اسکی وجہ یہ ہے کہ نور حس محسوسات کی طرف لیجاتاہے اور عالم محسوسات پست ترین وحقیر ترین عالم ہے اور نور حق عالم غیب کیطرف عالم غیب اشرف ترین واعلیٰ ترین عالم ہے۔ لہذا نور حق ایک دریاہے اور نور حس اسکے مقابلہ مین شبنم کیطرح ہے حقیقت یہ کچھ ہے کہ نور حس مرکب ہے اور نور حق راکب۔ مگر یہ سوار اسپر معلوم نہین ہوتا اور دکھلائی نہین دیتا بلکہ صرف آثار محمودہ اور گفتار حس سے پتہ چلتا ہے کہ نور حس پر نور حق سوار ہے اور باوجود سوار ہونے کے دکھلائی نہ دینا کچھ تعجب خیز بات نہین خود نور حس بنکر دیکھ لو باوجودیکہ یہ نور اس نور کے مقابلہ مین کثیف اور بھاری ہے لیکن آنکھون کی سیاہی مین پوشیدہ ہے اور دکھلائی نہین دیتا پس جبکہ نور حس باانیہمہ کثافت وگرانی آنکھ سے دکھلائی نہین دیتا تو اس پوشیدہ حق سبحانہ کا نور کیونکر دکھلائی دے سکتاہے۔ اور جبکہ نور چشم باانیہمہ غلاظت نظرون سے پوشیدہ ہے تو وہ برگزیدہ اور کثافت سے منزہ ومصفیٰ ضیاء کیونکر مخفی نہوگی۔

شرح شبیری۔ این جہان الخ۔ یعنی یہ جہان نیست تو مانند باغ کے ہورہا ہے اور وہ جہان جو کہ (اصل مین) ہست ہے پوشیدہ ہورہاہے۔ مطلب یہ کہ دنیا مین بظاہر نقش ونگار معلوم ہوتے ہین اور یون معلوم ہوتاہے کہ ہستی بس ایسی ہے اور جو جہان کہ فی الواقع ہست ہے وہ پوشیدہ ہورہاہے اور اسکو کوئی بھی نہین دیکھتا آگے اسکی مثال دیتے ہین کہ۔

خاک بر باد ست الخ۔ یعنی خاک ہوا پر ہے۔ اور کھیل کرتی ہے۔ اور کج نمائی اور پردہ سازی کرتی ہی مطلب کہ دیکھو جسطرح خاک جب ہوا پر اڑتی ہے جسکو بگولا کہتے ہین تو خوب کھیل کرتی ہے اور بظاہر یون معلوم ہوتا کہ یہ حرکت خاک ہی کی ہے مگر اصل مین دیکھو تو وہ حرکت ہوا کی ہے اور خاک محض تابع ہے اور اوس پوشیدہ کا پردہ ہے پس جو شخص کہ صرف ظاہر بین ہے وہ تو اس خاک کو ہی دیکھ رہا ہے مگر حقیقت بین آنکھ ہی جانتی ہے کہ یہ حرکت ہوا ہی کی ہے۔

خاک ہمچون الخ یعنے خاک ہوا کے ہاتھ مین مانند ایک آلہ کے ہے اور ہوا کو عالی اور عالی اصل جانو پس اسی طرح یہ عالم ظاہر عالم غیب کے سامنے مثل ایک آلہ کے ہے جسطرح چلہے وہ اسمین تصرف کرے۔ اسلئے کہ وہ اصل ہے اور یہ فرع ہے۔

چشم خاکی الخ۔ یعنی چشم خاکی کی نظر تو خاک ہی پر پڑتی ہے۔ اور ہوا کو دیکھنے والی آنکھ تو اور ہی قسم کی ہوتی ہے

مطلب یہ کہ اس جسم ظاہری کی نگاہ تو اس عالم ظاہر ہی پر پڑیگی اور اس عالم غیب کی دیکھنے والی تو ایک اور ہی نگاہ ہوتی ہے اور وہ چشم حقیقت بین ہوتی ہے ۔
آنکہ بر کار است الخ یعنی جو کہ (بظاہر) کام پر ہے وہ تو بیکار ہے اور پوست ہے اور جو کہ پوشیدہ ہے وہ مغز اور اصل ہے مطلب یہ کہ عالم ظاہر جو کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہی کام کی شے ہے حقیقت میں بالکل بیکار ہے اور ایک پوست ہے اور جو کہ پوشیدہ ہے اصل میں وہ مغز ہے اور اصل وہی ہے اور وہی عالم غیب ہے ۔ لہذا اسکو حاصل کرنا ضروری ہوا آگے ایک مثال دیتے ہیں کہ ۔
اشپ داند الخ یعنی گھوڑا گھوڑے کو جانتا ہے اسلیے کہ وہ اسکا ہم جنس ہے اور سوار سوار کے احوال کو جانتا ہی مطلب یہ کہ ہر چیز اپنے مجانس کو جانتی اور پہچانتی ہے الجنس یمیل الی الجنس ۔
چشم حس الخ یعنی چشم حس تو گھوڑے کیطرح ہے اور حق تعالی کا نور سوار کیطرح ۔ تو بے سوار کے یہ گھوڑا بھی کام میں نہ آویگا ۔ پس بے نور حق کے یہ آنکھ ظاہری بھی بیکار اور فضول ہے ۔
پیش ادب الخ یعنی پس بری خصلتوں سے گھوڑے کو سدھاؤ ورنہ بادشاہ کے سامنے گھوڑا رد ہو جاوے گا مطلب یہ کہ اس جسم ظاہری کی بھی تربیت و تعلیم کی ضرورت ہے ورنہ حق تعالی کے سامنے یہ بھی مقبول نہو گا اسلیے کہ اگر جسم ظاہر کی تربیت نہ کی تو پھر تو باطن بھی کام نہیں دیسکتا ۔ اسلیے کہ باطن کیلیے ظاہر تو مثل آلہ کے ہے تو اگر آلہ ہی خراب ہوگا تو صناع کیا کام کر سکتا ہے ۔ آگے اسکو ایک اور مثال دیتے ہیں کہ ۔
چشم اسپ الخ ۔ یعنی گھوڑے کی آنکھ کی بادشاہ کی آنکھ رہبر ہوتی ہے اور اسکی آنکھ بے بادشاہ کی آنکھ کے بیقرار ہوتی ہے مطلب یہ ہے کہ دیکھو جسطرح گھوڑے کی بھی آنکھیں ہوتی ہیں اور سوار کی بھی ہوتی ہیں مگر گھوڑے کی آنکھ بادشاہ کے آنکھ کے بالکل تابع ہوتی ہے اور اول سوار راستہ کو دیکھ لیتا ہے اسکے بعد گھوڑے کو ادھر ہی لیجاتا ہے مگر جو گھوڑا کہ اندھا ہو اوسکو اگر چشم شاہ بھی رہبر ہو تب بھی وہ راستہ طے نہیں کر سکتا لہذا اوسکی آنکھ کی بھی ضرورت ہے ۔ مگر جو اوسکی ہی دیکھی شے پر چھوڑا جاوے گا تو وہ تو راستہ ہرگز نہ چلے گا بلکہ وہ تو چرنا شروع کر دے گا اسیکو فرماتے ہیں کہ ۔
چشم اسپان الخ ۔ یعنی گھوڑوں کی تو نگاہ سوے گھاس اور چراگاہ کے ہیں نہیں ہے اور جہاں کہیں تم بلاؤ گے وہ کہیگا کہ نہیں اور کیوں ۔ مطلب یہ کہ اگر گھوڑے کو چلنے کی عادت نہ ہوگی تو اگر تم اسکو سواری میں لیجانا چاہو تو وہ انکار کریگا ۔ پس اسیطرح اگرچہ راستہ کو قطع کرنے والے تو انسان میں حواس باطن ہی ہیں مگر چشم ظاہری کی درستی اور اصلاح کی بھی ضرورت ہے اور اسکو بھی مجاہدات و ریاضات کا عادی رکھنا چاہیے ۔ ورنہ اگر اسے اوسکو اوسکی خواہشات کے موافق چھوڑ دیا اور اس سے کام نہ لیا تو پھر یہ ہرگز کام نہ دیگا اور پھر سخت مشکل ہوگی آگے فرماتے ہیں
نور حق الخ ۔ یعنی نور حق نور حسی پر سوار ہو جاتا ہے تو اسوقت جان حق تعالی کیطرف راغب ہوتی ہے مطلب یہ کہ جب اخلاق حمیدہ اخلاق ذمیمہ پر غالب ہو جاتے ہیں اُس سے توجہ تام الی الحق حاصل ہوتی ہے ۔
اسپ بے راکب الخ یعنی گھوڑا بے سوار کے راستہ اور نشان کو کیا جان سکتا ہے ۔ بادشاہ کی ضرورت ہے تاکہ گھوڑا سڑک کو جانے ۔ مطلب یہ کہ جسم ظاہر توجہ بحق اور اعمال صالحہ کو کیا جان سکتا ہے جب تک کہ باطن

اسکے اندر نور ہو پس ان سب باتوں سے معلوم ہو گیا کہ نور حسی کی تلاش کی ضرورت ہے اور اسکو حاصل کرنا چاہئے لہذا آگے اوسے حصول کا طریقہ بتلاتے ہیں کہ۔

سوئے حسے الخ۔ یعنی نور حس کیطرف جا کہ جسکا نور راکب ہو اور جسکے لیے وہ نور اچھا ساتھی ہو مطلب یہ کہ اس نور باطن کی تحصیل کے لیے اس شخص کے پاس جاؤ کہ جسکی شہوات پر نور حق غالب ہو چکا ہے اور وہ مرشد کامل ہے پس مولانا مرشد کے پاس جانیکی ترغیب دیرہے ہیں۔

نور حس الخ۔ یعنی نور حسی کے لیے نور حق سبب تزئین ہوتا ہے اور نور علی نور کے یہی معنے ہوتے ہیں مطلب یہ کہ اس نور ظاہر کے ساتھ جب نور باطن مل جاتا ہے تو پھر مصداق نور علی نور کا ہو جاتا ہے اور یہ نور ظاہر مزین ہو جاتا ہے اور اسمین بھی برکت و انوار کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔

نور حسی الخ۔ یعنی نور حسی تو اسفل کیطرف کھینچتا ہے اور نور حق اوس (طالب) کو بلندی کیطرف لیجاتا ہے مطلب یہ کہ حواس ظاہری تو اسفل اور ادنے کیطرف متوجہ کرتے ہیں اور اس عالم سفلی ہیں لگا دیتے ہیں اور نور حق عالم بالا اور مراقب بلند کیطرف لیجاتا ہے آگے اسکی وجہ بتلاتے ہیں کہ۔

زانکہ محسوسات الخ۔ یعنی اسلیے کہ محسوسات تو کمترین عالم ہیں اور نور حق دریا ہے اور حس مثل شبنم کے ہے مطلب یہ کہ چونکہ محسوسات خود عالم سفلی مین ہین اسلیے یہ ادنے اور اسفل کیطرف متوجہ کرتے ہین اور نور حق حواس ظاہر کی ایسی مثال ہے کہ جیسے دریا اور شبنم ہوتا ہے کہ دریا کو شبنم سے کیا نسبت ہے سہ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔ اسیطرح عالم غیب کو اور نور باطن کو حواس ظاہری اور عالم مادیات سے کچھ نسبت نہین ہے کہان یہ اور کہان وہ۔ نور باطن عالی اور یہ اسفل تو بس عالی ہی کو حاصل کرنا ضروری ہے اب یہان کسی ظاہر بین کو یہ شبہہ ہوتا تھا کہ تم جو کہتے ہو کہ نور حق نور حس پر راکب ہوتا ہے تو ہم نے تو کسی پر نور حق کو کہین راکب نہین دیکھا اسلیے آگے بطور دفع دخل مقدر کے فرماتے ہین کہ۔

لیک پیدا الخ۔ یعنی لیکن وہ راکب ظاہر نہین ہے بجز آثار اور اچھی باتون کے مطلب یہ کہ وہ نور بیشک غالب اور راکب ہے مگر وہ ہم کو حسًا نظر نہین آسکتا ہان آثار سے اور اسکی عمدہ عمدہ باتون اور حقائق و معارف کے بیان کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص پر نور باطن غالب ہو گیا ہے اور اس نور کا نظر نہ آنا کچھ مستبعد نہین ہے بلکہ محسوسات مین بھی اسکی نظیر موجود ہے اوسکو آگے بیان فرماتے ہین کہ۔

نور حسی الخ۔ یعنی نور حسی جو کہ غلیظ اور بھاری ہے۔ آنکھونکی سیاہی مین پوشیدہ ہے یعنی اس چشم ظاہر مین جو نور ہے وہ بھی تو آخر اس مردمک چشم کے اندر پوشیدہ ہے اور وہ بھی تو نظر نہین آتا بلکہ یہ مردمک اور سیاہی ہی نظر آتی ہے چونکہ نور حس الخ۔ یعنی جبکہ نور حسی کو تم آنکھ سے نہین دیکھ سکے۔ تو اس دین والے کا نور اس آنکھ سے کس طرح دیکھ سکتے ہو۔ مطلب یہ کہ جب تمکو اس چشم ظاہری کا نور جو کہ ممکن اور حادث اور محسوس ہے نظر نہین آتا پھر اوس نور حقیقی لم یزل واجب کو کسطرح دیکھ سکتے ہو۔ بس وہ ایک نور پوشیدہ ہے جو کہ باطن پر متجلی ہوتا ہے اور اسکو بھی اپنا ہی جیسا بنا دیتا ہے۔

نور حس الخ۔ یعنی نور حسی باوجود اسقدر غلاظت کے مخفی ہے اور وہ نور جو کہ برگزیدہ ہے کسطرح مخفی نہوگا۔ مطلب ظاہر ہے

شرح حبیبی

این جہان چون خس بدست باد غیب | عاجزی پیشہ گرفت از داد غیب
گہ بجرش میبرد گاہیش بر | گاہ خشکش میکند گاہیش تر
گہ بلندش میکند گاہیش پست | گہ درستش میکند گاہے شکست
گہ یمینش مے برد گاہے یسار | گہ گلستان میکند گاہیش خار
دست پنہان و قلم بین خط گذار | اسپ در جولان و ناپیدا سوار
تیر پران بین و ناپیدا کمان | جانہا پیدا و پنہان جان جان
تیر را مشکن کہ این تیر شہی است | نیست پرتابی ز شست آگہی است
ما رمیت اذ رمیت گفت حق | کار حق بر کارہا دارد سبق
خشم خود بشکن تو مشکن تیر را | چشم خشمت خون نماید شیر را
بوسہ دہ بر تیر و پیش شاہ بر | تیر خون آلودہ از خون تو تر
انچہ پیدا عاجز و پست و زبون | انچہ ناپیدا چنان تند و حرون
ما شکاریم این چنین دامے کراست | گوئے چوگانیم چوگانے کجاست
مے درد مے دوزد این خیاط کو | مے دمد مے سوزد این نفاط کو
ساعتے کافر کند صدیق را | ساعتے زاہد کند زندیق را
زانکہ مخلص در خطر باشد مدام | تا ز خود خالص نگردد او تمام
زانکہ در راہ است و رہزن بیحد است | او رہد کو در امان ایزد است
آئنہ خالص نگشت او مخلص است | مرغ را نگرفتہ است او مقنص است
چونکہ مخلص گشت مخلص باز رست | در مقام امن رفت و برد دست
ہیچ آئینہ دگر آہن نشد | ہیچ نان گندمی خرمن نشد
ہیچ انگورے دگر غورہ نشد | ہیچ میوہ پختہ باکورہ نشد

اوپر ہم نے اس عالم کو خاک سے اور عالم غیب کو باد سے تشبیہ دی تھی اسکے بعد اسکے مناسبات بیان کی تھیں اب ہم اصل مقصود کیطرف انتقال کرتے ہین۔ اور کہتے ہین کہ یہ عالم جو بمنزلہ خاک کے عالم غیب کے ہاتھ مین اسطرح ہے جسطرح ہوا کے قبضہ مین تنکا اور چونکہ عالم غیب نے اسکو عاجزی بخشی ہے اسلیئے اسنے عاجزی پیشہ اختیار کیا ہے کہ تصرف تکوینی کے مقابلہ مین چون و چرا نہین کرتا کبھی وہ باد غیب اسکو سمندر مین لیجاتی ہے کبھی خشکی مین کبھی بلند کرتی ہے کبھی پست کبھی بناتی ہے کبھی توڑتی پھوڑتی ہے۔ کبھی داہنے لیجاتی ہے کبھی بائین۔ کبھی اسکو باغ کرتی ہے کبھی خار پس یہ سب تصرفات اسی غیر محسوس کے ہین اور ہاتھ دموثر حقیقی) محسوس نہین ہوتا۔ اور قلم لکھ رہا ہے یعنی مؤثرات مصنوعی سے آثار ظاہر ہو رہے ہین گھوڑا دوڑ رہا ہے اور عالم مین انقلابات ہو رہے ہین۔ مگر سوار (مؤثر حقیقی) معلوم نہین ہوتا۔ تیر جا رہا ہے اور کمان محسوس نہین جانین ظاہر ہین اور جسنے جانونکو حیات

بخشی ہے وہ پوشیدہ ہے جب تجھے معلوم ہو گیا کہ عالم مین جو کچھ ہوتا ہے وہ تصرف حق سبحانہ ہوتا ہے اور جو تیر حوادث آتا ہے اوسکا پھینکنے والا وہی ہے تو خبردار اس تیر کو نہ توڑنا اور اس سے ناخوش نہونا کہ یہ شاہی تیر ہے اور حق سبحانہ کیطرف سے ہے اور اوسکی نہین ہے بلکہ واقفیت کاملہ سے ہے ضرور کوئی مصلحت ہوگی گو تجھے معلوم نہو۔ حوادث کے باقتضاء و قدرت و تصرف خداوندی ہونیکی دلیل یہ ہے کہ حق سبحانہ فرماتے ہین مارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ اس آیت مین حق سبحانہ نے رمی کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت کرکے اُن سے اسکو سلب کیا ہے اور اپنے لیے ثابت کیا ہے اور حاصل اسکا یہ ہے کہ گو یہ فعل آپ سے صادر ہے مگر آپ اوسکے صدور مین مستقل نہین اسمین ہماری مشیت و ارادہ و قدرت و خلق کو بھی بہت کچھ دخل ہے یہ تو رمی کا بیان تھا اور باقی افعال کو اسپر قیاس کرنا چاہیے اور سمجھنا چاہیے کہ جملہ کام جو بظاہر دوسرون سے صادر ہون سب پر حق سبحانہ کا فعل مشیت و ارادہ و خلق وغیرہ مقدم ہے لہذا تو اپنی ناخوشی کو توڑ اور تیر کو مت توڑ بات یہ ہے کہ وہ درحقیقت دودہ اور مرغوب ہے مگر تیری آنکھ مین مارے غصہ کے خون اُتر آیا ہے مگر اسلیے وہ تجھے خون نامرغوب مکروہ دکھلائی دیتا ہے پس تیرا فرض ہے کہ تو اس تیر کو چومے اور یونہین اپنے خون سے آلودہ بادشاہ کے سامنے لیجا کر رکھدے یعنی نہایت فراخ حوصلگی کے ساتھ تقدیر آلہی پر راضی ہو گو بظاہر تیرے لیے مضر ہی ہو خیر یہ نصیحت تو جملہ معترضہ کے طور پر تھی اب پھر مضمون سابق کیطرف عود کرتے ہین اور کہتے ہین کہ مضمون بالا سے یہ نتیجہ نکلا کہ جو ظاہر ہے نہایت عاجز و حقیر ہے اور جو پنہان ہے نہایت قوی اور تیز ہے اب مولانا جوش محبت مین فرماتے ہین کہ ارے وہ کسکا جال ہے جسکے ہم شکار ہین اور وہ بلا کہان ہے جسکے ہم گیند ہین اور یہ درزی کون ہے جو کبھی پھاڑتا ہے کبھی سیتا ہے اور یہ لفظ پھڑکنے والا کون ہے جو پھونکتا اور جلاتا ہے اب مولانا استفہام شوقی سے فارغ ہو کر حق سبحانہ کی قدرت کاملہ کو بیان فرماتے ہین اور کہتے ہین کہ وہ کبھی تو مومن کو کافر کر دیتا ہے کبھی کافر کو زاہد کر دیتا ہے اسلیے جو لوگ ہنوز مصفا نہین ہوچکے انکو ڈرتے رہنا چاہیے کیونکہ ناقصین کو ہر وقت مردودیت کا خطرہ لگا ہوا ہے اور یہ خطرہ اسی وقت تک ہے جب تک کہ وہ فانی کامل نہین ہوتا کیونکہ ہنوز وہ رستہ مین ہے اور راہزن بہت سے ہین ان سے وہی بچ سکتا ہے جسے خدا محفوظ رکھے اور ابھی اوسکا آئینہ قلب مصفا نہین ہوا ہے بلکہ ہنوز صاف ہو رہا ہے اور ہنوز اُسنے شکار پر قبضہ نہین کیا ہے بلکہ ہنوز درپے صید ہے اسلیے عوائق و موانع کا احتمال موجود ہے ہان جب یہ مخلص خالص و فانی کامل ہو گیا تو اب مخلص ہو کر اوس خطرہ سے چھوٹ گیا اور مقام امن تک پہونچ گیا اور اس مقام کو اوسنے حاصل کر لیا جہان کسی رہزن کا خطرہ نہین کیونکہ پختگی کے بعد خامی ناممکن ہے اور کمال کے بعد نقص اصلی نہین لوٹ سکتا۔ مثلاً کوئی آئینہ دوبارہ لوہا نہین ہوجاتا اور کوئی روٹی پھر سے گیہون نہین بنتی اور انگور غورہ (خام) نہین ہوتا اسکے سوا اور کوئی میوہ بھی پختہ ہو کر اپنی ابتدائی حالت خامی کیطرف نہین لوٹتا۔

شرح شبیری این جہان الخ یعنی یہ جہان جو کہ حس کیطرح ہے غیب کے ہاتھ مین ہے اور اسنے غیب کی عطا سے اوسی کا پیشہ اختیار کر لیا ہے مطلب یہ کہ یہ جہان ظاہری عالم غیب کے بالکل تابع ہے اور وہ اصل ہے۔

لہ بحر حق الخ یعنی کبھی اوسکو دریا مین لیجاتا ہے اور کبھی خشکی مین اور کبھی اسکو خشک کر دیتا ہے اور کبھی تر کر دیتا ہے مطلب یہ کہ وہ عالم غیب اور قضا و قدر اس عالم ظاہر و فانی کو جسطرح چاہتا ہے بدل دیتا ہے اور اوسکے ہاتھ مین بالکل کالمیت فی ید الغسال ہے۔

دست پنہان الخ یعنی ہاتھ تو پوشیدہ ہے اور قلم کو دیکھو خط کا ادا کرنیوالا ہے اور گھوڑا تو جولانی مین ہے اور سوار مخفی ہے

مطلب یہ کہ آثار وافعال عالم غیب کے تو ظاہر ہین مگر وہ ہاتھ کہ جسکے تصرف مین یہ سب افعال ہین اور وہ جسطرح چاہتا ہے رد وبدل کرتا ہے پوشیدہ ہے یعنی حق تعالی کہ تمام افعال وآثار مخلوق حق ہین مگر حق تعالی کو دنیا مین جہان کہ یہ آثار مرتب ہو رہے ہین کوئی نہین دیکھ سکتا جیسا کہ ظاہر ہے۔

گہ بلندش الخ۔ یعنی کبھی اسکو بلند کر دیتا ہے اور کبھی پست اور کبھی اسکو جوڑ دیتا ہے اور کبھی توڑ دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ وہ ذات کہ جسکی قدرت سے یہ افعال وآثار پیدا ہوتے ہین بالکل پوشیدہ ہے اور اوسکے دست قدرت مین کل جہان جسطرح کہ چاہتا ہے اوسمین تصرف کرتا ہے۔

گہ یمینش الخ۔ یعنی کبھی اوسکو داہنی طرف لیجاتا ہے اور کبھی بائین طرف اور کبھی اوسکو گلستان کر دیتا ہے اور کبھی خار۔ مطلب یہ کہ جسطرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے آگے ایک اور مثال دیتے ہین کہ

تیر پران الخ۔ یعنی تیر تو اڑ رہا ہے اور کمان پوشیدہ ہے اور جانین ظاہر ہین اور جان جان مخفی ہے۔ مطلب یہ کہ آثار وافعال تو صادر ہوتے ہوے معلوم ہوتے ہین مگر وہ ذات حق تعالی کہ جس سے کہ یہ صدور ہو رہا ہے پوشیدہ ہے اور کسیکو دنیا مین ان حواس ظاہری سے اسکا ادراک نہین ہو سکتا ہے مگر جو کچھ بھی آثار وافعال ہین وہ یقیناً اوسیطرف سے ہین لہذا جو حالت بھی ہو خواہ راحت یا تکلیف یا گوارا یا ناگوار سب پر راضی رہنا اور سر تسلیم خم کرنا ضروری ہے اسیکو فرماتے ہین کہ۔

تیر را الخ۔ یعنی تیر کو مت توڑ کہ یہ تیر شاہی ہے اور یہ اناڑی پن سے نہین ہے بلکہ خبرداری کے نشانہ سے ہے۔ مطلب یہ کہ جو حالت بھی ہو اسپر راضی رہنا چاہیے اور یہ سمجھنا چاہیے کہ جو کچھ بھی ہے اس ذات وحدہ لاشریک کیطرف سے ہے اور وہ عالم الغیب اور رحیم باحوال العباد ہین تو وہ جو کچھ بھی بندہ کے لیے کرینگے وہ مناسب اور مفید ہی ہوگا پس اسپر راضی رہنا ضروری ہے اگرچہ وہ بظاہر کسی اور ہی جانب سے معلوم ہون مگر وہ دراصل اوسی طرف سے ہے اسیکو فرماتے ہین کہ۔

ما رمیت الخ۔ یعنی حق تعالی نے ما رمیت اذ رمیت فرمایا ہے۔ اور حق تعالی کے کام سب کامون پر سبقت رکھتے ہین مطلب یہ کہ دیکھو قرآن شریف مین ہے کہ ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمے (ترجمہ جب آپنے رمی کی تو وہ دراصل آپنے نہین کی بلکہ اللہ نے رمی کی) تو دیکھو بظاہر تو معلوم ہوتا تھا کہ رمی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوئی ہے مگر اصل مین اس رمی کو بھی حق تعالی اپنی ہی طرف منسوب فرماتے ہین۔ لہذا خوب سمجھ لو کہ جو کچھ ہے اوسی طرف سے ہے اور جو کچھ اوسطرف سے ہوگا وہ مفید ہی ہوگا اسلیے اوس سے ناراض مت ہو بلکہ اپنی اس ناراضگی اور غصہ ہی کو ختم کر دو کہ اسکی وجہ سے تمکو وہ مضر معلوم ہو رہا ہے اسکو فرماتے ہین کہ۔

خشم الخ۔ یعنی اپنے غصہ ہی کو توڑ اور اس تیر کو مت توڑ تیرے غصہ کی آنکھ دودھ کو خون دکھا رہی ہے۔ مطلب یہ کہ اپنی اس قوت غضب وشہوت کا خاتمہ کر اور اسکو زائل کر اور اس حالت سے جو کہ حق تعالی کیطرف سے پہونچی ہے ناراض مت ہو کہ وہ اصل مین تو مفید اور مثل دودھ کے ہے مگر تمکو مضر اور مثل خون کے ناپاک نظر آتی ہے لہذا اسپر راضی رہو اور اسیطرح حق تعالی کے سامنے چلے جاؤ۔ اور تفویض محض اپنا شعار کر لو اسیکو فرماتے ہین۔ کہ

بوسہ دہ الخ۔ یعنی تیر کو بوسہ دو اور بادشاہ کے پاس لیجاؤ کہ وہ تیر تمھارے خون سے تر اور بھرا ہوا ہو۔ مطلب یہ کہ اس حالت پر جسپر حق تعالی نے رکھا ہے راضی رہو۔ اور اگرچہ وہ تمکو بظاہر مضر ہی ہو مگر اوسکو اسیطرح لیے ہوے حاضر ہو جاؤ۔ پھر حق تعالی کے فضل وکرم اور اسکے الطاف تمپر نازل ہونگے آگے فرماتے ہین کہ۔

انچہ پیدا الخ۔ یعنی جو کچھ کہ ظاہر ہے وہ تو عاجز اور پست اور کمزور ہے اور جو کہ پوشیدہ ہے وہ ایسا تند اور زور آور ہے مطلب یہ کہ یہ عالم دنیا جو کہ ظاہر ہے اور ظہور کا مقتضا یہ تھا کہ زور آور ہوتا مگر ضعیف اور کمزور ہے اور جو مخفی ہے اسکے آثار و افعال بھی مخفی ہوتے اور وہ ضعیف و کمزور ہوتا۔ مگر وہی زور آور ہے پس اسکو طلب کرنا اور اوسی سے دل لگانا ضروری ہے۔ پھر فرماتے ہین کہ۔

ما شکاریم الخ۔ یعنی کہ ہم تو شکار ہین ایسا جال کسکا ہے اور ہم ایک بلے کے گیند ہین تو وہ بلے والا کہان ہے مطلب یہ کہ ہم تو کسی ایک قدرت والے کے اختیار مین ہین تو اس با قدرت و اختیار کو ڈھونڈھنا ضروری ہے۔ اور اوسی سے علاقہ رکھنا ضروری ہے۔

می درد الخ۔ یعنی جو کہ پھاڑتا ہے پھر سیتا ہے یہ درزی کون ہے اور جو کہ پھونکتا ہے اور جلاتا ہے وہ نفاط کون ہے نفاط وہ جو کہ مشعل پر تیل ڈالے تاکہ خوب جلے مطلب یہ کہ وہ ذات جو کہ ہماری اندر جسطرح چاہتی ہے تصرف کرتی ہے وہ کہان ہے اسکی تلاش اور طلب ضروری ہے اوسکی تو یہ شان ہے کہ۔

ساعتے الخ۔ یعنی ایک گھڑی مین صدیق کو کافر کردے اور ایک گھڑی مین زندیق کو زاہد کردے پس جب کہ ہم اوسکے بالکل قبضۂ قدرت مین ہین تو اس سے ہر گز بے خوف نرہنا چاہیے بلکہ ہر وقت اُس سے پناہ مانگنا اور ڈرنا ضروری ہے اور اسی لیے جو مومن کامل ہوتا ہے وہ ہر وقت خطرہ مین رہتا ہے اور کسی وقت گرفت سے مامون نہین ہوتا۔ اسکو فرماتے ہین کہ۔

زانکہ الخ۔ یعنی اسی لیے مخلص (بکسر اللام) ہمیشہ خطرہ مین رہتا ہے جبتک کہ اپنے سے پوری طرح خالص نہوجاوے مطلب یہ کہ جو مخلص اور مومن ہوتا ہے چونکہ وہ اپنے کو بالکل قبضہ قدرت مین سمجھتا ہے اسلیے ہمیشہ خوف مین رہتا ہے جبتک کہ اپنی خودی سے بالکل خالص نہوجاوے اور یہ بات بعد موت کے حاصل ہوتی ہے لہذا معلوم ہوا کہ جو مومن کامل ہوتے ہین وہ ہمیشہ خوف و رجا کی حالتمین رہتے ہین یہانتک کہ انکو موت آجاتی ہے۔ اور اُسوقت پوری حالت معلوم ہوکے جب انکو معلوم ہوجاتا ہے کہ ہم ناجی ہین تب انکو اطمینان ہوتا ہے آگے اس خائف ہونیکی وجہ بیان کرتے ہین کہ۔

زانکہ الخ۔ یعنی اسلیے کہ وہ راہ مین ہے اور رہزن بیحد و بے شمار ہین۔ ہان جو کہ حق تعالی کے امن مین ہوتا ہے وہ ان خوفون سے چھوٹا ہوا ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ جسکو قرب حق نصیب ہوگیا ہے اور امان حق مین آگیا ہے وہ فی الواقع تو چھوٹا ہوا ہے اور اسکو اب کوئی گزند نہ پہونچے گا۔ مگر یہی چونکہ راہ مین رہزن ہین اسلیے وہ خود ہر وقت خائف ہی ہے ہان امان شاہی کی وجہ سے وہ فی الواقع ضرور بچا ہوا اور بیخوف ہے آگے اسکی مثال ہے کہ۔

آئینہ الخ۔ یعنی آئینہ خالص نہین ہوتا تو وہ مخلص ہوتا ہے اور جسنے مرغ کو نہین پکڑا ہے وہ شکاری مطلب یہ کہ دیکھو جسوقت تک کہ آئینہ خالص اور صاف نہین ہوتا اسوقت تک اوسکو خالص کیا جاتا ہے اور اسمین صفائی کی کوشش کیجاتی ہے لیکن جب صاف ہوجاتا ہے اسوقت پھر اسکو ضرورت اسکی نہین رہتی۔ بلکہ اب وہ صاف و شفاف ہوجاتا ہے اسکو فرماتے ہین۔ کہ

چونکہ الخ۔ یعنی جو کہ مخلص کہ مخلَص ہوگیا چھوٹ گیا اور مقام امن مین چلا گیا اور ہاتھ لے گیا مطلب یہ کہ جو شخص دل مجاہدہ اور ریاضت کررہا تھا۔ اور قلب کو ماسوا سے خالص کررہا تھا حتی کہ خالص ہوگیا تو وہ تمام تکالیف اور عذاب سے چھوٹ گیا اور وہ مقام مامون مین پہونچ گیا جیسا کہ حق تعالی فرماتے ہین کہ (لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون)

پس ایسے شخص کو خوف فی الواقع تو کچھ نہین ہوتا لیکن وہ خود ہر وقت خائف و ترسان ہی رہتا ہے اسی لیے حق تعالیٰ نے لاخوف علیہم فرمایا لایخافون نہین فرمایا لہذا جو شخص کہ مخلص (بفتح اللام) ہو گیا وہ پھر اب خوف باز گشت نہین رہا اور یہی حاصل ہے صوفیہ کے اس قول کیطرف کہ الفانی لایرد کہ جو اپنے کو فنا کر چکا ہے وہ کبھی مردود نہین ہوتا اور جو ایک مرتبہ مقبول ہو چکا ہے وہ کبھی مطرود نہین ہوتا اور اسی لیے شیطان چونکہ مقبول و مجذوب من الحق نہ ہوا تھا۔ بلکہ صرف سالک تھا اسلیے وہ مردود ہو گیا اگر اوس طرف سے بھی جذب ہوتا۔ تو ہرگز رد نہو سکتا تھا۔ اسلیے کہ عادت اللہ یہی جاری ہے کہ الفانی لایرد آگے اسکی مثالین بیان فرماتے ہین کہ۔

ہیچ الخ۔ یعنی کوئی آئینہ پھر لوہا نہین ہوا اور کوئی روٹی پھر گیہون کا ڈھیر نہین ہو گیا۔

ہیچ الخ۔ یعنی کوئی انگور پختہ خام نہین ہوا۔ اور کوئی پختہ میوہ پھر کچا نہین ہوا پس معلوم ہو گیا کہ جو شئے کہ پختہ ہوتی ہے وہ پھر خامی کی طرف واپس نہین ہوتی۔ اسیطرح جو کہ فنا حق کامل ہو جاتا ہے وہ پھر مردود نہین ہوتا۔ لہذا فنا کو حاصل کرنا ضروری ہوا اسیکو فرماتے ہین کہ۔

شرح حبیبی

پختہ گرد و از تغیر دور شو — او چو برہان محقق نور شو

چون زخود رستی ہمہ برہان شدی — چونکہ گفتی بندہ ام سلطان شدی

ور عیان خواہی صلاح الدین نمود — دیدہ ہا را کرد بینا و کشود

فقر را از چشم و از سیمائے او — دیدہ ہر چشمے کہ دارد نور ہو

پس اگر تمھین تغیر و رجعت سے بچنے کی ضرورت ہے اور ہمارے شیخ اول برہان الدین محقق کیطرح سراپا نور بننا چاہتا ہے تو پختہ ہو جا اس سے تمھین یہ سب باتین حاصل ہو جاوینگی وہ پختگی فنائے تام ہے پس جب تو خود کو فنا کر چکا تو بالکل برہان الدین ہو گیا اور جب تو نے عبودیت کا لہا اختیار کر لی تو بادشاہ ہو گیا اگر ہمارے بیان پر اطمینان نہو اور مشاہدہ کرنا چاہے تو ہمارے پیر بھائی صلاح الدین نے اسکو معاین کر دیا ہے یون بھی کہ خود دلیل بنگیا اور یون بھی کہ سیکڑون آنکھون کو بینا کر دیا اور کھولدیا جو آنکھ نور حق سبحانہ رکھتی ہے وہ فقر و عبدیت کی صورت انکی آنکھون اور انکی پیشانیون مین دیکھتی ہے۔ کیونکہ فقر و فنا انکی صورت سے ظاہر ہے۔

شیخ فعالست بے آلت چو حق — با مریدان دادہ بے گفتے سبق

دل بدست او چو موم نرم رام — مہر او گہ ننگ سازد گاہ نام

مہر مومش حاکی انگشتری است — باز آن نقش نگین حاکی کیست

حاکی اندیشۂ آن زرگر ست — سلسلہ ہر حلقہ اندر دیگر است

تم تعجب نکرنا کہ اسکی نظر عنایت اور انکی صورت دیکھنے سے لوگونکو فقر کی صورت کیونکر دکھلائی دیگی اور انکی آنکھین کیونکر کھل گئین۔ اور کیونکر بینا ہو گئین کیونکہ شیخ حق سبحانہ کی طرح اپنے تصرفات مین آلہ کا محتاج نہین وہ اپنے مریدون کو بدون تقریر کے سبق پڑھاتا ہے اسکے لیے تو قصد و ارادہ کی بھی ضرورت نہین بلکہ بدون اسکے قصد کے اسکے فیض و برکات

بقدرت الہیہ مخلصین تک بہونچتے ہیں اسکے قبضہ مین دل یون رام ہے جسطرح موم نرم کہ جسطرف اور جسطرح چاہے موڑ دے اور اوسکی مہر یعنی اوسکا قلب اسمین کبھی اثر ننگ اور قبض پیدا کرتاہے اور کبھی اثر نام اور بسط یہ نقش واثر جو مومِ یعنی قلب طالب مین پیدا ہوتاہے یہ تو نقل ہے شیخ کی انگشتری قلب کی نقش کے اب یہ دیکھنا چاہیے کہ شیخ کے قلب کے نگینہ مین جو نقش ہے وہ کسکی نقل اور کسکا عکس ہے پس وہ عکس ہے زرگر یعنی حق سبحانہ کی مشیت کا اور یہ عکوس ایک زنجیر ہین جسکی ایک کڑی دوسری کڑی مین لگی ہوئی ہے۔

شرح شبیری پختہ گرد الخ یعنی پختہ ہوجاؤ اور پھر تغیر سے دور ہوجاؤ جیسا اور مثل برہان الدین محقق کے نور ہوجاؤ۔ حضرت برہان الدین محقق مولانا کے پہلے شیخ ہین اول مولانا نے ان ہی سے بیعت کی تھی مگر چونکہ مولانا کی استعداد قوی تھی اسلیے یہ تربیت پوری طرح نکرسکے اسلیے پھر مولانا نے حضرت شمس الدین تبریزی سے رجوع کیا تھا۔ اسلیے مولانا ان شیخ اول کی بھی تعریف فرماتے ہین اور فرماتے ہین کہ تم فنا مین کامل اور پختہ ہوجاؤ تو پھر اس تلوین و تغیر سے نکلجاؤگے اور تمکین حاصل ہوجاوگی پس جسطرح کہ حضرت برہان الدین محقق نور ہی نور ہین اسیطرح تم بھی ہوجاؤ یہ ایک مثال سے تمکین کی حالت کو بیان فرمادیا آگے فرماتے ہین چون الخ یعنی جبکہ اپنی خودی سے تم چھوٹ جاؤگے تو حضرت برہان الدین ہوجاؤگے اور جب تم کہوگے کہ مین بندہ ہون تو سلطان ہوجاؤگے۔ مطلب یہ کہ جب تم درجہ فنا حاصل کرلوگے تو اسوقت تم حضرت برہان الدین کیطرح سے ہوجاؤگے اور جبکہ فنا مین اپنی ہستی کو مٹا کر عبد بنجاؤگے اور ایاک نعبد کا مصداق ہوجاؤگے تو اسوقت سلطان باطن ہوجاؤگے۔

ور عیان الخ یعنی اور اگر ظاہر طور پر دیکھنا چاہتے ہو تو شیخ صلاح الدین نے دکھلادیاہے اور آنکھونکو بینا کردیا اور کھولدیا ہے شیخ صلاح الدین بھی حضرت برہان الدین کے خلیفہ ہین اور مولانا کے پیر بھائی ہین پس فرماتے ہین کہ اگر تم درجہ فنا کو ظاہر طور پر دیکھنا چاہتے ہو تو شیخ صلاح الدین نے دکھلادیاہے اور انھون نے آنکھون کو بصیر کردیاہے اور کھولدیاہے۔

فقر را الخ یعنی فقر کو آنکھ سے اور اوسکی نشانی سے ہراُس آنکھ نے دیکھ لیاہے کہ جو حق کا نور رکھتی ہے مطلب یہ کہ جس آنکھ مین نورِ حق ہے اور جو کہ متخلق باخلاق اللہ ہے وہ اس نور اور ان باتون کو نشانیون سے اور چشم حقیقت بین سے دیکھ لیتا ہے اور شیخ صلاح الدین نے آنکھون کو بینا کردیاہے لہٰذا وہ اس نور کو دیکھ لین گے اب یہان کسی ظاہر بین کو یہ شبہہ ہوسکتاہے کہ ہم نے شیخ صلاح الدین کو دیکھا نہین کہ کسیکی آنکھ مین انھون نے سلائی چلائی ہو اور سرمہ لگایا ہو اس سے وہ بینا ہوگیا ہو اسلیے مولانا بطور دفع دخل مقدر کے فرماتے ہین کہ۔

شیخ الخ یعنی شیخ بے آلہ کے فاعل اور اثر کرنے والا ہے جسطرح کہ حق تعالیٰ۔ اور مریدونکو بے گفتگو کے سبق دیتاہے مطلب یہ کہ جسطرح کہ حق تعالیٰ کو آلات واسباب کے مہیا کرنیکی ضرورت نہین ہوتی اسیطرح جو کہ متخلق باخلاق اللہ ہوگیاہے اوسکو بھی آلات کی ضرورت نہین رہتی اور وہ بے آلات کے فیض پہونچاتاہے اور مریدونکو بے گفتگو کے ہدایت کرتاہے پس شیخ صلاح الدین بھی اگرچہ بظاہر کسیکی آنکھ مین سلائی نہین لگاتے لیکن وہ بے ظاہری اسباب ہدایت کے ہدایت فرماتے ہین اور فیض پہونچاتے ہین۔

دل الخ یعنی اوس شیخ کے ہاتھ مین دل موم نرم کی طرح مطیع ہوتاہے اور اوسکی مہر کبھی تو ننگ کا نقش بناتی ہے اور کبھی نام کا مطلب یہ کہ جسطرح موم نرم پر جسطرح چاہو مہر کرلو اسیطرح دل طالب بھی ہوتاہے کہ اوسپر شیخ جسطرح چاہتاہے نقش کردیتاہے خواہ نقش ننگ کرے اور خواہ نام غرضکہ ہر طرح سے اوسکے قبضہ مین ہوتاہے اسلیے کہ وہ تو متخلق باخلاق اللہ ہوگیاہے

پس اوسکی یہ حالت ہونا بعید نہین ہے ۔
مہر موش الخ یعنی اوسکے موم کی مہر تو انگشتری کی حاکی ہے۔ پھر وہ نقش نگین کسکا حاکی ہے مطلب یہ کہ مرید کی حالت دیکھکر تو شیخ پر استدلال ہوتا ہے کہ یہ کسی ایسے کا اثر ہے کہ جو ایسا کامل و مکمل ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اسمین جو یہ نقش اور اثر پیدا ہوا ہے کہ جسکی وجہ سے اُسکا اثر دوسرے پر پڑتا ہے وہ کیا شے ہے تو یہ نقش اپنے صانع پر دال ہوگا اور وہ حق سبحانہ تعالیٰ ہین پس اول تو مرید کی حالت دال ہے حالت شیخ پر اور اوسکی حالت دال ہے حق تعالےٰ کی صنعت پر یہ سلسلہ اسطرح ہو گیا ہے بہ آگے خود فرماتے ہین کہ
حاکی الخ یعنی وہ اس زرگر کی فکر کی جاتی ہے زنجیر کا ہر حلقہ ایک دوسرے مین ہے مطلب یہ کہ نقش نگین اُس فرات پر دال ہین جسنے کہ یہ بنائی ہے اور یہ سلسلہ اسطرح ہے کہ ایک سے دوسرے کی معرفت ہوتی چلی جاتی ہے چونکہ اوپر فرمایا تھا کہ یہ جو کچھ کہ عالم ظاہر ہے ضعیف اور کمزور ہے اور وہ جو کہ اصل ہے وہ پوشیدہ ہے اور کہا تھا کہ ہ می دردی درز این خیاط کو الخ۔ اب آگے بھی یہی فرماتے ہین کہ۔

شرح حبیبی

این صدا در کوہ دلہا بانگ کیست	گہ پرست از بانگ این کہ گہی تہیست
ہر کجا ہست آن حکیم ست و استاد	بانگ او زین کوہ دل خالی مباد
ہست کہ کاواز شہ تا میکند	ہست کہ کاواز صد تا میکند
می زہاند کوہ زان آواز و قال	صد ہزاران چشمہ آب زلال
چون ز کہ آن لطف بیرون میشود	آبہائے چشمہا خون مے شود
زان شہنشاہ ہمایون نعل بود	کہ سراسر طور سینا لعل بود
جان پذیرفت و خرد اجزاے کوہ	ما کم از سنگیم آخر اے گروہ
نے ز جان یک چشمہ جوشان میشود	نے بدن از سبز پوشان میشود
نے صداے بانگ مشتاقی درو	نے صفائی جرعہ ساقی درو
کو حمیت تا ز تیشہ وز کلند	اینچنین کہ را بکلی بر کنند

دلون کے پہاڑون مین یہ کسکی آواز کی صدائے باز گشت ہے اور کس موثر کا اثر ہے جس سے کبھی تو کوہ دل پر ہوتے ہین اور کبھی خالی بات یہ ہے کہ جسکے دل مین وہ صدا ہے وہ حکیم و استاد کامل ہے خدا کرے کہ وہ دل کبھی بھی اس آواز سے خالی نہو پھر پہاڑون کی حالتین مختلف ہین کسی سے آواز ایک مرتبہ نکلتی ہے اور اسطرح اصل آواز دوہری ہو جاتی ہے۔ اور بعض سے بہت ہی مرتبہ لوٹتی ہے یعنے بعض دلون مین قابلیت تاثیر کم ہے اسلیئے تھوڑا اثر ہوتا ہے اور بعض مین زیادہ اسلئے زیادہ اثر ہوتا ہے۔ پھر اس آواز و گفتار و تاثیر خداوندی سے ان دلون کے پہاڑون سے ہزارون شیرین و صاف پانیون کے چشمے ابلتے ہین اور طرح طرح کے انوار عرفانیہ اور فیوض باطنیہ سے لبریز ہوتے ہین اور جب ان پہاڑون سے وہ لطف علیحدہ ہو جاتا ہے اور تاثیر و افاضہ بند ہو جاتا ہے تو وہی پانی چشمہ خون سے مبدل ہو جاتے ہین اور معارف آلہیہ خیالات

کفر یہ سے بدل جاتے ہیں اعاذنا اللہ منہا۔ غور کرو کہ شہنشاہ حقیقی مبارک فعل یا حضرت موسی علیہ السلام مبارک فعل کے باعث کوہ سینا محل و مہبط انوار و تجلیات آلہیہ ہو کر سراسر لعل ہو گیا افسوس کہ تپھر اور پہاڑ کے اجزا تو جان و عقل قبول کر لین اور ہم نکرین کیا ہم تپھر سے بھی گئے گذرے ہین جبکہ ایسا نہین تو کیا بات ہے کہ نہ تو ہماری روح ہی سے کوئی معرفت آلہی کا چشمہ نکلتا ہے اور نہ ہمارا جسم ہی سرسبز ہوتا ہے کہ ثمرات اعمال اوس سے ظاہر ہون نہ آواز شوق کی صدائے بازگشت ہے نہ ساقی کے پلائے ہوے شراب محبت کے گھونٹ کی صفائی اور اثر ہے حمیت و غیرت کیا ہوئی کیون نہ تیشہ و کلند مجاہدت سے اس پہاڑ کو اکھاڑ ڈالین اور اسکو ریزہ ریزہ کر دین اور دل و جسم و جان سب کو فنا کر دین۔

بو کہ بر اجزاے او تابد مہے ۔۔۔ بو کہ در وے تاب خور یابد رہے

چون قیامت کوہہا را بر کند ۔۔۔ پس قیامت این کرم کے میکند

این قیامت زان قیامت کے کم است ۔۔۔ آن قیامت زخم واین چون مرہم است

ہر کہ دید آن مرہم از زخم ایمن است ۔۔۔ ہر بدے کین حسن دید او محسن است

اے خنک زشتے کہ خوبش شد حریف ۔۔۔ واے گلروے کہ جفتش شد خریف

نان مردہ چون حریف جان شود ۔۔۔ زندہ گردد نان واین آن شود

ہیزم تیرہ حریف نار شد ۔۔۔ تیرگی رفت وہمہ انوار شد

در نمکسار ار خر مردہ فتاد ۔۔۔ آن خری ومردگی یکسو نہاد

صبغۃ اللہ ہست رنگ خم ہو ۔۔۔ پیسہا یک رنگ گردد اندرو

چون دران خم افتد و گوئیش قم ۔۔۔ از طرب گوید منم خم لا تلم

آن منم خم خود انا الحق گفتن است ۔۔۔ رنگ آتش دارد الا آہن است

رنگ آہن محو رنگ آتش است ۔۔۔ ز آتشی می لافد و خامش وش است

چون بسرخی گشت ہمچون زر کان ۔۔۔ پس انا النار است لافش بے زبان

شد ز رنگ و طبع آتش محتشم ۔۔۔ گوید او من آتشم من آتشم

آتشم من گر ترا شکست و ظن ۔۔۔ آزمون کن دست را بر من بزن

آتشم من بر تو گر شد مشتبہ ۔۔۔ روے خود بر روے من یکدم بنہ

آدمی چون نور گیرد از خدا ۔۔۔ ہست مسجود ملائک ز اجتبا

نیز مسجود کسے کو چون ملک ۔۔۔ رستہ باشد جانش از طغیان و شک

جب یہ پہاڑ ٹوٹ پھوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاویگا اور فنا حاصل ہو جائیگی تو امید ہے کہ نور عرفان قلیل و کثیر اسکے اجزا پر فائض ہوگا۔ قیامت ضرور پہاڑون کو اکھیڑتی ہے۔ مگر اس قیامت کبری یعنے فنا کی طرح کب کرم کرتی ہے کیونکہ اسکے ذریعہ سے نور عرفان تو فائض نہین ہوتا جیسا کہ اس سے ہوتا ہے لہذا یہ قیامت فنا اس قیامت معہودہ سے کسی طرح کم نہین بلکہ زائد ہی ہے۔ اسلیے کہ وہ قیامت تو زخم ہے اسلیے بھی کہ زندونکو ہلاک کرتی ہے اور اسلیے بھی کہ وہ ملکات سیئہ کو ظاہر کرتی ہے اور یہ قیامت مرہم ہے اسلیے بھی کہ قریب ہلاک لوگون کو زندہ کرتی ہے اور اسلیے بھی کہ ملکات سیئہ کا ازالہ کرتی

جس نے یہ مرہم لگا لیا اور فنا حاصل کرلی اب وہ زخم اور مضرتون سے محفوظ ہوگیا اور جسکو یہ حسن نصیب ہوگیا وہ محسن اور نکوکار بنگیا۔ وہ بُرا تو نہایت ہی مزہ مین ہے جسکا حریف یہ خوبرو یعنی فنا ہو جائے اور اوس گلرو یعنی صاحب اعزاز حسن کی حالت نہایت ہی قابل افسوس ہے جس سے خزان ملجاوے اور فنا سے مشرف نہو۔ اقتران زشت یا حسن کی برکت ہم تجھے دکھلاتے ہین۔ روٹی ایک بیجان شے ہے لیکن جب جان کے ساتھ مصاحب ہوتی ہے اور جزو بدن بنتی ہے تو وہ روٹی زندہ ہوجاتی ہے اور سراپا جان ہوجاتی ہے کیونکہ روح کا اوس سے بھی تعلق ہوجاتا ہے۔ لکڑی ایک تیرہ و تاریک چیز ہے لیکن جب آگ کی مصاحب ہوتی ہے تو وہ ظلمت بالکل دور ہوجاتی ہے اور سراسر لو بنجاتی ہے نمک کی کان مین گدھا گرجاتا ہے تو اُسکا گدھا پن اور مردارپن سب بالائے طاق ہوکر کھانے کے قابل ہوجاتا ہے پس جسپر خم ہو کا رنگ چڑھ گیا اور اوسنے حق سبحانہ کے مقابلہ مین اپنے کو بالکل مٹا دیا وہ حق سبحانہ کے رنگ مین رنگ گیا اور متخلق باخلاق ہو کر حق سبحانہ کے ساتھ اوسکو اتحاد اصطلاحی حاصل ہوگیا۔ اور تمام افعال اسکے طاعت ہو کر ایک رنگ ہوگئے جب کوئی اس خم مین گرجاتا ہے اور فنا حاصل کرلیتا ہے تو جسوقت تو اس سے کہتا ہے کہ اُٹھ تو وہ جوش مین آکر کہتا ہے کہ مین تو خم ہون تو کسلئے ملامت کرتا ہے بس ملامت مت کر تم سمجھے کہ منم خم کیا شے ہے وہ انا الحق کہتا ہے یعنی انا الحق کہہ اوٹھتا ہے مگر اس سے یہ نہ سمجھنا کہ وہ حقیقۃً و ذاتاً عین حق سبحانہ ہوجاتا ہے توبہ توبہ ما للتراب و رب الارباب بلکہ بات یہ ہے کہ ذاتاً تو وہ لوہے کیطرح کثیف و خسیس ہے مگر اوسمین آگ کا رنگ پیدا ہوگیا اور متخلق باخلاق اللہ ہوگیا ہے اس بنا پر وہ انا الحق کہتا ہے جیسے کہ لوہے کا رنگ آگ کے رنگ مین محو ہوجاتا ہے اور گو وہ خاموش ہوتا ہے مگر زبان حال سے آگ ہونیکا دعوی کرتا ہے جبکہ وہ سونے کیطرح سرخ ہوجاتا ہے تو بلا زبان کے دعوے انا النار کرتا ہے اور آگ کی طبیعت اور رنگ سے معزز ہوتا ہے۔ تو کہتا ہے کہ مین آگ ہون آگ ہون۔ اور یہ دعوے محض بلا دلیل نہین ہوتا بلکہ وہ کہتا ہے کہ اگر تجھے میرے آگ ہونے مین شک ہے تو امتحان کرلے اور مجھے ہاتھ لگا مین دعوے سے کہتا ہون کہ مین آگ ہون۔ اگر تجھے کچھ بھی شبہ ہے تو میرے منھ پر اپنا منھ رکھ اور دیکھ کہ مین آگ ہون یا نہین پس لوہا ضرور آگ ہونیکا دعوے کرتا ہے اور وہ دعوے اسکا سچا بھی ہوتا ہے مگر اسپر بھی وہ ذاتاً آگ نہین ہوتا۔ بلکہ رنگ و طبع کے لحاظ سے آگ ہوتا ہے یون ہی مدعی انا الحق بھی غلط گو نہین کیونکہ وہ متخلق باخلاق اللہ ہے اسلیے اسکے معنی یہ ہین کہ مین متخلق باخلاق اللہ ہون نہ کہ عین خدا (مگر تاہم سوء ادب بھی ہے اور عوام کو گمراہ کرنیوالا بھی اسلیے جو لوگ مغلوب نہین اُنکو بتاویل بھی ایسے الفاظ استعمال کرنیکی اجازت نہین اور مغلوب معذور ہے) آدمی جبکہ حق سبحانہ سے نور حاصل کرتا ہے اور متصبغ بصبغۃ اللہ ہوجاتا ہے تو اسوقت یہ نتیجہ مترتب ہوتا ہے کہ وہ برگزیدہ ہو کر مسجود ملائک ہوجاتا ہے یعنی فرشتون کے نزدیک بھی معظم و مکرم ہوجاتا ہے نیز وہ ان لوگون کا بھی مسجود اور مطاع ہوجاتا ہے۔ جو طغیان فسق اور شک سے چھوٹکر صاحب نفس مطمئنہ اور محقق ہوگئے ہین بشرطیکہ رتبہ مین اس سے کم ہون۔ یہان چونکہ مولانا ذات و صفات مین گفتگو کرنے لگے تھے اور حق سبحانہ کو آتش سے اور قلوب فانی کو لوہے سے تشبیہ دے چکے تھے۔ لہذا متنبہ ہو کر بزبان ملامت گر ملامت کرتے ہین اور فرماتے ہین۔

شرح شبیری این صدا الخ۔ یعنی کوہ قلوب مین یہ آواز کسکی ہے کہ کبھی یہ پہاڑ اس آواز سے پُر ہے اور کبھی خالی ہے۔ مطلب یہ کہ یہ فیوض و برکات کسکے ہین کہ جس سے کبھی تو قلب معمور ہوتا ہے اور کسی وقت بالکل خالی ہوتا ہے پس اس مخفی ہی کی تلاش ضروری ہے۔ تاکہ ان تغیرات کی قدر ہو۔ اور معلوم ہو کہ یہ تغیرات کسکے ہین آگے جملہ دعائیہ

طور پر فرماتے ہیں کہ۔
ہر کجا الخ۔ یعنی وہ حکیم اور استاد جہان کہیں بھی ہو اسکی آواز اس کوہ دل سے خالی نہو مطلب یہ کہ مرشد اور شیخ جہاں
بھی ہو خدا کے ہمیشہ فیوض و برکات اوسپر فائض ہی ہوتے رہیں آگے فرماتے ہیں۔
ہست الخ یعنی بعض پہاڑ تو وہ ہیں کہ آواز کو دوہری کردیتے ہیں اور بعض وہ ہیں کہ آواز کو سو گونی کردیتے ہیں
مطلب یہ کہ جن قلوب پر کہ وہ فیوض و برکات فائض ہورہے ہیں انہیں سے بعض تو وہ ہیں کہ جن سے صرف ایک دو ہی
کو فائدہ ہوتا ہے اور انکا سلسلہ آگے کو نہیں چلتا اور بعض وہ ہیں کہ جو صاحب سلسلہ ہوتے ہیں اور لاکھوں کروروں کو انسے
فیض ہوتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ
می رہاند الخ۔ یعنی اس آواز اور فال سے وہ کوہ لاکھوں آب زلال کے چشمے نکالتا ہے مطلب یہ کہ اس فیض حق سے
مستفید ہوکر یہ شیخ کامل دوسروں کو فیض پہونچاتا ہے اور اس سے بھی لاکھوں فیضیاب ہوتے ہیں اور یہ افادہ و استفادہ
سب حق تعالیٰ کی عنایت ہے ورنہ اگر یہ نہو تو پھر نہ فیض لے سکتا ہے اور نہ دے سکتا ہے اسیکو فرماتے ہیں کہ۔
چون الخ یعنی جبکہ پہاڑ سے وہ لطف باہر ہوجاتا ہے تو چشموں کا پانی خون ہوجاتا ہے مطلب یہ کہ اگر کسی وقت حالت
قبض طاری ہوتی ہے تو پھر سارا افادہ و استفادہ رکھا رہجاتا ہے۔
زان الخ۔ یعنی اس شاہ مبارک فعل ہی کی وجہ تھی کہ طور سینا لعل ہوگیا مطلب یہ کہ جسوقت موسیٰ علیہ السلام طور پر حق تعالیٰ
سے کلام فرماتے تھے تو طور پر بھی تو برکات اور فیوض طاری ہوتے تھے جیسا کہ معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت طور کو ملائکہ گھیر لیتے تھے
تو یہ بھی حق تعالیٰ کی نعمت ہی کی برکت تھی کہ وہ بھی متبرک ہوگیا۔
زان الخ یعنی اجزاے پہاڑ نے تو جان قبول کرلی اور عقل۔ تو کیا ہم پتھر سے بھی کم ہیں اے گروہ۔ مطلب یہ کہ اس فیض
اور تجلی سے پہاڑ تو مستفید اور منور ہوگیا اور سہیں تو اثر ہوگیا جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وان من الحجارۃ لما یتفجر منہ
الانہار وان منہا لما یشقق فیخرج منہ الماء وان منہا لما یہبط من خشیۃ اللہ۔ مگر افسوس ہے کہ ہم میں اثر نہو اور ہم اس
فیض سے مستفید نہوں۔ تو کیا ہم پتھر سے بھی کم ہیں بڑے افسوس اور حسرت کی بات ہے۔
نے الخ۔ یعنی نہ جان سے کوئی چشمہ جوشان ہوتا ہے اور نہ بدن سبزپوشوں میں سے ہوتا ہے مطلب یہ کہ نہ تو ہم سے
دوسروں کو فیض ہی ہوتا ہے جیسا کہ پہاڑوں سے چشمہ جاری ہوکر دوسروں کو سیراب کرتا ہے اور نہ خود ہی ہم درست
ہوتے ہیں کہ اوس سے مستفید ہوکر اپنی ہی حالت درست کرلیں کہ اکثر پہاڑ ایسے ہوتے ہیں کہ خود تروتازہ ہوجاتے ہیں
تو ہم جمادات سے بھی گئے گذرے ہوے۔
نے الخ۔ یعنی نہ تو اس دل میں کسی مشتاق کی آواز ہے اور نہ جام ساقی کی سی صفائی ہے مطلب یہ کہ نہ تو خود ہی
درست ہوے اور نہ دوسروں کو فیضیاب کیا۔
کو حمیت الخ۔ یعنی غیرت کہاں ہے کہ ایسے پہاڑ کو کدال اور پھاوڑوں سے بالکل اکھاڑ دیں۔ مطلب یہ کہ جب یہ حالت
ہے تو اب مقتضاے غیرت تو یہ ہے کہ اسکو بالکل فنا کردیا جاوے۔ کہ اس فنا کردینے سے شاید اسکو کوئی فیض حاصل
ہوجاوے۔ اسیکو فرماتے ہیں کہ۔
تو کہ الخ۔ یعنی شاید کہ سکے اجزاء پر کوئی چاند چمک جاوے اور شاید کہ اوسمیں خورشید کی کوئی چمک راہ پاوے مطلب یہ کہ

اس فنا کر دینے سے شاید کوئی ناقص یا کامل تجلی اوسپر فائض ہو جاوے اور اس سے وہ منور و مستفیض ہو جاوے اور جو
قیامت مین بھی سب اشیاء فنا ہو جاوینگی۔ اور یہان بھی فنا کی تعلیم فرما رہے ہین اس لیے آگے اس حالت فنا کو قیامت سے
تشبیہ دیتے ہین اور فرماتے ہین کہ۔

چون الخ یعنی مانند قیامت کے پہاڑون کو اوکھاڑ دے پس قیامت یہ کرم کب کرتی ہے مطلب یہ کہ قیامت کیطرح یہ حالت
فنا بھی ان قلوب کو فنا کر دیگی اور اسی ذات مین محو کر دیگی اور یہ مین اصطلاحی ہو جاویگا مگر قیامت مین یہ کرم کہ اس فنا سے
فیض بھی حاصل ہو کب ہونگے بلکہ اسمین تو محض فنا ہی فنا ہے اور اس فنا کے بعد بقا بھی ہے اور اگرچہ اس فنا کے بعد
بھی بقا ہوگا وہ بقاء روحانی ہوگا اسلیے یہ فنا اس فناء قیامت سے افضل ہے۔

این الخ یعنی یہ قیامت اُس قیامت سے کب کم ہے وہ قیامت تو زخم ہے اور یہ مثل مرہم کے ہے مطلب یہ کہ اس دنیا مین
فناء شہوات وغیرہ اس فناء قیامت سے کچھ کم نہین ہین بلکہ یون سمجھو کہ وہ قیامت تو زخم ہے کہ اسمین سب کے اعمال کی جزا و
سزا ہوگی تو سب کے سب خائف رہینگے اور یہ فنا مرہم کی طرح ہے کہ اگر یہ فنا حاصل کرلی ہے تو اس زخم یعنی خوف وغیرہ
سے چھوٹ جاوینگے۔

ہر کہ الخ یعنی جسنے کہ اس مرہم کو دیکھ لیا وہ زخم سے بیخوف ہوگیا۔ اور جس بدنے کہ اس حسن کو دیکھ لیا وہ محسن ہوگیا مطلب
یہ کہ جو شخص کہ ذات باری کے سامنے فناء (اصطلاحی) ہوگیا پس وہ تمام اہوال سے بیخوف ہوگیا۔ اور لاخوف علیہم ولاہم
یحزنون کا مصداق بنگیا۔ اور جو کہ اول بد ہو اسکے بعد فنا کا درجہ حاصل کرے تو وہ محسن اور نیکوکار ہو جاویگا۔

اے الخ یعنی خوشا نصیب اس بُرے کے کہ جسکا ساتھی خوب ہو جاوے اور افسوس ہے اس گلرو پر کہ اسکا ساتھی خزان
ہو جاوے۔ مطلب یہ کہ جو شخص کہ گنہ گار ہوا اور اسکے ساتھی حق تعالیٰ ہو جاوین وہ بہتر ہے اور راستہ کو پہونچا ہوا سمجھو
اور جو شخص کہ نیکوکار ہے مگر اسکے ساتھ آمیزش نفس کی ہے وہ برا ہے اور اسکی حالت قابل افسوس ہے اسلیے کہ جب کسی
شخص کے ساتھی حضرت حق نہوے تو یہ اب تو مردہ کیطرح ہے پھر جبکہ معیت مصطلحہ حاصل ہو جاویگی یہ بھی زندہ اور
متخلق باخلاق اللہ ہو جاویگا۔ آگے اسکی مثال دیتے ہین کہ۔

نان الخ یعنی مردہ روٹی جب جان کی ساتھی ہو جاتی ہے تو زندہ ہو جاتی ہے اور اس جان کی عین ہو جاتی ہے مطلب
یہ کہ جب روٹی کھاتے ہین تو وہ بھی جزو بدن بنتی ہے اور اسکے اندر بھی حیات پیدا ہو جاتی ہے حالانکہ وہ پہلے سے مردہ
تھی جیسا کہ ظاہر ہے یہ حیات اسکو صرف مصاحبت حی سے نصیب ہوئی ہے۔

ہیزم الخ یعنی لکڑی اندھیری آگ کی ساتھی ہوگئی تو تیرگی جاتی رہی اور سب کی سب انوار ہوگئی۔ مطلب یہ کہ
لکڑی بے نور تھی اور آگ سے ملنے سے اوسمین نور آگیا۔

در نمکسار الخ یعنی نمکسار مین اگر مردہ گدھا گر گیا تو وہ گدھا پن اور مردہ پن اپنے ایک طرف رکھا تو یہ اسکا زندہ ہو جانا
اور منور ہو جانا وغیرہ سب اس تعلق کیوجہ سے ہے کہ ان اشیاء نے اپنے وجود کو کالعدم کر دیا۔ اور ہمہ تن اوسی مین فنا
ہو گئے لہذا منور اور زندہ ہو گئے پس ہمکو بھی ضروری ہے کہ درجہ فنا حاصل کرین تاکہ مین (اصطلاحی) ذات حق سے
ہو جاوین۔ اور متخلق باخلاق اللہ ہو جاوین۔ آگے اسکو فرماتے ہین کہ۔

صبغۃ اللہ الخ یعنی حق تعالیٰ کا رنگ ہو کا خم ہے۔ اور سارے پیشے اوسکے اندر یکرنگ ہو جاتے ہین مطلب یہ کہ حق تعالیٰ

کا رنگ تو بس ذات حق مین فنا ہو جاتا ہے۔ کہ بس وہی ہو جاوے۔ اور جب عین (اصطلاحی) ہو جاتا ہے تو تمام پیشے وغیرہ سب ایک ہی رنگ ہو جاتے ہین اور سب اشیاء مین حق تعالیٰ ہی کا جلوہ نظر آتا ہے ؂ جدھر دیکھتا ہون اُدھر تو ہی تو ہے

؂ بسکہ در جان فگار و چشم بیدارم توئی ؛ ہر انچہ پیدا میشود از دور پندارم توئی ؛

چون الخ یعنی جب کوئی اس خم مین گر پڑے اور تم اس سے کہو کہ کھڑا ہو تو وہ طرب سے کہتا ہے کہ مین تو خم ہو گیا ہون مجھے ملامت مت کرو۔ مطلب یہ کہ جب کسیکو درجۂ فنا حاصل ہو جاتا ہے تو اگر کوئی شخص اس سے کہے کہ اسکو چھوڑ و اہمن کہان اگر ڈوبے ہو جیسا کہ اہل ظاہر کہتے ہین تو وہ جواب دیتا ہے کہ بھائی مین خود عین ذات (اصطلاحاً) ہو گیا ہون مجھے مت چھیڑو در چونکہ مین از خود سرد ہون اسلیے مجھپر اس عین کہدینے کی وجہسے ملامت بھی نکرو آگے خود اس عینیت کو فرماتے ہین کہ عینیت سے مراد عینیت ذات اور لغوی عینیت نہین ہی۔ بلکہ صرف عینیت اصطلاحی مراد ہے پس فرماتے ہین کہ۔

آن الخ یعنی یہ منم خم خود انا الحق کہنا ہے کہ رنگ تو آگ کا ہے مگر ذاتاً آہن ہے۔ مطلب یہ کہ اگر منصور نے انا الحق کہدیا تو کیا غضب کیا اسلیے کہ اسکا مطلب بھی تو وہی تھا جو کہ منم خم کا ہم نے ابھی بیان کیا کہ وہ متحد بالذات نہین ہوگا بلکہ متحد فی الصفات ہوتا ہے اور اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے کہ لوہا آگ مین رکھنے سے سُرخ ہو جاتا ہے تو بظاہر تو آگ معلوم ہوتا ہے اور آثار بھی اوسکے آگ کے ہین کہ جس چیز کو لگا دوگے اوسیکو جلا دیگا۔ مگر ذاتاً لوہا ہی ہے پس اسیطرح جسکو فنا حاصل ہو گئی اسکے اندر آثار حق تعالیٰ کے فیوض و برکات کے ہوتے ہین اور وہ متخلق باخلاق اللہ ہوتا ہی مگر اوسکی ذات اوہی اور اوسکی وہی۔ تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا آگے اسی مثال کی اور توضیح فرماتے ہین کہ۔

رنگ الخ یعنی لوہے کا رنگ آگ کے رنگ مین محو اور فنا ہو گیا ہے۔ تو وہ آگ ہونے کی شیخی مار رہا ہے اور خاموش ہی کہ زبان سے تو کچھ نہین کہتا مگر بزبان حال کہہ رہا ہے کہ مین بھی آگ ہون کہ میرے اندر بھی آثار آگ کے موجود ہین آگے پھر فرماتے ہین کہ۔

چون الخ یعنی جبکہ سرخی مین وہ کان کے سونے کی طرح ہو گیا تو اوسکی شیخی بے زبان کے یہ ہو گئی کہ مین نار ہون مطلب یہ کہ جب وہ آگ کی مصاحبت سے سونیکی طرح چمکنے دمکنے لگا اور اوسپر آثار نار کے مرتب ہو گئے تو اب وہ بھی بے زبان قال کے کہنے لگا کہ مین بھی نار ہون حالانکہ حقیقتاً لوہا ہی ہے۔ بوجہ ترتب آثار کے وہ اپنے کو آگ کہتا ہے یہی حالت انا الحق اور منم خم کہنے والون کی ہے۔

شد الخ یعنی کہ وہ لوہا آگ کی رنگ اور طبیعت سے صاحب حشمت ہو گیا تو کہتا ہے کہ مین آگ ہون مین آگ ہون مطلب ظاہر ہے کہ آثار کے ترتب سے وہ اپنے اوپر اسم نار کا اطلاق کرنے لگا مگر اسکی ذات اور ذات آتش ایک نہین ہو گئی اسیطرح جو اولیاء اللہ کہ اس قسم کے اطلاقات کرتے ہین اونکا بھی یہی مطلب ہوتا ہی کہ ہمارے اندر ترتب آثار ہو رہا ہی اور متخلق باخلاق اللہ ہو رہے ہین مگر ہماری اور حق تعالیٰ کی ذات ایک نہین ہو گئی۔ خوب سمجھ لو۔

آتشم الخ یعنی (وہ کہتا ہے) کہ مین آگ ہون اگر تجھے شک ہے اور شبہ ہو تو آزمالے میرے اوپر ہاتھ مار مطلب یہ کہ اہل اللہ بزبان حال فرماتے ہین کہ ہم تو متخلق باخلاق اللہ ہو گئے ہین مگر جو تم کو شک و شبہ ہے تو ذرا ہم سے مصافحہ کر کے دیکھو کیسے چرکے دیتے ہین کہ وہین بھنکر رہجاؤ گے۔

آتشم الخ یعنی مین آگ ہون اگر یہ بات تجھ پر مشتبہ ہو گئی ہے تو ذرا دیر کے لیے اپنا منہ میرے منہ پر رکھدو پھر مزہ چکھنا

مطلب وہی جو اوپر بیان ہوا ہی پس جبکہ معلوم ہوا کہ مصاحبت سے نور حاصل ہوجاتا ہے تو اوسپر تفریع فرماتے ہین کہ۔
آدمی الخ یعنی آدمی جب حق تعالی سے لیتا ہے تو یہ برگزیدگی سے ملائکہ کا مسجود ہو گیا ہے مسجود ملائکہ ہونے سے مراد آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا ہے کہ انکو سجدہ کرنا گویا بالکل بنی آدم کو سجدہ کرنا ہے اور یا یہ مراد ہے کہ ملائکہ اسکے مطیع و فرمانبردار ہوجاتے ہین غرضکہ مطلب یہ ہے کہ جب کسی نے حق تعالی سے اقتباس انوار کیا تو چونکہ اسکے اندر بھی ایک اثر آگیا ہے اور یہ بھی ذات حق کا عین (اصطلاحی) ہو گیا ہے پس یہ بھی مسجود ملائکہ ہو گیا۔ یہ بھی اوسی مناسبت کی وجہ سے ایسا ہوا آگے ترقی کرکے فرماتے ہین کہ
نیز مسجود الخ یعنی اوس شخص کا بھی مسجود ہوجاتا ہے جسکی جان کہ سرکشی اور شک سے چھوٹی ہوئی ہو مطلب یہ کہ جس شخص کے اندر خصائل ذمیمہ نہون وہ بھی اس شخص کے مطیع و فرمانبردار ہوجاتے ہین جب کہ اسکو مصاحبت و مناسبت حق سبحانہ تعالی سے ہوجائی ہو یہانتک تو مثالون وغیرہ سے سمجھایا ہے آگے فرماتے ہین کہ۔

شرح حبیبی

آتشے چہ آہنے چہ لب ببند	ریش تشبیہ و مشبہ را مخند
پاے در دریا منہ کم گو ازان	بر لب دریا خمش کن لب گزان

(ناصح کہتا ہے) خاموش کیسی آگ کہان کا لوہا جب تو خود حق سبحانہ کو ایک جسم یعنی آتش سے تشبیہ دیتا ہے تو تیرا کیا منہ ہے کہ تشبیہ و مشبہ پر ہنسے۔ ذات و صفات ایک دریاے ناپیدا کنار ہے اسمین مت گھس اور اس سے بحث نکر بلکہ ہونٹونکو دانتونکے نیچے دبا کر اس دریا کے کنارہ پر باادب کھڑا رہ۔ آگے ناصح کو جواب دیتے ہین۔

گرچہ صد چون من ندارد تاب بحر	لیک می نشکیبم از غرقاب بحر
جان و عقل من فداے بحر باد	خونبہاے عقل و جان این بحر داد
تا کہ پایم می رود رانم درو	چون نماند پا چو بطانم درو
بے ادب حاضر ز غائب خوشترست	حلقہ گرچہ کژ بود نے بر درست

اب مولانا جواب دیتے ہین اور فرماتے ہین کہ آپکا ارشاد بجا ہے مجھے کیا بلکہ مجھ سے سو کو بھی اس دریاے ناپیدا کنار کی تاب نہین لیکن مجبوری یہ ہے کہ بدون اس دریا مین غرقاب ہوے صبر نہین آتا اگر میری جان اور میری عقل بھی اس دریا مین فنا ہوجاوے تو بھی کچھ پرواہ نہین کیونکہ اس دریا سے خونبہا وصول ہو چکا ہے یعنی دولت باطنی مل چکی ہے لہذا جب تک مجھمین طاقت ہے اوسوقت تک تو طاقت سے اسمین گھسونگا اور جب طاقت نہ رہیگی اوسوقت تفویض کردونگا یہ مسلم ہے کہ ذات و صفات کے سمندر مین گھسنے اور انکے متعلق بحث کرنے مین کبھی کبھی گستاخی بھی ہوجاتی ہے لیکن جو اس دریا مین گھستا ہے وہ حاضر ہے اور جو الگ رہتا ہے وہ غائب سو حاضر اگرچہ بے ادب بھی ہو یعنی اتفاقاً غلبۂ حال مین اس سے کوئی گستاخی بھی ہوجاوے تو بھی وہ غائب سے اچھا ہے کہ حضوری تو ہے دیکھو اگر حلقہ ٹیڑھا بھی ہو تو کیا وہ در پر نہین ہوتا ضرور ہوتا ہی بس لامحالہ وہ ایسے سیدھے سے تو بہتر ہے اچھا ہے جنکو در تک رسائی نہین اب مولانا دریاے حق سبحانہ سے تعلق کا ذریعہ بتلاتے اور شیخ سے تعلق پیدا کرنیکی ترغیب دیتے ہین اور کہتے ہین۔

اے تن آلودہ بگرد حوض گرد	پاک کے گردد برون حوض مرد
پاک کو از حوض مہجور اوفتاد	او ز طہر خویش ہم دور اوفتاد
پاکی این حوض بے پایان بود	پاکی اجسام کم میزان بود
زانکہ دل حوضے است لیکن در کمین	سوے دریا راہ پنہان دارد این
پاکی محدود تو خواہد مدد	ورنہ اندر خرج کم گردد عدد

اے نجاسات نفسانیہ مین مبتلا حوض یعنی شیخ کے پاس جا اور اسکی پاکی سے منتفع ہو کر نجاسات نفسانیہ سے پاک ہو کیونکہ جبتک آدمی حوض سے باہر رہتا ہے پاک نہین ہوتا۔ بلکہ اگر پاک بھی حوض سے یون دور ہو جاوے کہ اسکے پاس کبھی بھٹکے ہی نہین تو وہ اپنی پاکی سے دور ہو جاتا ہے۔ کیونکہ پاک ہونیکے بعد اسکا ناپاک ہونا ممکن ہے پس اگر وہ حوض کے پاس نہ آئے تو ضرور ناپاک رہیگا پس معلوم ہوا کہ پاکون کو بھی حوض کی ضرورت ہے رہا یہ شبہہ کہ جسطرح جسم یعنی عوام کی پاکی زائل ہو سکتی ہے حوض یعنی شیخ کی پاکی کیون نہین زائل ہوتی۔ اسکا جواب یہ ہے کہ جسم کی پاکی تو نہایت ہی کمزور اور بے وقعت ہے اسلیے بہت جلد زائل ہو جاتی ہے اور حوض کی پاکی ایک لحاظ سے بے پایان ہے لہذا اسکا زوال آسان نہین یہ ہم نے کیون کہا کہ اسکی پاکی ایک لحاظ سے بے پایان ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ فی حد ذاتہ تو حوض ایک حوض ہے جو ناپاک ہو سکتا ہے۔ لیکن ایک خفیہ موری کے ذریعہ سے اسکو دریا یعنی حق سبحانہ سے اتصال ہے اسلیے ہر وقت اسکو مدد ملتی رہتی ہے اور نجاسات اسکو گندہ نہین کر سکتی یہ وجہ ہے اسکی بے پایانی کی پس اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ حوض دل کی پاکی محدود ہے اور اسکو مدد کی ضرورت ہے لہذا حق سبحانہ کے ساتھ تعلق قائم رکھنا ضرور ہے تاکہ مدد پہونچتی رہے اور گندہ نہو سکے ورنہ دیکھو عدد ایک محدود شے ہے پس جب اس سے خرچ ہوتا ہے تو گھٹتا ہے اور بالآخر فنا ہو جاتا ہے یون حوض دل کی پاکی محدود کو سمجھ لو۔

شرح شبیری آتشے الخ۔ یعنی آگ کیا اور لوہا کیا چپ رہو تشبیہ اور مشبہ کی داڑھی پر مت ہنسو۔ مطلب یہ کہ تم تو مشبہ پر ہنسا کرتے تھے کہ یہ حق تعالیٰ کے ساتھ غیر اللہ کو تشبیہ دیتا ہے اور اب خود تشبیہ دے رہے ہو لہذا چپ رہو اسلیے کہ تم جو آتش آہن سے تشبیہ دے رہے ہو یہ سب ناکافی اور ناتمام تشبیہات ہین پس ان سے تو چپ ہی رہنا بہتر ہے۔ آگے بحر مت پا منہ الخ۔ یعنی دریا کے اندر پاؤن مت رکھو اور اسکی حالت کم کہو لب دریا پر لب کاٹتے ہوے چپ رہو مطلب یہ کہ مولانا اپنے قلب کو مخاطب کر کے کہتے ہین کہ اس دریاے معانی وحقایق کے اندر مت جاؤ بس باہر ہی باہر رہو اور خاموش ہو بکبک مت کرو بلکہ رہو تو اسکے پاس مگر حالت سے کسیکو اطلاع مت دو بس چپ چاپ کھڑے رہو کہ اسمین سلامتی ہے اب یہ سنکر آگے قلب کیطرف سے جواب ہے جو کہ الفاظ مین تو کہین ہے نہین مگر قرینہ مقام سے معلوم ہوتا ہے کہ آگے جواب دلکا ہی ہے فرماتے ہین کہ۔

گرچہ الخ۔ یعنی اگرچہ مجھ جیسے سو بھی اس دریا کی تاب نہین لا سکتے لیکن مین اوسکے اندر غرق ہونے سے بھی صبر نہین کر سکتا مطلب یہ کہ مجھ جیسے خواہ کتنے بھی ہون مگر اوسکے انوار وتجلیات کی تاب نہین لا سکتے مگر باوجود اسکے ان فیوض وتجلیات سے صبر کر کے بھی نہین بیٹھ سکتے۔ بلکہ جان دینگے۔ مرجائینگے کھپ جائینگے مگر رہینگے اوسی کے اندر جیسے کسی نے کہا ہے کہ۔ شعر من شمع جانگدازم تو صبح دلکشائی ٭ سوزم گرت نہ بینم میرم چو رخ نمائی ٭ نزدیک

این چنینم دور اینجا ناگفتم یعنی نہ تاب وصل دائم ہے نہ طاقتِ جدائی ہے تو نہ الگ ہونے سے چین ملتا ہے اور نہ وصل کی تاب ہے۔ غرضکہ ہر طرح مرنا اور کھپنا ہے۔

جان الخ یعنی میری جان اور عقل اس دریا پر فدا ہو کہ اوسنے میری عقل اور جان کا خونبہا دیدیا ہے مطلب یہ کہ چونکہ تجلیات و انوار مجھ پر فائض ہوتے ہین اسلیے میرا عوض تو مجھے ملگیا اب اگر یہ جان و عقل سب اوسمین فنا ہو جاوے کچھ پرواہ نہین ہے ذوق کہتا ہے کہ ؎ شہیدان محبت خوب آئین وفا سمجھے ؛ بہا خون کو سے قاتل ہین اسکو خونبہا سمجھے بعجان دنیا ہی ٹھہر گئی تو پھر کسین کی بھی پرواہ نہین ہر چہ بادا باد جب تک طاقت صبر ہوگی صبر کرینگے ورنہ پھر اسی مین فنا ہو جاوینگے۔

تا کہ پایم الخ یعنی جب تک کہ پاؤن چلیگا تو اوسمین چلاؤنگا اور جب چلنے کی طاقت نرہیگی تو اوسمین بط کیطرح ہو جاؤنگا مطلب یہ کہ جب تک تحمل اور صبر ہو سکیگا او سوقت تک تو تحمل اور صبر سے کام لونگا اور جبکہ حالت از دست رفتہ ہو جاویگی اور قدرت باقی نہ رہیگی تو پھر تفویض محض اختیار کر لونگا اور سارا کا سارا اوسمین فنا ہو جاؤنگا جا وسکے دل مین ؎ اگر بخشے زہے قسمت نہ بخشے تو شکایت کیا ؛ سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار مین آئے

جب مولانا نے دریا سے تشبیہ دی اور اسکے اندر اپنی ذات کے فنا ہونے کو بیان کیا تو کسی ظاہر بین کو یہ شبہہ ہوتا تھا کہ یہ تو صریح بے ادبی اور گستاخی ہے۔ کہ حق تعالیٰ کی ذات کو جو منزہ ہے اسطرح تعبیر کیا جاوے اسلیے مولانا دفع دخل مقدر کے طور پر فرماتے ہین کہ۔

بے ادب الخ یعنی بے ادب جو کہ حاضر ہو غائب سے اچھا ہے اور حلقہ زنجیر اگرچہ کج ہے مگر دروازہ پر نہین ہے مطلب یہ کہ اگرچہ ہم بے ادب ہین گستاخ ہین مگر ہین تو در محبوب پر اور اوسکی خدمت مین حاضر تو ہین تو اے معترض تم سے لاکھ درجہ بہتر ہین کہ تم کو تو بے ادبی کے ساتھ بھی حضوری حاصل نہین ہے اور دیکھو کہ جو زنجیر دروازہ پر لگ رہی ہے اگرچہ وہ کج ہے مگر پھر بھی کار آمد ہے اوس زنجیر کو کیا کرین جو کہ ظاہر مین بہت ہی خوبصورت اور سیدھی ہو مگر لوہار کے یہان رکھی ہوئی ہو پس ہماری بے ادبی حضوری کیساتھ مبارک ہے تمھاری غیبت سے آگے اسکو نصیحت فرماتے ہین کہ

اے الخ یعنی اے تن آلود حوض کے گرد پھر اسلیے کہ حوض سے باہر رہکر انسان کب پاک ہو سکتا ہے مطلب یہ کہ اے غافل اور دور قرب حق اختیار کر اسلیے کہ بے اسکے پاک نہین ہو سکتے اور خصائل و اخلاق ذمیمہ قلب کے اندر سے ہرگز ہرگز نکل نہین سکتے

پاک الخ یعنی پاک کہان ہے وہ جو کہ حوض سے علیحدہ پڑا ہے وہ اپنی پاکی سے بھی دور پڑا ہوا ہے مطلب یہ کہ جو شخص کہ قرب خداوندی سے علیحدہ ہے اسکے اندر سے تو اخلاق ذمیمہ نکل ہی نہین سکتے نہ وہ خود پاک ہو سکتا اور نہ دوسرے کو کر سکتا ہے خوب سمجھ لو

پاکی الخ یعنی اس حوض کی پاکی بے انتہا ہوتی ہے اور اجسام کی پاکی میزان سے کم ہوتی ہے مطلب یہ کہ قرب حق سے جو فیض و برکت حاصل ہوتا ہے وہ تو ایسا ہوتا ہے کہ لا تقف عند حد اوسکی انتہا ہی نہین ہے اسلیے کہ وہ تو روحی فیض ہے جو ابدی ہے۔ لہذا یہ تو طہارت اجسام سے بھی بہت زیادہ مطلوب و محبوب ہوا۔

انکہ الخ یعنی اسلیے کہ دل ایک حوض ہے لیکن پوشیدگی مین دریا کیطرف ایک استہ رکھتا ہے مطلب یہ کہ قلب کو چونکہ حضرت حق سے ایک تعلق ہے اسلیے اگر اسکی پاکی کیطرف توجہ کروگے تو یہی توجہ موصل الی الحق ہو جاویگی۔

پاکی الخ یعنی تیری محدود و متناہی پاکی کو مدد کی ضرورت ہے ورنہ خرچ کرنے سے تو عدد کم ہو جاویگا مطلب یہ کہ جب

قلب پاک ہوجاوے توپھر بھی مطمئن نہ ہوجانا چاہیے اسلیے کہ اگر مطمئن ہوگئے تو اوسکی طہارت و نظافت مین بوجہ اسکے کہ اخلاق ذمیمہ کا ہر وقت زور رہتاہے کمی ہوجاوےگی اسلیے ہر وقت اسکی طہارت کی طرف توجہ ضروری ہے اسی لیے کاملین کو کامل کہا جاتاہے کہ وہ ہر وقت نفس کو ممنوعات سے باز رکھتے ہین انکے لیے ہر وقت سوہان جان ہوجاتا اسلئے کہ بوجہ لطافت کے انکے ادراکات قوی ہوجاتے ہین اور وہ مثلاً حسن کا ادراک بہت ہی جلدی کرتے ہین شہوت بھی انکو اوروں سے زائد ہوتی ہے اسلیے انکو بہت مصیبت ہوجاتی ہے لہذا اگر نفس و قلب پر قدرت ہو بھی تب بھی اس سے بیفکر نہونا چاہیے خوب سمجھ لو۔ آگے اس مضمون پر ایک مثال لاتے ہین کہ۔

شرح حبیبی

مثل خواندن آب آلودگان را بپاکی

آب گفت آلودہ را در من شتاب ۔ گفت آلودہ کہ دارم شرم زآب

گفت آب این شرم بے من کے رود ۔ بے من آلودہ زائل کے شود

زآب ہر آلودہ کو پنہان شود ۔ الحیاء یمنع الایمان بود

دل ز پایہ حوض تن گلناک شد ۔ تن زآب حوض دلہا پاک شد

گرد پایہ حوض دل گرد اے پسر ۔ ہان ز پایہ حوض تن میکن حذر

بحر تن بر بحر دل بر ہم زنان ۔ درمیان شان برزخ لایبغیان

ان اشعار کے ماقبل کے ساتھ تعلق کی دو توجیہین ہین اول یہ کہ اسکا تعلق "اے تن آلودہ بگرد حوض گرد" سے ہو۔ اسوقت مطلب یہ ہوگا کہ تجکو اپنی آلودگی کے باعث حوض کے اندر گھسنے سے شرم نہ چاہیے اسلیے کہ پانی آلودہ سے کہتاہے الخ دوسری توجیہ یہ کہ اسکا تعلق "پاکی محدود تو خواہد مدد" سے ہو اسوقت مطلب یہ ہوگا کہ دریا سے تعلق پیدا کرنے یا قائم رکھنے مین تجھے شرم نہ آنی چاہیے کیونکہ پانی کہتاہے الخ والثانی اقرب الی اللفظ والاول الی المعنی قال غرض آلودہ نجاست کو ازالۂ نجاست مین دریا یا حوض سے مدد لینے مین شرم نہ چاہیے کیونکہ پانی نے ایک آلودہ نجاست سے کہا کہ میرے اندر دڑآ آلودۂ نجاست نے کہا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ پانی صاف و شفاف ہے اور مین نجس اور گندہ مین کیا منھ لیکر اس سے ملون پانی نے جواب دیا کہ یہ شرم مجھ بدون نہین جاسکتی اور بدون میرے یہ نجاست دور نہین ہوسکتی پس تجھے مجھ سے احتراز نہ چاہیے واقعی بات یہ ہے کہ اگر آلودۂ نجاست پانی سے چھپنے لگے تو یہ شرم بجاے الحیاء شعبۃ من الایمان کے الحیاء یمنع الایمان ہوجائیگی پس ضرور ہے کہ بیجا شرم کو چھوڑا جاوے اور اس سے کام لیا جاوے۔ یہان ایک بات اور بھی قابل تنبیہ ہے وہ یہ کہ تیرے اندر دو حوض ہین۔ ایک حوض تن۔ دوسرا حوض دل حوض تن تو بالکل مکدر ہے کہ اس سے حوض دل بھی مکدر ہوجاتاہے۔ اور حوض دل اتنا صاف و شفاف ہے کہ حوض تن کو بھی پاک و صاف کر دیتاہے اور نفسانی گندگیان دور کردیتاہے پس حوض دل پر جانا اور اس سے منتفع ہونا اور حوض تن سے بچتے رہنا۔ اس تنبیہ کی اسلیے ضرورت ہے کہ بحر تن اور بحر دل دونوں ساتھ چلتے ہین لیکن ایک دوسرے سے ملتے نہین یعنی اکثر مقتضیات نفسانیہ و قلبیہ بہت ملے جلتے ہین مگر فی الحقیقت جداگانہ ہین اسلیے امتیاز کی ضرورت ہے

ایسا نہو کہ پھر تن کو پھر دل پھر اس سے متمتع ہونے لگو اور جو غرض ہے اسکو مطہر سمجھنے لگو خیر یہ مضمون تو استطراداً آگیا تھا
اب ہم پھر اصل مقصد کیطرف لوٹتے ہین۔

گر تو باشی راست ور باشی تو کژ | پیشتری می‌غژ بدو وا پس مغژ
پیش شاہان گر خطر باشد بجان | لیک نشکیبند عالی ہمتان
شاہ چون شیرین تر از شکر بود | جان بشیرینی رود خوشتر بود
اے ملامت گو سلامت مر ترا | وے سلامت جو توئی واہی العرا
جان من کورہ ست و با آتش خوش است | کورہ را این بس کہ خانۂ آتش است
ہمچو کورہ عشق را سوزیدنی است | ہر کہ او زین کور باشد کودنی ست
برگ بے برگی ترا چون برگ شد | جان باقی یافتی و مرگ شد
چون ترا غم شادی افزودن گرفت | روضۂ جانت گل و سوسن گرفت
آنچہ خوف دیگران آن امن تست | بط قوی در بحر و مرغ خانہ سست

خیر بات یہ ہے کہ تو چاہے ٹیڑھا ہو چاہے سیدھا۔ خواہ عالی ظرف ہو کہ کسی حالت مین بھی ادب کو ہاتھ سے نہ دے خواہ مغلوب کہ ادب ملحوظ نہین رکھ سکتا۔ گو باختیار و بقصد ادب کو ترک بھی نہین کرتا حق سبحانہٗ ہی کی طرف بڑھ۔ اس خیال سے کہین ادب ترک نہو جاوے۔ الثانہ توٹ مسلم ہر کہ بادشاہون کے قرب مین جان کا خطرہ ہے اور قرب سلطان آتش سوزان بود مشہور ہے مگر عالی ہمتون سے بدون بادشاہ کے صبر نہین ہو سکتا۔ اسلیے کہ بادشاہ کا قرب شکر سے زیادہ شیرین اور مرغوب ہے۔ خواہ سلطان حقیقی ہو خواہ مجازی۔ سلطان حقیقی کے قرب کا شیرین ہونا تو ظاہر ہے رہا سلطان مجازی سو اسکا قرب اسلیے شیرین ہے کہ یہ موجب جاہ ہے اور جاہ بالطبع مرغوب ہے پس اگر شیرینی کے لیے جان جاتی رہے تو بھی کچھ پرواہ نہین غرض عالی ہمت بادشاہ کو خطرۂ جان کی بنا پر نہین چھوڑتے اسلیے عالی ہمت حقیقی شہنشاہ حقیقی کو نہین چھوڑتے۔ اور عالی ہمت مجازی سلطان مجازی کو نہین چھوڑتے۔ پس اے ملامت گر تو جو ہمکو خطرۂ جان سے ڈراتا ہے اور کہتا ہے قرب سلطان آتش سوزان بود۔ پس بادشاہ سے جدا رہ کر سلامتی تجھے ہی نصیب رہے ہمارے تو اگر جان بھی جاتی رہے تب بھی ہم بادشاہ حقیقی کو نہ چھوڑینگے اور اے سلامتی کے تلاش کرنے والے تو ہی کمزور اور بزدل اور ضعیف الاعتماد ہے۔ ہم اتنے بودے نہین ہم کو اوسکی ذات پر پورا بھروسہ ہے کہ وہ ہماری لغزشون کو نظر انداز کریگا۔ بات یہ ہے کہ جو مثل برف سرد ہوتا ہے اور آتش عشق سلطانی اپنے اندر نہین رکھتا وہی آتش قرب سے ڈرتا ہے ہماری جان تو سوز عشق سے بھٹی بنی ہوئی ہے ہمین آگ کا کیا ڈر۔ ہمکو تو وہ آگ ہی اچھی معلوم ہوتی ہے بھٹی کے لیے یہی کافی ہے اور یہی اسکا عین مقصود ہے کہ وہ آگ کا گھر ہے عاشق تو بھٹی کیطرح جلتا ہے جو اس سے ناواقف ہے احمق ہے یاد رکھو جب یہ آگ تن من کو پھونک کر بے سامان کر دیتی ہے تو موت رفو چکر ہو جاتی ہے اور اس فنا کے بعد بقائے تام حاصل ہوتی ہے اور جب تجھے غم مین مزہ آنے لگتا ہے اور اس سے خوشی بڑھنے لگتی ہے تو جان مین طرح طرح کے آثار مو ہوبہ پیدا ہونے لگتے ہین اور انواع و اقسام کے علوم و معارف حاصل ہونے لگتے ہین پس جس سے کم حوصلون کی جان پر بن جاتی ہے وہ تیرے لیے موجب سکینہ ہے اور یہ کچھ بعید نہین دیکھو بطخ مین دریا سے جان آتی ہے اور خانگی مرغ کی روح تحلیل

ہوتی ہے عشق و معشوق کے تذکرہ سے مولانا پر حال طاری ہو گیا۔ لہذا فرماتے ہیں۔

باز دیوانہ شدم من اے طبیب	باز سودائی شدم من اے حبیب
حلقہ ہائے سلسلہ تو ذو فنون	ہر یکے حلقہ دہد دیگر جنون
داد ہر حلقہ فنون دیگر است	پس مرا ہر دم جنون دیگر است
پس جنون باشد فنون شد این مثل	خاصہ در زنجیر این میر اجل
آنچنان دیوانگی بگسست بند	کہ ہمہ دیوانگان پندم دہند

اسے بیٹھے بٹھائے مجھے کیا چلانے کیا یاد آیا اے طبیب میں تو پھر دیوانہ ہو گیا اور اے حبیب مجھ پر تو پھر سودا نے غلبہ کیا کیوں نہ ہو میں تیری جس زنجیر میں بستہ ہوں عجیب قسم کی ہے اسکا تو ہر حلقہ ایک نئی قسم کا جنون پیدا کرتا ہے یعنی تیرے الطاف و انعامات میں جب غور کرتا ہوں تو ہر ایک نیا اثر کرتا ہے چونکہ ہر حلقہ کا اثر جدا گانہ ہے اسلیے میرے جنون کے بھی مختلف رنگ ہیں یوں تو للجنون فنون مثل مشہور ہی ہے پر اس شاہ عظیم کی زنجیر میں تو یہ بات کامل طور سے موجود ہے میرا جنون مجھے اسدرجہ وارستہ کرتا ہے کہ دیگر دیوانے اہل دنیا یا عشاق حق سبحانہ بھی مجھے نصیحت کرتے ہیں کہ اسقدر خود رفتگی مناسب نہیں۔ بعض نسخوں میں بجائے "پندم دہند" کے بندم دہند ہے یعنی اہل دنیا مجھے مقید کرتے ہیں و ہذا ہو المناسب للحکایۃ الآتیۃ۔

شرح شبیری

پانی کا آلودگان نجاست کو پاکی کی طرف بلانے کی ایک مثال۔

آب گفت الخ یعنی پانی نے ایک آلودۂ (نجاست) سے کہا کہ جلدی سے میرے اندر آجا (تاکہ پاک ہو جاوے) تو آلودہ بولا کہ میں پانی سے شرم رکھتا ہوں (کہ میں تو نجس ہوں اور وہ پاک ہے اسلیے مجھے اسکے اندر آتے ہوئے شرم آتی ہے) تو پانی نے جواب دیا کہ۔

گفت الخ یعنی پانی نے کہا کہ یہ شرم بے میرے کب جا سکتی ہے اور بے میرے کب آلودگی زائل ہو سکتی ہے مطلب یہ کہ میرے اندر نہ آؤگے تو ہمیشہ ناپاک ہی رہوگے اور یہ شرم اسی طرح باقی رہیگی اس شرم کے زوال کی تو یہی صورت ہے کہ میرے اندر آؤ اور پاکی حاصل کر لو۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ز آب الخ یعنی پانی سے اگر ہر آلودہ پوشیدہ ہو تو حیا مانع ایمان ہو جاوے مطلب یہ کہ اگر فیوض و برکات حق سے ہر آلودہ عصیان الگ اور دور رہے اور اسکو حاصل نہ کرے تو ایسی حیاء تو ایمان کو مانع ہو جاویگی حالانکہ حدیث میں ہے الحیاء من الایمان۔ تو وہ حیاء تو حیاء محمود ہے اور یہ حیاء مذموم ہے پس اس قسم کی شرم ہرگز نہ چاہیے اور قرب حق و تحصیل فیوض و برکات میں کوشش کرنا ضروری ہے۔

دل الخ یعنی دل تو حوض تن کے پایہ سے خاک آلودہ ہو گیا اور بدن حوض دل سے پاک ہو گیا مطلب یہ کہ ظاہر کا اثر باطن پر اور بالعکس پڑتا ہے تو اخلاق حمیدہ سے جو کہ مقتضا ہے قلب کا بدن پر بھی اثر خوب ہوتا ہے اور اس میں بھی صلاحیت آجاتی ہے اور اگر اخلاق ذمیمہ انسان کے اندر ہیں تو انکا اثر قلب پر پڑتا ہے اور اس سے قلب بھی

خراب ہو جاتا ہے۔ لہذا اخلاق حمیدہ کو حاصل کرنا چاہیئے تاکہ اسکا بدن پر اثر پڑ کر وہ بھی درست ہو جاوے آگے فرماتے ہیں
گرد پایہ الخ۔ یعنی اے صاحبزادے حوض دل کے گرد پھرو اور حوض تن سے بچو اور حذر کرو۔ مطلب یہ کہ اخلاق حمیدہ حاصل
کرو اور اخلاق ذمیمہ سے بچو۔ پھر فرماتے ہیں کہ۔
بحر تن الخ۔ یعنی بحر تن بحر دل پر ملکر چل رہا ہے اور انکے درمیان میں ایک آڑ ہے کہ یہ ملتے نہیں مطلب یہ کہ اخلاق حمیدہ
و ذمیمہ کے درمیان میں ایک بہت ہی لطیف تفاوت ہے کہ جسکا ادراک بہت ہی مشکل ہے اور یہ کام بہت ہی بصیر
شخص کا ہے کہ اسوقت جو یہ اقتضا ہے آیا اقتضاء نفس ہے یا اقتضاء قلب ہے مثلاً یہ کہ ایک صورت میں اچھی معلوم ہوتی
تو اب اوسمیں اسکا سمجھ لینا کہ آیا یہ اسلیے اچھی معلوم ہوئی کہ جمال حق کا مظہر ہے یا کید نفس ہے بہت مشکل ہے اسمیں بڑی
بصیرت کی ضرورت ہے۔ سو اگر خود بصیرت نہو تو پھر اپنے کو کسی مبصر کے سپرد کر دو کہ وہ جو کچھ کہے کرو اور خود کوئی بات تجویز مت کرو
آگے اس سب پر تفریع فرماتے ہیں اور اس کلام کا نتیجہ بتاتے ہیں کہ۔
گر تو الخ۔ یعنی اگر تم راست ہو اور اگر کج ہو لیکن آگے کو چلتے رہو اور واپس مت پھرو مطلب یہ کہ اگر تم نیک ہو یا بد جو حالت
بھی ہو اوسمیں طلب حق میں لگے رہو۔ اس سے منحرف مت ہو کہ اگر طلب میں لگے رہوگے تو ایک روز گوہر مقصود حاصل
کر لوگے۔ اور قرب حق میسر ہوگا۔
پیش الخ۔ یعنی بادشاہوں کے سامنے اگرچہ جان کا خوف ہوتا ہے مگر عالی ہمت لوگ صبر بھی نہیں کر سکتے۔ مطلب کہ اگرچہ
قرب حق میں بظاہر بہت سی تکالیف بھی ہیں کہ اس جسم ظاہر کو مجاہدات و ریاضات کرنا پڑتے ہیں مگر پھر ویسا ہی آرام
بھی اور راحت ابدی بھی حاصل ہوتی ہے۔ تو عالی ہمتی کا تو یہ مقتضا ہے کہ طلب کو نہ چھوڑے بلکہ طلب کرتا رہے اور
جو کچھ بھی گذرے اوسکو سہے آگے فرماتے ہیں کہ۔
شاہ الخ۔ یعنی جب قرب بادشاہ کا شکر سے بھی شیریں ہوتا ہے تو اگر جان شیرینی میں جاوے تو خوب ہے مطلب یہ کہ جب
قرب حق لذیذ و شیریں ہے تو اگر اسی میں فنا ہو گئے اور جان جاتی رہے تو اس سے اور کیا بہتر ہو سکتا ہے لہذا قرب
حاصل کرنا ضروری ہے پھر فرماتے ہیں کہ۔
ای ملامت الخ۔ یعنی اے ملامت گر سلامتی تجھی کو ہو اور اے سلامتی کے ڈھونڈھنے والے تو ایک ضعیف دستاویز والا ہے مطلب
یہ کہ اے ملامت گر تو جو ہمکو ملامت کرتا ہے کہ اپنی جان دیے دیتے ہیں اور اسوجہ سے تو اپنے لیے اس فنا سے سلامتی کی تاک
میں ہے تو ہمکو ہماری فنا مبارک اور تجھکو تیری سلامتی۔ مگر یہ یاد رکھنا کہ یہ سلامتی بہت ہی ضعیف البنیان ہے آگے
ایک مثال سے واضح فرماتے ہیں کہ۔
جان الخ۔ یعنی ہماری جان مثل بھٹی کے ہے اور آتش کے ساتھ خوش ہے اسلیے کہ بھٹی کے لیے تو یہی کافی ہے کہ وہ
آگ کا گھر ہے۔ مطلب یہ کہ اگرچہ ہمارے اوپر کچھ ہی گذر جاوے اور اس آتش عشق سے جلکر ہم بالکل فنا ہی کیوں نہو جاویں
مگر ہم ایسی حالت میں خوش ہیں اسلیے کہ قرب تو حاصل ہے اسلیے عشق آرام کو لیکر کیا آگ لگے کہ ہمیں قرب حاصل ہو تو یہ کچھ کم
ہیچو کورہ الخ۔ یعنی بھٹی کیطرح عشق کیلیے جلنا ہے اور جو شخص کہ اس سے اندھا ہو وہ کودن ہی مطلب ظاہر ہے کہ جو شخص
عشق و محبت حق سے خالی ہے اور غافل ہے۔ وہ بالکل کودن اور نااہل ہے۔
برگ الخ۔ یعنی بے حاصلی کا حاصل ہونا ہی حاصل ہو گیا اور تو نے جانی باقی پائی تو مرگ چلا گیا۔ مطلب یہ کہ اگر فنا حاصل

ہو گیا اور بظاہر تمہارا وجود منعدم ہی ہو گیا۔ تو تمہارے لیے یہی حصول مقاصد ہے اور اس راہ میں فنا وجود ہی حصول وجود ہی اور جب فنا حاصل ہو گیا تو اسکے بعد بقا ہو گا اور پھر مرگ اور موت سب زائل ہو جاوینگی اور ہمیشہ کیلیے بقا حاصل ہو جاویگا
چون الخ۔ یعنی غم سے تمہاری خوشی بڑھنا شروع ہو گئی تو تمہاری جان کے باغ نے گل و سوسن لے لیے۔ مطلب یہ کہ جب مجاہدہ و ریاضت سے تمکو قرب حق حاصل ہو گیا تو اب تمہارے اندر فیوض و برکات بے حد و حساب پیدا ہو گئے ہین۔
انچہ الخ۔ یعنی جو چیز کہ اوردنکے خوف کا باعث ہے وہ تمہارے لیے امن ہے۔ دیکھو بط تو دریا مین قوی ہوتی ہے اور مرغ خانگی سست اور کمزور ہوتا ہے مطلب یہ کہ مجاہدہ و ریاضت تمہارے لیے تو باعث قرب حق ہے اور جو نااہل ہے اوسکے لیے بجز جان کندن اور جان کاہیدن کے کچھ بھی نہین ہے اسلیے کہ دیکھو اگر بط کو دریا مین ڈال دو تو وہ خوب تیرتی ہے اور خوش ہوتی ہے اور اگر مرغی کو ڈال دو تو بس وہین مرہی کر رہ جاوے بس اسیطرح طالب حق تو ان امور سے خوش ہوتا ہے اور دوسرے لوگ اسکو مصیبت سمجھتے ہین آگے فرماتے ہین کہ۔
باز الخ۔ یعنی اے طبیب مین پھر دیوانہ ہو گیا اور اے حبیب مین پھر سودائی ہو گیا ہون مطلب یہ کہ مجھ پر پھر عشق کا غلبہ ہے اور پھر وہی حالت ہے اور جوش جنون ترقی پر ہے اور محبت الٰہی کی زیادتی ہے کہ حقایق و معارف بیان کرنیکو دل چاہتا ہے
حلقہ الخ۔ یعنی تیری زنجیر کے حلقے ذوفنون ہین اور ہر ایک حلقہ ایک دوسرا جنون پیدا کرتا ہے مطلب یہ کہ آپ کے عشق کی ادائین بہت مختلف ہین اور ہر ایک طریقہ سے ایک نیا جوش پیدا ہوتا ہے اسلیے مجھے بھی آجکل زیادتی کا جوش سا ہے۔
داد الخ۔ یعنی ہر حلقہ کی عطا الگ فنون ہین اسلیے مجھے ہر دم ایک نیا جنون ہے مطلب ظاہر ہے
پس الخ۔ یعنی پس جنون کئی قسم کا ہوتا ہے یہ ایک مثل ہو گئی ہے خاصکر جو کہ اُس امیر بزرگ کی زنجیر کا ہو مطلب یہ کہ مثل مشہور ہے کہ الجنون فنون اسلیے مجھپر بھی حالات مختلف آتے ہین اور پھر جبکہ وہ جنون اور عشق ایک بہت بڑی جلیل القدر امیر کی زنجیر مین ہو تو وہ تو اور بھی زیادہ ہو گا۔
آنچنان الخ۔ یعنی دیوانگی نے اسقدر بند توڑے ہین کہ دیوانے مجھے نصیحت کرتے ہین مطلب یہ کہ اسقدر جوش جنون عشق ہے کہ اور لوگ جو کہ واصل اور اس عشق مین مبتلا ہین مجھے نصیحت کرتے ہین اسلیے کہ یہ قاعدہ ہے کہ جب ولی انتہا درجہ ولایت کو پہونچ جاتا ہے تو اسوقت اولیاء اللہ بھی جو کہ اسکے درجہ سے کم ہوتے ہین اسکو نہین پہچان سکتے۔ آگے حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت بیان فرماتے ہین کہ دیکھو وہ بھی عشق مین مبتلا تھے اسلیے کہ انکو بھی لوگون نے بند کر رکھا تھا پس فرماتے ہین کہ۔

شرح حبیبی

آمدن دوستان بہ بیمارستان بعیادت ذوالنون مصری رح

اینچنین ذوالنون مصری را فتاد	کاندرو شور و جنون نو بزاد
شور چندان شد کہ تا فوق فلک	میرسید از وے جگرہا را نمک
ہین منہ تو شور خود اے شورہ خاک	پہلوے شور خداوندان پاک
خلق را تاب جنون او نبود	آتش او ریشہا شان می ربود

چونکه در ریش عوام آتش فتاد — بند کردندش بزندان المراد
نیست امکان واکشیدن این لگام — گرچه زین ره تنگ می آیند عام
دیده این شاهان ز عامه خوف جان — کاین گره کورند شاهان بے نشان
حکم چون بر دست رندان اوفتاد — لاجرم ذوالنون بزندان اوفتاد
یک سواره میرود شاهِ عظیم — در کف طفلان چنین دریتیم
دُر چه دریائے نهان در قطرهٔ — آفتابے مخفی اندر ذرهٔ
آفتابے خویش را ذره نمود — واندک اندک روے خود را بر گشود
جملهٔ ذرات در وے محو شد — عالم از وے مست گشت و صحو شد
چون قلم در دست غدارے بود — لاجرم منصور بر دارے بود
چون سفیهان راست این کار و کیا — لازم آمد یقتلون الانبیا
انبیا را گفته قومے راه گم — از سفه انا تطیرنا بکم
جهل ترسا بین امان انگیخته — زان خداوندے که گشت آویخته
چون بقول اوست مصلوب جهود — پس مر او را امن کے تاند نمود

ذوالنون مصری کو بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا کہ انکے اندر ایک مرتبہ نیا شور اور نئی طرح کا جنون پیدا ہو گیا تھا اور شورش اتنی بڑھ گئی تھی کہ آسمان سے اوپر تک کی مخلوق کے جگرون کو اس سے نمک پہونچتا تھا اور وہ اس سے متاثر ہوتے تھے۔ یہان چونکہ مولانا نے اپنے اور انکے جنون کو یکسان بتایا تھا اور فرمایا تھا کہ اینچنین ذوالنون مصری را فتاد الخ اسلیے اب اپنے اوپر ملامت کرتے ہین اور فرماتے ہین کہ اے شورہ خاک اور گھلاے جنون اصلی سے محروم کجا تو کجا حضرت ذوالنون تو اپنے جنون کو ان پاک حضرات کے جنون کے مشابہ مت بتا۔ یہ ایک قسم کا سوء ادب ہے ملامت کرنیکے بعد اصل قصہ کیطرف رجوع فرماتے ہین اور کہتے ہین کہ مخلوق کو انکے جنون کی تاب نہ تھی کیونکہ انکی آگ انکی ڈاڑھیون کو اڑائے دیتی تھی یعنی وہ اپنے جوش مین سب کی رسمی دینداری کی قلعی کھولتے تھے اس سے انکے جاہ مین خلل پڑتا تھا جو کہ انکو ناگوار تھا۔ پس جبکہ عوام کی داڑھیون مین آگ لگی اور انکی رسمی دینداری کے قلعی کھلنے لگی تو ان لوگون نے انکو قیدخانہ مین مقید کر دیا اب مولانا اس شبہہ کو دفعہ کرتے ہین جو اس مقام پر واقع ہوتا ہے وہ یہ کہ آخر ذوالنونؒ نے ایسا فعل کیا ہی تھا کیون جس سے فتنہ پیدا ہوا اور کہتے ہین کہ گو عوام اس سے تنگ ہون مگر اس لگام کو کھینچنا اور ضبط کرنا قریب قریب ناممکن ہے لہذا بوجہ مغلوبی کے ان لوگون سے ایسی باتین صادر ہوتی ہین جو عوام کو برافروختہ کرتی ہین پس چونکہ عوام ان حضرات کے جوش سے برافروختہ ہوتے ہین اس سے ان بادشاہون کو اپنی جان کا خوف ہوتا ہے کیونکہ یہ لوگ تو اندھے ہین اور ان حضرات مین کوئی ایسی علامت جو انکی عظمت کو ظاہر کرے اور جسکو اندھے بھی معلوم کر سکین نہین ہوتی نیز چونکہ حکومت و اختیار آوارہ لوگون کے ہاتھ مین تھا اسلیے حضرت ذوالنون کو جیلخانہ مین جانا ضروری تھا۔ ہاے افسوس ایسا عظیم الشان بادشاہ یکہ و تنہا جیلخانہ جا رہا ہے اور واے حسرت کہ ایسا در یتیم اور لونڈون کے ہاتھ مین ہے موتی کیا چیز ہے بلکہ یون کہیے کہ ایک دریاے معرفت ہے جو قطرہ مین پوشیدہ اور صورت ظاہری مین محجوب ہے اور ایک آفتاب معرفت ہے جو کہ ایک

ذرہ مین پوشیدہ ہے اس آفتاب نے اپنے کو بصورت ذرہ ظاہر کیا۔ اور بہت ہی کم اپنا منھ کھولا لیکن اسکا اثر یہ ہوا کہ تمام ذات یعنی عوام اسمین محو ہوگئے اور اسکی طرف متوجہ ہوگئے اور اسکو لپٹ گئے اور تمام عالم اس سے مست اور بیخود ہوگیا۔ اور ہوشیاری رفوچکر ہوگئی (غالبًا مولانا نے عوام کے لنگے قید کرنیکو مستی اور ہوشیاری کے جاتے رہنے سے تعبیر کیا ہے کیونکہ یہ حرکت انکی نامعقول تھی جو کہ ہوشیاری کے خلاف اور مستی کے مناسب ہے اور چونکہ یہ اثر تھا کہ انکی دیوانگی کا اور وہ فدائے ظہور تھا اس آفتاب کا لہٰذا اسکو اس ظہور آفتاب کی طرف منسوب کیا واللہ اعلم) یک سوارہ میرود سے یہانتک جملہ معترضہ تھا۔ اب مضمون سابق کیطرف عود فرماتے ہین اور کہتے ہین کہ نیز جب قلم ایک غدار و نیر کے ہاتھ مین ہو جو حسین بن منصور کا مخالف تھا تو حسین موصوف کا سولی پانا ضروری تھا اور جب احمق مختار کار ہون تو خواہ مخواہ یقتلون الانبیاء صادق ہوگا۔ ان گمراہ لوگون نے تو انبیا کو اپنی حماقت سے اتنا نظیر نا ظلم کیا ہے تو اولیا کے ساتھ تو جو کچھ کرین تھوڑا ہے ان احمقون کی حماقت کچھ دشمنی ہی کے پردہ مین ظاہر نہین ہوتی بلکہ جب دوستی کرتے ہین تب بھی حماقت کرتے ہین چنانچہ نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام سے دوستی کی لیکن انکی جہالت دیکھو کہ جسکی نسبت اعتقاد رکھتے ہین کہ سولی دیدیا گیا اسی سے امان مانگتے ہین اور الامان کا شور بلند کرتے ہین ان احمقون سے کوئی پوچھے کہ جب تم یہ کہتے ہو کہ یہود نے انکو سولی دیدیا اور وہ اپنے کو بھی نہ بچا سکے تو تمھین کیا خاک بچاوینگے غرض سے ہر طرح دلکا ضرر جانکا نقصان لکھا ہے محبت تری اچھی نہ عداوت اچھی

چون دل آن شاہ زیشان خون بود	عصمت وانت فیہم چون بود

اب مولانا بطور جملہ معترضہ کے فرماتے ہین کہ بھلا جب ذوالنون علیہ السلام کو یون ستایا جاوے اور یون تکلیف دیجاوے تو قہر خدا کیون نہ نازل ہو اور انکا ان مین موجود ہونا انکو کیونکر بچا سکتا ہے وہ ہرگز اسکے مستحق نہین اگر اسپر بھی عذاب نازل نہو تو یہ انکے وجود کی انتہائی برکت ہے (اسمین اشارہ ہے آیہ سورۂ انفال ماکان اللہ لیعذبہم وانت فیہم کیطرف جسمین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے کہ جب تک آپکا وجود باجود انمین ہے ہم اسکی برکت سے ان لوگون سے درگذر کرینگے اور انکو عذاب معذب نہ کرینگے تنبیہات دوسری چیز ہین۔ مولانا نے اس سے اس امر کو ظاہر فرمایا کہ یہ حکم بوجہ اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل اللہ کے لیے بھی ثابت ہے) آگے مولانا پھر وجہ اختفاء اہل اللہ کیطرف انتقال فرماتے ہین۔

زر خالص را و زرگر را خطر	باشد از قلاب خائن بیشتر
یوسفان از رشک زشتان مخفی اند	کز عدو خوبان در آتش می زیند
یوسفان از مکر اخوان در چہ اند	کز حسد یوسف بگرگان میدہند
از حسد بر یوسف مصری چہ رفت	این حسد اندر کمین گرگیست زفت
لاجرم زین گرگ یعقوب حلیم	داشت بر یوسف ہمیشہ خوف و بیم
گرگ ظاہر گرد یوسف خود نگشت	این حسد در فعل از گرگان گذشت
زخم کرد این گرگ وز عذر لبق	آمدہ کانا ذہبنا نستبق
صد ہزاران گرگ را این مکر نیست	عاقبت رسوا شود این گرگ بایست [?]
زانکہ حشر حاسدان روز گزند	بیگمان برصورت گرگان کنند

حشر پر حرص خس مردار خوار　　صورت خوکی بود روز شمار
زانیان را گنده اندام نهان　　خمر خواران را بود گنده دہان
گند مخفی کان بدلہا می رسید　　گشت اندر حشر محسوس و پدید

یہ حضرات عامہ سے اسلیے ڈرتے ہین کہ یہ زر خالص اور ٹکسال کے ہین جو کہرے کہوٹے اور نقلی اور اصلی کو پہچانتے ہین اور عوام جہلا زر اور مروج اور کاسد ہین اور جعلسازی سے سنار اور زر خالص کو خطر لازم ہے کیونکہ یہ اسکی قلعی کہولتے ہین اور اسکو رسوا کرتے ہین نیز یہ حضرات یوسف معنوی ہین اسلیے بُرون کے حسد سے پوشیدہ ہین کیونکہ ان دون خصلتون کا ان سے ناک مین دم ہے نیز یہ یوسف اپنے ان بہائیون کے مکر سے کنوین مین ہین جو کہ حسد کی بنا پر یوسف سے بہائی کو بہیڑیون کے حوالے کر دیتے ہین غرض کہ یہ لوگ ان مکار حاسدون کے باعث گوشۂ عزلت مین ہین حسد بڑی بلا ہے دیکہو اسکی بدولت یوسف مصری علیہ السلام کو کیا کیا مصائب پیش آئے غرضکہ یہ حسد ایک زبردست بہیڑیا ہے جب حالت یہ ہے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کے متعلق اس بہیڑیے سے خائف ہونا اور فرمانا یابنی لاتقصص رؤیاک علی اخوتک فیکیدوا لک کیدا ہر گز بیجا نہ تہا اور انکی ہر ایسی بات سے احتیاط جس سے بہائیون کے آتش حسد کو اشتعال ہو لازمی تہی۔ ظاہری بہیڑیا تو حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس بہی نہ پہٹکا۔ مگر حسد اپنے کام مین بہیڑیون سے بہی بڑہ گیا۔ زخمی تو کیا اس بہیڑیے نے اور تراش لیا گیا چکنا چپڑا یہ عذر کہ ہم دوڑنے لگے یوسف کو اپنے سامان کی حفاظت کے لیے چہوڑ گئے۔ چونکہ ہم آگے نکل گئے تہے اسلیے ہم اسکی حفاظت نہ کر سکے اور بہیڑیے نے کہا لیا اس مکر کی بہی کوئی حد ہے۔ لاکہون بہیڑیے بہی جمع ہو کر ایسا مکر نہین کر سکتے گو تم یہان کامیاب ہو گئے لیکن ذرا ٹہہرو تو سہی دیکہنا کہ انجام کار یا آخرت مین یہ مکر کیسی رسوائی کا سبب ہوگا۔ کیونکہ قیامت مین حاسدون کا حشر بہیڑیون کی صورت مین ہوگا جسطرح اورون کا انکی مناسب صورتون مین ہوگا مثلاً حریص نالائق اور حرام کہانے والے کا حشر قیامت مین سوٗر کی صورت مین ہوگا۔ زانیون کا اندام نہانی بدبودار ہوگا۔ شرابخوارون کا منہ گندہ ہوگا۔ اور جو بدبو اور نجاست دلون مین مخفی ہوگی قیامت مین اسکا ظہور ہوگا۔

بیشہ آمد وجود آدمی　　بر حذر شو زین وجود ار آدمی
ظاہر و باطن اگر باشد یکے　　نیست کس را در نجات او شکے
در وجود ما ہزاران گرگ و خوک　　صالح و ناصالح و خوب و خشوک
حکم خود آنراست کو غالب تر است　　چونکہ زر بیش از مس آمد آن زر است
سیرتے کان در وجودت غالب است　　ہم بران تصویر حشرت واجب است
ساعتے گرگے در آید در بشر　　ساعتے یوسف رخے ہمچون قمر
میرود در سینہا از سینہا　　از رہ پنہان صلاح و کینہا
بلکہ خود از آدمی در گاو و خر　　میرود دانائی و علم و ہنر
اسپ سکسک می شود رہوار و رام　　خرس بازی میکند بز ہم سلام
رفت در سگ از آدمی حرص و ہوس　　تا شبان شد یا شکاری یا حرس

در سگ اصحاب خوئے زان رقود	رفتہ تا جویائے آن گشتہ بود
ہر زمان در سینہ نوعے سر کند	گاہ دیو و گہ ملک گہ دام و دد
زان عجب بیشہ کہ ہر شیر آگہ است	تا بدام سینہا پنہان رہ است
دزدیے کن از درون مرجان جان	اے کم از سگ از درون عارفان
چونکہ دزدی بارے آن دُرّ لطف	چونکہ حامل میشوی بارِ شریف

وجود انسانی کو ایک بن سمجھو کہ اسمین ہزارون درندے ہین لہذا اگر تم آدمی ہو تو اس وجود سے ڈرتے رہو ہان اگر سکے اندر یہ درندے نہون اور وہ سب ظاہر و باطن الکل یکسان ہوا ور جسطرح وہ صورۃً ہے معنیً بھی انسان ہو تو اسکے نجات مین کسیکو شک نہین۔ ہمارے یعنی انسانی وجود مین ہزارون سور اور بھیڑیے ہین اور نیک و بد خصلتین بھلی بری باتین سبھی طرح کی ہین لیکن اکثر کا اعتبار ہے۔ مثلاً جب سونا تانبے سے زیادہ ہوتا ہے تو کل سونا سمجھا جاتا ہے یہ دنیا مین ہو رہی قیامت سو وہان بھی یہ ہی حکم ہے پس جو خصلت تمھارے اندر غالب ہوگی اسی کی صورت مین تمھارا حشر ہوگا آدمی کی یہ حالت ہے کہ کبھی تو اسکے اندر بھیڑیا آتا ہے اور خصائل ذمیمہ پیدا ہوتے ہین اور کبھی اسکے اندر نہایت حسین اور چاند سی صورت یعنی خصائل حمیدہ پیدا ہوتے ہین اور صلاح و کینہ ایک سینہ سے دوسرے سینون مین منتقل بھی ہوتی ہین اور یہ بات کچھ انسان ہی تک محدود نہین بلکہ علم و ہنر دانائی وغیرہ آدمی سے گائے بیل مین بھی پہونچتی ہے دیکھو شہ زور گھوڑا رہوار اور شائستہ ہو جاتا ہے۔ ریچھ تماشہ کرتا ہے بکرا سلام کرتا ہے کیون۔ آدمی کے سکھانے سے اور دیکھو آدمی سے کتے مین حرص پہونچی ہے اسکے بعد وہ چرواہا ہو جاتا ہے یا شکاری یا چوکیدار اور ان سب کا منشا حرص ہے۔ یہ تو برائی کی مثال تھی اب بھلائی کی سنو سگ اصحاب کہف مین ان سونے والون کی خصلت پیدا ہو گئی کہ وہ انکے ساتھ ہو لیا اور طالب حق ہو گیا غرضکہ سینہ مین کوئی نہ کوئی نوع ہر وقت ظاہر ہوتی ہے کبھی دیو کی مثل بری خصلت کبھی فرشتہ کی مانند اچھی اور کبھی درندون کیطرح خونخوار کیونکہ اس بن سے جس سے ہر شخص واقف ہے (یعنی عالم غیب یا وجود انسانی) سینہ کے جال تک خفیہ رستہ ہے پس اس رستہ سے آتے ہین اور اس جال مین پھنس جاتے ہین حاصل یہ کہ انسان کے اندر خصائل ذمیمہ یا حمیدہ پیدا ہوتے ہین اور ایک انسان سے دوسرے انسان مین منتقل ہوتے ہین جب یہ حالت ہے تو خصائل ذمیمہ کیون حاصل کیجیے خصائل حمیدہ اور علوم و معارف اسلیے عارفین سے کیون نہ حاصل کیجیے اور جب چرانا ہی پڑا تو نفیس موتی چرا لیئے اور حاملہ ہی ہونا ہے تو حمل شریف سے کیون نہ ہو جیے۔ غرضکہ جب تاثر لابدی ہے تو آثار محمودہ سے ہونا چاہیے۔ آثار مذمومہ سے کیون ہو۔

شرح شبیری

دوستون کا شفاخانہ مین حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ کی عیادت کے لیے جانا

اینچنین الخ یعنی اسیطرح حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ کو اتفاق پڑا کہ انکے اندر ایک جدید جنون و شورش پیدا ہوئی۔
شور چندان الخ یعنی اسقدر شور ہوا کہ آسمان کے اوپر تک (پہونچ گیا) اور انسے ہمگردن کو نمک پہونچتا تھا مطلب یہ کہ انکا عشق اسقدر ظاہر ہوا کہ سب جگہ مشہور ہو گیا اور اسکا اثر بھی قلب پر پڑتا تھا۔ اور لوگ انکے اس عشق سے متاثر ہوتے تھے۔ آگے مولانا فرماتے ہین کہ۔

ہین تن الخ یعنی اے زمین شور (کی مثل) تو اپنی شورش کو حضرات پاک کے برابر مت رکھ۔ مطلب یہ کہ کہیں اس سے کسی ناقص کو یہ شبہ ہو جاوے کہ جسطرح حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ کے اندر شور عشق تھی اسیطرح ہمارے اندر بھی ہے لہذا ہم بھی کامل ہین تو یہ غلطی ہے اسلیئے کہ سہ کار پاکان را قیاس از خود مگیر ۔ اگرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر ۔ وہ حالت صادقہ ہوتی ہے اور ناقص کی حالت کاذبہ ہوتی ہے اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے صبح صادق اور صبح کاذب کہ صبح کاذب بھی صادق کے مشابہ ہوتی ہے مگر اسکے بعد ہی ظلمت ہوتی ہے پھر صبح صادق کا ظہور ہوتا ہے اسیطرح کی حالت بھی مشابہ کامل کی حالت کے ہوتی ہے مگر دونوں مین زمین و آسمان کا فرق ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ آگے پھر رجوع ہے قصہ کی طرف کہ۔

حلق الخ یعنی حضرت ذوالنون کے جنون کی عامہ مخلوق کو تاب نہ تھی اور انکی آتش (عشق) لوگونکی داڑھی کو لے بھاگتی تھی۔ مطلب یہ کہ انکی اس حالت سے لوگ جلتے تھے اور انکو اسکی تاب نہ تھی اسلیئے کہ حضرت نے اپنے کو مجنون بنا کر حقائق و معارف بیان کیے اور دوسرون کی قلعی کھولی۔ تو وہ لوگ انسے جلنے لگے۔

چونکہ الخ یعنی جبکہ عوام کی داڑھی مین آگ لگی تو القصہ انکو قید خانہ مین بند کر دیا۔ مطلب یہ کہ جب انکی آتش حسد بڑھی تو آخرکار حضرت کو قید کر دیا۔ آگے مولانا فرماتے ہین کہ۔

نیست الخ یعنی اسبات سے لگام روک لینا ممکن نہین ہے اگرچہ اس راستہ سے عوام تنگ ہون۔ مطلب ظاہر ہے۔

دیدایں الخ یعنی ان بادشاہون نے عوام سے خوف جان دیکھا اسلیئے کہ یہ گروہ تو اندھے ہین اور بادشاہ بے نشانی کے ہین۔ مطلب یہ کہ ان حضرات اہل اللہ نے جب دیکھا کہ کوئی علامت اور نشانی تو ایسی ہے نہین کہ جس سے ظاہر ہو کہ یہ بزرگ ہین اور ولی ہین اور مخالفت عوام ظاہر ہے تو انکو اپنی جان کا خوف ہو گیا۔ کہ ممکن ہے کہ یہ لوگ مار ڈالین۔ اسلیئے ان حضرات نے پوشیدگی ہی پسند کی۔

حکم چون الخ یعنی جب حکم رندون کے ہاتھ مین پڑ گیا تو بیشک ذوالنون قید خانہ مین پڑ گئے۔ مطلب یہ کہ جب نااہل حاکم ہو گئے تو اب انکو تو قید مین پڑنا ضروری تھا اسلیئے کہ وہ انکی قدر نہ جانتے تھے اسلیئے انکو قید کر دیا

یک الخ یعنی بادشاہ عظیم یکہ و تنہا جاتا ہے جیسے کہ لڑکون کے ہاتھ مین دُر یتیم۔ مطلب یہ کہ یہ حضرات اگرچہ واقع مین بادشاہ ہوتے ہین مگر بظاہر کوئی علامت وغیرہ نہین ہوتی بلکہ بالکل تنہا نااہلون مین پھرتے ہین جیسے کہ لڑکون کے ہاتھ مین دُر یتیم آ جاوے تو وہ اوسکی اچھی طرح گت بناتے ہین اسی طرح عامۂ خلق ان حضرات کی خوب گت بناتے ہین اور انکو دق کرتے ہین۔

در چہ الخ یعنی اگرچہ ایک دریا قطرہ مین پوشیدہ ہوا اور ایک آفتاب ذرہ مین مخفی ہو (مگر عوام کو اسکی کیا خبر ہو سکتی ہے) مطلب یہ کہ یہ حضرات حقیقۃً تو مظہر ہوتے ہین صفات حق کے۔ مگر لوگون کو انکے اس کمال کی کیا خبر ہو سکتی ہے۔

آفتابے الخ یعنی آفتاب نے اپنے کو ذرہ دکھلایا ہے اور تھوڑا تھوڑا اپنے منہ کو کھولا ہے۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے اپنے کمالات کو ان حضرات مین تھوڑے تھوڑے ظاہر کیے ہین۔

جملہ الخ یعنی ذرات اسمین محو ہو گئے اور عالم اس سے مست ہو گیا اور ہوشیاری جاتی رہی۔ مطلب یہ کہ جب آفتاب حقیقی یعنی حق تعالیٰ نے تھوڑا تھوڑا ظہور کیا اور اپنی صفات کا مظہر کسیکو بنا دیا تو اب اور کل ذرات اسکے جمال مین فنا ہو گئے۔ اور ہوشیاری وغیرہ سب غائب ہو گئی بس اب تو اسی کا نظارہ مد نظر رہ گیا۔

چون الخ یعنی جب کہ قلم کسی غدار کے ہاتھ مین ہو۔ تو پھر منصور کیسے دار پر نہون۔ یہان غدار سے مراد وہ وزیر ہے

جو کہ حضرت حسین بن منصور کے قتل کے درپے تھا اور اصل قصہ یہ ہے کہ ایک وزیر تھا جو کہ بوجہ کسی خواہش نفسانی کے انکے قتل کے درپے تھا اور یقینی امر ہے کہ انکی حالت مغلوبیت کی تھی غرضکہ اسنے علماء سے استفتاء کیا تو علماء کے ساتھ حسن ظن ضرور اسکو بتاتا ہے کہ انھون نے کل تفصیل لکھی ہوگی مگر اسنے یہ کہا کہ انکے قول مین کوئی تاویل نہین ہوسکتی انکے لیے حکم وار دیدیا اسلیے کہتے ہین کہ جب ایسے خدا کے ہاتھ مین قلم ہو تو پھر وہ دار پر ایسے نہ چڑھین اور انکا نام منصور نہین ہے بلکہ ان کے والد کا نام ہے اور انکا نام حسین ہے مگر یہ والد ہی کے نام سے مشہور ہو گئی ہین۔ مطلب یہ کہ جب نا اہل حاکم ہونگے تو ایسی ایسی باتین ہوا کرینگی۔ اور اولیاء اللہ کو اسیطرح تکالیف اور گزند پہونچین گے اور فرماتے ہین کہ۔

چون الخ یعنی جبکہ بیوقوفون کے قبضہ مین کام اور حکومت ہو تو انبیاء کا قتل ہونا تو لازم ہے اسلیے کہ وہ انکی حالت اور انکے کمالات سے ناواقف ہونگے اور پھر انکو قتل کرینگے اور ایذا دینگے جیسا کہ پہلے ہو چکا ہے۔

انبیا الخ یعنی قوم گمراہ نے انبیاء کو بیوقوفی کیوجہ سے کہا ہے کہ ہم تم سے فال بد لیتے ہین۔ مطلب یہ کہ آخر بیوقوفون نے پہلے بھی انبیاء کی شان مین گستاخی کی ہے اور ہمیشہ مخالفت ہی کی ہے تو اگر اولیاء اللہ کے ساتھ دشمنی اور مخالفت کرین تو کیا عجب ہے آگے بیوقوفون کی موافقت اور دوستی کو بتلاتے ہین کہ۔

جہل الخ یعنی نصرانی کا جہل دیکھو کہ اسنے اوس کو اوس خدا کے ساتھ تعلق کیا ہے کہ جو خود لٹک گئے مطلب یہ کہ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے دوست بنتے ہین اور کہتے ہین کہ وہ ہمارے گناہون کے کفارہ مین ایکمرتبہ سولی پر چڑھ چکے ہین تو بھلا کسقدر بیوقوفی کی بات ہے کہ جو اپنے کو تو سولی پر چڑھنے سے نہ بچا سکے ان سب کو بچاوین گے اللہ بچاوے اس جہالت سے۔

چون الخ یعنی جبکہ بقول نصرانی انکو یہود نے سولی دیدی تو پھر وہ اسکو کسطرح دے سکتے ہین۔ پس معلوم ہوگیا کہ جاہل کی نہ دوستی اچھی اور نہ عداوت ؎ ہرطرح دل کا ضرر جان کا نقصان دیکھا ٭ نہ عداوت تری اچھی نہ محبت اچھی

ان دو شعرون مین بیوقوف کی دوستی کی حالت کو بیان کرکے پھر مضمون بالا کیطرف رجوع فرماتے ہین کہ جب منکرین ان حضرات کو اسطرح ستاوینگے تو پھر آخر کہانتک بچین گے۔ فرماتے ہین کہ۔

چون دل الخ یعنی جبکہ اوس شاہ کا دل اس طرح خون ہوگا تو پھر وانت فیہم کی عصمت کسطرح ہوگی مطلب یہ کہ بزرگان دین اور اولیاء اللہ کی برکت سے ایسا ہوتا ہے کہ بلائین ٹلجاتی ہین جیسا کہ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ فرماتے ہین ماکان اللہ لیعذبہم وانت فیہم مگر پھر آخر یہ بچاؤ کب تک رہیگا جب اہل اللہ کو نا اہل اسطرح ستاوینگے تو حق تعالیٰ انکو علحدہ کرکے اور ان پر عذاب نازل فرماوینگے۔ لہذا ان حضرات کی دل آزاری سے ہمیشہ بچنا چاہیے کہ بہت ہی بڑی سخت بات ہے۔

زر خالص الخ یعنی خالص سونے کو اور زرگر کو کھوٹ ملانیوالے خائن کا بہت خوف ہوتا ہے مطلب یہ کہ حضرات اہل اللہ ان عوام سے بہت گھبراتے ہین اور ہمیشہ مخالفت کا خوف انکو لگا رہتا ہے اسلیے یہ حضرات اپنے کو ظاہر نہین کرتے بلکہ مخفی رکھتے ہین۔

یوسفان الخ یعنی یوسف (جیسے) لوگ بیرون کے رشک کیوجہ سے مخفی ہین اور دشمنی کی خصلت والون سے آگ مین زندہ ہین مطلب یہ کہ جو حضرات اہل اللہ ہین وہ حاسدین اور منکرین کیوجہ سے اپنے کمالات کو پوشیدہ رکھتے ہین اور انکی وجہ سے ایک کاہش اور تکلیف مین زندگی بسر کرتے ہین۔

یوسفان الخ۔ یعنی یوسف (جیسے) حضرات بھائیون کے مکر کیوجہ سے کنوین مین ہین کہ حسد کیوجہ سے یوسف کو بھیڑیون کو دیتے ہین مطلب یہ کہ یہ حضرات اہل اللہ حاسدین کی وجہ سے اپنے کو مخفی رکھتے ہین اسلیے کہ اگر ظاہر ہون حاسدین اونکو تکلیف اور گزند پہونچاتے ہین۔

از حسد الخ۔ یعنی حسد کیوجہ سے حضرت یوسف مصری علیہ السلام پر کیا گذری اور یہ حسد ہی خود باطنًا ایک بڑا بھیڑیا ہے مطلب یہ کہ یہ ضرور نہین کہ حاسد ظاہر مین کوئی گزند ہی پہونچاوے بلکہ خود یہ حسد ہی ایک بڑا بھیڑیا ہے کہ خود اُسی سے گزند اور تکلیف ہوتی ہے۔

لاجرم الخ۔ یعنی بیشک اسی گرگ کیوجہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام جو کہ حلیم تھے یوسف علیہ السلام پر خوف رکھتے تھے مطلب یہ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اس حسد ہی سے خائف تھے کہ ایک روز یہ حسد ہی گل کھلاویگا سو وہی ہوا۔

گرگ الخ۔ یعنی گرگ ظاہر تو یوسف علیہ السلام کے پاس بھی نہوا (مگر) یہ حسد ہی فعل مین گرگون سے بڑھ گیا کہ وہ تو پاس بھی نہ آیا اور اس حسد نے انکو کنوین مین ڈلوا دیا تو اس حسد کا اثر اُس بھیڑیے سے بھی زیادہ ہوگیا۔

زخم کرد الخ۔ یعنی اس گرگ (حسد) نے تو زخم لگایا اور چرب زبانی کے عذر کیوجہ سے آئے کہ ہم تو بھاگنے کے لیے گئے تھے مطلب یہ کہ وہ ایذا رسانی تو فعل اوس حسد اخوان کا تھا مگر وہ چرب زبانی سے اپنے کو بری ہی بتلاتے رہے کہ ہم نے کیا کیا۔ ہم تو ذرا بھاگنے کو چلے گئے تھے۔

صد ہزاران الخ۔ یعنی لاکھون بھیڑیون مین بھی یہ مکر نہین ہوتا اور آخر کار یہ مکر رسوا ہوتا ہے تم اس سے کھڑے ہو جاؤ یعنی الگ ہو جاؤ۔ ورنہ تم بھی اسکے ساتھ رسوا ہوگے آگے حسد کے گرگ ہونیکی دلیل لاتے ہین کہ۔

زانکہ الخ۔ یعنی اسی لیے قیامت کے دن حاسدون کا حشر بھیڑیون کی صورت پر کرین گے۔ حدیث مین اتنا تو آیا ہے کہ متکبرین چیونٹی کی صورت مین اٹھین گے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حشر کچھ مناسب صورتون مین ہوگا تو اگر مولانا کو کشف یا الہام سے معلوم ہوا کہ حاسدین کا حشر بھیڑیون کی شکل مین ہوگا تو کیا عجب ہے اسی لیے فرماتے ہین کہ چونکہ حسد کے اندر سبعیت اور تکلیف دہی زیادہ ہے اسی لیے یہ گرگ کی طرح ہے اور حاسدین کا حشر بھی اسی مناسبت کیوجہ سے گرگ کی صورت مین ہوگا۔ اور فرماتے ہین کہ۔

حشر الخ۔ یعنی حرص والے اور مردار خوار کا حشر قیامت کے دن سور کی صورت مین ہوگا اسلیے کہ مردار خواری اور حرص مین اسکو اوس سے مناسبت ہے۔

زانیانرا الخ۔ یعنی زانیون کا اندام نہایت گندہ ہوگا اور شرابیون کا منھ گندہ ہوگا اسلیے اونھون نے ان ہی اعضاء سے معصیت کا ارتکاب کیا ہے بس معلوم ہوا کہ سب کا حشر اونکے مناسب خصلت اور غالب عادت پر ہوگا اسیکو فرماتے ہین کہ۔

گند الخ۔ یعنی وہ مخفی گندگی جو کہ قلوب مین پہونچتی تھی قیامت کے اندر وہ محسوس ہوکر ظاہر ہوگئی۔ اور اوسکی یہ سب صور متناسبہ ظاہر ہوئین۔

بیشہ الخ۔ یعنی وجود انسان ایک جنگل ہے تو اگر تم آدم ہو تو اس سے بچو۔ مطلب یہ کہ وجود انسان مثل ایک جنگل کے ہے جسمین اخلاق ذمیمہ حرص وہوا اور سبعیت وبہیمیت جو کہتے اور سور اور بھیڑیے وغیرہ کے مشابہ ہین موجود ہین تو اگر تم آدم ہو تو ان چیزون سے بچو اور اخلاق ذمیمہ کو اپنے اندر سے بالکل نکال ڈالو۔

ظاہرا الخ۔ یعنی جسکا ظاہر و باطن یکسان ہو اوسکی نجات مین کسیکو شک نہین ہے مطلب یہ کہ اگر کسیکا ظاہر و باطن دونون اچھے ہون تو پھر وہ تو یقیناً ناجی ہے بخلاف اسکے کہ جسکا ظاہر تو اچھا ہو اور باطن مین یہ اخلاق ذمیمہ اور سبعیہ بھرے ہوے ہون

در وجود الخ۔ یعنی ہمارے وجود کے اندر ہزارون سور اور بھیڑیے اچھے اور بُرے اور عمدہ اور کینہ ہین مطلب کہ ہمارے اندر اخلاق ذمیمہ و حمیدہ اور سبعیت اور بہیمیت وغیرہ وغیرہ بھرے پڑے ہین بُرے بھی ہین اور بھلے بھی ہین مگر اعتبار انہین کا ہوگا کہ جو غالب ہونگے۔ اسکو فرماتے ہین کہ۔

حکم خود الخ۔ یعنی اعتبار اوسیکا ہے جو کہ غالب ہے۔ اسلیے کہ اگر سونا تانبے سے زیادہ ہو تو وہ سونا ہی ہے۔

صورتے الخ۔ یعنی جو صورت کہ تیرے وجود مین غالب ہوگی تمھارا حشر ضرور اُسی صورت پر ہوگا مطلب یہ کہ جب اعتبار غالب کا ہے تو بس اگر اخلاق حمیدہ غالب ہین تو ویسا اثر مرتب ہوگا اور اگر ذمیمہ غالب ہین تو اُسکے آثار مرتب ہونگے۔ اور تم ویسے ہی کہلاؤ گے۔

ساعتے الخ۔ یعنی کبھی تو ایک بھیڑیا بشر کے اندر آجاتا ہے۔ اور کبھی ایک یوسف جیسے رخ والے چاند کیطرح مطلب یہ کہ کسی وقت غلبہ اخلاق حمیدہ کا ہوتا ہے اور کبھی اخلاق ذمیمہ کا اور یہ اخلاق خود اسی شخص تک نہین رہتے بلکہ انکا اثر دوسرون تک بھی متعدی ہوتا ہے اسکو فرماتے ہین کہ۔

میرود الخ۔ یعنی سینون سے سینون کے اندر پوشیدہ راستہ سے صلاحیت اور کینہ جاتے ہین مطلب یہ کہ ایک قلب سے دوسرے پر اثر پڑتا ہے اگر یہ قلب اچھا ہے تب تو اثر بھی اچھا ہوتا ہے اور اگر یہ بُرا ہے تو اثر بھی بُرا ہوگا بلکہ یہ اثر آدمیون مین ہی منحصر نہین ہے بلکہ آدمی سے جانورونکے اندر بھی جاتا ہے اور انمین بھی اثر کرتا ہے اسکو فرماتے ہین کہ۔

بلکہ الخ۔ یعنی بلکہ آدمی سے بیل اور گدھے مین عقل و علم اور ہنر جاتا ہے مطلب یہ کہ انسان کے اخلاق اور اُسکے علم و ہنر سکھلانے سے جانورونمین بھی افر کرتے ہین آگے اسکی نظائر لاتے ہین کہ۔

اسپ الخ۔ یعنی اناڑی گھوڑا راستہ چلنے والا اور مطیع ہوجاتا ہے اور ریچھ کھیل کرتا ہے اور بکرا بھی سلام کرتا ہے تو دیکھو کہ انسان کے اخلاق حمیدہ نے ان چیزونمین اثر کیا اور یہ بھی درست ہوگئے۔

رفت الخ۔ یعنی کتے کے اندر آدمی سے یا تو حرص و ہوس جاتی ہے یا وہ چرواہا ہوجاتا ہے یا شکاری یا نگہبان غرضکہ اسکے اندر انسان کی جیسی خصلت اثر کریگی وہ ویسا ہی ہوجاویگا۔

در سگ الخ۔ یعنی اصحاب کہف کے کتے مین ان سونے والون کی ایک خصلت نے اثر کیا تھا یہانتک کہ وہ کتا حق تعالیٰ کا طالب ہوگیا اسلیے تو اہل اللہ کا پیچھا نہ چھوڑا شیخ سعدی فرماتے ہین کہ ؎ سگ اصحاب کہف روزے چند پئے نیکان گرفت مردم شد ٭ پسر نوح با بدان بنشست ٭ خاندان نبوتش گم شد ٭ پس معلوم ہوا کہ ان حضرات انسان کے خصائل دوسرے انسانون مین تو اثر کرتے ہی ہین مگر حیوانات مین بھی اسکا اثر پہونچتا ہے۔ اور وہ اثر کسیکو نیک کردیتا ہے اور کسیکو بد کردیتا ہے اسکو فرماتے ہین کہ۔

ہر زمان الخ۔ یعنی ہر گھڑی سینہ مین ایک قسم (اخلاق کی) اثر کرتی ہے اور کبھی تو دیوار اور کبھی فرشتہ اور کبھی چرندہ اور کبھی درندہ۔ مطلب یہ کہ قلوب مین دوسرے کا اثر پڑتا ہے بس اگر وہ اثر نیک ہے تو اسطرف بھی آثار نیک ہی مرتب ہونگے ورنہ آثار بد مرتب ہونگے آگے فرماتے ہین کہ

زاں الخ یعنی اس عجیب جنگل سے جس سے کہ ہر شیر آگاہ ہے بام سینوں تک ایک پوشیدہ راہ ہے مطلب یہ کہ وجود انسان سے قلوب تک اندر ہی اندر ایک پوشیدہ راہ ہے کہ اسکے ذریعہ سے ایک کا اثر دوسرے تک پہونچتا ہے اور دوسرا اوس سے متاثر ہوتا ہے۔

دزدیے الخ یعنی اے کمتر سے بھی کم جان کے سونے اور مرجان کی چوری قلوب عارفین سے کر مطلب یہ کہ جب معلوم ہوا کہ قلوب میں اندر ہی اندر لاست ہے اور اس سے اثر آتا ہے تو یہ ایک قسم کی چوری ہوئی تو پھر چوری بھی کرو تو عمدہ چیز کی تو کرو یعنی حاصل کرو تو اخلاق حمیدہ اور فیوض و برکات عارفین کے قلوب سے حاصل کرو ورنہ پھر ٹوٹا ہے بے لذت ہے یہ اشارہ بھی ہے ایک عربی کی مثل کیطرف کہا کرتے ہیں کہ ان تسرق فاسرق الدرۃ وان تزن فازن الحرۃ یعنی اگر چراؤ تو موتی تو چراؤ کہ کچھ حاصل بھی ہو) اور اگر زنا کرو تو کسی حرہ سے کرو (تاکہ لطف بھی آوے) پس اگر اثر ہی لو تو علوم و معارف ہی لو جو کہ نافع بھی ہوں ورنہ اخلاق ذمیمہ کا کیا لینا۔

چونکہ الخ یعنی جبکہ چوری کرو تو کسی عمدہ موتی کی کرو اور جبکہ بوجھ اٹھاؤ تو کوئی نفیس بوجھ اوٹھاؤ۔ مطلب بالا ہے پس خوب سمجھ لو کہ ایک قلب کا اثر دوسرے پر پڑتا ہے لہذا قلوب عارفین سے علوم و معارف کو حاصل کرو آگے پھر حضرت ذوالنون کی حکایت کیطرف رجوع ہے۔ فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

فہم کردن مریدان کہ ذوالنون قصداً کردہ است و دیوانہ نشدہ است

چونکہ ذوالنون سوئے زندان رفت شاد — بند بر پا دست بر سر زاقتصاد

دوستان از بہر طرف بنہادہ رو — بہر پرسش سوئے زندان نزد او

دوستان در قصۂ ذوالنون شدند — سوئے زندان و دران راے زدند

کاین مگر قاصد کند یا حکمتے است — او درین رہ قبلہ ہست و آیتے است

دور دور از عقل چون دریاے او — تا جنون باشد سفہ فرماے او

حاش للہ از کمال جاہ او — کابر بیمارے بپوشد ماہ او

او ز شر عامہ اندر خانہ شد — او ز ننگ عاقلان دیوانہ شد

او ز عار عقل کند تن پرست — قاصداً رفت است دیوانہ شدست

کہ ببندم اے صفی ور ساز گاؤ — بر سر و پشتم بزن واین را مکاؤ

تا ز زخم لخت یابم من حیات — چون قتیل از گاؤ موسیٰ اے ثقات

تا ز زخم لخت گاوے خوش شوم — ہمچو کشتۂ گاؤ موسیٰ گش شوم

زندہ شد کشتہ ز زخم دم گاؤ — ہمچو مس از کیمیا شد زر ساؤ

کشتہ بر جست و بگفت اسرار را — وانمود آن زمرۂ خونخوار را

گفت روشن کاین جماعت کشتہ اند — تخم این آشوب ایشان کشتہ اند

چونکہ کشتہ گردد این جسم گران — زندہ گردد ہستی اسرار دان
جان او بیند بہشت و نار را — باز داند جملہ اسرار را
وانماید خونیان دیو را — وانماید دام خدعہ و ریو را
گاو کشتن ہست از شرط طریق — تا شود از زخم دمش جان مفیق
گاو نفس خویش را زوتر بکش — تا شود روح خفی زندہ و بہش
این سخن را منقطع و پایان مجو — حال ذوالنون با مریدان باز گو

جبکہ ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ مقید ہو کر خوش خوش جیلخانہ گئے تو دوستوں کو ان کے گم کرنے کا بیحد افسوس اور صدمہ ہوا ایک
حسرت وافسوس سے سر پر ہاتھ رکھے ہوئے ہر طرف سے تفتیش حال کے لیے جیلخانہ کیطرف چلے جبکہ ذوالنون کے معاملہ مین
قیدخانہ کو روانہ ہوئے تو راہ مین رائے زنی ہونے لگی کہ یا تو قصدًا انہوں نے خود اپنے کو دیوانہ بنایا ہے یا حق سبحانہ کی
کی کوئی حکمت ہے اور یا الہام ربانی ایسا کیا ہے کیونکہ وہ ایک جلیل القدر عارف اور آیۃ من آیات اللہ ہین اسلیے ہمارے
خیال مین انکی اس عقل سے جو دریا کی مانند صافی عن الکدورات اور مخزن جواہر معارف ہے نہایت بعید ہے کہ اسپر جنون
مسلط ہو کر حماقت کی باتین صادر کرائے اور انکے علو مرتبت کے سبب قریب قریب ناممکن ہے کہ ابر بیماری انکی چاند
کیطرح روشن عقل کو محجوب و مستور کر سکے پس معلوم ہوتا ہے کہ وہ عوام کے ضرر کے خوف سے عزلت گزین ہو گئے ہین او جب
انھون نے دیکھا کہ ظاہر ہوش و حواس کے ساتھ نااہلان زمانہ متعرض ہین تو انکو شرم آئی کہ مین بھی انکی مثل ہون اسلیے
ناچار وہ دیوانہ بن گئے (جیسا کہ کسی شریف نے ایک مرتبہ کسی بھنگی کو گھڑی لگائے دیکھا تو گھڑی لگانا چھوڑ دیا اور کہا کہ جب
بھنگی بھی گھڑی لگانے لگے تو ہمارے لیے اسکا استعمال زیبا نہین رہا) اور وہ عقل کند اور تن پرست کی شرم سے قصدًا دیوانہ
ہو گئے ہین۔ اور جیلخانہ چلے گئے ہین ایک اور مصلحت یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ زبان حال یہ فرماتے ہین کہ اے شخص مجھے بلا
اور کوڑے سے (جو فی الاغلب گائے کے چمڑے سے بنایا جاتا ہے) میرے سر اور کمر کو خوب مار اور کچھ چون و چرا انکو تا کہ گائے کے
چمڑے کے ٹکڑے سے جو کہ گائے ہی کا ٹکڑا ہے (فاندفع ما قال ولی محمد) مین بحیات روحانی یون زندہ ہو جاؤن جسطرح قتیل
موسی یعنی عامیل نام شخص جو زمانہ موسی علیہ السلام مین مارا گیا تھا۔ گائے کے ٹکڑے کے مارنے سے بحیات جسمانی زندہ ہوا
تھا اور مین اس گائے کے چمڑے کے ٹکڑے یعنی کوڑے سے یون ہی خوش ہون جسطرح وہ قتیل جو اس گائے کے ٹکڑے کے مارنے
سے زندہ ہوا تھا جو بامر موسی علیہ السلام ذبح کی گئی تھی خوش ہوا تھا اور دم گاؤ کے صدمہ سے یون زندہ ہو گیا تھا جسطرح
تانبا کیمیا سے زر خالص بنجاتا ہے اور وہ باوجود مقتول ہونے کے اوٹھ کھڑا ہوا تھا اسرار کھول دیے تھے۔ اور خونی جماعت کو بتا دیا
تھا اور صاف صاف کہدیا تھا کہ مجھے اس جماعت نے مارا ہے اور انھین نے اس فتنہ کا بیج بویا ہے جب تم کو یہ معلوم ہو گیا تو
اب سمجھو کہ جب یہ جسم ثقیل مقتول ہو جاتا ہے اور خواہشات نفسانیہ فنا ہو جاتی ہین تو ایک اسرار دان ہستی یعنی روح زندہ
ہوتی ہے اور جان زندہ ہو کر بہشت و نار کو دیکھتی ہے اور بہت سے اسرار آلہیہ پر مطلع ہوتی ہے اور قاتلین انسان شیاطین
کا پردہ فاش کرتی اور مکر و فریب کے جال کی حقیقت آشکار کر دیتی ہے پس معلوم ہوا کہ طریق معرفت الٰہی کے لیے گاو تن کا
ذبح کرنا یعنی خواہشات نفسانیہ کا فنا کرنا شرط ہے تا کہ اسکے دم کے صدمہ سے جان ہوش مین آئے پس تم اس گاؤ نفس کو
جلد ذبح کرو تا کہ روح مضمحل زندہ اور ہوشیار ہو خیر اس بات کی تو کوئی حد و نہایت ہی نہین اچھا اب ذوالنون علیہ الرحمۃ

کا قصہ اُنکے مریدون کے ساتھ سن۔

شرح شبیری

مریدون کا سمجھ جانا کہ ذوالنونؒ دیوانہ نہین ہین اور قصداً ایسا کیا ہے

چونکہ الخ یعنی جبکہ حضرت ذوالنون مصریؒ قید خانہ کیطرف پاؤن مین بیڑی ڈالکر خوش خوش چلے تو افسوس کی وجہ سے دوست سر پر ہاتھ رکھے ہوے ہر طرف سے اونکے پوچھنے کو قید خانہ کیطرف متوجہ ہوے اور اونکے پاس گئے یعنی سب کو اسکا افسوس تھا کہ ایسا کامل اجل دیوانہ ہوگیا۔

دوستان الخ یعنی دوست ذوالنونؒ کے قصہ مین قید خانہ کیطرف چلے اور ہین رائے مارنے لگے مطلب یہ کہ جب سب لوگ چلے تو آپس مین ایسے زنی کرنے لگے کہ آخر اس جنون کی کیا وجہ ہے آخر اُنمین سے ایک نے یہ بھی کہا کہ۔

کاین الخ یعنی (یون کہنے لگے) کہ یہ شاید قصداً کرتے ہین یا کوئی حکمت (خداوندی) ہے اسلیے کہ وہ تو اس راہ مین قبلہ ہین اور ایک نشانی ہین مطلب یہ کہ یا تو اونھون نے ایسا خود کیا ہے یا خدا تعالیٰ کی کوئی حکمت ہے کہ انکا اسطرح کر دیا ہو اسلیے کہ وہ تو راہ حق مین آیۃ من آیات اللہ ہین۔ تو انکو ایسا مرض نہ لاحق ہوتا ضرور اسمین کوئی بھید ہے۔

دور باد الخ انکی عقل سے جو کہ مثل دریا کے ہے یہ بات دور ہو کہ اونپر جنون حاکم ہو جاوے۔ مطلب یہ کہ یہ تو سمجھ مین نہین آتا کہ ایسے حضرات اور مجنون ہو جاوین۔

حاش الخ یعنی حاش للہ اُنکے کمال سے کہ بیماری کا ابر اُنکے چاند کو چھپا دے۔ مطلب یہ کہ یہ ہرگز نہین ہو سکتا کہ اونکے کمالات کو مرض پوشیدہ کر دے یہ تو ممکن ہی نہین۔ اور یہ سب امور بوجہ غایت عقیدت کے ہین ورنہ مرض کا آجانا مانع کمال ہرگز نہین ہے

او ز شر الخ یعنی وہ عوام کی شر کی وجہ سے گھر مین چلے گئے ہین۔ اور عقلاء (ظاہری) کی شرم سے دیوانہ ہوگئے ہین مطلب یہ کہ چونکہ عوام کا ہجوم اونپر زیادہ ہوتا تھا اسلیے وہ قید خانہ مین چلے گئے ہین اور چونکہ عقلا ظاہر پرست دنیا دار اور منہمک فی الدنیا ہوتے ہین اسلیے انکو ایسی عقل سے شرم آئی اور وہ اس عقل کو چھوڑ کر دیوانہ ہوگئے ہین۔

او ز عار الخ یعنی وہ اس کند عقل اور تن پرست کی عار کی وجہ سے قصداً (قید خانہ مین) گئے ہین اور دیوانہ ہوگئے ہین او وہ بزبان حال فرماتے ہین۔

کہ ببندیدم الخ یعنی تم مجھے مضبوط باندھ دو اور کپڑے سے میرے سر اور پشت کو پیٹو اور اسکی کھوج مت کرو کہ مین یہ کس وجہ سے کہتا ہون۔ مطلب یہ کہ جسطرح ان لوگون نے ذبح بقرہ مین کھوج کرید کی تھی تم ہرگز مت کرو۔ بلکہ مجاہدہ و ریاضت شروع کرو پھر اوسکے آثار خود مرتب ہو جاوینگے۔ اسلیے کہ۔

تا ز زخم الخ یعنی تاکہ اس زخم سخت سے مجھے حیات نصیب ہو جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام کی گاے کے مقتول کو حیات میسر ہوئی تھی اے ثقات۔ مطلب یہ کہ جسطرح اس مقتول کو گاے کی بوٹی لگا دینے سے حیات حاصل ہوگئی تھی اسی طرح ان مجاہدات و ریاضات سے روح کو حیات حاصل ہو جاویگی۔

تا ز زخم الخ یعنی تاکہ گاے کے زخم سخت سے مین خوش ہون اور موسیٰ علیہ السلام کے گائے کے مقتول کیطرح خوش ہون۔ اضافتہ با دنیٰ ملابست ہے یعنی وہ گائے جو کہ موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے لائی گئی تھی اور وہ مقتول جو کہ اوسکی بوٹی لگانے سے زندہ ہوا تھا

اسیطرح میں بھی زندہ ہوجاؤں اور حیات روحی مجھے بھی حاصل ہو۔
زندہ الخ یعنی وہ مقتول گائے کی دم کے زخم سے زندہ ہوگیا جیساکہ تانبا کیمیا سے خالص سونا ہوجاتا ہے۔
الخ یعنی مقتول کود ااور سارے اسرار کہدیے اور اس گروہ خونخوار کو ظاہر کردیا۔ اور بتادیا کہ ان لوگون نے مجھے قتل کیا ہے۔
گفت الخ یعنی ظاہر طور پر کہدیا کہ اس جماعت نے مارا ہے اور اس ظلم کا بیج انھون نے بویا ہے بس اسیطرح جب یہ ہستی فنا ہوجاتی ہی تو پھر سب علوم ظاہر ہوجاتے ہین فرماتے ہین کہ۔
چونکہ الخ یعنی جبکہ یہ جسم گران فنا ہوجاوے گا تو اسرار کی ہستی زندہ ہوجاویگی مطلب یہ کہ اسی طرح جب یہ ہستی ظاہری فنا ہوگی تو اسکے بعد بقاء ابدی حاصل ہوگا اور علوم وحقایق ومعارف سب کھلجاوینگے۔
جان الخ یعنی اسکی جان دوزخ اور جنت کو دیکھ لیگی اور پھر تمام اسرار کو جان لیگی مطلب یہ کہ اوسپر حقایق اشیاء بالکل منکشف ہوجاتے ہین اور پھر وہ علوم ومعارف کو بالکل بے رکاوٹ بیان کرتا ہے۔ فرماتے ہین کہ ؎ بینی اندر خود علوم انبیا بے کتاب وبے معید واوستا۔
وانماید الخ یعنی وہ خونی دیو کو ظاہر کرکے دکھلادیتا ہی اور دھوکہ اور جال اور خدشہ کو بالکل صاف دکھلادیتا ہے مطلب یہ کہ شیاطین کے اور نفس کے دھوکون اور کیدون کو خوب جانتا ہی اور انسے بچنے کے طریقون سے خوب اچھی طرح واقف ہوتا ہے۔
گاو الخ یعنی راہ (حق) مین گائے کا مار ڈالنا شرط ہی تاکہ اوسکی بوٹی سے جان کو افاقہ حاصل ہو۔ مطلب یہ کہ راہ حق مین ہستی کو فنا کردینا شرط ہی کہ اس سے فیوض وبرکات حاصل ہوتے ہین خود فرماتے ہین کہ۔
گاو الخ یعنی اپنے نفس کی گائے کو بہت جلدی مارو تاکہ روح خفی ہوش کے ساتھ زندہ ہوجاوے۔ حاصل یہ ہی کہ اس ہستی ظاہر وموہوم کو فنا کردو تب تمھاری روح کے اندر تازگی اور حیات پیدا ہوگی اور قرب حق حاصل ہوگا۔ اب فرماتے ہین کہ۔
این الخ یعنی ابیات کا تو مقطع اور انتہا مت ڈھونڈھو (یہ تو کبھی بھی ختم نہوگی بس اسکو یہین تک رہنے دو) ذوالنون کا حال مریدون کے ساتھ کہو۔ اب آگے پھر رجوع ہے قصہ کیطرف۔

شرح حبیبی

رجوع بحکایت ذوالنون مصری رح

چون رسیدند آن نفر نزدیک او — بانگ بر زد ہی کیانید اتقوا
با ادب گفتند ما از دوستان — بہر پرسش آمدیم اینجا بجان
چونی ای دریای عقل ذو فنون — این چہ بہتانست بر عقلت جنون
دود گلخن کی رسد در آفتاب — چون شود عنقا شکستہ از غراب
وا مگیر از ما بیان کن این سخن — ما محبانیم با ما این مکن
مر محبان را نشاید دور کرد — یا بروپوشش وغل مہجور کرد
راز را اندر میان نہ با محب — ای کہ بحر علم وعقلی انتجب

رازِ را اندر میان آور شہا — رو مکن در ابر پنہانی مہا
ما محب صادق و دلخستہ ایم — در دو عالم دل بتو بر بستہ ایم
راز را از دوستان پنہان مکن — در میان نہ راز و قصدِ جان مکن

جب وہ لوگ اونکے قریب پہونچے تو اونھون للکارا کہ اے تم کون ہو علٰحدہ رہو سب نے باادب عرض کیا کہ ہم حضور کے مخلص ہین اور بجان و دل پرسش حال کے لیئے حاضر ہوے ہین۔ اے دریائے عقل اور اے ذوفنون آپ کی کیا حالت ہے اور آپ کی عقل پر جنون کا بہتان کیسا ہے۔ بہتان ہم نے اسلیئے کہا کہ آپ کی عقل آفتاب ہے۔ اور جنون دود گلخن اور آپ کی عقل عنقا ہے جنون ایک کوا۔ بہلا دود گلخن بھی کہین آفتاب تک پہونچتا ہے۔ اور عنقا بھی کہین کوے سے مغلوب ہوا ہے آپ ہم سے اصل بات بیان کر دیجیے چھپائیے نہین ہم مخلص ہین ہمارے ساتھ ایسا کرنا مناسب نہین نہ محبون کو دور کرنا مناسب ہے۔ اور نہ پردہ داری سے انکو مہجور کرنا زیبا ہے۔ راز کو محب سے ظاہر کر دیجیے۔ آپ تو خود بحر علم و عقل ہین آپکو سمجھانیکی کیا بات ہے۔ آپ ہماری بات مان لیجیے۔ حضور والا ہم بالحاح عرض کرتے ہین کہ ہم سے راز نہ کہیے۔ اور اے ماہ روشن ابر مین منھ نہ چھپائیے۔ اور اپنی حالت کو ہم سے مخفی نہ کیجیے ہم محب صادق ہین ہمارا دل آپکی اس تکلیف سے مجروح ہے۔ دونون عالم مین آپکے سوا کسی سے ہم کو تعلق نہین کہ افشاء کا اندیشہ ہو۔ ہم دوستون سے راز نہ چھپائیے۔ اور بتلا دیجیے کہ ورنہ ہماری جان جاتی رہیگی آپ چھپا کر ہماری جان کے درپے نہ ہوجیے۔

چونکہ ذو النون این سخن ز ایشان شنید — جز طریق امتحان مخلص ندید
فحش آغازید و دشنام از گزاف — گفت او دیوانگانہ زی و قاف
بر جہید و سنگ پران کرد و چوب — جملہ گان بگریختند از بیم کوب
قہقہہ خندید و جنبانید سر — گفت باد ریش این یاران نگر
دوستان بین کو نشان دوستان — دوستان را رنج باشد ہمچو جان
کے گران گرد ز رنج دوست دوست — رنج مغز دوستی او را چو پوست
نے نشان دوستی شد سرخوشی — در بلا و محنت و آفت کشی
دوست ہمچو زر بلا چون آتش است — زر خالص در دل آتش خوش است

جب ذو النون علیہ الرحمۃ نے انکی یہ باتین سنین اور سب کو معقول پایا تو بجز امتحان کے اور کوئی صورت رہائی کی نہ پائی لہذا امتحان شروع کیا اور برا بھلا کہنا اور دیوانون کیطرح زق زق بق بق یعنی بے معنے الفاظ بکنے شروع کیے اسی پر اکتفا نہین کیا بلکہ اوٹھے اور پتھر پھینکنے لگے اور ڈنڈا چلانا شروع کیا مارے کے خوف سے سب کے سب بھاگ گئے۔ اسپر ذو النون نے ایک قہقہہ لگایا اور سر ہلا کر کہا کہ ان یارون کی ڈینگ ملاحظہ کیجیے اور ان دوستون کو دیکھیے۔ ایسے دوستون کا تو نام و نشان بھی کہین نہین (صادق الصدیق وکاف الکیمیاء معا۔ لا یوجدان فدع نفسک یا الطمعا) دوستون کو تو تکلیف جان کی طرح مرغوب ہوتی ہے۔ دوست کی طرف سے جو تکلیف پہونچے بھلا دوست کہین اوسکو گران اور ناگوار سمجھتا ہے ہرگز نہین بلکہ دوستی مین تو رنج ہی اصل شے ہے اور دوستی تو بمنزلہ ایک پوست کے ہے کیا دوستی کی علامت یہ نہین کہ رنج اور تکلیف اور مصیبت و آفت کشی مین خوش رہے۔ یقینًا ایسا ہی ہے۔ دوست کو سونا سمجھو اور مصیبت کو آگ سونا تو آگ ہی مین خوش ہوتا ہے

ور آگ ہی سے اپنے جوہر کو ظاہر کرتا ہے۔

شرح شبیری

ذوالنون رحمۃ اللہ اور مریدون کی حکایت کی طرف رجوع کرنا

چون الخ یعنی جبکہ وہ جماعت (جو کہ عیادت کو چلے تھے) انکے پاس پہونچے تو انھون نے آواز کہا کہ اے تم کون ہو ہٹو۔
با ادب الخ یعنی انھون نے دست بستہ عرض کیا کہ ہم خادمون مین سے ہین اسلئے آپ کو جان و دل سے پوچھنے کو آئے ہین۔
چونی الخ یعنی اے عقل و فنون کے دریا آپکی عقل پر یہ جنون کا بہتان کیسا ہے۔
دود الخ یعنی بھاڑ کا دھوان آفتاب تک کب جاتا ہے اور عنقا کوے سے کسطرح مغلوب ہوسکتا ہے بس اسیطرح آپکی عقل مبارک جنون سے کب مغلوب ہوسکتی ہے اور اسکو وہان تک کب رسائی ہوسکتی ہے۔
وا مگیر الخ یعنی ہم سے پوشیدہ مت کرو اس بات کو بیان کرو ہم تو محب ہین ہم سے ایسا مت کرو کہ چھپاتے ہو۔
مر محبان الخ یعنی دوستون کو تو دور نکرنا چاہیے یا رو پوشی اور دھوکے سے الگ نہ کرنا چاہیے۔
راز را الخ یعنی دوست سے راز کو بیان کر دیجیے اے وہ کہ آپ علم و عقل کے دریا ہین (ہماری اس عرض کو) قبول فرما لیجیے اور اپنی حالت کو بیان کر دیجیے۔
راز را اندر الخ یعنی راز کو درمیان مین لاؤ اے بادشاہ اور منھ کو ابر مین پوشیدہ مت کرو اے چاند مطلب یہ کہ اپنے راز کو ہم سے پوشیدہ مت کرو بلکہ ظاہر کر دو۔
ما محب الخ یعنی ہم تو (آپ کے) محب صادق اور دل خستہ ہین اور دونون عالم مین دل کو آپ سے متعلق کر دیا ہے پھر بھی آپ اس راز کو ہم سے پوشیدہ کرتے ہین۔
راز الخ یعنی راز کو دوستون سے پوشیدہ نہ کیجیے اور راز کو بیان کر دیجیے اور ہماری جان (لینے) کا قصد نہ کیجیے اسلیے کہ اگر آپ نہ بتاوینگے تو ہم اپنی جان دیدینگے۔
چونکہ الخ یعنی جبکہ حضرت ذوالنونؒ نے اون سے یہ باتین سنین تو بجز امتحان کے طریقہ کے کسی مین چھٹکارا نہ دیکھا یعنی انھون نے سمجھ لیا کہ انکا امتحان لو تو معلوم ہوگا کہ کون اپنے دعوے مین صادق ہے اور کون کاذب ہے اور وہ امتحان یہ لیا کہ۔
فحش الخ یعنی انھون نے فضول طریقہ سے برا بھلا کہنا شروع کیا اور دیوانون کی طرح اے تبے کہنے لگے۔ ژے وقاف سے مراد ہے فضول و لایعنی باتین۔
بر جہید الخ یعنی یہ اٹھے اور پتھر اور لکڑیان پھینکی تو سب پٹنے کے خوف سے بھاگ گئے اور یہ لکڑی وغیرہ جو پھینکی تو اسطرح پھینکی ہوگی کہ کسیکے لگی نہون مگر لوگون کو نیت کی کیا خبر سب ڈر کے مارے بھاگ گئے۔
قہقہہ الخ یعنی ہنسکر قہقہہ لگایا اور سر ہلایا اور کسی درویش سے کہا کہ ان دوستونکو دیکھنا کہ ذرا سی بات مین بھاگے جاتے ہین۔
دوستان الخ یعنی ذرا دوستونکو دیکھنا کہان ہین دوستونکی نشانی اسلیے کہ دوستونکو مین جان سے رنج ہوا کرتا ہے۔
کے الخ یعنی دوست دوست کی تکلیف سے کنارا کب کرتا ہے اسلیے کہ رنج تو مغز ہے اور دوستی پوست کی طرح ہے بس جیسے پوست کہ دوستی کی شرط اور اسکا مقتضا یہ ہے کہ دوست کی تکلیف پر صبر کرین تو اسکو وہ تکلیف تکلیف ہی معلوم نہوگی آگے فرماتے ہین کہ

نشانے الخ یعنی کیا دوستی کی نشانی بلا میں اور محنت میں اور آفت کشی میں خوش رہنا نہیں ہے یعنی ضرور خوش رہنا چاہیے۔
دوست الخ یعنی دوست تو سونے کیطرح ہے اور بلا آگ کیطرح ہے تو زر خالص تو آتش ہی کے اندر خوش ہے اسی طرح دوست کو بھی مصائب میں ہنسی اور خوش رہنا ضروری ہے آگے اسی پر حضرت لقمان علیہ السلام کی حکایت بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو انکو آقا کے ہاتھ سے کڑوا خربوزہ بلا دغدغہ ملا انہوں نے اسکو بھی رغبت سے کھایا اسیطرح اگر حقتعالی کیطرف سے بظاہر کوئی کلفت پہونچے تو ہمیں بھی راضی برضا رہنا ضروری ہے۔

شرح حبیبی

امتحان کردن خواجہ زیرکی لقمان را رضی اللہ تعالی عنہ

نے کہ لقمان را کہ بندہ پاک بود ۔ روز و شب در بندگی چالاک بود
خواجہ اش میداشتی در کار پیش ۔ بہترش دیدے ز فرزندان خویش
زانکہ لقمان گرچہ بندہ زادہ بود ۔ بندہ بود و از ہوا آزادہ بود
گفت شاہی شیخ را اندر سخن ۔ چیزے از بخشش ز من درخواست کن
گفت اے شہ شرم ناید مر ترا ۔ کہ چنین گوئے مرا زین برترا
من دو بندہ دارم و ایشان حقیر ۔ وان دو بر تو حاکمانند و امیر
گفت شہ آن دو چہ اند این زلت است ۔ گفت آن یک خشم و دیگر شہوت است
شاہ آن کو ز شاہی فارغ است ۔ بر مہ و خورشید نورش بازغ است
مخزن آن دارد کہ مخزن عار اوست ۔ ہستی آن دارد کہ ہستی را عدوست
خواجۂ لقمان بظاہر خواجہ وش ۔ در حقیقت بندہ و لقمان خواجہ اش
در جہان واژگونہ زین بسے است ۔ در نظر شان گوہرے کم از خسے است
مر بیابان را مفازہ نام شد ۔ نام و ننگے عقل شان را دام شد
یک گروہ را خود معرف جامہ است ۔ در قبا گویند کو از عامہ است
یک گروہ را ظاہر سالوس زہد ۔ نور باید تا بود جاسوس زہد
نور باید پاک از تقلید و غول ۔ تا شناسد مرد را بے فعل و قول
در رود در قلب او از راہ عقل ۔ نقد او بیند نہ باشد بند نقل
بندگان خاص علام الغیوب ۔ در جہان جان جواسیس القلوب
در درون دل در آید چون خیال ۔ پیش شان مکشوف باشد سر حال
در تن گنجشک چہ بود برگ و ساز ۔ کہ شود پوشیدہ آن بر عقل باز
آنکہ واقف گشت بر اسرار ہو ۔ سر مخلوقات چہ بود پیش او
آنکہ بر افلاک رفتارش بود ۔ بر زمین رفتن چہ دشواریش بود

در کف داؤد کآهن گشت موم
بود لقمان بنده شکل و خواجه
چون رود خواجه بجای ناشناس
او بپوشد جامهای آن غلام
در پیش چون بندگان در ره شود
گوید ای بنده تو رو و صدر شین
تو درشتی کن مرا دشنام ده
ترک خدمت خدمت تو داشتم
خواجگان این بندگیها کرده اند
چشم پر بودند و سیر از خواجگی
این غلامان هوا بر عکس آن
آید از خواجه زره افگندگی
پس از آن عالم بدین عالم چنان
خواجه لقمان بر احوال نهان
راز میدانست خوش میراند خر
مر ورا آزاد کردی از نخست
زانکه لقمان را مراد این بود تا
چه عجب گر سر ز بد پنهان کنی
کار پنهان کن تو از چشمان خود
خویش را تسلیم کن بر دار فرد
مید هند افیون بمرد زخم مند
وقت مرگ از رنج او را مید رند
چون بهر فکری که دل خواهی سپرد
پس بدان مشغول شو کان بهترست
هر چه اندیشی و تحصیلی کنی
بار با زرگان چو در آب اوفتد
کشتی مالش بغرقاب اوفتد
چونکه چیزی فوت خواهد شد در آب
نقد ایمان را بطاعت گوش دار

موم چه بود در کف او ای ظلوم
بندگی بر ظاهرش دیباجه ها
بر غلام خویش پوشاند لباس
مر غلام خویش را سازد امام
تا نباید رو کسی آگه شود
من بگیرم کفش چون بنده کهین
مر مرا تو هیچ توقیری منه
تا بغربت تخم حیلت کاشتم
تا گمان آید که ایشان برده اند
کارها را کرده اند آمادگی
خویشتن بنموده خواجه عقل و جان
ناید از بنده بغیر از بندگی
لعبتها هست بر عکس این بدان
بود واقف دیده بود از وی نشان
از برای مصلحت آن راهبر
لیک خوشنودی لقمان را بجست
کس نداند سر آن شیر فنا
این عجب که سر ز خود پنهان کنی
تا بود کارت سلیم از چشم بد
وانکه از خود بی ز خود چیزی بدزد
تا که پیکان از تنش بیرون کنند
او بدان مشغول شد جان می برند
از تو چیزی در نهان خواهند برد
تا ز تو چیزی برد کان کهتر است
می در آید دزد از آن سو کایمنی
دست اندر کاله بهتر زند
هر چه نازل تر بدریا افگند
ترک کمتر گیر و بهتر را بیاب
تا ز روی حق نگردی شرمسار

چونکه نقدت را نگهدارے کنی	حرص و غفلت را بُرد دیو دی

ظاهر شدن فضل و بزرگی لقمان پیش امتحان کنندگان

خواجهٔ لقمان چو لقمان را شناخت	بنده بود او را و با او عشق باخت
هر طعامے کاوریدندے بوے	کس سوے لقمان فرستادے ز پے
تا که لقمان دست سوے آن برد	قاصداً تا خواجه پس خوردش خورد
سور او خوردے و شور انگیختے	هر طعامے کو نخوردے ریختے
ور بخوردے بے دل و بے اشتها	این بود پیوستگے بے منتها
خربزه آورده بودند ارمغان	لیک غائب بود لقمان آن زمان
گفت خواجه با غلامے کاے فلان	زود رو فرزند لقمان را بخوان
چونکه لقمان آید و پیشش نشست	خواجه پس بگرفت سکینے بدست
چون برید و داد او را یک برین	همچو شکر خوردش و چون انگبین
از خوشے که خورد داد او را دوم	تا رسید آن کرچها تا هفدهم
ماند کرچے گفت این را من خورم	تا چه شیرین خربزه این بنگرم
او چنان خوش میخورد کز ذوق او	طبعها شد مشتهے و لقمه جو
چون بخورد او تلخیش آتش فروخت	هم زبان کرد آبله هم حلق سوخت
ساعتے بیخود شد از تلخی آن	بعد از آن گفتش که اے جان جهان
نوش چون کردی تو چندین زهر را	لطف چون انگاشتی این قهر را
اینچه صبرست این صبوری زچه بابت	یا مگر پیش تو این جانت عدوست
چون نیاوردے بهانه و حجتے	که مرا عذریست بس کن ساعتے
گفت من از دست نعمت بخش تو	خورده ام چندانکه از شرمم دوتو
شرمم آید که یکے تلخ از کفت	می نه نوشم اے تو صاحب معرفت
چون همه اجزایم از انعام تو	رسته اند و غرق دانه و دام تو
گر ز یک تلخی کنم فریاد و داد	خاک صد ره بر سر اجزام باد
لذت دست شکربخش تو داشت	اندرین بطیخ تلخی کے گذاشت
از محبت تلخها شیرین شود	از محبت مسها زرین شود
از محبت دُردها صافی شود	وز محبت دردها شافی شود
از محبت خارها گل مے شود	وز محبت سرکه ها مل میشود
وز محبت دار تختے مے شود	وز محبت بار بختے مے شود

از محبت سجن گلشن مے شود — بے محبت روضہ گلخن مے شود
از محبت نار نورے مے شود — وز محبت دیو حورے مے شود
وز محبت سنگ روغن میشود — بے محبت موم آہن مے شود
از محبت حزن شادی مے شود — وز محبت غول ہادی مے شود
از محبت نیش نوشی میشود — وز محبت شیر موشی می شود
از محبت سقم صحت مے شود — وز محبت قہر رحمت مے شود
از محبت خار سوسن مے شود — وز محبت خانہ روشن مے شود
از محبت مردہ زندہ مے شود — وز محبت شاہ بندہ مے شود

کیا یہ واقعہ غلط ہے کہ حضرت لقمان کو جو محض غلام تھے اور دن رات اطاعت مین کمر بستہ رہتے تھے انکا آقا محبوب رکھتا تھا اور اپنی اولاد سے اچھا سمجھتا تھا جسکی وجہ یہ تھی کہ حضرت لقمان اگرچہ غلام زادہ تھے اور اسلیے خود بھی غلام تھے لیکن ہوائے نفسانی سے آزاد تھے۔ اسلیے حقیقت مین آقا تھے گو بظاہر غلام تھے اسکے مناسب ایک حکایت بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ اس سے اسکی تصدیق ہوجاوے کسی بادشاہ نے کسی بزرگ سے اثناء گفتگو مین کہا کہ آپ کچھ مجھ سے مانگیے ان بزرگ نے فرمایا کہ بادشاہ تجھے شرم نہین آتی کہ مجھ سے ایسا کہتا ہے میرے دو غلام ہین اور وہ بھی نہایت حقیر اور دونون تجھپر حکومت کرتے ہین بادشاہ نے کہا کہ آپ کی غلطی ہے یا آپ نے میری سخت توہین کی (ترجمۂ اول راجع بسوے نسخہ زلتہ بالزاء ہے اور ترجمۂ دوم راجع بسوے نسخہ ذلت بالذال) وہ کونسے دو غلام ہین جو مجھپر حکومت کرتے ہین اُن بزرگ نے فرمایا کہ وہ دو غلام یہ ہین ایک غصہ دوسری شہوت کہ تو انکا محکوم ہے اور یہ میرے محکوم ہین واقعی بات یہ ہے کہ بادشاہ اصل مین وہی ہے جسے بادشاہی کی پرواہ نہین ایسے شخص کا نور آفتاب و مہتاب پر چمکتا ہے یعنے وہ اسقدر عظیم الشان ہے کہ آفتاب و مہتاب اسکے مقابلہ مین کوئی حقیقت نہین رکھتے یا یہ کہ یہ بھی اسکے نور سے منور یعنے اسکے فیض سے مستفیض ہین اصل مین خزانہ اسکے پاس ہے جو خزانہ سے عار و ننگ رکھتا ہو اور ہستی وہی رکھتا ہے جو ہستی کا دشمن ہے اور اوسکی نظر صرف ایک ہستی یعنے حق سبحانہ پر ہوتی ہے جب حالت یہ ہے تو معلوم ہوا کہ حضرت لقمان کے آقا گو بظاہر آقا تھے مگر حقیقت مین وہ غلام تھے اور حضرت لقمان انکے آقا۔ اس الٹی نگری مین ایسا بہت ہے کہ آقا غلام ہے اور غلام آقا۔ اور موتی خس سے بھی زیادہ بے حقیقت دیکھا جاتا ہے۔ اور خس موتی سے زیادہ بیش بہا ان اوندھی عقل والون نے چٹیل میدان کا نام مفازۃ (جاے کامیابی) رکھا ہے حالانکہ جاے ناکامی ہے اور نام و ننگ انکی عقلون کا جال ہوگیا ہے۔ حالانکہ عقل انکو رد کرتی ہے۔ اور ان مین گرفتار ہونے سے آتی ہے بعض انقلابات تو یہ تھے اور بعض یہ ہین کہ کچھ لوگ آدمی کو لباس سے پہچانتے ہین اور اگر کسی اچھے شخص کو قبا پہنے دیکھتے ہین تو کہتے ہین معمولی آدمی ہے حالانکہ یہ روش بالکل غلط ہے اور کچھ لوگون کو ظاہری مکر زہد معلوم ہوتا ہے پس وہ جسکو دیکھتے ہین کہ رنگے ہوے کپڑے پہنے ہوے ہے جو تسبیح کھٹکھٹاتا ہے اوسکو سمجھتے ہین کہ بڑا بزرگ ہے (اسوقت وہ بھی تغیر آگیا اب رند اور پاگل کو بزرگ سمجھا جاتا ہے۔ مولانا کے وقت تک تو حالت غنیمت تھی کہ صورت ظاہری کی عمدگی موجب دھوکا تھی اب زشتی صورت ظاہری موجب دھوکا ہوگئی ہے) سو یہ طریق بھی غلط ہے بلکہ صحیح طریق اسکا نور قلب ہے۔ اس سے زہد کا پتہ چلتا ہے۔ نور بھی ایسا ہونا چاہیے کہ تقلید اور تجاوز عن الحد سے پاک صاف ہو ورنہ

انکی آفرینش بھی دھوکا دیگی جب ایسا نور ہوگا تو پھر نہ افعال دیکھنے کی ضرورت ہوگی گو افعال واقع مین اچھے ہی ہونگے اور نہ کسیکے
کہنے سُننے کی ضرورت ہوگی بلکہ خود اصل حالت معلوم ہوجاویگی ایسا شخص اپنے نور فراست کے ذریعہ سے براہ عقل ذرا ہو کے دن مین
پہونچ جاتا ہے اور نقدی کو خود دیکھ لیتا ہے اوسکو اسکی ضرورت نہین ہوتی کہ کوئی بتلائے کہ ہان یہ اچھا شخص ہے۔ کیونکہ
حق سبحانہ علام الغیوب ہے بندگان خاص جو [illegible]ن قلوب ہین اور حق سبحانہ نے اپنی غیب دانی کا کچھ حصہ انکو بھی عطا کیا ہے
کہ یہ باعلام حق سبحانہ ایسی چھپی ہوئی چیزین انکو معلوم کر لیتے ہین جو دوسرون کو معلوم نہین ہوسکتی اور یہ صفت انکی اختیاری
ہے نہ دائمی نہ ہر شے کے لحاظ سے بلکہ جس چیز کو حق سبحانہ معلوم کرانا چاہتے ہین اوسکو معلوم کرا دیتے ہین اسلیئے یون کہا جاسکتا
ہے کہ یہ لوگ خیال کیطرح دل مین گھس جاتے ہین اور انپر چھپی ہوئی حالت مکشوف ہوجاتی ہے کیون نہو یہ شہباز ہین اور دیگر لوگ
بمنزلہ گنجشک کے چڑیا کے جسم مین کونسا ساز وسامان ہوتا ہے جو باز سے مخفی رہ سکے بلکہ وہ تو چیر پھاڑ کر سب کچھ دیکھ لیتا ہے
یعنی جب حق سبحانہ انکو مطلع کرنا چاہین اسوقت یہ حالت ہوتی ہے نہ کہ ہر وقت۔ کیونکہ جب بادشاہ باز کو چڑیا کے شکار پر
مسلط کرتا ہے تبھی وہ دیکھتا ہے بات یہ ہے کہ جو شخص حق سبحانہ کے اسرار پر باعلام الٰہی مطلع ہوچکا ہے اُسکے سامنے مخلوقات
کے اسرار کیا چیز ہین پھر وہ کیون باعلام حق معلوم نہین ہوسکتے اور جو شخص آسمانونپر چلتا یعنے اُسکے اسرار کو معلوم کرتا ہے اسکے
لیے زمین پر چلنا یعنی سفلیات کے اسرار معلوم کرنا کونسی بڑی بات ہے جب داؤد علیہ السلام کے ہاتھ مین لوہا موم ہوگیا
تو پھر انکے ہاتھ مین موم کی کیا حقیقت ہے جبکہ اس عالم کا اوندھا ہونا معلوم ہوگیا تو سمجھو کہ لقمان گو بصورت غلام تھے۔ مگر
فی الحقیقت خواجہ تھے غلامی انکی ظاہر پر محض عنوان تھی تم اسکو مستبعد نہ سمجھنا کہ ایک غلام خواجہ اور آقا کیونکر ہوسکتا ہے
اسلیئے کہ ہم اسکو ایک ایسی مثال سے سمجھاتے ہین جس سے یہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہوجاویگی۔ دیکھو جب کوئی آقا کسی ادنی
جگہ جاتا ہے اور اپنے کو چھپانا مصلحت سمجھتا ہے تو اپنے غلام کو اپنا لباس پہنا دیتا ہے۔ اور خود اُس غلام کے کپڑے پہن
لیتا ہے اور اُسکو اپنے آگے کر لیتا ہے اور خود اوسکے پیچھے غلامون کی طرح چلتا ہے تاکہ کوئی پہچان نہ لے اور مصلحت فوت نہو جاے
جب کہین بیٹھنے کی نوبت آتی ہے تو اس سے کہتا ہے کہ صدر نشین تو ہو مین ادنی غلام کیطرح تیری جوتیان لونگا جب ضرورت
ہو تو مجھپر سختی بھی کرنا برا بھلا بھی کہنا اور میری کچھ بھی عزت نکرنا تیری یہی خدمت ہے کہ تو میری خدمت نکرے بلکہ مجھسے
خدمت لے تاکہ اس مسافرت کی حالت مین میری تدبیر کارگر ہو جبکہ یہ شاہد ہے تو سمجھ لو کہ ان حضرات نے بھی یون ہی غلامیان
کی ہین تاکہ لوگ انکی حالت پر مطلع نہو سکین اور سمجھین کہ یہ تو غلام ہین انکو سرداری کی ضرورت نہین اور اس سے تو یہ بالکل
بے طمع اور سیر چشم ہین بلکہ انکو تو کام کی ضرورت ہے اور کام اس سے نکلتا ہے لہذا یہ روش اختیار کی اب انکے غلام ہوکر آقا
ہونے مین کچھ بھی استبعاد نرہا انکی حالت تو سن چکے کہ یہ خواجہ ہوکر غلام ہین اب اہل ہوا کی حالت سُنیئے یہ حقیقت مین
غلام ہوا ہین اور اپنے کو اہل اللہ کا جو کہ سراپا عقل اور سراسر جان ہین آقا سمجھتے ہین۔ حالانکہ جو فی الحقیقة آقا ہوتے ہین
اونکا کام عجز ومسکنت ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ حق سبحانہ کے سچے بندے ہوتے ہین اور بندہ کا کام بندگی اور تذلل ہے نہکہ فرعونیت
پس انکی فرعونیت ہی خود دلیل ہے کہ یہ آقا نہین بلکہ غلام ہوا ہین پس اس عالم سے لیکر اُس عالم تک اسی قسم کی معکوس
تمیزین ہین لہذا تم کو الٹا سمجھنا چاہیے۔ الغرض لقمان فی الحقیقة آقا تھے۔ اور انکے آقا غلام اور انکے آقا بھی اسکو سمجھتے تھے
کیونکہ وہ انکی کوئی نشانی مقبولیت کے دیکھ چکے تھے اسلیئے انکو راز نہانی معلوم ہوگیا تھا چونکہ راز سے واقف تھے اور سمجھتے
تھے کہ اسمین لقمان کی مصلحت ہے اسلیئے بخوشی حکومت کر رہے تھے ورنہ وہ کبھی کے انکو آزاد کر چکے ہوتے مگر چونکہ خوشنودی

لقمان منظر تھی کیونکہ خود اُنہی کا مقصد یہ تھا کہ اس غلام کے پردہ مین میری حالت مخفی رہے اور کسی پر ظاہر نہو اسلیے وہ ایسا نہین کرتے تھے اور یہ کوئی زیادہ بڑی بات نہین کہ تم غیرون اور نااہلون سے اپنی حالت چھپاؤ بڑی بات یہ ہے کہ خود اپنے سے بھی چھپاؤ اور یون کام کرو کہ خود اپنی آنکھون سے پوشیدہ رہے اور خود بینی نہ پیدا ہو تاکہ تمھین اپنی نظر نہو جاوے اور خود بینی مین مبتلا ہو کر تباہ نہو جاؤ کیسی خود بینی تم اپنے کو حق سبحانہ کے حوالہ کردو اور اپنے کو بالکل فنا کردو۔ اور پوری مزدوری لے لیو۔ اور خود اپنے ہی سے خودی کو چھوڑ کر چھٹکارا لو یعنی دولت ابدی حاصل کرلو فنا کی اسلیے ضرورت ہے کہ اپنی خودی سے غافل ہو کر حق سبحانہ کو مطمح نظر بنایا جاتا ہے اور خصائل مذمومہ کے ازالہ کے لیے اسکی شدید ضرورت ہے اس مضمون کو ہم تمھین نظائر مشاہدہ سے سمجھانا چاہتے ہین تاکہ اچھی طرح سمجھ مین آجاوے۔ اور خوب ذہن نشین ہوجاوے دیکھو زخمی آدمی کو افیون دیتے ہین تاکہ وہ بیہوش ہوجاوے اور خودی سے نکلجاوے تب پیکان نکالتے ہین۔ موت کے وقت جانکنی کی مصیبت مین مبتلا کرتے ہین تاکہ وہ اسمین مشغول ہو اور جان نکال لین جب تم کسی خیال مین دل کو لگاتے ہو تو چپکے چپکے تم سے اور خیالات نکلجاتے ہین جب یہ معلوم ہوگیا تو اب تمھین چاہیے کہ اچھی شے مین مشغول ہو۔ تاکہ تمھاری بری چیزین نکلین یعنے حق سبحانہ سے لو لگاؤ اس سے تمھارے تمام رذائل دور ہوجاوینگے اگر مذکورۂ بالا نظائر کافی نہون تو اور سنو تم جسطرف دہیان لگاتے ہو اور جس چیز کو حاصل کرتے ہو چور اُدھر سے نہین آتا بلکہ اسطرف سے آتا ہے جسطرف سے تم غافل ہوتے ہو نیز سوداگر کا مال جب سمندر مین گرتا ہے تو وہ اسی مال کو بچانا چاہتا ہے جو بہتر ہوتا ہے اور جب زیادہ بوجھ کے سبب کشتی ڈوبنے لگتی ہے تو اسکو ہلکا کرنیکے لیے گھٹیا چیزون کو دریا مین پھینکتا ہے جب یہ معلوم ہوچکا تو اب خیال کرو کہ سب چیزین تو تمھاری محفوظ نہین رہ سکتین سے ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دون ۔ این خیال ست و محال ست و جنون اور ان الدنیا والآخرۃ نقیضان ان رضیت احدہما سخطت الاخری۔ تو انمین سے بعض کو ڈوبنا ضرور ہے پس اسوقت تمھارا فرض ہے کہ گھٹیا کو چھوڑ دو اور بڑھیا کو لیلو۔ اور نقد ایمان کو بچالو تاکہ تمھین خدا کے سامنے شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔ پس جب تم ایمان کی حفاظت مین لگ جاؤگے تو شیطان کا قابو اسپر تو چلیگا نہین پس لامحالہ حرص و غفلت کو لیجاویگا اور تم پاک صاف ہوجاؤگے۔ خیر لقمان کے آقا نے لقمان کو پہچان لیا تو اسکا بندہ اور عاشق ہوگیا۔ جو کھانا اسکے لیے لایا جاتا اسکو بدون لقمان کے نہ کھاتا بلکہ اگر وہ موجود نہوتے تو کسیکو بھیجکر بلواتا تاکہ لقمان اسمین ہاتھ ڈالین اور یہ انکا جھوٹا کھاوے انکا جھوٹا کھانا اور مست ہوتا۔ اور جس کھانے کو لقمان نہ کھاتے اوسکو پھینکدیتا (پھینکنے مین غالبًا یہ مصلحت ہوگی کہ انکے نہ کھانے سے اسکو مضر فی الدنیا یا فی الآخرۃ ہونیکا شبہہ ہوجاتا ہوگا۔ یا اسلیے کہ چونکہ مرغوب نہ تھا اسلیے انکو بھی اچھا نہ معلوم ہوتا تھا واللہ اعلم) اور اگر (بقرائن انتفاء مضرت) بالضرورت کبھی کھاتا بھی تو نہایت بیدلی کے ساتھ اور بدون خواہش کے جبرًا قہرًا کھاتا۔ دیکھو دلون کا ملنا ایسے کہتے ہین جسمین ہر روز ترقی ہوتی ہے انحطاط کبھی نہین ہوتا ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ تحفہ مین کہین سے خربوزہ آیا لیکن لقمان اسوقت موجود نہ تھے آقا نے کسی غلام سے اسکا نام لیکر کہا کہ دیکھ بہت جلد بیٹا لقمان کو بلالا جب لقمان آئے اور اسکے سامنے بیٹھے آقا نے چھری ہاتھ مین لی جب خربوزہ کو تراشا تو ایک پھانک اوسمین سے لقمان کو دی اونھون نے اوسکو شکر و شہد کیطرح مزہ لے لیکر کھانا شروع کیا جب اوسنے دیکھا کہ یہ خربوزہ انکو اچھا معلوم ہوا اور اونھون نے نہایت مزے سے کھایا تو دوسری اور دی۔ پھر تیسری دی۔ پھر چوتھی دی حتے کہ سترہ قاشین کھلادین اور وہ یون ہی مزہ لے لیکر کھاتے رہے۔ جب ایک پھانک باقی رہ گئی تو آقا نے کہا یہ مین کھاتا ہون دیکھون تو سہی

کیسا میٹھا ہے جو لقمان کو اسدرجہ مرغوب ہی اور وہ اسطرح مزہ لے لیکر کھاتا ہے کہ دوسرون کا جی للچاتا ہے۔ جونہی اسنے وہ قاش کھائی آگ ہی تو لگا دی۔ زبان مین بھی آبلہ پڑ گئے حلق بھی جل گیا۔ تھوڑی دیر تو اوسکی تلخی سے حواس ہی ٹھیک نہ رہے جب ذرا حواس درست ہوے تو کہا کہ تم نے ایسے زہر کو اسقدر کیسے کھالیا ہمارے تو ایک ہی قاش نے حواس بگاڑ دیے اور یہ قہر تمھین لطف کیونکر معلوم ہوا۔ اور یہ صبر کیون تھا اور اس تحمل کا کیا باعث تھا لیکن تم اپنی جان کے دشمن تو نہین بھائی اگر یہ کہتے شرم آتی تھی کہ مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا تو کوئی بہانہ ہی کر دیا ہوتا کہ بس کھیرے مجھے کچھ مضر ہے اسلیے زیادہ نہین کھا سکتا۔ کچھ جھوٹ بھی نہ تھا انھون نے جواب دیا کہ آپکی نعمت بخش ہاتھ سے مین نے اتنا کھایا ہے کہ شرم سے دوہرا دن مجھے شرم آتی ہے کہ آپ کے ایسے ہاتھ سے ایک مرتبہ تلخ شے نہ کھاؤن اور عذر کر دون جبکہ میرے تمام اجزا آپکے ہی انعام سے پیدا ہوے ہین اور آپکے دانہ و دام عنایت مین غرق ہون اسپر بھی اگر ایک تلخی سے شکایت کرون تو میرے تمام اجزا پر سو رستون کی خاک پڑے یہ تو اسوقت ہے جبکہ تلخی محسوس ہو لیکن مجھے تو تلخی محسوس ہی نہین ہوئی اسلیے کہ آپکے دست شکر بخش نے اسمین تلخی چھوڑی ہی کب تھی جو مجھے محسوس ہوتی۔ لقمان کو کیون نہ میٹھی معلوم ہوتی۔ حالانکہ محبت مین تو خاصیت ہی یہ ہے کہ وہ قلب ماہیت کر دیتی ہے محبت سے کڑوی چیزین میٹھی ہو جاتی ہین محبت سے تانبے سونا بنجاتے ہین محبت سے تلچھٹ صاف شراب بنجاتی ہین محبت سے بیماریان جاتی رہتی ہین محبت سے کانٹے پھول ہو جاتے ہین محبت سے سرکہ شراب بنجاتی ہے محبت سے سولی تخت شاہی ہو جاتی ہے محبت سے مصیبت خوش نصیبی ہو جاتی ہے محبت سے جیلخانہ باغ ہو جاتا ہے محبت کے بغیر باغ بھاڑ ہو جاتا ہے محبت سے آگ نور بنجاتی ہے محبت سے دیو حور ہو جاتا ہے محبت سے پتھر روغن ہو جاتا ہے محبت سے لوہا موم ہو جاتا ہے محبت سے غم خوشی بنجاتا ہے محبت سے رہزن رہبر ہو جاتا ہے محبت سے ڈنک خوشگوار ہو جاتا ہے محبت سے شیر چوہے کیطرح لاغر موذی ہو جاتا ہے محبت سے بیماری صحت بنجاتی ہے محبت سے قہر رحمت ہو جاتا ہے محبت سے خار سوسن ہو جاتا ہے محبت سے گھر روشن ہو جاتا ہے محبت سے مردہ زندہ ہو جاتا ہے محبت سے بادشاہ غلام ہو جاتا ہے۔

این محبت ہم نتیجہ دانش است — کے گزافہ بر چنین تختے نشست
دانش ناقص کجا این عشق زاد — عشق زاید ناقص اما بر جماد
بر جمادے رنگ مطلوبے چو دید — از صفیرے بانگ محبوبے شنید
دانش ناقص نداند فرق را — لاجرم خورشید داند برق را
چونکہ ملعون خواند ناقص را رسول — ہست در تاویل نقصان عقول
زانکہ ناقص تن بود مرحوم رحم — نیست بر مرحوم لائق لعن و زخم
نقص عقلست آنکہ بد رنجوریست — موجب لعنت سزائے دوریست
زانکہ تکمیل خردہا دور نیست — لیک تکمیل بدن مقدور نیست
کفر فرعونے و ہر گبر عنید — جملہ از نقصان عقل آمد پدید
بہر نقصان بدن آمد فرج — در نبے کہ ما علی الاعمی حرج
برق آفل باشد و بس بے وفا — آفل از باقی نداند بے صفا

برق خندد بر کہ مے خندد بگو	برکسے کہ دل نہد بر نور او
نورہائے برق بریدہ پے است	آن چو لاشرقی و لاغربی کیست
برق را خو یخطف الابصار دان	نور باقی را ہمہ ابصار دان
برکف دریا فرس را راندن	نامہ در نور برقے خواندن
از حریصی عاقبت نادیدنست	بر دل و بر عقل خود خندیدنست
عاقبت بین است عقل از خاصیت	نفس باشد کو نہ بیند عاقبت
عقل کو مغلوب نفس او نفس شد	مشتری مات زحل شد نحس شد

یہ تو تجھے معلوم ہو گیا کہ محبت عجیب چیز ہے یہ قلب ماہیت کر دیتی ہے اب ہم یہ تبلاتے ہین کہ محبت پیدا کیونکر ہوتی ہے محبت پیدا ہوتی ہے عقل سے اور بدون عقل کے اس تخت محبت پر نہین بیٹھ سکتے مگر عقل ناقص سے یہ محبت جو ہماری مد نظر اور مقصود بالبحث ہے پیدا نہین ہو سکتی ہان عقل ناقص سے جمادات کا عشق ہو سکتا ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ ناقص جب کسی جماد پر رنگ مطلوب دیکھتا ہے تو وہ دھوکھا کھا جاتا ہے اور اسکو اس جماد ہی کا کمال سمجھ جاتا ہے اور اسکی حالت ایسی ہوتی ہے جیسے کوئی جانور شکاری کی آواز کو اپنے محبوب جانور کی آواز سمجھے اور دھوکہ مین جال مین پھنس جاوے پس عقل ناقص حقیقی صاحب کمال اور ظاہری صاحب کمال مین فرق نہین کر سکتی اسلیئے وہ برق کو آفتاب سمجھ جاتی ہے اور ناقص کو کامل خیال کر لیتی ہے یاد رکھو کہ نقصان عقل بہت بری چیز ہے کیونکہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ناقص کو ملعون کہا ہے (یہ روایت متداول کتابون مین نظر سے نہین گذری اغلب ہے یہ کہ موضوع ہے) اور نقص سے نقص عقل ہی مقصود ہے کیونکہ ناقص الجسم اندھا لنگڑا وغیرہ بنص مرحوم و مستحق رحم ہین اور جو مرحوم ہو وہ مستحق لعن و زحمت ہو نہین سکتا تو نتیجہ یہ ہی نکلا کہ نقصان عقلی ہی بری بیماری ہے اور وہی موجب لعنت اور وہی بعد عن الرحمۃ کی مستحق ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ تکمیل عقل مجاہدات اور ریاضات و ملازمت صحبت شیخ مستبعد نہین مگر تکمیل جسم تو اختیاری نہین پس جو چیز اختیاری نہین اسکا آدمی مکلف بھی نہین ہو سکتا اور اسلیئے اسکے ترک سے عاصی بھی نہین ہو سکتا بلکہ جو مقدور اور اختیاری ہے اسیکا مکلف ہے اور اسکے ترک سے عاصی ہے اور عاصی ہی مستحق لعنت ہے اس سے معلوم ہو گیا کہ ترک تکمیل عقلی ہی پر وعید لعن ہے نہ کہ ترک تکمیل جسم پر اوسکی ایک دلیل یہ ہے کہ فرعون اور دیگر تمام کفار جو ملعون ہین تو کیون محض اسلیئے کہ وہ کافر ہین اور منشاء کفر کیا ہے وہی نقص عقل تو معلوم ہوا کہ نقص عقل ہی موجب کفر ہے اور نقص جسم نہ عقلاً موجب لعن ہو سکتا ہے کما مر اور نہ نقلاً کیونکہ ناقص الجسم لوگون کے لیئے تو شارع نے سہولت پیدا کی ہے اور قرآن مین فرمایا ہے کہ اندھون لنگڑون اور مریضون پر کوئی تنگی نہین خیر یہ بحث تو جملہ معترضہ کے طور پر تھی اب ہم پھر اسی مضمون کیطرف عود کرتے ہین جو بیان کر رہے تھے یعنی برق آفل اور فانی اور نہایت ہی بیوفا ہے کہ ذرا سی دیر بھی نہین ٹھہرتی اور اپنے طالب کو تڑپتا چھوڑ جاتی ہے یہ ناقص العقل اوسکو باقی سمجھتا ہے اور باقی اور فانی مین امتیاز نہین کرتا دیکھو برق ہنستی ہے۔ بتلاؤ کسپر ہنستی ہے اوسپر ہنستی ہے جو اوسپر دل لگاتا ہے اور ہنسنے کی بات بھی ہے اسلیئے کہ اسکا نور ناقص ہے اوسکو اوس نور سے کیا نسبت جسکی نسبت لاشرقیہ ولاغربیہ واقع ہے اور جو جہات و امکنہ سے مبرا و منزہ ہے دوسرا فرق یہ ہے کہ نور برق نظر کو اوچک لیتا اور اندھا کر دیتا ہے اور نور باقی سراسر بینائی ہے

پس جو نور باقی اور لاشرقی ولاغربی کو چھوڑ کر اس نور بریدہ پے اور ناقص اور خاطف الابصار سے دل لگائے وہ لامحالہ اس قابل ہے کہ اوسپر ہنسا جاوے غرضکہ دریا پر گھوڑا چلانا برق کی روشنی مین خط پڑھنا یعنے ایسا کام کرنا جو بے سود اور مضر ہے اور جسکا نتیجہ محرومی ہے ناعاقبت بینی کا نتیجہ ہے اور اپنے دل و عقل پر ہنستا ہے اور ناعاقبت بینی کا منشا نفس ہے ورنہ عقل تو بالخاصۃ عاقبت بین ہے لہذا عقل سے کام لینا چاہیے اور نفس کو چھوڑنا چاہیے۔ تم کو یہ شبہ نہو کہ جو ناعاقبت بین ہین عقل تو انمین بھی ہے اگر عقل ناعاقبت بین ہوتی تو وہ ناعاقبت بین کیون ہوتے کیونکہ انمین عقل ہی نہین اسلیے کہ انکی عقل مغلوب نفس ہے اور عقل جب مغلوب نفس ہوجاتی ہے تو وہ بھی نفس کی طرح ناعاقبت بین ہوجاتی ہے لعدم بقاء علی خلاۃ پس گویا کہ وہ بھی نفس ہی ہے اور تم اسکو مستبعد نہ سمجھو دیکھو مشتری سعد اکبر ہے لیکن جب مغلوب زحل ہوجاتی ہے تو وہ بھی نحس ہوجاتی ہے اور وہی خاصیت رکھتی ہے جو زحل کی ہے۔ لہذا اگر اسکو زحل کہا جاوے تو کچھ بعید نہین۔

هم درین نحسے بگردان یک نظر — در کسے که نحس کردت در نگر
این نظر که بنگرد این جزر و مد — او ز نحسے سوئے سعدے نقب زد
ز ان همی گرداندت حالے بحال — ضد بضد پیدا کنان در انتقال
تا که از عسرے نه بینی خوفها — کے زیرے بازیا بے لطفها
تا که خوفت زائد از ذات الشمال — لذت ذات الیمین یرجی الرجال
تا نه بینی خوف نحس مشئامه — کے شناسی قدر لطف میمنه
تا دو پر باشی که مرغ یک پره — عاجز آید از پریدن یکسره
هین گذر از میمنه و ز میسره — در سرائے سابقان آن یکسره

جب تیری عقل مغلوب نفس ہوجاوے اور تو مشتری مغلوب زحل کی طرح منحوس ہوجاوے تب بھی تجھے مایوس نہونا چاہیے بلکہ اسی نحوست مین بھی تیرے لیے سعادت کیطرف راہ ہے وہ یہ کہ تو اس نحسی سے اسکی طرف نظر کو متوجہ کر جسنے تجھے نحس بنایا ہے اور اس آئینہ مین بھی تو حق سبحانہ کا جمال باکمال مشاہدہ کر اس سے تیری نحوست مبدل بہ سعادت ہوجاویگی جو نظر اس اتار چڑھاؤ اور ان انقلابات کو دیکھتی ہے وہ نحوست ہی مین سرنگ لگاکر سعادت تک پہونچ جاتی ہے۔ حق سبحانہ جو کبھی نفس کو مغلوب کردیتے ہین اور کبھی عقل کو کبھی نحس کردیتے ہین کبھی سعد اور ایک ضد سے دوسری ضد کو پیدا کرتے ہین۔ نحوست سے سعادت کو سعادت سے نحوست کو تو اسمین بھی ایک حکمت ہے وہ یہ کہ مثل مشہور ہے کہ قدر نعمت بعد از زوال و قدر عافیت کسے داند کہ بمصیبت گرفتار آید۔ و بضدہا تتبین الاشیاء پس جبتک تو غلبہ نفس کی تنگی مین مبتلا نہوگا اور اس سے تو خائف نہوگا اسوقت تک تجھے غلبہ عقل کی فراخی مین لطف نہین آسکتا ہے۔ اس مین مصلحت یہ ہے کہ غلبہ نفس سے خوف پیدا ہو۔ اور غلبہ عقل سے رجا۔ کیونکہ جب تک غلبہ نفس کی نحوست سے خوف پیدا نہوگا عقل کی سعادت کا لطف نہین آسکتا پس اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ تقلیب الاحوال مین یہ مصلحت ہے کہ تجھ مین خوف و رجا دونون جمع ہوجائین اور تو دو بازوؤن کا جانور ہوجاوے کیونکہ جانور ایک بازو سے اڑ نہین سکتا لیکن تم اس خوف میسرہ و لذت میمنہ ہی مین پھنس کے رہجانا اور انھین کو مقصود بالذات نہ سمجھ لینا بلکہ انکو آلات سمجھنا اور انکے ذریعے سے پورے طور پر سابقین کے مکان مین پہونچنا۔ اور قرب کامل بقدر استعداد حاصل کرنا۔ اب مولانا سامع کی

سے تنگ آکر فرماتے ہیں۔

یا رہا کن تا نیایم در کلام　　یا بدہ دستور تا گویم تمام
ورنہ این خواہی نہ آن فرمان ترست　　کس چہ داند مر ترا مقصد کجاست

اے مخاطب نہ تو کہتا ہے کہ بس کر اب ہمکو سننے کی ضرورت نہین اور نہ پورے طور پر متوجہ ہی ہوتا ہے یہ کیا بات ہے یا تو صاف کہدے کہ مین نہین سننا چاہتا تاکہ مجھے زحمت تقریر سے نجات ملے یا پورے طور پر تقریر کی کوئی اجازت دے اور متوجہ ہو کر سن اور اگر یہ چاہتا ہے نہ وہ تو جان جب تک ایک شق متعین نہو ہمین کیا معلوم تیرا کیا مدعا ہی (ف) دیگر محشین نے اسکو خطاب بحق سبحانہ قرار دیا ہے۔

جان ابراہیم باید تا بنور　　بیند اندر نار فردوس قصور
پایہ پایہ بر رود بر ماہ و خور　　تا نماند ہمچو حلقہ بند در
چون خلیل از آسمان ہفتمین　　بگذرد کہ لا احب الآفلین
این جہان تن غلط انداز شد　　جز مران را کو ز شہوت بار شد

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا بات یہ ہے کہ عاقبت بینی کی ضرورت ہے اور جان ایسی ہونی چاہیے جیسے ابراہیم علیہ السلام کی جنھون نے نور بصیرت سے آگ مین جنت دیکھ لی تھی اور نار ہی مین محبوس نہین ہو گئے تھے۔ تاکہ وہ جان جمادات مین پھنسکر نہ رہجاوے بلکہ اصل کل حق سبحانہ تک پہونچے اور ضرورت ہے کہ زینہ بزینہ ترقی کرتا ہوا آفتاب و ماہتاب سے بھی اوپر پہونچ جاوے تاکہ حلقہ کیطرح دروازہ ہی مین پھنسکر نہ رہجاوے یعنی مخلوقات مین پھنسکر وصول الی الحق سے محروم نہوجاوے۔ بلکہ خلیل اللہ کیطرح آسمان ہفتمین سے یہ کہتا ہوا گذر جاوے کہ لا احب الآفلین۔ یعنی سب فانی ہین انمین کوئی چیز بھی دل لگانے کے قابل نہین۔ دل لگانے کے قابل صرف وہ ذات ہے جو ماوراء عالم اور افول سے منزہ ہے یاد رکھ کہ یہ عالم اجسام غلطی مین ڈالدیتا ہے بجز ان لوگون کے جنھون نے خواہشات نفسانیہ کو فنا کر دیا ہے پس تم کو اس سے ڈرتے ہی رہنا چاہیے۔

شرح شبیری

امتحان کرنا آقا کا لقمان علیہ السلام کا عقلمندی مین

ہلئے الخ یعنی کیا یہ بات نہین ہے کہ لقمان علیہ السلام کو جو کہ بندۂ پاک تھے اور رات دن اطاعت مین چست و چالاک تھے انکے آقا بہت زیادہ کام مین رکھتے تھے (یعنی بہت کام لیتے تھے) اور انکو اپنے بیٹون سے بھی اچھا جانتے تھے یعنی اگرچہ وہ انسے محبت رکھتے تھے مگر حضرت لقمان ہی نے انسے کہہ رکھا تھا کہ مجھ سے کام لیا کرو اسلیے وہ آقا مجبوراً کام لیتے تھے جیسا کہ آگے مولانا خود فرماوینگے۔

زانکہ الخ۔ یعنی اسلیے کہ اگرچہ لقمان بندہ زادہ تھے (ظاہر مین مگر حقیقت مین) آقا تھے (اسلیے کہ) ہوا و نفس سے آزاد تھے مطلب یہ کہ وہ آقا انسے اسلیے محبت کرتے تھے کہ اگرچہ بظاہر تو یہ غلام تھے مگر چونکہ بہت بڑے بزرگ تھے اسلیے حقیقۃً آقا ہی تھے چونکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید حضرت لقمان علیہ السلام نبی ہوے ہین تو یہان یہ شبہہ ہوتا ہے

کہ حدیث مین آیا ہے کہ الانبیاء تبعث من اشراف قوم او کما قال یعنی انبیا ہمیشہ شرفاء قوم مین سے ہوتے ہین اور یہ غلام ہین تو کیسے نبی ہو سکتے ہین تو اول تو انکے نبی ہونے ہین ہی شک ہے لیکن اگر تسلیم کیا جاوے تو ممکن ہے کہ یہ اور انکے آباء و اجداد اصل تو غلام نہون مگر انہین سے کسیکو کسی ظالم نے ظلما کہین فروخت کر دیا ہو جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ انکے بھائیون نے کیا مگر وہ اس سے کہین غلام تو نہ ہو گئے تھے پس اسیطرح انکے ساتھ بھی ہوا ہو اسلیے یہ بندہ زادہ مشہور ہو گئے اور اگر نبی نہ کہا جاوے تب بھی انکی ولایت مین شک ہی نہین ہے ایک شبہہ اور یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر یہ نبی تھے تو پھر یہ اسطرح اپنی حالت کو پوشیدہ کیون کرتے تھے بلکہ نبی کو تو فرض ہے کہ وہ خود بھی اپنے نبی ہونیکا مقر ہو اور سب کہے کہ مین نبی ہون مجھپر ایمان لاؤ تو جواب یہ ہے کہ انکا یہ قصہ قبل بعثت و نبوت کا ہے اور اسوقت انپر شان ولایت غالب تھی اور ولایت مین مختلف شانین ہوتی ہین اسلیے انکی حالت اسوقت اسکو مقتضی تھی کہ یہ پوشیدہ رہین اسلیے پوشیدہ رہتے تھے خوب سمجھ لو۔ اب کوئی اشکال انشاء اللہ باقی نہ رہیگا آگے اس حکایت سے ایک دوسری حکایت کیطرف انتقال ہے کہ جس طرح حضرت لقمان علیہ السلام ہوا و ہوس سے آزاد تھے اسی طرح اور اولیاء اللہ بھی ہوا و ہوس سے آزاد ہوتے ہین پس فرماتے ہین کہ۔

گفت الخ۔ یعنی ایک بادشاہ نے ایک بزرگ سے باتون مین کہا کہ آپ میری بخشش مین سے کچھ مانگیے یعنی کچھ مجھسے مانگیے **گفت الخ۔** یعنی اُن بزرگ صاحب نے کہا کہ اے بادشاہ تجھے شرم نہین آتی کہ مجھے ایسی بات کہتا ہے اس بات سے درگذر اور نکل ایسا مت کہہ۔

من الخ۔ یعنی میرے دو غلام ہین اور وہ بھی حقیر اور وہ دونون تجھپر امیر ہین اور حاکم ہین پھر تجھے شرم نہین آتی کہ میرا غلامان غلام ہو کر ایسی بات کہتا ہے۔

گفت الخ۔ یعنی بادشاہ نے کہا کہ وہ دونون کون ہین یہ تو بڑی ذلت کی بات ہے (کہ مین غلامان غلام ہو گیا) تو ان بزرگ نے فرمایا کہ ایک تو غصہ اور دوسرا شہوت ہے مطلب یہ کہ تم بندۂ شہوت و غضب ہو جیسا کہ ظاہر ہے کہ اکثر بادشاہ اور دنیا دار انکے غلام اور تابع ہوتے ہین اور یہ دونون میرے تابع ہین اس حیثیت سے تم میرے غلامان غلام ہو گئے۔ آگے مولانا فرماتے ہین کہ۔

شاہ آن الخ۔ یعنی بادشاہ تو اسکو جانو کہ جو بادشاہی سے بھی فارغ ہو (اور اسکو بادشاہی کی بھی پرواہ نہو) اور چاند اور سورج پر اسکا نور چمکتا ہو یعنی انسے بھی اوسکا نور بڑھ گیا ہو اصل بادشاہ تو وہ ہے اور جسکو طمع شاہی ہے اور اوسکی احتیاج ہے وہ تو گدا کا گدا ہی رہا اور فرماتے ہین کہ۔

مخزن الخ۔ یعنی خزانہ (اصلی) تو وہ رکھتا ہے کہ یہ خزانہ (ظاہری رکھتا) اوسکے لیے عار ہو اور ہستی (اصلی) تو اوسکے پاس ہے جو کہ اس ہستی (ظاہری) کا دشمن ہے یعنی جو کہ سب ماسوے اللہ سے قطع نظر کر چکا ہو اور پس اپنی ہستی کو اور خزانہ کو سب کو اوس ایک ذات کے سامنے فناء کر کے بقاء حاصل کر چکا ہو اصل بادشاہ اور اصل زندہ تو وہ ہے ورنہ یہ سب چیزین بالکل عارضی ہین جیسا کہ ظاہر ہے آگے فرماتے ہین کہ۔

خواجۂ الخ۔ یعنی لقمان علیہ السلام کے آقا ظاہر مین تو آقا معلوم ہوتے تھے مگر حقیقت مین وہ غلام تھے اور حضرت لقمان اونکے آقا تھے پھر فرماتے ہین کہ۔

در جہان الخ یعنی اس قسم قسم کے جہان مین یہ بات بد ہے (کہ نقلی کو اصلی اور اصلی کو نقلی سمجھتے ہین) اور ان (اہل جہان) کی نظر مین کوہ ہر ایک تنکے سے کم ہوتا ہے (تو یہ بھی الٹی ہی بات ہی)

مر بیابان الخ یعنی جنگل کا نام مفازۃ ہو گیا جسکے معنے ہین فوز کی اور مراد کی جگہ حالانکہ جنگل مین فوز و مراد کچھ بھی نہین یہ بھی الٹی بات ہی اور نام و ننگ ہی ان (اہل جہان) کی عقل کا دام ہو گیا ہے یعنی یہ اسی مین پھنسکر غارت ہوے کہ کسی طرح نام رہے شرم رہے چاہے حق تعالیٰ کی نافرمانی ہو چاہے کچھ ہو۔

یک الخ یعنی ایک گروہ کے نزدیک تو پہچان کپڑا ہی (جسکو گدڑی پہنے دیکھا سمجھے کہ بزرگ اور صوفی ہے اگرچہ مکار ہو) اور اگر قبا پہنے دیکھا تو کہدیا کہ عوام مین سے ہی (اگرچہ وہ سچا ہو اور وہ دراصل بزرگ ہو) تو یہ بھی الٹی ہی بات ہی۔

یک الخ یعنی ایک گروہ کے لیے (معرفت) ظاہری تقوی و زہد ہے (حالانکہ ظاہری تقوی و زہد سے کیا ہوتا ہی دلمین ہونا چاہیے) اور نور کی ضرورت ہی جو کہ زہد کا جاسوس ہو مطلب یہ کہ ظاہری تقوی و طہارت کمال کی علامت نہین ہے بلکہ نور باطن ہو کہ جس سے اصل حقیقت معلوم ہو جاوے۔

نور الخ یعنی نور چاہیے جو کہ تقلید اور جو سے پاک ہو تا کہ مرد (راہ حق) کو بے فعل و قول کے پہچانے یعنی ظاہری علامات پر اعتماد نہو بلکہ خود باطن سے حقیقت انسان کو پہچاننا ضروری ہے۔

در دل و دل الخ یعنی قلب مین وہ نور عقل کے راستہ سے جاوے اور اسکے کھرے کو دیکھ لے۔ اور نقلی امور کا مقید نہو مطلب یہ کہ اسکے پہچان کے لیے اس نور کی ضرورت ہی کہ جو عقول سلیمہ کے ذریعہ سے قلب کی حالت معلوم کرلے۔۔ اور اس ظاہری زہد و تقوے پر نہ بھولے ہین

بندگان حق الخ یعنی جو کہ حق تعالیٰ کے بندگان خاص ہین دجان کے جہان مین قلوب کے جاسوس ہین کہ وہ جب ضرورت ہوتی ہے حسب ضرورت قلب کی حالت اور کیفیت کو معلوم کرلیتے ہین لیکن یہ حضرات بے ضرورت قلوب کی حالت کو معلوم کرنا پسند نہین فرماتے اور اسکو نہی لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم مین اور نہی لا تجسسوا مین داخل سمجھتے ہین ہان اگر استفادہ کے لیے کسیکی حالت معلوم کرنا ہو تو چندان مضائقہ بھی نہین مگر امتحانا مستنکر ہے۔

در درون الخ یعنی قلوب مین جب خیال آتا ہے (اور ابھی مرتبہ خیال ہی مین ہوتا ہی مگر) انکے سامنے کل حالات کے اسرار منکشف ہوتے ہین اور انکو اونکا علم ہو جاتا ہے یعنی اگر وہ توجہ کرتے ہین اور حق تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے تو وہ امر انپر بہت جلد منکشف ہو جاتا ہے۔ ورنہ نعوذ باللہ یہ حضرات عالم الغیب نہین ہوتے۔ خوب سمجھ لو۔ آگے ہمارے خیالات کی اور انکے علم کی ایک مثال دیتے ہین کہ۔

در تن الخ یعنی چڑیا کے بدن مین کیا ساز و سامان ہوتا ہے کہ جو باز کی عقل پر پوشیدہ رہے تو ہمارے خیالات اور علوم ہی کیا ہین جو کہ ان حضرات پر مخفی رہین گے اسلیے کہ جب انھون نے صفات حق کا ادراک کرلیا تو اب تو ہمارے علوم وصفات کا ادراک کچھ بھی مشکل نہین اسیکو فرماتے ہین کہ۔

آنکہ الخ یعنی جو کہ حق تعالیٰ کے اسرار پر واقف ہو گیا اسکے سامنے مخلوق کے اسرار کیا حقیقت رکھتے ہین۔

آنکہ الخ یعنی جسکی رفتار آسمان پر ہو (اور وہ آسمان پر چل سکتا ہو) تو اسکو زمین پر چلنا کیا دشوار ہوگا۔

در کف الخ یعنی جبکہ داؤد علیہ السلام کے ہاتھ مین لوہا موم ہو گیا تو ارے کمبخت انکے ہاتھ مین موم کی تو کیا حقیقت ہے اسکو تو رہیگا لہذا جب یہ حضرات علوم الٰہیہ و اسرار حق سے واقف ہو گئے تو اب بھلا مخلوق کے اسرار انکے آگے کیا ہین لہذا جسکو

حق تعالیٰ انکو معلوم کرانا چاہین وہ اُن حضرات کو معلوم ہو جاتا ہے ورنہ کچھ بھی معلوم نہین ہو سکتا خوب یاد رکھو آگے پھر خود حضرت لقمان علیہ السلام کی حالت کے بیان کیطرف فرماتے ہین۔

بود الخ یعنی لقمان علیہ السلام ایک غلام شکل خواجہ تھے اور اونکے ظاہر پر غلامی ایک زائد امر تھا مطلب یہ کہ حضرت لقمان اگرچہ صورتاً غلام تھے مگر حقیقۃً خواجہ تھے اور یہ غلامی کسی مصلحت سے تھی آگے اسکی ایک مثال بیان فرماتے ہین کہ۔

چون الخ یعنی جبکہ آقا کسی اجنبی جگہ جاتا ہے تو غلام کو اپنا لباس پہنا دیتا ہے (تاکہ کوئی پہچان نہ سکے)۔

او الخ یعنی وہ آقا اوس غلام کے کپڑے پہن لیتا ہے۔ اور اپنے ہی غلام کو امام بنا دیتا ہو۔

در الخ یعنی اس غلام کے پیچھے رستہ مین غلامون کی طرح چلتا ہو تاکہ کوئی اس سے آگاہ نہو جاوے۔

گوید الخ یعنی وہ آقا غلام کو حکم کرتا ہو کہ اے غلام تو چل اور صدر پر بیٹھ اور مین کمینہ غلام کیطرح تیری جوتی لیلونگا۔

تو الخ یعنی وہ حکم کرتا ہو کہ تو مجھے بُرا بھلا کہنا سختی کرنا اور میری بالکل توقیر و وقعت مت کرنا مبادا کوئی پہچان لے۔

ترک الخ یعنی وہ کہتا ہو کہ مین نے خدمت نہ کرنا ہی تیرے سپرد کیا ہو جبتک کہ سفر مین تخم حیلہ کا بویا ہو مطلب یہ کہ جبتک مین سفر مین ہون تیرا یہی کام ہو کہ کام مت کر اور خدمت سے الگ رہ آگے مولانا فرماتے ہین کہ۔

خواجگان الخ یعنی آقاؤن نے ایسی خدمت کی ہین تاکہ گمان ہو کہ یہی غلام ہین مطلب یہ کہ جب آقا اپنے کو چھپانا چاہا کرتے ہین تو اکثر ایسا کیا کرتے ہین کہ غلامون کی شکل بنا لیتے ہین۔

چشم الخ یعنی وہ آقا بننے سے سیر اور چشم پر ہوتے ہین اور وہ آمادگی کے لیے بہت سے ایسے کام کیا کرتے ہین مطلب یہ کہ وہ تو آقا بننے سے بھی گھبرا لیتے ہین اسلیے انکو توقیر کی پرواہ بھی نہین ہوتی اور بضرورت اکثر ایسا کرتے ہین۔

وین الخ یعنی اور یہ ہوا و ہوس کے غلام اسکے برعکس اپنے آپ کو آقا عقل و جان کے دکھلاتے ہین یعنی جو کہ غلام ہوتے ہین انکو خواجگی کی ہوس ہوتی ہے اسلیے وہ اپنے تئین میان مٹھو بنتے ہین۔

آید الخ یعنی آقا سے تو عاجزی ہی آتی ہے اور بندۂ (حق) سے سوائے بندگی اور کیا آوے لہذا مقصود یہ ہے کہ چونکہ حضرات اولیاء اللہ جو ہوتے ہین وہ ہمیشہ اپنے کو پوشیدہ رکھتے ہین اور دوسرون کی خدمت اور ذلت و خواری ہی مین عمر گذار دیتے ہین اسلیے کہ اونکو اس توقیر ظاہری کی پرواہ بھی نہین ہوتی بخلاف ان دنیاداروں کے کہ انکی ہر وقت یہی ہوس رہتی ہے کہ کسی طرح کوئی ہمین آقا کہے اور کوئی ہماری توقیر اور عزت کرے اسلیے کہ وہ حضرات تو اصل مین سردار ہوتے ہین اور سرداری سے انکا دل سیر ہوتا ہے انکو سرداری کی ضرورت ہی نہین ہوتی اور چونکہ دنیادار لوگ اصل مین تو بندۂ ہوا و ہوس ہین اسلیے یہ چاہتے ہین کہ کسیطرح عارضی ہی طور پر آقا بنجاوین اور حضرات اولیاء اللہ ہمیشہ اپنی زندگی عجز و انکسار مین گذار دیتے ہین اسلیے کہ وہ تو عبد حق ہوتے ہین اور اپنے کو بندۂ حق سمجھتے ہین اسلیے اونسے تو عاجزی اور انکساری کے سوا اور کچھ سرزد ہو ہی نہین سکتا۔ مگر اس عالم مین بالکل اولٹا ہو رہا ہے کہ جو حضرات کہ بادشاہ اصلی اور سردار واقعی ہین اونکو تو غلام سمجھا جاتا ہے اور جو کہ اصل مین غلام ہین اور ظاہراً عارضی طور پر آقا بن رہے ہین اونکو سردار اور بادشاہ وغیرہ سمجھا جاتا ہے سچ ہے کہ سے بنے کیونکر کہ ہے سب کارا اولٹا۔ ہم اولٹے بات اولٹی یار اولٹا۔ آگے اسکو مولانا فرماتے ہین کہ۔

پس الخ یعنی پس اوس عالم سے اس عالم مین اسیطرح برعکس بھیجے ہین اسکو خوب جان لو مطلب یہ کہ اس جہان کے فعال کو اُس جہان مین اولٹا ہی سمجھتے ہین اسلیے کہ انکی عقلین ہی اوندھی ہوتی ہین اسی طرح چونکہ حضرت لقمان علیہ السلام

نے اپنی ظاہری آقا کو اسکا حکم کر دیا تھا کہ مجھ سے کام لیا کرو اور اوسکو اپنا لباس پہنا دیا تھا اور اوسکا لباس خود پہن لیا تھا اور مصلحت کیوجہ سے اپنے کو پوشیدہ رکھتے تھے۔ وہ بھی انکو غلام اور اپنے کو آقا کہتا تھا ورنہ دراصل معاملہ بالعکس تھا اسیکو مولانا فرماتے ہین کہ۔

خواجہ الخ یعنی حضرت لقمان کے آقا بھی احوال پوشیدہ سے واقف تھے اور اونھون نے لقمان علیہ السلام مین نشان (بزرگی) دیکھ لیا تھا اور وہ جانتا تھا کہ یہ بزرگ اور ولی ہین مگر بمقتضائے الامر فوق الادب اونکے حکم کی تعمیل مین وہ ان سے کام لیتا تھا۔

راز الخ یعنی وہ آقا راز کو جانتا تھا اور خوب خدمت لیتا تھا اس راہبر کی مصلحت کیوجہ سے۔

مر و را الخ یعنی وہ آقا انکو اول ہی سے (کامون سے) آزاد کر دیتا لیکن وہ تو حضرت لقمان کی رضا کا طالب تھا اور وہ یہی مین راضی تھے لہذا وہ بھی بیچارا مرتکب ہوتا تھا۔

زانکہ الخ یعنی اسلیے کہ حضرت لقمان کی یہی مراد تھی (کہ اونسے خدمت لیجاوے اور اس حالت مین رکھا جاوے) تاکہ کوئی شخص اس جوان شیر کے بھید سے آگاہ نہو۔ آگے مولانا فرماتے ہین۔

چہ عجب الخ یعنی یہ کیا تعجب کی بات ہے کہ تو برے لوگون سے بھید پوشیدہ کرے بلکہ تعجب تو یہ ہے کہ خود اپنے سے ہی بھید کو پوشیدہ بھی رکھو۔ مطلب یہ کہ دوسرون سے پوشیدہ رہنا اور انکے سامنے اپنے مرتبہ کو معدوم کر دینا تو تعجب کی بات نہین ہے مگر تعجب تو یہ ہے کہ یہ حضرات خود بھی اپنے مرتبہ کو اور اپنی ہستی کو معدوم اور ہیچ سمجھتے ہین اور انکو خود بھی اوسطرف التفات نہین ہوتا۔

کار الخ یعنی اپنے کامون کو خود اپنے سے بھی پوشیدہ رکھو تاکہ تمھارے کام نگاہ بد سے محفوظ و مامون ہو جاوین اسلیے کہ جب اسقدر اخفا ہے کہ خود بھی خبر نہین تو دوسرون کو تو کیا خبر ہو سکتی ہے۔ جو کوئی نگاہ بد لگا دیگا۔ مقصود یہ ہو کہ درجۂ فنا حاصل کرو اور تفویض محض مذہب رکھو پھر دیکھو کہ اسقدر ثمرات و برکات تمکو میسر ہوتے ہین اسیکو فرماتے ہین کہ۔

خویش الخ یعنی اپنے کو تسلیم اور سپرد کر دو اور پھر مزدوری لو اور اسوقت اپنی ہستی سے بیخود ہو کر کچھ چراؤ مقصود یہ کہ اپنی ہستی کو فنا کر دو اور تفویض محض اختیار کر کے اسطرف متوجہ ہو جاؤ پھر دیکھو کیسے کیسے برکات اور فیوض فائض ہوتے ہین آگے ایک مثال دیتے ہین کہ۔

میدہند الخ یعنی زخمی آدمی کو افیون کھلاتے ہین تاکہ اسکے بدن سے پیکان نکال لین تو دیکھو وہ چونکہ افیون کی لطف کیطرف متوجہ ہو گیا اسکے اندر سے ایک موذی اور تکلیف دہ شئے نکل گئی۔

وقت الخ یعنی موت کے وقت تکلیف سے اوسکو پھاڑتے ہین وہ تو اوسمین مشغول ہوتا ہے اور جان کو لیجاتے ہین یہان بھی دوسری طرف توجہ سے ایک نفیس شئے نکل گئی پہلی مثال اسکی تھی کہ عمدہ کیطرف توجہ سے موذی شئے نکلی اور یہ مثال اسکی ہے کہ موذی کیطرف توجہ سے عمدہ شئے نکل گئی اب آگے فرماتے ہین کہ۔

چون الخ یعنی جبکہ (معلوم ہو گیا کہ) جس فکر مین کہ تم دلکو لگا دوگے تمھارے دل مین سے دوسری شئے نکلجاویگی جیسا کہ حکما بھی کہتے ہین کہ النفس لا تتوجہ الی شیئین فی ان واحد۔

پیش الخ یعنی اوسمین مشغول ہو جو کہ بہتر ہے تاکہ تمھارے اندر سے وہ شئے نکلجاوے جو کہ ذلیل ہے مطلب یہ کہ جب ایک

طرف کی توجہ سے دوسری شئے نکل جاتی ہے تو تم کو چاہیئے کہ حق تعالیٰ کیطرف توجہ کرو کہ اوس سے غیر اللہ سب نکل جاوین گے اور فرماتے ہین کہ۔

ہرچہ الخ یعنی تو جو کچھ کہ سوچتا ہے اور جو کچھ کہ حاصل کرتا ہے تو جو اس طرف سے آتا ہے جدھر سے تو بخوف ہوتا ہے لہذا تم حق تعالیٰ کیطرف مشغول ہوجاؤ تو شیطان ماسوی اللہ کو تمھارے قلب سے چور لیجاویگا اور متوجہ ہونیکا طریقہ غلبہ ذکر اللہ ہی جب ذکر اللہ کا غلبہ ہوتا ہے تو غیر اللہ خود بخود نکل جاتے ہین جیسا کہ مشاہد ہے آگے ایک مثال سے واضح فرماتے ہین کہ

یا الخ یعنی سوداگر کا مال اگر پانی مین گرجاوے تو وہ عمدہ مال پر ہاتھ مارے گا یعنی اول عمدہ عمدہ مال کو بچائیگا اور اوسکو ڈوبنے سے بچاویگا۔

کشتی الخ یعنی اگر اوس سوداگر کے مال کی کشتی ڈوبنے لگے گی تو جو کچھ کہ کمتر اموال ہوگا اوسکو دریا مین ڈال دیگا اور عمدہ کو بچالیگا۔ آگے فرماتے ہین کہ۔

چونکہ الخ یعنی جبکہ ایک چیز پانی مین فوت ہوگی تو کمتر کو چھوڑدو اور بہتر کو پکڑو مطلب یہ کہ یہ تو معلوم ہے کہ توجہ دوسری طرف نہین ہوسکتی لامحالہ ایک چیز جانیوالی ہے یا تو ماسوی اللہ نکلین گے یا محبت حق نکلے گی تو اب اس شے کو جو کہ عمدہ اور نفیس ہو حاصل کرنا چاہیے یعنی جب حق اور تعلق مع اللہ کو حاصل کرو۔ اور ماسوا اللہ کو ترک کرو۔ آگے بھی فرماتے ہین کہ

نقد الخ یعنی طاعت کے ذریعہ سے نقد ایمان کو بچاؤ تاکہ حق تعالیٰ کے سامنے شرمندگی حاصل نہو۔

چونکہ الخ یعنی جبکہ تم اپنے نقد (ایمان) کی حفاظت کروگے تو حرص اور غفلت (عن الحق) کو شیطان لیجاویگا مطلب یہ کہ توجہ بحق سے حرص وہوس اخلاق ذمیمہ زائل ہوجاوینگے اور شیطان کے لیجانے سے یہ مراد ہی کہ وہ پھر القاء اخلاق ذمیمہ کا نکر سکے گا۔ تو اسکا القاء نکرنا ہی ایسا ہی جیسا کہ وہ نکالکر لیجاوے آگے پھر حضرت لقمان علیہ السلام کے قصہ کیطرف رجوع ہی

حضرت لقمان علیہ السلام کا امتحان کرنیوالون کے سامنے اُن کا ہنر اور فضل ظاہر ہوجانا

خواجہ الخ یعنی جبکہ حضرت لقمان علیہ السلام کے آقا نے انکو پہچان لیا تو انکا غلام ہوگیا اور اُنکے ساتھ عشق بازی کی مطلب یہ کہ جب انکا مرتبہ معلوم ہوگیا تو وہ انپر فریفتہ تھا۔

ہر الخ یعنی جو کھانا کہ لوگ اس آقا کیلیے لاتے تو کسیکو پیچھے سے لقمان کیطرف بھیجتا۔

تا کہ الخ یعنی تاکہ لقمان اس کھانے کیطرف ہاتھ بڑھاوین اس قصد کیوجہ سے کہ آقا انکا پس خوردہ کھاوے مطلب یہ کہ اونکو اسلیے بلاتا تھا تاکہ وہ کھالین تو پس خوردہ یہ بھی کھالے۔

سور الخ یعنی انکا جھوٹا کھاتا اور شور کو بھڑکاتا۔ اور جو کھانا کہ وہ نہ کھاتے گرا دیتا مطلب یہ کہ انکا جھوٹا کھانے سے اوسکے اندر شورش عشق برانگیختہ ہوتی تھی) اسلیے وہ انکا پس خوردہ کھایا کرتا تھا اور جس کھانے مین سے وہ نہ کھاتے اسکو خود بھی نہ کھاتا

ور بخوردے الخ یعنی اور اگر وہ کھا بھی لیتا تو بے دلی اور بے رغبتی سے کھاتا اور یہ بے انتہا محبت اور الفت ہوتی ہی کہ اوس بغیر چین ہی نہ آوے۔

خربزہ الخ یعنی (ایکمرتبہ) تحفہ خربوزہ لائے تھے لیکن لقمان علیہ السلام اسوقت غائب تھے۔

گفت الخ یعنی آقا نے ایک غلام سے کہا کہ اے فلان جلدی سے بیٹا لقمان کو تو بلالا۔

چونکہ الخ یعنی جبکہ لقمان علیہ السلام آئے اور اوسکے سامنے بیٹھے تو آقا نے ایک چھری ہاتھ مین لی۔

چون الخ یعنی جبکہ اوسنے تراشا اور ایک قاش اونکو دی تو اونھون نے اوسکو شکر و شہد کیطرح کھایا۔ مطلب یہ کہ اوسکو بہت ہی لطف اور مزہ لیکر کھایا۔
از خوشی الخ یعنی جبکہ خوشی سے کھایا تو اونکو دوسری دی یہانتک کہ وہ قاشین سترہ تک پہونچین یعنی کل سترہ قاشین ونکو دین اور وہ مزہ لے لیکر کھاتے رہے۔
ماند الخ یعنی ایک قاش باقی رہی تو اس آقا نے کہا کہ اسکو مین کھالون تاکہ دیکھون کہ کیسا شیرین خربزہ ہے۔
او چنان الخ یعنی وہ اس اچھی طرح کھا رہے ہین اور ایسے مزہ سے کھا رہے ہین کہ انکے مزہ سے طبائع راغب و لقمہ جو ہو گئین مطلب یہ کہ انکے اسطرح کھانے سے میرا بھی دل چاہنے لگا۔
چون الخ یعنی جبکہ اوسنے کھایا تو اوسکی تلخی نے آگ لگا دی۔ زبان مین آبلہ پڑ گیا اور حلق بھی جل گیا۔
ساعتے الخ یعنی تھوڑی دیر تو اوسکی تلخی کیوجہ سے بیخود رہا۔ بعد اسکے انسے کہا کہ اے جان جہان۔
نوش الخ یعنی تم نے اس زہر کو کسطرح کھا لیا اور اس قہر کو لطف کسطرح گمان کیا کہ مزہ لے لیکر کھا گئے۔
این چہ صبرست الخ یعنی یہ صبر کیسا اور یہ صبر کسلیے ہے یا شاید تمھارے نزدیک جان تمھاری دشمن ہے یعنی معلوم ہوتا ہے کہ اپنی جان کے دشمن ہو کہ ایسی چیز کھا گئے۔
چون الخ یعنی کوئی بہانہ او حجت کیون نہ کر دی کہ مجھے عذر ہے ایک گھڑی ٹھہر جائیے مطلب یہ کہ کہ کیون نہ دیا کہ یہ کر دیا ہم یا اگر یہ کہتے ہوے شرم آتی تھی تو کوئی بہانہ لے دیا ہوتا۔
گفت الخ یعنی حضرت لقمان نے فرمایا کہ آپکے نعمت بخشنے والے ہاتھ سے اسقدر نعمتین مین نے کھائی ہین کہ شرم سے دوہرا ہوا جاتا ہون
شرم آمد الخ یعنی مجھے شرم آئی کہ ایک تلخ آپکے ہاتھ سے مین نہ کھاؤن آپ تو خود ہی جانتے ہین۔
چون الخ یعنی میرے سارے اجزاء (بدن) آپکے انعام سے بیٹھے ہین اور آپ ہی کے دانہ و دام مین غرق ہین۔
گر ز یک الخ یعنی اگر مین ایک تلخی کیوجہ سے فریاد و داد کرنے لگون تو میرے اوپر خاک پڑے مطلب یہ کہ اگر اس ایک تلخی سے مین واویلا کرنے لگون اور شکوہ و شکایت شروع کر دون تو بڑے شرم اور غیرت کی بات ہے پس اسی طرح حق تعالی کیطرف سے اگر کوئی ظاہر تکلیف اور ناگواری بھی پہونچے تو اوسپر صبر کرنا اور اسمین راضی رہنا چاہیے اسلیے کہ اوسکے انعامات جب ہر وقت اور ہر گھڑی ہین تو اگر یہ عارضی ناگواری پیش ہی آگئی تو اس سے شکوہ و شکایت کرنا بڑی ناشکری ہے۔ بلکہ جب یہ سمجھ لیا جاوے کہ یہ حق تعالی کیطرف سے ہے تو پھر تو وہ ناگواری ظاہری اور عارضی بھی نہ ہونی چاہیے اسیکو فرماتے ہین کہ۔
لذتے الخ یعنی جو لذت کہ آپ کا شکر بخشنے والا ہاتھ رکھتا تھا اسنے اس خربوزہ مین تلخی کب چھوڑی مطلب یہ کہ آپکے ہاتھ سے ملنے کیوجہ سے اوسمین وہ ناگواری و تلخی بھی باقی نہ رہی بلکہ اب تو وہ گوارا اور شیرین ہو گیا اسلیے کہ آپ محبوب ہین اور محبت کیوجہ بہت سی وہ چیزین جو کہ دوسرونکو ناگوار ہوتی ہین محب کو گوارا ہو جاتی ہین آگے اسیکو فرماتے ہین کہ۔
از محبت الخ یعنی محبت کی وجہ سے تلخیان شیرین ہو جاتی ہین اور محبت کیوجہ سے تانبے سونا ہو جاتے ہین مطلب یہ کہ ناگوار بھی گوارا ہو جاتے ہین۔
از محبت الخ یعنی محبت کیوجہ سے تلچھٹ شراب صاف ہو جاتے ہین اور محبت ہی کیوجہ سے امراض شافی ہو جاتے ہین۔

از محبت الخ یعنی محبت کیوجہ سے کانٹے پھول ہوجاتے ہین اور محبت سے سرکہ شراب عمدہ ہوجاتے ہین۔
از محبت الخ یعنی محبت کیوجہ سے سولی بھی تخت (شاہی) ہوجاتی ہے اور محبت ہی سے بوجہ نصیب (یعنی ناگوار خوشگوار) ہوجاتے ہین۔
از محبت الخ یعنی محبت کیوجہ سے جیلخانہ گلشن ہوجاتا ہے اور بے محبت کے باغ بھی گلخن ہوجاتا ہے۔
از محبت الخ یعنی محبت کیوجہ سے آگ نور ہوجاتی ہے اور محبت ہی سے دیو حور (معلوم) ہوتا ہے۔
از محبت الخ یعنی محبت کیوجہ سے پتھر (جیسے سخت بات) بھی روغن (کیطرح سہل) ہوجاتا ہے اور بے محبت کے موم بھی لوہا ہوجاتا ہے۔
از محبت الخ یعنی محبت کیوجہ سے غم بھی خوشی ہوجاتے ہین اور محبت ہی کیوجہ سے بھوت پریت راہبر ہوجاتے ہین۔
از محبت الخ یعنی محبت کیوجہ سے نیش بھی گوارا ہوجاتا ہے اور محبت ہی کیوجہ سے شیر چوہے (کیطرح) ہوجاتے ہین۔
از محبت الخ یعنی محبت کیوجہ سے امراض صحت ہوجاتے ہین اور محبت ہی کیوجہ سے قہر رحمت ہوجاتے ہین۔
از محبت الخ یعنی محبت کیوجہ سے کانٹے سوسن ہوجاتے ہین اور محبت ہی کیوجہ سے گھر روشن ہوجاتے ہین۔
از محبت الخ یعنی محبت کیوجہ سے مردہ زندہ ہوجاتا ہے اور محبت ہی کیوجہ سے بادشاہ غلام ہوجاتا ہے غرضکہ جو چیزین کہ محبت سے قبل ناگوار اور موذی اور تکلیف دہ ہوتی ہین محبت وہ شے ہے کہ اسکی وجہ سے سب گوارا ہوجاتی ہین اور جن سے پہلے گھبراتا تھا اب ان ہی سے راضی اور خوش ہوتا ہے ۵ عشق را نازم کہ یوسف را بباز ار آورد ٭ ہمچو صنعا زاہدے را زیر زنار آورد ٭ پس اگر حق تعالی سے محبت ہو اور تعلق ہو تو پھر اوسطرف سے جو کچھ بھی ہو اس سے ہمیشہ راضی رہنا چاہیے ناگواری کیسی۔ اور اسی لیے حضرت ذوالنون نے اون مریدون کے پتھر وغیرہ مارنے شروع کردیے کہ اگرچہ یہ باتین ناگوار تھین مگر جسکو محبت ہوتی اوسکے نزدیک یہ چیزین گوارا ہوتین اور وہ ان سے راضی اور خوش رہتے۔ چونکہ یہان محبت کی رغبت دلائی تھی کہ حق تعالی سے محبت اور تعلق پیدا کرو تو اب اس محبت کی تدبیر اور طریقہ فرماتے ہین جسکا خلاصہ یہ ہے کہ محبت کا قاعدہ ہے کہ جسقدر محبوب کی معرفت اور اوسکے کمالات پر نظر ہوتی ہے اوسیقدر محبت بھی زائد ہوتی ہے اور معرفت ہوتی ہے عقل سے لہذا آلہ معرفت عقل سلیم ہوئی اور اس سے محبت مین زیادتی ہوگی لہذا عقل سلیم حاصل کرنا چاہیے اور یہ عقل ہوتی ہے عقلاء کی صحبت سے لہذا صحبت شیخ کامل مین چندے رہنا ضروری ہے اسیکو فرماتے ہین۔
این محبت الخ یعنی یہ محبت بھی عقل کا نتیجہ ہے ورنہ بیہودہ کب ایسے تخت پر بیٹھ سکتا ہے مطلب یہ کہ محبت بھی جب ہی ہوتی ہے جبکہ عقل کامل ہو۔ ورنہ اس مرتبہ کو کوئی عقل ناقص کسطرح پہونچ سکتی ہے۔
دانش ناقص الخ یعنی عقل ناقص نے کب یہ عشق پیدا کیا اور عقل ناقص عشق کو پیدا بھی کرتی ہے مگر جماد پر مطلب یہ کہ جب عقل ناقص ہوگی تو اصل حقیقت سے ناواقف ہوکر مخلوقات پر عشق و محبت ہوگی اور جبکہ یہ عکس ہے اوس پر نظر نہ کریگے حالانکہ جو کچھ کمالات ہین وہ حقیقۃً حق جل وعلا شانہ کے ہین مگر اسنے کم عقلی سے خود اس مخلوق ہی کا کمال سمجھ لیا اسیکو فرماتے ہین کہ
بر جمادے الخ یعنی جماد پر جب رنگ محبوبیت کا دیکھا (تو اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے) ایک سیٹی سے محبوبیت کی آواز کو سنا مطلب یہ کہ جسطرح صیاد کی سیٹی کو جانور اپنے ہمجنس کی آواز سمجھ کر اسکی طرف بڑھتا ہے اور پھر اپنے آپکو پھنسا

جاتا ہے اسی طرح اس حسن و جمال مخلوق کو اصل اور حقیقی سمجھ کر یہ شخص بھی اوسکے عشق و محبت میں پھنس جاتا ہے۔

دانش الخ یعنی عقل ناقص چونکہ (اصلی اور نقلی میں) فرق کو نہیں جانتی اسلیے وہ بجلی کو (جسکی روشنی آفل اور فانی ہے) خورشید سمجھ لیتی ہے (کہ اوسکی روشنی اور اوسکا نور کامل ہوتا ہے) مطلب یہ کہ جب عقل ناقص ہوتی ہے تو غیر حقیقی کو حقیقی اور ناقص کو کامل سمجھنے لگتا ہے۔

چونکہ الخ یعنی جبکہ ناقص کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ملعون کہا ہے تو اسکے معنی نقصان عقل کے ہیں مطلب یہ کہ حدیث میں جو ناقص کو ملعون کہا گیا ہے اس سے مراد ناقص العقل ہی ہے آگے اس تعیین کی وجہ بھی بتا دینگے مگر جیسا کہ بعض محشیون نے لکھا ہے کہ حدیث میں یہ لفظ ہیں الناقص ملعون کہیں نظر سے نہیں گذرا اور نہ ذوقا یہ حدیث معلوم ہوتی ہے ہان یہ مضمون اسطرح مستنبط ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہل کی مذمت فرمائی ہے کہ یہ یا عدم من الحق ہے اور جہل بھی ایک نقصان ہے اور جو شے کہ باعدمن الحق ہو اوسکے ملعون ہونے میں کیا شک ہے لہذا اس تاویل سے ناقص بھی ملعون ہوسکتا ہے مگر اس مضمون میں کوئی حدیث صریح اللفظ تو معلوم نہیں ہوتی واللہ اعلم آگے اس سے نقصان عقل ہی مراد ہونیکی دلیل فرماتے ہیں کہ۔

زانکہ الخ یعنی اسلیے کہ ناقص البدن تو رحم کا مرحوم ہوتا ہے اور مرحوم پر لعنت اور زحمت مناسب نہیں ہے مطلب یہ کہ اگر کوئی ناقص العضو ہو تو اوسپر تو اور بھی رحم آتا ہے نہ کہ اوسپر لعنت کیجاوے تو اس لعنت کرنے سے معلوم ہوگیا کہ ناقص العقل ہی مراد ہے۔

نقص الخ یعنی نقصان عقل ہی ایک بری بیماری ہے اور یہی لعنت کا سبب ہے اور لائق دوری کے ہے جس سے صاف معلوم ہوگیا کہ نقص عقل ہی مراد ہے آگے ایک اور دلیل فرماتے ہیں کہ۔

زانکہ الخ یعنی اسلیے کہ تکمیل عقل کی تو بعید نہیں ہے لیکن تکمیل بدن کی مقدور نہیں ہے تو جس چیز کی انسان کو قدرت ہی نہو اوسپر لعنت کرنیکے کیا معنے ہیں معلوم ہوا کہ لعنت کسی ایسی شے پر ہے کہ جو قدرت میں ہے اور وہ نقصان عقل ہے کہ اوسکو انسان درست کرسکتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

کفر فرعونے الخ یعنی ہر فرعون اور ہر گبر معاند کا کفر بسبب نقصان عقل کیوجہ سے ظاہر ہوا ہے لہذا اسکی تکمیل کرنا چاہیے تاکہ اسی سے معرفت اور معرفت سے محبت حاصل ہو اور فرماتے ہیں کہ۔

بہر نقصان الخ یعنی نقصان بدن کے واسطے تو دنعت اور کشادگی (منصوص) ہے کہ قرآن شریف میں ہے کہ اندھے پر کوئی تکلیف نہیں ہے اسلیے ناقص جسم تو ملعون ہو ہی نہیں سکتا۔ تو اس شخص کا غیر حقیقی کو حقیقی اور اصل سمجھنا بھی نقصان عقل ہی کی وجہ سے ہے اور اسی وجہ سے یہ اصلی اور غیر اصلی میں امتیاز نہیں کرسکتا اور چونکہ اوپر فرمایا تھا کہ برق کو خورشید سمجھنے لگتا ہے یعنی عارضی کو کامل خیال کرتا ہے اسلیے آگے فرماتے ہیں کہ۔

برق الخ یعنی بجلی تو چھپ جانے والی ہوتی ہے اور بہت بیوفا ہوتی ہے تو جسکا قلب صاف نہیں ہے وہ چھپ جانیوالے میں اور باقی رہنے والے (میں امتیاز) کو نہ جانے گا مطلب یہ کہ بے صفائی قلب کامل اور ناقص میں امتیاز غیر ممکن و محال ہے آگے ایک لطیفہ شاعرانہ ہے۔ کہ

برق الخ یعنی بجلی جو ہنستی ہے تو ذرا بتاؤ تو کسپر ہنستی ہے اوس شخص پر کہ جو اوسکے نور پر دل رکھے یعنی جو چمکتی ہے جو کہ

مثل ہنسنے کے ہے۔ تو وہ اسباب پر ہنستی ہے کہ یہ شخص ایسی عارضی اور ناپیدا چیز پر عاشق ہو رہا ہے آگے پھر وہی مضمون لاتے ہیں کہ
نوشہائے الخ یعنی برق کا نور تو منقطع ہونیوالا ہے تو وہ لاشرقی اور لاغربی کے مانند کب ہے مطلب یہ کہ مخلوق کا حسن و جمال تو ناپائدار ہے اور عارضی ہے وہ حق تعالیٰ کے کمالات اور حسن و جمال کیطرح کب ہو سکتا ہے۔ وہ تو بے جہات اور بے حد و بے نہایت ہے کہاں اوسکے کمالات اور کہاں اوسکے ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک ؀
برق الخ یعنی برق کو آنکھ کی اُچک لینے والی جانو اور نور باقی کو بالکل مددگار ہی سمجھو۔ مطلب یہ کہ عوارض و غیر اصل اشیاء کو نقصان دہ اور باعث عن الحق سمجھو۔ اور اُس نور حقیقی اور اصلی یعنی حق تعالیٰ کو نافع اور ہادی جانو جیسا کہ ظاہر ہے آگے ان اشیاء عارضی کا اعتبار کرنے کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔
برکف دریا الخ یعنی دریا کے جھاگ پر گھوڑے کو چلانا اور بجلی کی روشنی میں خط کو پڑھنا تو صریحاً حرص کی وجہ سے ناعاقبت بینی ہی ہے اور اپنے دل پر اور عقل پر ہنسنا ہی۔ مطلب یہ کہ ان ناپائدار چیزوں میں دل لگانا تو اس قابل ہے کہ انسان خود اپنی عقل پر ہنسے۔ اسلیے کہ یہ چیزیں تو کسیطرح قابل دل لگانے اور اعتبار کرنے کے ہیں ہی نہیں۔
عاقبتت الخ یعنی عقل تو اپنی خاصیت کے اعتبار سے عاقبت بین ہوتی ہے اور جو عقل کہ عاقبت کو نہ دیکھے وہ (اگرچہ ظاہر میں عقل معلوم ہوتی ہے مگر اصل میں) نفس ہے (اسلیے کہ جو فعل نفس کا ہے وہی اس سے سرزد ہوا ہے تو فعل میں یہ بھی نفس ہی ہو گئی آگے بھی فرماتے ہیں کہ۔
عقل الخ یعنی جو عقل کہ نفس سے مغلوب ہو گئی۔ وہ نفس ہی ہو گئی (اسلیے کہ دیکھو) مشتری جب زحل سے مات ہو جاوے وہ بھی نحس ہی ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ جو عقل کہ ہوا و ہوس میں اور شہوت و غضب سے مغلوب ہے اوسکو عقل کہنا ہی زیبا نہیں ہے بلکہ وہ سراپا نفس ہی ہو گئی ہے مگر اس حالت مغلوبیت میں بھی حق تعالیٰ سے قطع مت کرو بلکہ مغلوبیت اور نحوست کو یوں سمجھو کہ یہ بھی حق تعالیٰ ہی کیطرف سے ہے اور اسطرح ادھر لو لگا لو اور اُدھر متوجہ ہو جاؤ۔ اسیکو فرماتے ہیں کہ
ہم درین الخ یعنی اسی نحس میں نظر کو پھراؤ اور اُس ذات کو دیکھو کہ جسنے منحوس کر دیا ہے مطلب یہ کہ اگر کبھی وساوس و خطرات زیادہ ستاویں اور مغلوبیت ہونے لگے تو اوسوقت اُنکے دفع کی فکر مت کرو اسلیے کہ انکی دفع کی فکر کرنا بھی تو ان ہی کیطرف توجہ کرنا ہے تو اوسطرف سے توجہ کو بالکل ہٹا لو۔ اور حق تعالیٰ کیطرف متوجہ ہو جاؤ اور اوسکی تدبیر یہ ہے کہ اسکا مراقبہ کرو کہ اللہ اکبر حق تعالیٰ کی کیسی باقدرت ذات ہے کہ جسنے یہ خیالات اور وساوس میرے قلب میں ڈالے ہیں اور یہ مراقبہ کرکے حق تعالیٰ کیطرف متوجہ ہو جاؤ اس سے وہ وساوس و خطرات خود منقطع ہو جاوینگے (سبحان اللہ کیا خوب تعلیم ہے ہمارے حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کے یہان یہی تعلیم تھی۔ اور بحمد اللہ کہ حضرت مولانا حکیم الامۃ دام ظلہم کے یہاں بھی یہی تعلیم ہے۔ یہی طریقہ ہے مختصر سلوک کا۔ اے اللہ ان کے فیوض سے ہمکو بھی محروم نہ فرمائیے آمین) اور یہ نظر کرنا ہی اس حالت وساوس و خطرات سے نکالکر متوجہ بحق کر دیگا اسیکو فرماتے ہیں کہ۔
آن الخ یعنی جو نظر کہ اس اتار چڑھاؤ کو دیکھے اوسنے نحوست سے ایک سعد کیطرف نقب لگایا۔ مطلب یہ کہ اس نظر کے کرنے سے اس نحوست وساوس سے توجہ حق کی نیکبختی کیطرف راستہ ہے اور اسی سے یہ سعادت بھی حاصل ہو جاتی ہے آگے اس تبدیل احوال کی مصلحت اور حکمت بیان فرماتے ہیں کہ۔
زان الخ یعنی ایک حالت سے دوسری حالت کیطرف اور (اس) انتقال اور تبدیل میں اضداد کو حق تعالیٰ اسلیے پیدا

فرماتے ہین کہ جب تک تنگی سے خوف نہ دیکھو گے اسوقت تک فراخی کا لطف کب حاصل ہو سکتا ہے مطلب یہ کہ حق تعالےٰ جو احوال سالک کو بدلتے رہتے ہین کہ کبھی قبض ہے اور کبھی بسط ہے وغیرہ ذلک یہ اسلیے ہے کہ اگر قبض نہوا کرتا تو بسط کی قدر نہوتی۔ اور اگر تنگدستی نہو تو فراخی کی قدر نہو۔ اسلیے حق تعالیٰ کبھی ہمین رکھتے ہین اور کبھی آدین تاکہ نعماء حق کی قدر دل مین جاگزین ہو۔ حافظ شیرازی نے بھی اس مضمون کو خوب ادا فرمایا ہو کہ ؎ از دست ہجر یار شکایت نمی کنم ٭ گر نیست غیبتے نہ دہد لذتِ حضور ٭ تو اس قبض سے ایک یاس و ناامیدی کی حالت پیدا ہوگی اور بسط کے بعد پھر امید ہوگی تو یاس کے بعد جو امید ہوگی وہ تو یقیناً زیادہ لذت بخش اور مفرح ہوگی اسیکو فرماتے ہین کہ۔

تاکہ خوفت الخ یعنی تاکہ تیرا خوف ذات الشمال سے پیدا ہو۔ اور ذات الیمین کی لذت لوگونکو امید دلاوے مطلب یہ کہ قبض سے جو ایک حالت یاس کی پیدا ہوگئی ہے اب بسط مین امید پیدا ہو جاوے اور حالت ہیبت مبدل بہ اُنس ہو جاوے جیسا کہ اکثر سالکین کو پیش آتا ہے کہ اول اُنپر حالت ہیبت کی طاری ہوتی ہے پھر وہ مبدل بہ اُنس ہو جاتی ہے۔

تا نہ بینی الخ یعنی جب تک کہ اصحاب مشائمہ کی نحوست کے خوف سے آگاہ نہوگے اسوقت تک اصحاب میمنہ کے لطف کی قدر نہ کرو گے مطلب یہ کہ قرآن شریف مین جو اصحاب المیمنۃ ما اصحاب المیمنۃ و اصحاب المشئمۃ ما اصحاب المشئمۃ آیا ہے تو جب تک کہ اصحاب مشئمۃ کے عذاب وغیرہ کا خوف نہوگا جب تک دوسرونکے لطف کی قدر ہرگز نہین ہو سکتی اسیطرح اگر قبض وارد نہو تو بسط کی قدر اور اُسکا لطف حاصل نہین ہو سکتا۔ لہذا دونون باتین قابل حصول ہین اور اسی لیے حق تعالیٰ بندہ پر دونون حالتین طاری فرماتے ہین۔ ایک دوسری مصلحت فرماتے ہین کہ۔

تا دو پر باشی الخ یعنی تاکہ تو دو بازو ہو جاوے کہ ایک بازو کا جانور اڑنے سے بالکل عاجز ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ یہ سارے تغیرات اسلیے ہوتے ہین تاکہ تمھارے اندر دونون صفتین رجا و خوف پیدا ہون اسلیے کہ ایمان تو بین الخوف والرجاء ہی ہے سو اگر صرف خوف ہی ہو تب بھی کام نہین چل سکتا اور اگر صرف رجاء ہی رجاء ہو تب بھی کام نہین چل سکتا تو جب دونون کی ضرورت ہے اسلیے حق تعالیٰ دونون حالتون کو طاری فرماتے ہین گلا ہے چنین گاہے چنان آگے فرماتے ہین کہ اس درجہ سے بھی آگے بڑھجاؤ اور سابقین اولین کا درجہ اختیار کرو۔ فرماتے ہین کہ۔

نیست الخ یعنی ہان میمنہ اور میسرہ سے بھی گذر جاؤ اور بالکل اون سابقین کے گھر مین آجاؤ مطلب یہ کہ قرآن شریف مین اصحاب میمنہ و مشائمہ کے ذکر کے بعد سابقین اولین کا ذکر ہے کہ فرماتے ہین والسابقون السابقون اولٰئک المقربون۔ لہذا اُنکے درجہ سے بھی نکلکر ان حضرات کا درجہ اختیار کرو کہ جو زیادہ اقرب الی الحق ہے مقصود یہ کہ تلوین سے نکلکر تمکین حاصل کرو کہ وہ قرب طرق الی الحق ہے۔ آگے مولانا مخاطب کے بے توجہی دیکھکر خفا ہوتے ہین اور فرماتے ہین کہ۔

یا لب الخ یعنی (اے مخاطب) یا تو اس قصہ ہی کو چھوڑ دو کہ مین کلام ہی نکرون۔ اور یا اجازت دو کہ پوری طرح سے کہون مطلب یہ کہ بھائی اگر تم سننا نہین چاہتے تو کیا فائدہ ہی مجھ سے کہدو کہ مین پھر کچھ کہون ہی نہین۔ اور اگر ایسا نہین ہی تو اچھی طرح سنو تاکہ مین بھی پوری بات کہون۔

ورنہ این الخ یعنی اور اگر نہ یہ چاہتا ہے اور نہ وہ تو پھر تو جان بھلا کسیکو کیا خبر کہ تیرا مقصود کیا ہی مطلب یہ کہ کچھ تو کہو تو معلوم ہو کہ تو سننا چاہتا ہے یا اکتا رہا ہے اور یوں کہے کیا خبر ہو سکتی ہے کہ تیرا مقصود کیا ہے۔ اور چونکہ مثنوی شریف طرز تصنیف کا نہین ہے بلکہ بالکل پند و نصیحت جیسا ہے کہ جسطرح مشفق اوستاد تقریر کرتے ہوئے بیچ مین کہا کرتا ہے

کہ بھائی یا تو بات سنو ورنہ میرا مغز کیون خالی کیا۔ اسکے بعد پھر تقریر شروع کرتا ہے بعینہ یہان بھی ہے کہ مولانا اثنائے تقریر مین فرماتے ہین کہ بھائی یا تو سنو ورنہ تقریر سے کیا فائدہ ہے مین تقریر بند کرتا ہون اب جبکہ مخاطب اسکو سنکر پھر متوجہ ہوتا ہے تو پھر آگے مضمون بیان کرنا شروع کرتے ہین اور بلا تشبیہ یہی طرز قرآن شریف کا بھی ہے اور مکررات قرآنیہ بھی اسیلیے ہین کہ حق تعالی عباد پر بے حد و بے انتہا رحیم و کریم ہین اسلیے ایک ایک بات کو کئی کئی مرتبہ فرماتے ہین تاکہ خوب ذہن نشین ہوجاوے قرآن شریف کا طرز بھی تالیف کا نہین ہے بلکہ بالکل باتون کا طرز ہے۔ اور جس نے اسکو سمجھ لیا اوسکو مکررات قرآن سے ہرگز تعجب نہوگا۔ خوب سمجھ لو۔ اب چونکہ مولانا نے اوپر فرمایا تھا کہ نقصان عقل بہت بری بلا ہے۔ اور عقل کامل کو حاصل کرنا چاہیے کہ فرمایا تھا کہ ؎ نقص عقلست آنکہ بد رنجوریست الخ اوسکی طرف پھر رجوع فرماتے ہین

جان۱۱۷ الخ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی جان چاہیے تاکہ نور (باطن) سے آگ مین باغ اور محل دیکھے مطلب یہ کہ یقین کامل ایسا چاہیے کہ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تھا باوجود ظاہر مین آگ کو دیکھنے کے اونکو وہ باغ معلوم ہوا اور اس سے ڈر کر اونھون نے منصب نبوت کو نہین چھوڑا بلکہ بے دھڑک اوسمین چلے گئے تو جو اوسکی برکت ہوئی وہ ظاہر ہے اسیطرح اگر ہمت کر کے مجاہدون کو مشکل نہ سمجھوگے اور انکو بجائے مشقت کے راحت اور بجائے نقصان دہ ہونے کے نافع سمجھوگے تو اوسکے ویسے ہی آثار مرتب ہونگے۔

پایہ۱۱۸ الخ یعنی (سالک) تھوڑا تھوڑا (بڑھ کر) سورج اور چاند سے بھی بڑھجاتا ہے یہانتک کہ زنجیر کیطرح دروازہ ہی کا مقید نہین رہتا بلکہ اسکے درجات بلند ہوتے چلے جاتے ہین اور قرب حق نصیب ہوجاتا ہے۔

چون۱۱۹ الخ یعنی حضرت خلیل اللہ کیطرح ساتوین آسمان سے بھی بڑھجاتا ہے (یہ کہتا ہوا) کہ مین چھپنے والونکو دوست نہین رکھتا۔ مطلب یہ کہ سالک بڑھتا جاتا ہے اور غیر حقیقی اور ناپائدار اشیاء سے قطع تعلق کرتا ہے۔ یہان تک کہ حق تعالے سے بالکل قرب ہوجاتا ہے۔

این۱۲۰ الخ یعنی یہ جہان تن غلط انداز ہے۔ سوائے اسکے کہ جو شہوت سے چھوٹ گیا مطلب یہ کہ اس جہان فانی مین پھنسکر تو انسان ہمیشہ غلط انداز ہی رہتا ہے ہان جو اس سے چھوٹ گیا وہ مقصود کو پہنچ گیا اس مضمون کو مولانا ختم فرماکر آگے اس غلام کی حکایت کو پورا فرماتے ہین کہ جسکو بادشاہ نے دو مین سے پسند کیا تھا اور وہ بدصورت تھا مگر اوسکی سیرت عمدہ تھی۔

شرح حبیبی

تتمہ حسد آن حشم بر آن غلام خاص سلطان

قصہ شاہ و امیران و حسد
بر غلام خاص سلطان ابد

دور ماند از جر جرار کلام
باز باید گشت و کرد آن را تمام

باغبان ملک با اقبال و بخت
چون درختے را نداند از درخت

آن درختے را کہ تلخ و رد بود
وان درختے کہ یکش ہفصد بود

کے برابر دارد اندر مرتبت
چون بہ بیندشان بچشم عاقبت

کان درختان را نہایت چیست بر	اگرچہ یکسان اند اندر دم در نظر

بادشاہ او وا سکے امرا اور اس بادشاہ کے غلام خاص پر حسد کرنیکا قصہ حق سبحانہ کے کلام کو دراز کر دینے سے دور ہوگیا اسے پورا کرنا چاہیے۔ بھلا سوچو تو سہی کہ جو ملک کا باغبان اور خوش اقبال اور خوش نصیب ہو وہ اپنے درختوں میں اچھے بُرے کو کیون نہ جانے گا۔ اور جو درخت کہ تلخ اور قابل رد ہو اور وہ درخت جو تنہا سات سو کے برابر ہو دونون کو برابر مرتبہ کیسے دے سکتا ہے اور وہ انکو انجام بین نظر سے کیسے نہ دیکھے گا کہ یہ درخت اگرچہ اسوقت نظر میں یکسان ہیں مگر ان درختون کا انتہا میں پھل کیسا ہے۔

شیخ کو ینظر بنور اللہ شد	از نہایت در نخست آگاہ شد
چشم آخر بین ببست از بہر حق	چشم آخر بین کشاد اندر سبق

جسطرح بادشاہ اپنی رعایا کے حال سے واقف ہوتا ہے یون ہی شیخ کامل بھی جو ناظر بنور اللہ ہے طالبین کی انتہائی حالت سے اجمالاً ابتدا ہی میں واقف ہوجاتا ہے اور وجہ یہ ہے کہ اوسنے چشم حیوانی خدا کے لیے بند کرلی ہے اور چشم عاقبت بین یعنی چشم قلب ابتدا ہی سے کھول رکھی ہے (یہ مضمون بطور جملہ معترضہ کے ہے)

آن حسودان بد درختان بودہ اند	تلخ گوہر شور بختان بودہ اند
از حسد جوشان و کف میریختند	در نہانے مکر سے انگیختند
تا غلام خاص را گردن زنند	بیخ او را از زمانہ بر کنند
چون شود فانی چو جانش شاہ بود	بیخ او در عصمت اللہ بود
شاہ از اسرار شان واقف شدہ	ہمچو بوبکر ربابی تن زدہ
در تماشاے دل بد گوہران	میزدے خنبک بران کوزہ گران
مکرمی سازند قومے حیلہ مند	تا کہ شہ را در فقاعے افگنند
بادشاہے بس عظیم و بیکران	در فقاعے کے بگنجد اے خران
از براے شاہ دامے دوختند	آخر این تدبیر ازو آموختند

بات یہ ہے کہ وہ غلام عمدہ درخت تھا اسلیے باغبان کو محبوب تھا اور یہ حاسد بُرے درخت تلخ گوہر اور شور بخت تھے اسلیے محبوب نہ تھے لہذا وہ حسد سے جوشان و خروشان تھے اور مارے غصہ کے منہ سے کف جاری تھا اور خفیہ خفیہ مکر کرتے تھے۔ تاکہ اس غلام خاص کو مروا ڈالین اور اوسکی جڑ عالم سے اوکھاڑ پھینکین بھلا بادشاہ جسکی جان ہو اور جسکی جڑ کا خدا حافظ ہو وہ کیسے فانی ہوسکتا ہے۔ بادشاہ بھی انکے رازون سے واقف تھا مگر ابو بکر ربابی کیطرح خاموش تھا اور ان بد ذاتون کے دلون کے نظارہ میں مصروف تھا اور ان کوزہ گرون مکارون کی تدابیر پر تالیان بجا رہا تھا کہ دیکھو تو سہی یہ مکار لوگ مکر کر رہے ہیں کہ بادشاہ کو شیشہ میں اتار لین۔ اے گدھو تم اتنا تو سوچو کہ اتنا عظیم الشان اور عالی مرتبت بادشاہ شیشہ میں کیسے اتر آئے گا۔ اور حماقت دیکھو کہ بادشاہ کے لیے جال تیار کررہے تھے حالانکہ یہ تدبیر بھی اونھون نے اسی سے سیکھی تھی کیونکہ انکے مکر کا حاصل یہ تھا کہ وہ اس غلام کی نسبت ایسی باتین بادشاہ کے ذہن میں جمانا چاہتے تھے جسکو بادشاہ ناپسند کرتا تھا اور اس ذریعہ سے اوسکو غضبناک کرکے نقصان پہونچاتا

چاہتے تھے اب دیکھنے کے قابل یہ بات ہے کہ یہ امر انکو کس سے معلوم ہوا کہ فلان فلان باتین بادشاہ کو ناگوار ہین اور اسے وہ غضبناک ہوتا ہے خود بادشاہ سے لہذا وہی اس امر مین انکا استاد ہوا۔

نحس شاگردے کہ با اوستاد خویش ہمسری آغازد و آید بہ پیش

با کدام اوستاد اوستاد جہان پیش او یکسان ہویدا و نہان

چشم او ننظر بنور اللہ شدہ پردہائے جہل را خارق شدہ

از دل سوراخ چون کہنہ گلیم پردہ بندد بہ پیش آن حکیم

پردہ مے خندد برو با صد دہان ہر دہانے گشتہ اشگافے بران

گوید آن اوستاد مر شاگرد را اے کم از سگ نیستت با من وفا

خود مرا استا بگیر آہن گسل ہمچو خود شاگرد گیر و کوردل

از منت یاریست در جان و روان بے منت آبے نمی گردد روان

پس دل من کارگاہ بخت تست چہ شکنی این کارگاہ اے نادرست

گوئیش پنہان زنم آتش زنہ نے بقلب از قلب باشد روزنہ

آخر از روزن ببیند فکر تو دل گواہی میدہد زین ذکر تو

لیک در رویت نمالد از کرم ہرچہ گوئی خندد و گوید نعم

او نمی خندد ز ذوق مالشت او ہمی خندد برین اشکالشت

پس خداع را خداعے شد جزا کاسہ زن کوزہ بخور اینک سزا

گر بدے با تو ورا خندہ رضا صد ہزاران گل شگفتے مر ترا

چون دل او در رضا آرد عمل آفتابے دان کہ آید در حمل

زو بخندد ہم بہار و ہم نہار در ہم آمیزد شگوفہ و سبزہ زار

چون ندانی تو خزان را از بہار چون بدانی رمز خندہ در شمار

صد ہزاران بلبل و قمری نوا افگند اندر جہان بے نوا

چونکہ برگ روح خود زرد و سیاہ مے نہ بینی چون بدانی خشم شاہ

آفتاب شاہ در برج عتاب میکند روہا سیہ ہمچون کتاب

آن عطارد را ورقہا جان ماست آن سپید و آن سیہ میزان ماست

باز منشورے نویسد سرخ و سبز تا رہند ارواح از سودا و عجز

سرخ و سبز افتاد نسخہ بہار چون خط قوس قزح در اعتبار

اندرین معنی شنو تو قصہ ؛ تا بیابے از معانی حصہ

وہ شاگرد نہایت منحوس ہے جو اپنے اُستاد کی برابری اور اوسکا سامنا کرے بالخصوص اس استاد کا جو جلت استاد ہے یعنی شیخ کامل اور جسکے نزدیک ظاہر و پوشیدہ سب برابر ہے یہ نہین کہ وہ غیب دان اور عالم ماکان و مایکون ہے

بلکہ بوقت ضرورت واقتضائے مصلحت حق تعالیٰ جن اسرار مخفیہ کو ظاہر کرنا چاہتے ہین ان پر اسکو مطلع کر دیتے ہین اور وہ
اونکو اسیطرح دیکھتا ہے جسطرح اشیاء ظاہرہ کو اور جسکی آنکھ ناظر بنور اللہ ہے اوسنے جہل کے پردون کو باعانت حق سبحانہ
تعالےٰ پھاڑ دیا ہے یہ احمق و مکار مرید جو کہ اپنے کو ویسا ہی مخلص ظاہر کرتا ہے جیسا پہلے تھا اور دلمین سمجھتا ہے کہ
اب مین مستغنی ہو گیا اور مجھے انکی کوئی ضرورت نہین رہی۔ اس سے حقیقت حال کو اُس دل مین چھپاتا ہے جسمین سیکڑون
سوراخ ہین اور اسکو اس حکم کے سامنے پردہ بتاتا ہے کمبخت اتنا نہین سمجھتا کہ اس پردہ کا ہر چاک ایک منفذ ہے اور
وہ ہر منفذ سے اسکی اس بیہودہ حرکت پر ہنس رہا ہے شیخ اصل حقیقت کو جانتا ہے اور دل ہی دل مین کہتا ہے کہ اے کتے
سے بھی گئے گذرے ہوئے تجھے میرے ساتھ وفا نہین اور تو نہین سمجھتا کہ مین نے تیرے ساتھ کیا کیا اور تو میرے ساتھ کیا کرتا ہے
اچھا مان لے کہ مین اُستاد کامل نہین اور فرض کر لے کہ مین بھی تیری ہی طرح ایک شاگرد اور کور دل ہون لیکن کیا مجھ سے
تیری جان کو کچھ بھی مدد نہین پہونچی ضرور پہونچی اور یہ تیرا پاجی پن جسنے تجھے کمال کے دھوکہ مین ڈالا ہے یا یہ تیری ادب
دانی جس سے تو اپنے کو معتقد ظاہر کر رہا ہے میری ہی بدولت ہے پس سمجھ لے کہ میرا دل تیری قسمت کا کارخانہ ہے
اسی سے یہ درست ہو سکتی ہے۔ اے نادرست اور غلط رو تو اوسے کیا توڑتا ہے اسے مت توڑ یہ توڑنے کے قابل نہین
دیکھ پچھتائیگا یہانتک شیخ کا بیان تھا اب مولانا نصیحت فرماتے ہین اور فرماتے ہین کہ تو اپنے شیخ سے کہتا ہے کہ مین آپکی
محبت کے چقماق سے دلمین آگ سلگاتا ہون حالانکہ واقع مین ایسا نہین تو کیا تو نہین جانتا کہ دل کو دل سے راہ ہے
وہ اس سوراخ سے تیرے اصلی خیال کو دیکھتا ہے۔ اور اسکا دل تیرے اس بیان کی غلطی کی گواہی دیتا ہے مگر وہ تجھپر
ظاہر نہین کرتا یہ اسکی عنایت ہے جو کچھ تو کہتا ہے وہ ہنستا ہے اور کہتا ہے بجا ہے۔ مگر اس سے تو دھوکا نہ کھانا کہ ہمنے
دھوکا دے لیا وہ تیری اس چاپلوسی کی لذت سے نہین ہنستا۔ بلکہ وہ تیرے اس بیہودہ خیال پر ہنستا ہے کہ دیکھو یہ
ہمین احمق بناتا ہے۔ پس تو اسے دھوکا دیتا ہے۔ وہ بھی تجھے مغالطہ مین رکھتا ہے جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا پیالہ مار
لوٹا کھا یہی تیری سزا ہے سوچ تو سہی کہ اگر یہ ہنسی خوشنودی سے ہوتی تو تیری جان مین اسرار و معارف کے لاکھون
پھول کھلتے اور تیری جان ایک چمن ہوتا مگر ایسا نہین تو معلوم ہوا کہ وہ ہنسنا خوشی کا نہین جب اُسکا دل خوش
ہوکر کوئی کام کرتا ہے تو سمجھ کہ آفتاب برج حمل مین آگیا۔ اس سے بہار بھی ہنستی ہے اور چمن بھی ہنستا ہے۔ سبزے
اور شگوفے آپس مین ملتے ہین غرضکہ ایک عجیب پُر لطف سمان ہوتا ہے لیکن جب تجھے خزان اور بہار ہی کی خبر نہین
تو تو کیا جانے کہ بہار کے خندہ کا ثمار مین کیا اثر ہے حاصل یہ کہ رضائے شیخ مثل آفتاب کے ہے اور اوسکا دل مثل برج
حمل کے اسکا انبساط اور سرور مثل بہار کے اور اسکی ہنسی مثل خندہ بہار کے اور ہنسی کے ثمرات مثل پھل پھولون
کے اب فرماتے ہین کہ جب تو انبساط ہی کو نہین جانتا کہ انبساط کیا چیز ہے تو تو کیا جانے کہ اسکے خندہ سے دل مین
کس قسم کے آثار پیدا ہوتے ہین تاکہ تو انکے نہونے سے استدلال کر سکے کہ یہ ہنسی انبساط سے نہین یاد رکھ کہ بہار کے
اثر سے سیکڑون بلبلین اور قمریان اس جہان بے سامان مین ایک شور پیدا کر دیتی ہین۔ یون ہی شیخ کا انبساط روح
بے سامان کے اندر شورش محبت اور ولولہ عشق پیدا کر دیتا ہے مگر تجھے تو اپنی روح کے پتے کی حالت ہی معلوم نہین
کہ وہ خزان یعنی انقباض شیخ کے اثر سے زرد ہے یا بہار یعنی انبساط کے سبب سبز مائل بسیاہی تو تجھے اس بادشاہ کی
ناراضی کا علم کیونکر ہو سکتا ہے اور یاد رکھ کہ یہ بادشاہ جو مثل آفتاب کے ہے برج عتاب مین آتا اور غضبناک ہوتا ہے

توکتاب کی طرح روحون کے " کو سیاہ کر دیتا ہو اور انکی چمک دمک رنگ و روغن سب کھو دیتا ہے اور سمجھ کہ اس خطار د (شیخ) کے لیے ہماری جانین ورق ہین اور اوس ورق کی سادگی اور ارواح کے اندر اثر نہونا اور انکی سیاہی اور نقوش و آثار ہمارے لیے اسکی الطاف اور نامہربانی کا معیار ہین اگر ہم اپنی جانون مین آثار محمودہ نہ پائین تو سمجھ لینا چاہیے کہ عطارد نامہربان ہے۔ اور اگر پائین تو سمجھ لینا چاہیے کہ مہربان ہے جب وہ خوش ہوتا ہے تو اول نقوش سیاہ اور معمولی آثار پیدا کرتا ہے۔ پھر ایک عجیب دلکش سرخ و سبز فرمان لکھتا ہے یعنی اعلیٰ قسم کے آثار پیدا کرتا ہے جس سے ارواح سودائے لذات نفسانیہ و عجز عن الوصول الی الحق کی قید سے رہائی پاتے ہین کیونکہ اسکی کمال خوشنودی سے جو انبساط اور انشراح کامل پیدا ہوتا ہے وہ مثل نوبہار کے ہے اور نوبہار کی تحریر سرخ و سبز ہوتی ہے قیاس کے لیے قوس قزح کو دیکھ لو کہ یہ سرخ و سبز کسکی تحریر ہے۔ نوبہار کی یون ہی بہار شیخ کی تحریر سمجھو انھین امور کی تائید مین ایک قصہ سُن تاکہ معانی کا کوئی حصہ سمجھے ملجاوے۔ دیکھو حضرت سلیمان علیہ السلام کے انشراح و انبساط و توجہ نے بلقیس پر کیا اثر کیا۔

شرح شبیری

بادشاہ کے غلام پر حاسدون کے قصہ کا تتمہ اور اسکی حقیقت

قصۂ الخ یعنی قصۂ بادشاہ کا اور امیرون کا اوس حسد کا اوس بادشاہ عظیم کے غلام خاص پر۔

دور الخ یعنی دور رہگیا ہو کلام کے کھینچنے والے (حق تعالیٰ) کے کھینچنے سے تو پھر لوٹنا چاہیے اور اوسکو پورا کرنا چاہیے مطلب یہ کہ مشیت ایزدی سے کلام طول پکڑگیا اور وہ قصہ رہگیا لہذا اب ہم اوسکو پورا کرتے ہین۔

باغبان الخ یعنی باغبان ملک جو کہ اقبال وبخت کے ساتھ ہو وہ ایک درخت کو دوسرے درخت کے برابر کسطرح نہ جانے گا۔

آن الخ یعنی وہ درخت کہ تلخ اور مردود ہو اور وہ جو کہ ایک برابر سات سو کے ہو مطلب یہ کہ بہت بار آور ہو کہ جتنا نفع سات سو سے ہو وہ اوس ایک سے ہو۔

کے برابر الخ یعنی وہ مرتبہ کب برابر رکھے گا کہ جبکہ انکی عاقبت کو اور انجام کو دیکھے گا۔

کان الخ یعنی کس درخت کا انجام کونسا پھل ہے۔ اگرچہ اسوقت وہ دیکھنے مین یکسان ہین مطلب یہ کہ وہ تو یہ دیکھے گا کہ کسکا پھل میٹھا ہے اور کسکا تلخ ہے پس جسکا پھل شیرین ہوگا اوسکو محبوب رکھیگا اور جسکا پھل تلخ ہوگا اوسکو مردود کریگا اسیطرح چونکہ وہ بادشاہ صاحب بصیرت و معرفت تھا اوسنے بھی ان دونون کے انجام کو دیکھا اور انجام کو دیکھ کر جو کہ اچھا تھا اوسکو مقرب کیا اور جو کہ برا تھا اوسکو مردود کیا۔ آگے فرماتے ہین کہ یہ بات کوئی اسکے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ تمام شیوخ کاملین کی یہی حالت ہوتی ہے فرماتے ہین کہ۔

شیخ الخ یعنی جو شیخ کہ نور حق سے دیکھنے والا ہوگیا (اور اوسکو نور حق نصیب ہوگیا) وہ تو ابتدا اور انجام سے آگاہ ہوگیا لہذا وہ ہمیشہ انجام ہی پر نظر کرے گا۔

چشم الخ یعنی اوسنے آخور کے دیکھنے والی آنکھ تو حق تعالیٰ کیلئے بند کرلی۔ اور چشم انجام بین کو سبقت بین کھول دیا مطلب یہ کہ اوسنے دنیا کے تعلقات سے تو بالکل آنکھ کو بند کرلیا اور انجام بینی مین سب سے سبقت لیگیا۔

آن الخ یعنی وہ حاسدین برے درخت تھے۔ اور تلخ کو ہر اور شور بخت تھے۔
از حسد الخ یعنی وہ حسد کی وجہ سے جوش مین تھے اور جھاگ ڈال رہے تھے اور پوشیدگی مکر پھیلا رہے تھے۔
تا غلام الخ یعنی تاکہ اوس غلام خاص کی گردن مار دین اور اوسکی جڑ کو زمانہ سے اکھاڑ دین مطلب یہ کہ ان حاسدین کا حسد تو اسلیے تھا تاکہ کہین اس غلام کو غارت کردین اور بادشاہ اوسکو قتل کردے وہ لوگ اوسکے درپے تھے آگے مولانا فرماتے ہین۔ کہ
چون الخ یعنی وہ کسطرح ہلاک ہوسکتا تھا جبکہ اوسکی جان بادشاہ تھی کہ اوسکی جان تو حق تعالیٰ کی نگہبانی مین تھی پھر جسے حق تعالیٰ بچاوین اوسکو کون ہلاک کرسکتا ہے آگے پھر فرماتے ہین کہ۔
شاہ الخ یعنی بادشاہ انکے اسرار سے واقف تھا اور حضرت بوبکر ربابی کیطرح چپ تھا حضرت ابوبکر ربابی ایک بزرگ تھے جوکہ سات برس تک خاموش رہے تھے یعنی بادشاہ دیکھتا اور جانتا تھا مگر کچھ کہتا نہ تھا بلکہ چپ تھا۔
در تماشائے الخ یعنی بادشاہ ان بدگوہرون کے قلوب کے تماشے مین تھا اور ان کوزہ گرون پر تالی بجاتا تھا مطلب یہ کہ جسطرح کوزہ گر مٹی کی چیز کو روغن وغیرہ لگاکر دوسری طرح دکھاتے ہین اسیطرح وہ لوگ بھی تلبیس کررہے تھے اور غیر واقع کو واقع دکھلاتے تھے یہان مولانا کو شیخ اور مرید کی حالت کو بیان کرنا مقصود ہے کہ اسیطرح جب کوئی اپنے اندر کیفیت تھوڑی سی بہت پاتا ہے تو اپنے کو شیخ سے مستغنی سمجھتا ہے اور اسوقت شیخ کی ضرورت نہین سمجھتا مگر وضعداری کی وجہ سے تلبیس کرتا ہے اور اپنے کو معتقد ظاہر کرتا ہے حالانکہ شیخ اپنی اس بصیرت کی وجہ سے جوکہ اوسکو ذکر اللہ سے حاصل ہوئی ہے سب کچھ جانتا ہے اور ان کی تلبیس اوسکے سامنے بالکل بھی نہین چلتی اور تعجب تو یہ ہے کہ اس تلبیس کو بھی اوسی سے سیکھا ہے اور پھر اوسی پر اس دام کو چلاتے ہین اسلیے اعتقاد کا ظاہر کرنا تلبیس ہے اور اعتقاد ظاہر ہوتا ہے آداب شیخ کے ملحوظ رکھنے سے تو اوسنے آداب شیخ وغیرہ سب اوسی شیخ ہی سے سیکھے اور اوسیکو دھوکہ مین ڈالتا ہے بڑے افسوس اور حیرت کی بات ہے جسنے اسکو اس لائق کیا آج اوسکی ہمسری کا دعویٰ کرنا بالکل گمراہی اور احسان فراموشی ہے آگے یہی مضمون ہے اب اشعار سے سمجھ لو۔
مکر می سازند الخ یعنی حیلہ مند لوگ مکر کرتے ہین تاکہ بادشاہ (شیخ) کو دھوکہ مین ڈالین یعنی تلبیس کرتے ہین اور اعتقاد و غیر واقع کو واقع ظاہر کرتے ہین۔
بادشاہے الخ یعنی بادشاہ تو بہت بڑا ہی تو ایسے گدھو وہ دھوکہ مین کب پڑ سکتا ہے یعنی وہ لوگ یہ نہین سمجھتے کہ شیخ کو حق تعالیٰ نے نور بصیرت عطا کیا ہے تو وہ کیا اس تلبیس مین پڑ سکتا ہے وہ تو فوراً سمجھ جاویگا کہ یہ تلبیس ہے اور یہ حقیقت ہے۔
از برائے الخ یعنی بادشاہ (شیخ) کے واسطے ایک جال ہی رہے تھے اور آخر یہ تدبیر بھی اوسی سے سیکھی ہے مطلب یہ کہ شیخ ہی سے اظہار اعتقاد و آداب شیخ وغیرہ سیکھ کر بڑے افسوس کی بات ہے کہ اوسنے اوسیکو دھوکہ دیا چاہا ہے ؎
کس نیاموخت علم تیر از من ؛ کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد ؛
نحس الخ یعنی وہ شاگرد بڑا منحوس ہے جوکہ اپنے استاد کی ساتھ برابری (کا دعویٰ) شروع کرے۔ اور (مقابل ہوکر) چلنے آوے مطلب یہ کہ جو مستفید ہوکر اپنے مربی اور محسن کا مقابلہ کرے وہ تو بڑا ہی منحوس اور نمک حرام ہے۔
باکدام الخ یعنی اوستاد بھی کونسا جوکہ ایک جہان کا اوستاد ہے اور اوسکے سامنے ظاہر اور پوشیدہ سب یکسان ہے

چونکہ شیخ کامل تو ایک عالم کا مربی ہوتا ہے اسلیے استاد جہان کہدیا مطلب یہ کہ ناشکری بھی اور ایسے جلیل القدر کی یعنی گو بھی کھایا اور وہ بھی کتے کا۔

چشم الخ یعنی اوسکی آنکھ نور حق سے دیکھنے والی ہے اور اوسنے جہل کے پردہ کو پھاڑ دیا ہے پھر اوسکے سامنے مکر و فریب کسطرح چل سکتا ہے۔ اوسکو بصیرت بنور اللہ نصیب ہے۔

از دل الخ یعنی دل سوراخ دار پرانے کمبل جیسے سے اس حکیم کے سامنے پردہ باندھ دیتا ہے مطلب یہ کہ یہ شخص اس شیخ سے تلبیس کرتا ہے اور اس تلبیس کو چھپاتا ہی اور یوں سمجھتا ہی کہ میرے دل کی اسکو کیا خبر ہو سکتی ہے مگر یہ بیوقوف یہ نہین سمجھتا کہ اسکا دل ہی بوجہ معاصی کے پارہ پارہ ہو رہا ہے اور جو کچھ کہ اوسمین ہے شیخ کے قلب پر اسکا اثر پڑتا ہے جیسا کہ حدیث مین ہے کہ اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ۔ تو اوسکے سامنے تمھارے رازدن کو تمھارا قلب ہرگز پوشیدہ نہین رکھ سکتا ہے خوب سمجھ لو۔

پردہ الخ یعنی وہ پردہ اوسپر سیکڑون منھ سے ہنس رہا ہے اور ہر منھ اوسپر ایک شگاف ہے مطلب یہ کہ قلب جسمین کہ لاکھون سوراخ ہین جیسے کہ پرانا کمبل ہوتا ہے اوسمین یہ اپنے راز کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے حالانکہ وہ دل بھی خود ہنستا ہی کہ بھلا مین مجھ جیسے سے پردہ داری ممکن ہی۔ ہرگز نہین اور جب بعض مرتبہ شیخ کو شفقت ہوتی ہے تو کہتا ہے کہ

گوید آن الخ یعنی وہ استاد شاگرد سے کہتا ہی کہ اے وہ جو کتے سے بھی کم ہی تجکو میرے ساتھ وفا نہین ہے مطلب یہ کہ اے کمبخت کیا تو مجھہی سے وفا نہین کرتا جسنے کہ تجھے آج اس لایق کیا ہے کہ تجھے دعوی ہمسری ہو اہی اور کہتا ہی کہ

خود مرا الخ یعنی اچھا مجھے اوستاد کامل، لوہا توڑنے والا مت سمجھ اپنی ہی طرح شاگرد اور کور دل فرض کرلے مطلب یہ کہ اچھا مین کامل نہ سہی مین بھی تجھی جیسا سہی مگر یہ تو سمجھ کہ

نہ از منت الخ یعنی کیا مجھی سے تیری جان اور روح کو یاری نہین ہے اور کیا یہ بات نہین ہے کہ بے تیرے پائی نہین چلتا مطلب یہ کہ کمبخت مین کیسا ہی سہی مگر تجھے تو مجھ سے فائدہ ہوا ہی اسکا تو پاس کر اور یون نمکحرامی تو مت کر اور میرا دل تو مت توڑ۔

پس الخ یعنی میرا دل تو تیرے نصیب کا کارخانہ ہے تو اے ٹیڑھے اسکو کیا توڑ رہا ہے مطلب یہ کہ میرا قلب تو تیرے انوار و فیوض کا منبع ہے اور تجکو جو کچھ حاصل ہوا ہے وہ تو میری ہی وجہ سے ہوا ہے پس جب تو میرا دل توڑیگا تو اوسمین سے تیرے لیے انوار وغیرہ کہان سے نکلین گے یہ تو سمجھ کہ تو میری دل شکنی نہین کرتا بلکہ یون سمجھ کہ خود اپنا کارخانہ اجاڑ رہا ہے اور اوسکو برباد کر رہا ہے جب شیخ یہ کہتا ہی اور مرید اسپر بھی اصرار ہی کرتا ہے اور یون عرض کرتا ہی کہ

گویدش الخ یعنی تم اس سے کہتے ہو کہ مین چقماق اندر ہی اندر مار رہا ہون۔ تو کیا قلب سے قلب تک روزن نہین ہے مطلب یہ کہ اسپر اگر وہ مرید یہ کہے کہ حضرت مین آپ سے مستغنی کسطرح ہو سکتا ہون مگر اتنا ہی کہ مین بظاہر الگ ہٹا ہون اور اندر ہی اندر آتش عشق میرے اندر لگ رہی ہی۔ تو بھلا اسے یہ خبر نہین کہ دل سے دل کو راہ ہوتی ہے۔ ایک دل کا اثر دوسرے پر ضرور پڑتا ہی اسلیے شیخ معلوم کر لیتا ہی کہ یہ جو کچھ ہے دل سے نہین ہے۔

آخر الخ یعنی تمھارے اس راز کو روزن قلب سے دیکھ لیتا ہی اور تمھاری اس بات کی گواہی دل دیدیتا ہے اور معلوم ہو جاتا ہی کہ یہ غلط کہتا ہی مگر جبکہ وہ دیکھتا ہی کہ اسکی اصلاح غیر ممکن ہے اور یہ جب خود اپنی اصلاح نہین چاہتا تو دوسرے

کے چاہنے سے کیا ہوتا ہے تو پھر اوسکی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ۔
لیک الخ یعنی لیکن وہ کرم کی وجہ سے (اس ناراضگی کو) تمھارے منھ پر ظاہر نہیں کرتا اور جو کچھ کہ تم کہتے ہو وہ ہنستا ہے اور کہتا ہے کہ ہاں درست ہے مطلب یہ کہ جب اصلاح سے ناامیدی ہو جاتی ہے تو وہ ہاں میں ہاں ملانے لگتا ہے اور پھر وہ اسکو کچھ بھی نہیں کہتا اسلیے کہا تو اس سے کہتے ہیں کہ جو اپنا ہو اور یہ شیخ اوسکو اپنا ہی نہیں سمجھتا بلکہ غیر جانتا ہے پھر کس سے کہے۔
او نمی خندد الخ یعنی وہ تمھاری چاپلوسی کے لطف کی وجہ سے نہیں ہنستا بلکہ وہ تمھارے اس بیوقوفی پر ہنس رہا ہے مطلب یہ کہ اوسکو ناراض کر کے یہ مت سمجھو کہ وہ ہم سے خوش ہو کر ہنس رہا ہے بلکہ وہ ڈھیل دے رہا ہے اور اہمال کر رہا ہے کہ جب کسی سے تعلق ہی رکھنا منظور نہیں ہے تو اس سے ترش رو ہونے میں کیا فائدہ ہے ورنہ وہ تیرے سارے جھوٹے عقیدتوں کو جانتا ہے اور یہ اسلیے کرتا ہے کہ۔
پس خ الخ یعنی دھوکہ بازی کا بدلہ لوکہ دینا ہی ہے پیالہ مار و صراحی کھا وہی سزا ہے۔ کاسہ زن کوزہ بخور ایک مثل ہے ایسے موقع میں بولتے ہیں کہ بدی کا بدلہ بدی ہی ہے اسکے یہی معنی ہیں کہ جیسا کروگے ویسا بھروگے تم نے شیخ سے تلبیس و خداع کیا تو اوسنے اظہار رضا میں تم سے صورتاً مکر کیا آگے اس خندہ کے خندہ رضا نہونیکی دلیل فرماتے ہیں کہ۔
گر بُدے الخ یعنی اگر اوسکی ہنسی رضامندی کی ہنسی ہوتی تو لاکھوں پھول تمھارے لیے کھل جاتے مطلب یہ کہ اگر وہ راضی ہوتا تو تمپر فیوض و برکات کا ڈھیر ہوتا۔ اور فیوض و برکات ہر وقت تمپر فائض رہتے اب تم خود دیکھ لو کہ کیا کوئی فیض پاتے ہو بلکہ ظلمت ہی ظلمت ہے۔ آگے اسکی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔
چون دل الخ یعنی جبکہ اسکا دل رضامندی میں کام لاوے (یعنی وہ تمسے راضی ہو) تو ایسا سمجھو کہ آفتاب برج حمل میں آگیا ہے۔ مطلب یہ کہ جسطرح آفتاب کے برج حمل میں آنے سے موسم بہار آتی ہے اگر وہ تمسے راضی ہوتا تو تمھارے اندر بھی بہار ہوتی۔ اور لاکھوں شگوفے کھلتے۔ آگے یہی فرماتے ہیں کہ۔
زو بخندد الخ یعنی اوس (آفتاب کے حمل میں آنے) سے بہار بھی ہنستی ہے اور دن بھی ہنستا ہے اور شگوفوں اور سبزہ زار کو آپس میں ملا دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ ہر شے پر تر و تازگی ہوتی ہے۔
چون الخ یعنی جبکہ تو خزان کو بہار سے ممتاز نہیں کر سکتا تو پھر اس خندہ کے رمز کو کیا سمجھے گا مطلب یہ کہ جب تجھے شیخ کی رضا و نارضاہی کی خبر نہیں ہے پھر تجھے ثمرات کی تو کیا تمیز ہوگی اور تجھے یہ تو کیا ہی خبر ہوگی کہ تو یہ سمجھے کہ اب فلان نور یا فیض حاصل ہوا ہے
صد ہزاران الخ یعنی لاکھوں بلبل اور قمریاں جہان بے نوا میں آواز کو ڈال رہی ہیں مطلب یہ کہ اس جسم فانی میں لاکھوں فیوض و برکات فائض ہو رہے ہیں۔
چونکہ الخ یعنی جبکہ تم اپنی روح کے پتوں کو زرد و سیاہ ہوتے ہوئے ہی نہیں دیکھتے تو تم کو بادشاہ کے غصہ کی تو کیا خبر ہو سکتی ہے مطلب یہ کہ جب تم کو اتنی بھی خبر نہیں کہ شیخ کی ناراضگی سے میرا کیا نقصان ہو گیا تو تم اسکی ناراضگی کو کیا ہی پہچانوگے اور اوسکی تو تمکو کیا ہی تمیز ہوگی۔
آفتاب الخ یعنی آفتاب شاہ برج عتاب میں چہروں کو سیاہ کر دیتا ہے مثل کتاب کے اسیطرح جب عتاب شیخ ہوتا ہے تو قلب بالکل مسخ ہو جاتا ہے اور سب انوار وغیرہ سلب ہو جاتے ہیں۔
آن الخ یعنی اس عطارد کے پتے ہماری جان ہے اور وہ سپیدی اور وہ سیاہی ہماری میزان ہے مطلب یہ کہ

ہیں اللہ کی رضا اور نا راضگی کا اثر ہماری جان پر پڑتا ہے اور معیار اوس رضا اور نا راضی کا ہمارے اندر فیوض کا ہونا اور نہ ہونا ہے جب برکات ہونگے معلوم ہوگا کہ رضا ہے ورنہ نا راضگی معلوم ہوگی۔

تا ز فشو ے الخ یعنی پھر ایک فرمان لکھتے ہیں سرخ و سبز تاکہ ارواح سود اور عاجزی سے چھوٹ جاوین مطلب یہ کہ پھر حضرات فیوض و برکات فائض فرماتے ہیں یہانتک کہ اخلاق بد سے ارواح کو رستگاری ہوتی ہے جبکہ وہ راضی ہوتے ہین

شرح الخ یعنی سرخ و سبز واقع ہوا ہے نوبہار کا نسخہ مثل قوس قزح کے خط کے اعتبار مین مطلب یہ کہ ان حضرات کے فیوض و انوار مختلف اقسام کے ہوتے ہین جیسے کہ قوس قزح ہوتی ہے کہ اوسمین مختلف الوان ہوتے ہین تو ان الوان کو دیکھنا اور رضا اور نا رضا کو پہچان لینا اور اصلی اور غیر اصلی مین امتیاز کر لینا تو عقل کامل ہی کا کام ہے عقل ناقص تو صرف ظاہر کو دیکھکر اوسی پر حکم لگا دیگی اور ان اختلاف الوان و فیوض کو کسطرح جان سکتی ہے آگے اسی مضمون میں ایک حکایت حضرت بلقیس کی لاتے ہین جسکا حاصل یہ ہے کہ بلقیس نے حضرت سلیمان کے خط کی بہت زیادہ قدر و منزلت کی اور اسنے حضرت سلیمان علیہ السلام کا مرتبہ پہچانا اور یہ نہین دیکھا کہ یہ ذرا سا ہدہد خط لایا ہے جو کہ بہت ہی حقیر ہے اسنے اوسپر نظر کی کہ یہ ہدیہ مظہر ہے حضرت سلیمان علیہ السلام کا اور اونکی شوکت و ہیبت کو اوسمین دیکھکر اوسنے انکی تعظیم کی اسیطرح عقل کامل بھی شیوخ اور اہل اللہ کو مظہر جمال حق سمجھتی ہے اور اونکی قدر اور منزلت کرتی ہے اب قصہ سنیے فرماتے ہین کہ۔

اندرین الخ یعنی اسی معنی مین ایک قصہ سنو تاکہ تم معانی سے ایک حصہ پاؤ مطلب یہ کہ اسی مضمون بالا کے مناسب ایک قصہ سنو تاکہ تمکو علوم و معانی سے ایک حظ وافر حاصل ہو اور مناسبت تقریر بالا مین عرض کیگئی ہے۔

شرح حبیبی

قصہ تعظیم سلیمانؑ در دل بلقیس از صورت حقیر ہدہد

رحمت صد تو بران بلقیس باد — کہ خدایش عقل صد مردان بداد

ہدہدے نامہ بیاورد و نشان — از سلیمانؑ چند حرفے با بیان

خواند او آن نکتہاے باشمول — وز حقارت ننگرید اندر رسول

چشم ہدہد دید و جان عنقاش دید — حس چو کفے دید و دل دریاش دید

خدا کی سیکڑون رحمتین اس بلقیس پر ہون جسکو خدا نے باوجود عورت ہونے کے سو مردون کی عقل دی تھی جسکا ثبوت یہ ہے کہ ہدہد سلیمان علیہ السلام کیطرف سے خط اور کوئی نشان اور چند واضح کلمات لایا بلقیس نے ان جامع نکتون کو پڑھا اور قاصد کو اصلا بنظر تحقیر نہین دیکھا چشم ظاہری نے تو اوسکو ہدہد یعنی معمولی دیکھا مگر جان نے اسکو عنقا اور قابل قدر سمجھا اور حس نے گو اسے کف دریا کیطرح ناچیز دیکھا مگر دل نے دریا سمجھا۔

عقل با حس زین طلسمات دو رنگ — چون محمد با ابوجہلان بجنگ

کافران دیدند احمد را بشر — چون ندیدند از وے انشق القمر

خاک زن بر دیدہ حس بین خویش — دیدۂ حس دشمن عقل است و کیش

دیدهٔ حس را خدا اعماش خواند / بت پرستش خواند و ضد ماش خواند
زانکه او کف دید و دریا را ندید / زانکه حالی دید و فردا را ندید
خواجهٔ فردا و حالی پیش او / او نمی بیند ز گنجی جز فسو
ذرهٔ زان آفتاب آرد پیام / آفتاب آن ذره را گردد غلام
قطرهٔ کز بحر وحدت شد سفیر / هفت بحر آن قطره را باشد اسیر
گر کف خاکی شود چالاک او / پیش خاکش سر نهد افلاک او
خاک آدم چونکه شد چالاک حق / پیش خاکش سر نهد املاک حق
السماء انشقت آخر از چه بود / از یکی چشمی که ناگاه برگشود
خاک از دردی نشیند زیر آب / خاک بین کز عرش بگذشت از شتاب
آن لطافت پس بدان کز آب نیست / جز عطای مبدع وهاب نیست
گر کند سفلی هوا و نار را / ور ز گل او بگذراند خار را
حاکمست و یفعل الله ما یشاء / او ز عین درد انگیزد دوا
گر هوا و نار را سفلی کند / تیرگی و دردی و سفلی کند
ور زمین و آب را علوی کند / راه گردون را بپا مطوی کند
لیست نفس را ز بهره تا گوید که چون / پس جگرها کاندرین ره گشت خون
پس یقین شد که تعز من تشاء / خاکیی را گفت پرها برگشا
آتشی را گفت رو ابلیس شو / زیر هفتم خاک با تلبیس شو
آدم خاکی برو تو بر سما / ای بلیس آتشی رو تا ثری
چار طبع و علت اولی نیم / در تصرف دائماً من باقیم
کار من بی علت است و مستقیم / نیست تقدیرم بعلت ای سقیم
عادت خود را بگردانم بوقت / این غبار از پیش بنشانم بوقت
بحر را گویم که هین پر نار شو / گویم آتش را که رو گلزار شو
کوه را گویم سبک شو همچو پشم / چرخ را گویم فرو در پیش چشم
گویم ای خورشید مقرون شو بماه / هر دو را سازم چو دو ابر سیاه
چشمهٔ خورشید را سازیم خشک / چشمهٔ خون را بفن سازیم مشک
آفتاب و مه چو دو گاو سیاه / یوغ بر گردن ببندد شان اله

س دو رنگ طلسمات کے سبب عقل کی حس کے ساتھ یون لڑائی رہتی ہے جیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوجہل یا دوراوسکے امثال کے ساتھ اسلیے کہ عقل ایک حکم صادق کرتی ہے اور حس اوسکی تکذیب کرتی ہے اور اوسکے خلاف حکم کرتی ہے کما مر اب حس کی غلطی کی ایک واضح مثال دیتے ہین اور فرماتے ہین کہ کفار نے جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف بشر دیکھا یہ انکی حس ظاہر کی غلط بینی تھی ورنہ واقع مین وہ صرف بشر نہ تھے بلکہ بشر بھی اور نبی
کے سوا نبی بھی تھے ان احمقون نے لوازم بشریہ تو دیکھے اور بشریت کا حکم لگا دیا یہ کیون نہ دیکھا کہ آپنے چاند کو دو ٹکڑے
کر دیا جو خواص نبوت سے ہے یعنی اس انشقاق محسوس سے نبوت غیر محسوسہ پر عقل سے کیون نہ استدلال کیا اسلیے
کہ انکی عقل بھی مغلوب نفس ہو کر نفس ہو گئی تھی۔ اور مغلوب حس ہو کر حس بنگئی تھی اب تم سمجھ گئے ہوگے کہ حس کیسی غلط
بین ہے بس اسپر خاک ڈالو کیونکہ یہ دشمن عقل و دین ہے جیسا کہ ظاہر ہو چکا اور خدا نے حس کو اندھا کیا ہے اور فرمایا ہے
ہم اعین لا یبصرون بہا اور بت پرست (غلط بین) اور ہمارے عقول کے مخالف قرار دیا ہے اور ایسا ہونا بھی چاہیے
کیونکہ اسنے جھاگ تو دیکھے مگر دریا نہ دیکھا یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری صورت تو دیکھی اور باطنی
حالت نہ دیکھی اور موجودہ حالت تو دیکھی مگر یہ نہ دیکھا کہ مستقبل مین انکی حقیقت کا ظہور کس رنگ مین ہوگا اور عند اللہ
انکا کس درجہ تقرب ظاہر ہوگا۔ اس سے زیادہ اور اسکی کوری کیا ہوگی کہ حال و مستقبل دنیا و آخرت کا سودا اسکے سامنے
ہے لیکن وہ اسکے خزانہ کمالات مین سے صرف ایک حقیر شے یعنی لوازم بشریہ کو دیکھتی ہے اور جواہر ثمینہ کو نہین دیکھتی وہ
ہو ایک ذرہ مستفیض از آفتاب حق تھے مگر انکی رسالت نے انکو وہ شرف بخشا تھا کہ آفتاب ظاہری بھی اسیر دام اور مطیع و منقاد
تھا وہ ضرور بحر وحدت کے ایک قطرہ تھے مگر اس بحر کی سفارت نے انکی وہ عزت افزائی کی تھی کہ سات سمندر بھی اسکے پابند
حکم تھے یہ اور ہرگز مستبعد نہین انکو تم ہرگز مستبعد نہ سمجھنا کیونکہ یہ اطاعت حق سبحانہ اور عبدیت کا فیض تھا اور اطاعت
و عبدیت مین عجیب خاصیت ہے حتی کہ اگر ایک مشت خاک اسکی مطیع ہو جاوے تو اس خاک کے سامنے افلاک
سر جھکا دین دیکھو آدم علیہ السلام ایک مشت خاک ہی تو تھے مگر چونکہ مطیع حق سبحانہ تھے اسلیے مسجود ملائک ہوئے آخر وہ
کیا بات تھی جسکے باعث آنکھ کھولتے ہی چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے وہی اطاعت و عبدیت دیکھو خاک کی خاصیت ہے کہ بوجہ
اپنی کثافت کے پانی کے اوپر نہین آسکتی اور تہ مین بیٹھ جاتی ہے لیکن وہی خاک ایک لمحہ مین عرش سے بھی تجاوز کر گئی
(اشارہ الی المعراج الجسمانی للنبی صلی اللہ علیہ وسلم) کیون محض عبدیت کے سبب اس سے معلوم ہو گیا کہ پانی کی لطافت جسکی
باعث وہ خاک سے اوپر رہنا چاہتا ہے ذاتی نہین ورنہ مٹی کو اوس سے تفوق نہو سکتا۔ بلکہ حق سبحانہ جو کہ خالق اور عطا
کنندہ کمالات ہین انکی عطا تھی تب ہی تو وہ اسکے مقتضیات کو بدل دیتے ہین اور مٹی کو پانی سے بلکہ ہوا سے اور نار سے
بلکہ افلاک سے بھی اوپر پہونچا دیتے ہین بیشک وہ حاکم قدیر ہین اگر وہ ہوا و نار کو باوجود علوی ہونیکے سفلی کر دین اور گل
سے خار کو بڑھا دین تو یہ انکو زیبا ہی کیونکہ وہ حاکم مختار ہین جو چاہتے ہین کرتے ہین انکی قدرت کی تو یہ شان ہے کہ وہ درد
کو دوا بنا سکتے ہین پس اگر وہ آگ کو اور ہوا کو سفلی کر دین اور بجاے شفافی اور صفائی اور لطافت کے تیرگی اور دردی
و ثقلی کر دین اور زمین و آب کو علوی کر دین اور راہ آسمان کو پاؤن سے طے کر دین تو کسیکو یہ تاب نہین کہ کہہ سکے کہ کیون
کیا بہت سے جگر اس رستہ مین خون ہو چکے ہین اور اسکا راز دریافت کرنیکی کوشش مین خون جگر کھا چکے ہین مگر کچھ نہو سکا
ان تمام امور سے یقین ہو گیا کہ اے اللہ تو ہی جسکو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور عزت کسیکی ذاتی نہین چنانچہ دیکھ لو کہ آدم
خاکی سے کہا کہ اٹھ از دھول اور جانب بالا پرواز کر اور جنت عالیہ مین بہ مقرب بن حالانکہ خاک کی طبیعت تسفل کو مقتضی تھی
اور آتشی سے کہا کہ جا ابلیس ہو جا اور ساتوین زمین کے نیچے رہ اور گمراہ کیے جا حالانکہ آتش کا مقتضا علو ہے اور فرمایا کہ آدم
خاکی تو آسمان پر جا کر جنت مین مقرب ہو کر رہ اور ابلیس سے کہا تو تحت الثری مین مردود ہو کر رہ اور فرماتے ہین کہ ہم

عناصر اربعہ اور علت اولی نہیں کہ موثر بیک اثر بلا شعور ہوں یا فاعل ذی شعور باضطرار ہوں اور ایک معلول کو صادر کرکے وہ بھی باضطرار پھر خدائی سے ابد الآباد کے لیے دست بردار ہو جائیں بلکہ ہمارا تصرف اختیاری ہے جو ہمیشہ باقی ہے ہمارا کام بالکل بے نقص اور ٹھیک ہے اور ہماری تقدیر بعلت موجبہ یا بعلت غائیہ خاصہ نہیں بلکہ ہم اپنی عادت کو فوراً بدل سکتے ہیں اور سامنے سے اس غبار کو فوراً زمین میں بٹھلا سکتے ہیں یعنی عادت جو ہمارے اختیار کا ایک پردہ ہو گئی ہے جس سے لوگوں کو شبہ ہو گیا ہے کہ ہم خلاف عادت کچھ کر ہی نہیں سکتے ہم اسکو بالکل اڑا کر اپنے اختیار کامل کو ظاہر کر سکتے ہیں اور ہم سمندر کو پر نار بنا سکتے ہیں اور آگ کو گلزار کر سکتے ہیں پہاڑ کو اون کیطرح ہلکا کر سکتے ہیں آسمان کو بلندی سے نیچے آنکھ کے سامنے لا سکتے ہیں ہم خورشید و ماہ کو ملا سکتے ہیں اور قیامت میں ملا دینگے اور ہم انکا نور سلب کرکے انکو دو ابر سیاہ کی شکل بنا سکتے ہیں اور بنا دینگے چشمۂ خورشید کو آب سے ہم خشک کر سکتے ہیں چشمۂ خون کو مشک بنا سکتے ہیں اور بناتے ہیں آفتاب ماہتاب دو سیاہ بیلوں کیطرح ہیں اور حق سبحانہ نے انکی گردن پر اطاعت کا جوا رکھ کر جسطرح چاہیں چلا سکتے ہیں اور جو چاہیں کام لے سکتے ہیں۔

شرح شبیری

ہدہد کی حقیر صورت سے بلقیس کے دل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پیغام کی تعظیم واقع ہونا

رحمت الخ یعنی سیکڑوں رحمتیں اس بلقیس پر ہوں کہ خدا نے اوسکو عقل سو مرد و نکے برابر دی تھی یعنی بلکہ عاقل بھی ہدہدے الخ یعنی ایک ہدہد خط اور نشان سلیمان علیہ السلام کے پاس چند حروف کا جو بیان تھے لایا مطلب یہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط ایک ہدہد لایا جیسا کہ قرآن شریف میں مذکور ہے۔

خواند الخ یعنی اُن نکات جامعہ کو پڑھا اور قاصد کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھا مطلب یہ کہ اسکو نہیں دیکھا کہ یہ ذرا سا قاصد آیا ہے بلکہ اوسنے اوس خط والے کی عظمت و جبروت کا مشاہدہ اس جسم حقیر سے کیا اور اس خط کا بہت اعزاز و احترام کیا۔

جسم ہدہد الخ یعنی جسم تو ہدہد ہی کا دیکھا مگر جان اوسکی عنقا دیکھی اور ظاہر کو مانند جھاگ کے دیکھا اور اسکے دل کو مثل دریا کے پایا جو عقاش اور دریاش میں شین مضاف الیہ جان و دل کا ہے عبارت یہ ہے کہ جانش عنقا دید اور دلش دریا دید مطلب یہ کہ اوسکے ظاہری جسم کے صغر پر نظر نہ کی بلکہ اوسکے باطن کو دیکھا اور اسکو مظہر حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت و جبروت کا سمجھا اسیطرح شیخ کے اور کاملین کے اس جسم ظاہری کو دیکھ کر دھوکہ میں مت پڑو اور یہ مت سمجھو کہ یہ تو ہماری مثل ہیں بلکہ اونکے کمالات باطنی کو دیکھو اور اونسے فیوض و برکات حاصل کرو آگے اس ظاہر و باطن کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

عقل حس الخ یعنی عقل حس کے ساتھ اس طلسمات دو رنگ میں مثل حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ابوجہلوں کے ساتھ لڑائی میں ہے مطلب یہ کہ ظاہر اور باطن میں چونکہ اختلاف ہے تو اوسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کفار سے لڑتے تھے تو اگر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ اور کمالات کو جانتے تو کیا پھر وہ لڑ سکتے تھے ہرگز نہیں یہ صرف اسلیے تھا کہ وہ لوگ صرف حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد ظاہری کو دیکھکر کہتے تھے ما ہذا الا بشر مثلنا اور بوجہ حقیقت سے اندھے ہونیکے وہ کمالات باطنیہ کو نہ دیکھتے تھے اسیکو فرماتے ہیں۔

کافران الخ یعنی کافروں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف بشری دیکھا اور اوسنے انشقاق قمر کو کیوں نہ دیکھا مطلب یہ کہ کفار نے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو صرف یہ دیکھا حضور بھی ہماری ہی طرح کھاتے ہیں پھرتے ہیں سوتے ہیں

وغیرہ وغیرہ اُن لعینون نے یہ نہ دیکھا کہ حضور کے اندر کمالات باطنی بھی ہین مثلاً معجزہ شق القمر کہ یہ کام صرف اس جسم خالی کا ہرگز نہین ہے ضرور کوئی اور قوت ہے کہ جس سے کہ سماویات پر حکومت ہو سکتی ہے پس وہ لوگ اس قوت کے دیکھنے سے اندھے تھے۔ لہذا چشم ظاہر بین کو بند کرو اور صرف اس سے ہی کام مت لو بلکہ چشم حقیقت بین کو کھولو اور اس سے کام کو اوسیکو فرماتے ہین کہ۔

خاک اشٹ الخ یعنی اپنی اس چشم ظاہر بین پر خاک ڈالو اسلیے کہ چشم ظاہر بین تو عقل و مذہب کی دشمن ہے جیسا کہ ظاہر ہی کہ کفار کو اسی نے گمراہ کیا کہ ماھذا الا بشر مثلنا اونھون نے صرف صفات بشریت ہی کو دیکھا اور اسی مین حصر کمالات کر دیا۔ اندھونکو یہ نہ سوجھا کہ یہ معجزات و کمالات جو کہ روزانہ ظاہر ہوتے ہین یہ کس قوت کا کام ہے۔

دیدۂ الخ یعنی حق تعالی نے چشم ظاہری کو اندھا کیا ہے اور اسکو بت پرست کہا ہے اور اوسکو ہماری ضد کہا ہی مطلب یہ کہ قرآن شریف مین ہے ولھم اعین لایبصرون بہا کہ انکی آنکھین ہین مگر دیکھتے نہین تو دیکھو حق تعالی نے آنکھین بھی فرمائین اور پھر فرماتے ہین کہ اندھے ہین معلوم ہوا کہ اس چشم باطن کے اعتبار سے اندھے ہین کہ اگرچہ بظاہر دیدے کھلے ہوے معلوم ہوتے ہین مگر حقیقت شناس نہین ہین آگے اس چشم ظاہری کے اندھا ہونیکی وہ دلیلین لاتے ہین کہ۔

زانکہ الخ یعنی اسلیے کہ اوسنے جھاگ تو دیکھے مگر دریا کو نہ دیکھا اور اسلیے کہ اوسنے اسوقت کی حالت کو تو دیکھا مگر آیندہ کی حالت کو نہ دیکھا مطلب یہ کہ چونکہ انجام بین اور عاقبت اندیش نہین ہے اسلیے اندھا ہی کہا جاویگا زانکہ مصرعہ ثانی مین بحذف عاطف معطوف ہو ماقبل پر۔

خواجہ الخ یعنی وہ تو آقا ہین آیندہ کے اور اس (اندھے) کے سامنے حالی ہین اور وہ خزانہ سے سوائے ایک تسوے کے کچھ نہین دیکھتا مطلب یہ کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر جو کمالات تھے وہ تو ہمیشہ وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہتے تھے اُن کفار کی اون پر تو نظر نہ تھی اور وہ صرف اس جسم ظاہر ہی کو دیکھتے تھے اور وہ اس خزانۂ کمالات مین سے سوائے اس جسد ظاہری کے جو کہ اُن کمالات کے سامنے کچھ بھی نہین ہے اور کچھ نہ دیکھتے تھے انکی نظر صرف جسد ظاہر پر ہی تھی ورنہ وہ کفر ہی کیون کرتے ایمان ہی نہ لے آتے۔ آگے فرماتے ہین کہ

ذرۂ الخ یعنی ایک ذرہ اس آفتاب (حقیقی) سے پیام لاتا ہے تو آفتاب (ظاہری) اوسکا غلام ہو جاتا ہے۔

قطرۂ الخ یعنی ایک قطرہ جو کہ اس بحر وحدت کا قاصد ہو تو ساتون دریا اس ایک قطرہ کے مقید ہو جاوین۔

گر کفے الخ یعنی اگر ایک مشت خاک اوسکی (حق تعالی کی) چالاک ہو جاوے تو حق تعالی کے افلاک اوسکے سامنے سر رکھتے ہین یعنی اوسکے مطیع ہو جاتے ہین پس جبکہ ایک ذرہ اور ایک قطرہ مین یہ خاصیت ہے اور اسکے کمالات کے ادنے مظہر کی یہ حالت ہے کہ پھر اسکے سامنے کل کائنات مطیع و فرمانبردار ہوتے ہین تو پھر حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے توکسطرح مطیع و فرمانبردار نہون گے اسلیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو مظہر اتم و اکمل ہین حق سبحانہ و تعالی کے جیسا کہ ظاہر ہے مگر کیا کیا جاوے جبکہ دیکھنے والا ہی اندھا ہو تو اوسکو یہ کمالات کہانسے نظر آوینگے اور اوسکو کیا خبر ہو سکتی ہے آگے اس فرمانبرداری اور اطاعت کی ایک مثال فرماتے ہین کہ۔

خاکِ الخ یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی خاک جبکہ حق تعالی کی چالاک ہو گئی تو اونکی خاک کے سامنے حق تعالی کے فرشتون نے سر رکھا مطلب یہ کہ جب آدم علیہ السلام مظہر کمالات آئینہ کے ہوے تو اونکا یہ مرتبہ ہوا کہ مسجود ملائکہ ہوے

تو معلوم ہو گیا کہ یہ کام صرف خاک کا نہین ہے اور اس جسد ظاہری سے یہ کام نہین ہو سکتے ورنہ دوسرون سے بھی جو کہ اس جسد ظاہری مین شریک ہین یہ افعال صادر ہوتے حالانکہ صادر ہونا تو درکنار کہین خواب مین بھی نہین آتے معلوم ہو گیا کہ یہ کام کسی اور قوت کے ہین جو کہ اس قوت ظاہری کے علاوہ اور اس سے برتر ہے آگے اسیکو فرماتے ہین کہ۔

السماء انشقت الخ یعنی انشقاق آسمان آخر کسوجہ سے ہوا تھا صرف ایک نگاہ سے کہ ناگہ کھول دی تھی یہان آسمان سے مطلق علویات مراد ہین اور مقصود یہ ہے کہ آسمان پر جو انشقاق قمر ہوا تھا وہ آخر کس قوت سے تھا اور وہ کونسی طاقت ہے کہ جسکا اثر سماویات پر بھی چلتا ہے بس وہ وہی قوت باطنی ہے جو کہ ان ظاہری آنکھون سے دکھائی بھی نہین دیتی آگے اس قوت کے قوت ظاہری نہونیکی دلیل فرماتے ہین کہ۔

خاک ۱۶ الخ یعنی خاک تو کثافت کیوجہ سے پانی کے نیچے بیٹھ جاتی ہے تم اس خاک کو دیکھو جو عرش سے بھی گذر گئی اسلیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہی ہوئی تھی۔ لوگ خواہ مخواہ صوفیہ کو بدنام کرتے ہین کہ یہ معراج جسمانی کے قائل نہین ہین حالانکہ دیکھو یہان مولانا خود فرما رہے ہین کہ خاک ہین گر عرش بگذشت از شتاب آگے فرماتے ہین کہ۔

آن ۱۷ الخ یعنی بس جان لو کہ یہ لطافت آب و گل کیوجہ سے نہین ہے بجز اس مبدع وہاب کی عطا کے اور کچھ نہین یہان آب سے مراد آب و گل ہے۔ مطلب یہ کہ یہ جو معراج جسمانی ہوئی ہے اوسکو صرف یہی مت سمجھو کہ بس اس جسد ظاہری مین کوئی بات تھی ہرگز نہین ورنہ اورونکو بھی ہوا کرتی معلوم ہو گیا کہ جسم مین بھی جو لطافت آگئی ہے اور وہ باوجود کثیف فی الاصل ہونے کے جسکا مقتضا اسفل کیطرف میلان ہے اعلی کیطرف جانے لگا ہے۔ یہ اسی قوت باطنی اور لطافت باطنی کا اثر ہے پس اس قوت باطنی کو دیکھو اور اوسکو حاصل کرو صرف اس جسد ہی جسد کے مقید مت رہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور انکے جانشین مشایخ اور نائب رسول کا اتباع اوس قوت باطنی مین کرو ورنہ جسم تو سب کے یکسان ہین بلکہ ممکن ہے کہ کوئی مرید شیخ سے جسماً خوبصورت اور قوی ہو لیکن وہ قوت اور حسن کہان سے لاوے گا ؎

این سعادت بزور بازو نیست ؎ تا نہ بخشد خدای بخشندہ ؎ خوب سمجھ لو۔ چونکہ مولانا نے یہان یہ فرمایا ہے کہ باوجود جسم کے مادی و مائل الی الاسفل ہونے کے وہ مثل مجرد کے مائل الی العلو ہو گیا ہے تو آگے فرماتے ہین کہ اوسکی تو ایسی قدرت ہے کہ سفلی کو علوی اور گل کو خار اور درد کو دوا و مثل ذلک تغیرات کر دے تو اسکے سامنے کسکو چون و چرا کی مجال ہے وہ حاکم ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے لہذا اس تغیر کو بعید نہ سمجھنا چاہیے اب اشعار سے سمجھ لو۔ فرماتے ہین کہ۔

گر کند ۱۸ الخ یعنی وہ اگر ہوا اور آگ کو (جو کہ علویات مین سے ہین) سفلی کر دے اور کانٹے کو (مرتبہ مین) گل سے بڑھا دیوے۔

حاکم ست ۱۹ الخ یعنی وہ تو حاکم ہے اللہ جو چاہے کرے وہ خود درد سے دوا کو پیدا کر دے۔

گر ہوا ۲۰ الخ یعنی اگر ہوا کو اور آگ کو سفلی کر دے اور کثیف اور بے نور اور تمکین کر دے۔

ور زمین ۲۱ الخ یعنی زمین اور پانی کو (جو کہ سفلیات مین سے ہین) علوی کر دے اور آسمان کے راستہ کو پاؤن سے طے کر دے جیسا کہ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم معراج مین قدم مبارک سے تمام آسمانو نکو طے فرماتے تھے غرضکہ وہ جو کچھ بھی کر دے۔

نیست ۲۲ الخ یعنی کسیکو کیون کہنے کی طاقت نہین ہے اور بہت سے جگر ہین کہ اس راہ مین خون ہو گئے ہین مطلب یہ کہ وہ جو چاہے کرے وہان کسیکو چون و چرا کی طاقت نہین۔ اسیکو حضرت شیخ فرید الدین عطار فرماتے ہین کہ ؎ ہست سلطانی مسلم مر ورا نیست کس را زہرہ چون و چرا ؎ آگے فرماتے ہین کہ۔

پس الخ یعنی پس یقین ہو گیا کہ جسکو چاہے عزت دے (اور جسکو چاہے ذلت دے اور وہ تو ایسی ذات ہے) کہ ایک خاکی کو تو کہدیا کہ پر کھولدے (اور اڑ جا جیسا کہ حضور رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ سیر آسمان کیجیے) پورا اوسکی وہ شان ہے کہ۔

آتشی الخ یعنی آگ کو کہدیا کہ جا ابلیس ہوجا اور ساتویں زمین کے نیچے یا ابلیس ہو جا۔

آدم خاکی الخ یعنی اے آدم خاکی تم تو آسمانپر جاؤ اور اے ابلیس آتشی تو زمین کے اندر ثرےٰ تک جا مطلب یہ کہ اوسکی وہ شان ہے کہ خاک کو جو کہ سفلیات میں سے ہے علو کیطرف بھیجتا ہے اور وہ لطیف و مجرد کی طرح علوی کیطرف چلے جاتے ہیں۔ اور آگ کو جسکا کہ میلان علو کیطرف ہے اوسکو سفل کیطرف بھیجتا ہے اور وہ کثیف اور بادی کیطرح سے نیچے اوترتی چلی جاتی ہے۔ جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو کہ خاکی تھے کہ مرتبہ علیا میں رکھا اور ابلیس کو جو کہ ناری تھا مرتبۂ اسفل میں رکھا تو اوس کی قدرت اور طاقت کے مثل کوئی ہے ہی نہیں ہوا ورای الوراثم وراء الوراء الی غیر النہایۃ چونکہ فلاسفہ حق تعالیٰ کو ایجاد خلق کی علت اولےٰ مانتے ہیں کہ الواحد لا یصدر عنہ الا الواحد اور اس اعتبار سے حق تعالیٰ سے عقل اول کی ایجاد کو تسلیم کرکے پھر حق تعالیٰ کو بیکار مانتے ہیں خذلہم اللہ اور بعض لوگ اربعۂ عناصر کو مؤثر بالاضطرار مانتے ہیں کہ انکے جو افعال ہیں وہ انسے صادر ہوتے ہیں اور اگر وہ چاہیں کہ نہ صادر ہوں تو وہ اوسپر قادر نہیں ہیں اسلیے مولانا آگے انکی تردید فرماتے ہیں مگر چونکہ اسوقت مولانا پر توحید کا غلبہ ہے اسلیے بزبان حق ہی تعبیر کرنے لگے کہ جیسے حق تعالیٰ ہی کا قول نقل کر رہے ہیں اب سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ۔

چار طبع الخ یعنی میں چار طبائع (کیطرح متصرف بالاضطرار) نہیں ہوں اور علت اولی (شے کیطرح بیکار) نہیں ہوں میں تصرف میں ہمیشہ باقی ہوں یعنی میرا تصرف بالاختیار ہے اور وہ باقی بھی ہے اوسکو کبھی زوال نہیں ہے جسطرح چاہتا ہوں کرتا ہوں اور فرماتے ہیں کہ۔

کار من الخ یعنی میرا کام بغیر خرابی کے ہے اور مستقیم ہے اور میری تقدیر علت کے ساتھ نہیں ہے۔ لے سقیم مطلب یہ کہ میرے کام بے کسی خرابی کے ہیں اور کسی علت کے معلول نہیں ہیں تاکہ صدور میں کسی دوسری شے کے محتاج ہوں بلکہ میں متصرف باختیار خود ہوں اور میری افعال میرے اختیار سے صادر ہوتے ہیں۔

عادت الخ یعنی اپنی عادت کو عین وقت پر بدل دیتا ہوں اور اس غبار کو سامنے سے عین وقت پر ہٹا دیتا ہوں مطلب یہ کہ مجھے کسی فعل کے لیے پہلے سے انتظام وغیرہ کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ عین وقت پر جیسا بھی چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون مشیت کی دیر ہے مشیت کے ساتھ ہی ترتب اثر ہو جاتا ہے جیسا کہ اہل حق کے نزدیک ظاہر و باہر ہے۔ اور فرماتے ہیں۔

بحر را الخ یعنی میں دریا کو کہدوں کہ آگ سے بھر جا اور آگ کو کہدوں کہ گلزار ہو جا تو ویسا ہی ہو جاتا ہے (جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کے لیے فرمایا۔ کہ یا نار کونی بردا وسلاما علی ابراہیم کہ اے آگ ابراہیم علیہ السلام کیلیے ٹھنڈی سلامتی کے ساتھ ہو جا یہ حکم ہونا تھا کہ فوراً گلزار ہو گئی غرضکہ جو چاہیں کریں فعال لما یرید اور فرماتے ہیں کہ۔

کوہ را الخ یعنی پہاڑ کو حکم کر دوں کہ اون کیطرح ہلکا ہو جا اور آسمان سے کہوں کہ آنکھ کے سامنے نیچے ہو جاؤ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے کہ وتکون الجبال کالعہن المنفوش یعنی قیامت کے روز پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کیطرح ہونگے اور ایک

جگہ فرماتے ہین کہ او نسقط علیہم کسفا من السماء فظلت اعناقہم لہا خاضعین۔ کہ اگر ہم کوئی ٹکڑا آسمان سے گرا دین تو انکی گردنین اوسکی وجہ سے جھک جاوین تو دیکھو کہ جسطرح حکم ہوا اوسیطرح ہو جاوے اور یہ اسقدر ظاہر ہے کہ جسکے بیان کی بھی ضرورت نہین اسلیے اسوقت الفاظ ہی نہین ملتے کہ جن سے انکی قدرت اور جبروت کو ظاہر کیا جاوے۔ وراء الوراء ثم وراء الوراء ثم وراء الوراء الی غیر النہایۃ۔

گو کنیم الخ یعنی مین حکم کر دون کہ اے خورشید چاند کے ساتھ مقرون ہو جاؤ اور دونون کو مثل ابر سیاہ کے کر دون (تو ویسا ہی ہو جاوے) جیسا کہ قرآن شریف مین ہے کہ جمع الشمس والقمر اور دوسری جگہ فرماتے ہین اذا الشمس کورت اور حدیث مین بھی ہے کہ شمس و قمر آوینگے اور وہ بے نور ہونگے پس جو بھی مشیت ہو ویسا ہی ترتب آثار ہو جاتا ہے اور فرماتے ہین کہ۔

چشمۂ الخ یعنی چشمۂ خورشید کو ہم خشک کر دین اور چشمۂ خون کو فن سے ہم مشک بنا دین مطلب یہ کہ خورشید کے نور کو سلب کر لین اسکی بھی ہمکو قدرت ہے اور خون سے مشک بناتے ہین کہ خون آہو سے مشک بنتا ہے یہ سب ظاہر ہے اور فرماتے ہین کہ

آفتاب الخ یعنی آفتاب اور ماہتاب کو دو سیاہ بیلون کی طرح کر کے اونکی گردن پر حق تعالیٰ جوا باندھ دین تو اوسکی بھی قدرت ہے۔ اسلیے کہ سب اشیاء اونکے تابع اور انکی مشیت کے مقید اور پابند ہین پس جسطرح چاہین کر دین تو اگر حق تعالیٰ نے انسان مین سے کسیکو مقرب کر دیا ہو اور اوسکو مراتب اعلیٰ پر پہونچا کر اوسکی خواہشات نفسانی کو فنا کر کے فرشتون سے بھی افضل کر دیا ہو تو اوسمین استعجاب ہی کی کونسی بات ہے اسلیے کہ حق تعالیٰ تو فاعل مختار ہین جسطرح چاہتے ہین تغیر اور رد و بدل کرتے ہین لہذا انبیاء و اولیا کی ظاہری صورت کو دیکھ کر انکار کمالات مت کرو کہ اس سے بعض مرتبہ دنیا مین بھی عذاب شدید ہوتا ہے اور عذاب آخرت تو ظاہر ہے آگے اسی مضمون پر ایک حکایت فرماتے ہین جسکا خلاصہ یہ ہے کہ کسی معاند کافر نے قاری کو آیت ارایتم ان اصبح ماؤکم غورا فمن یاتیکم بماء معین (یعنی اگر پانی نیچے زمین کی تہ مین اتر جاوے تو کون پانی کو وہان سے لاوے) پڑھتے ہوے سنا تو بولا کہ فاتیہ بالمعول والمعین کہ ہم اوسکو کدال وغیرہ سے نکال لین گے یہ تو جو کچھ ہونا تھا ہو لیا مگر اب رات کو جب سویا تو کسی نے ایک تھپڑ اس زور سے مارا کہ آنکھین اندھی ہو گئین (نعوذ باللہ) اور کہا کہ فہیا بماء عینک فاتہ بالمعول والمعین یعنی ہم تیری آنکھ کا پانی اور روشنی لیگئے اب اسکو کدالون سے نکال لے تو دیکھو چونکہ اس معاند نے صرف ظاہر ہی کو دیکھا اور اوسکی اصل اور حقیقت پر نظر نہ کی تو اوسکی اوسکو یہ سزا ملی۔ اور عذاب آخرت وہ الگ رہا۔ لہذا اولیاء اللہ کے کمالات کا انکار انکے ظاہر کو دیکھکر ہرگز نہ چاہیے اب حکایت سمجھو کہ فرماتے ہین کہ۔

شرح حبیبی

انکار کردن فلسفی بر قرآن کہ ان اصبح ماؤکم غورا فمن یاتیکم بماء معین

مقرئی میخواند از روی کتاب	ماؤکم غورا ز چشمہ بندم آب
آب را در غورہا پنہان کنم	چشمہا را خشک و خشکستان کنم
آب را در چشمہ کہ آرد دگر	جز من بے مثل با فضل و خطر
فلسفی منطقی مستہان	میگذشت از سوی مکتب آن زمان
چونکہ بشنید آیہ او از ناپسند	گفت آریم آب را ما با کلند

ما بزخم بیل و تیزی تبر ‖ آب را آریم از پستی زبر
شب بخفت و دید او یک شیر مرد ‖ زد طپانچہ ہر دو چشمش کور کرد
گفت زین دو چشمہ چشم اے شقی ‖ با تبر نورے برآر ار صادقے
روز برجست و دو چشمش کور دید ‖ نور فائض از دو چشمش ناپدید
گر بنالیدے و مستغفر شدے ‖ نور رفتہ از کرم ظاہر شدے
لیک استغفار ہم در دست نیست ‖ ذوق توبہ نقل ہر سرمست نیست
زشتی اعمال و شومی جحود ‖ راہ توبہ بر دل او بستہ بود
دل بسختی ہمچو روے سنگ گشت ‖ چون شگافد توبہ آنرا بہر کشت
چون شعیبے کو کہ تا او از دعا ‖ بہر کشتن خاک سازد کوہ را
از نیاز و اعتقاد آن خلیل ‖ گشت ممکن امر صعب مستحیل
یا بدریوزہ مقوقس از رسول ‖ سنگلاخے مزرعے شد با وصول
ہمچنین برعکس آن انکار مرد ‖ مس کند زر را و صلحے را نبرد
کہربائے مسخ آمد این دعا ‖ خاک قابل را کند سنگ حصی
ہر دلے را سجدہ ہم دستور نیست ‖ مزد رحمت قسم ہر مزدور نیست

ایک قاری قرآن کی یہ آیت پڑھ رہا تھا ان اصبح ماءکم غورا فمن یاتیکم بماء معین یعنی ہم چشموں کے پانیوں کو بند کر سکتے ہیں ہم پانی کو زمین کے اندر چھپا سکتے ہیں ہم چشموں کو خشک اور بالکل خشک کر سکتے ہیں پس اگر ہم ایسا کریں اور تمہارا پانی زمین میں اتر جاوے تو پانی کو چشمہ میں پھر کون واپس لا سکتا ہے بجز مجھ بے مثل اور صاحب فضل و منزلت کے ایک منطقی فلسفی ذلیل اسوقت مکتب کیطرف سے گذر رہا تھا جب اوسنے اسکو اس آیت کو زور سے پڑھتے سنا تو اوسنے کہا کہ ہم کسی سے لا سکتے ہیں۔ ہم بیلچہ اور تبر کی دھار سے پانی کو نیچے سے اوپر لے آئینگے جب دن ختم ہوا اور رات ہوئی تو سو گیا اور خواب میں ایک شیر مرد کو دیکھا کہ اوسنے ایک طپانچہ مار کر اوسے اندھا کر دیا اور کہا کہ اے شقی گستاخ اگر تو سچا ہے کہ ہم خدا کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور اوسکے تصرفات میں مزاحم ہو سکتے ہیں تو ان دو چشموں میں ادویہ وغیرہ کے ذریعہ سے نور پیدا کر دے انکو خواب سے بیدار ہوا تو آنکھوں کو اندھا پایا اور دیکھا کہ وہ نور جو اوسکی آنکھوں میں جاری تھا۔ بالکل غائب ہے اس گستاخی پر بھی اگر یہ شخص نادم ہوتا اور حق سبحانہ کی درگاہ میں روتا اور گڑگڑاتا اور توبہ و استغفار کرتا تو حق سبحانہ اپنے فضل بیکران سے اسکی اس گستاخی سے درگذر فرماتے اور نور زائل ظاہر ہو جاتا لیکن کیا کیجیے کہ استغفار بھی تو من کل الوجوہ قبضہ میں نہیں کیونکہ اسمیں حق سبحانہ کی مساعدت توفیق کی بھی ضرورت ہے اور توبہ کی لذت ہر مست گناہ کے لیے تو نقل نہیں کہ ہر ایک کو مل جاوے لہذا وہ توبہ نکر سکا کیونکہ بدکرداری اور انکار کی شامت نے اسے مخذول کر دیا تھا حتی کہ توبہ جو ایک اختیاری امر ہے وہ بھی نکر سکا اور توبہ کا رستہ اسکے دل پر بند ہو گیا اور سختی میں پتھر کیطرح ہو گیا۔ پھر بھلا توبہ اسکو پھاڑ کر کھیتی کے قابل کیسے کرتی۔ پتھر کو دعا سے کھیتی کے قابل کر دینا یہ تو شعیبؑ جیسے بزرگوار کا کام ہے۔ پھر شعیبؑ جیسے کہاں ہیں جو ایسا کریں۔ یا خلیل علیہ السلام کے عجز و نیاز اور اعتقاد و خلوص کے باعث امر دشوار

اور محال عادی یعنی آگ کا باغ ہوجانا یا ریتے کا آٹا ہوجانا) ممکن ہوگیا تھا یا مقوقس کی درخواست پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے پتھریلی زمین میں پیداوار کا کھیت بنگیا تھا سو اب ایسے کہان ہین جسطرح انکے خلوص کی بدولت خرق عادت کے طور پر ناقص سے کامل اور مضر سے مفید ہونا واقع ہوا۔ اور اگر اسی قسم کا خلوص اورون مین ہو تو اورونسے بھی ہوسکتا ہے یون ہی اسکے برعکس دعا کرنے والے شخص کے انکار سے سونا تانبا ہوجاتا ہے اور صلح جنگ ہوجاتی ہے یعنی مفید مضر اور کامل ناقص ہوجاتا ہے اور اہل قسم کی دعا جاذب مسخ ہے کہ قابل زراعت زمین کو پتھریلی اور کنکریلی زمین اور ناقابل کاشت کرتی ہے بس بات یہ ہو کہ دل کو سجدہ اور انقیاد کی اجازت نہین ہے اور مزدوری از رحمت ہر مزدور کو نہین ملتی بلکہ وہ مشروط بشرائط ہے پس اگر شرائط پائی جاتینگی ملیگی ورنہ نہین۔

ہین بپشت آن مکن جرم وگناه — که کنم توبه درآیم در پناه

مے بباید تاب وآبے توبه را — شرط باشد برق وسحابے توبه را

آتش وآبے بباید میوه را — واجب آمد ابر وبرق این شیوه را

تا نباشد برق دل وآب دوچشم — کے نشیند آتش تهدید وخشم

تا نباشد گریۂ ابر از مطر — تا نباشد خندۂ برق اے پسر

کے بروید سبزۂ ذوق وصال — کے بجوشد چشمۂ آب زلال

کے گلستان راز گوید با چمن — کے بنفشه عهد بندد با سمن

کے چنارے کف کشاید در دعا — کے درختے برفشاند میوه را

کے شگوفه آستین پرنثار — برفشاندن گیرد ایام بهار

کے فروزد لاله را رخ همچو خون — کے گل از کیسه برآرد زر برون

کے بباید بلبل وگل بو کند — کے چو طالب فاخته کوکو کند

کے بگوید لکلک آن لک بجان — لک چه باشد ملک لک یا مستعان

کے نماید خاک اسرار ضمیر — کے شود چون آسمان بستان منیر

جب تجھے معلوم ہوگیا کہ توبہ من کل الوجوہ امر اختیاری ہین پس تم اس بھروسہ پر جرم وگناہ نکرنا کہ مین توبہ کرلونگا اور پناہ مین آجاؤنگا۔ کیونکہ توبہ کے لیے صرف الفاظ معذرت کافی نہین بلکہ اسکے لیے ضرورت ہے کہ سوزش دل ہو اور آنکھون سے آنسو جاری ہون۔ خوف کامل اور انفعال تام حاصل ہو اور توبہ کے لیے برق وسحاب مذکور اس لیے شرط ہے کہ وہ میوہ سے مشابہ ہے پس جسطرح میوہ کے لیے حرارت اور پانی کی ضرورت ہے یون ہی اس کام کیلیے بھی اس ابر وبرق خاص کی ضرورت ہے جبتک برق دل اور آب چشم نہو یعنی دلمین سوزش اور آنکھونمین آنسو نہون جو اثر ہے انفعال وخوف کا۔ اسوقت تک آتش تہدید وخشم کیونکر دب سکتی ہے دیکھو تو سہی جبتک ابر بارش سے نہ روئے اور برق نہ ہنسے اسوقت تک ذوق وصال کی مانند فرحت بخش سبزہ کیسے اوگ سکتا ہے اور چشمے آب شیرین سے کیسے جوش مار سکتے ہین اگر یہ نہو تو کب گل بوٹے چمن سے راز ونیاز کی باتین کرین اور کب بنفشہ سمن کے ساتھ عہد باندھے اور چنار کب دعا کے لیے ہاتھ کھولے اور کب درخت میوہ گرائے اور ایام بہار مین کب شگوفہ آستین پر نثار جھاڑنے پر تیار ہو اور لالہ کا رخ

خون کیطرح کب جمکے اور گل تھیلی سے زر کیسے نکالے اور کب بلبل آئے اور گل بو کرے۔ اور کب فاختہ عاشق کیطرح کو کو (یعنی کہان ہو کہان ہو) کی صدائین لگائے۔ اور لکلک کب جان و دل سے لگ لگ کہے جسکا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ ملک تیرا ہی ہے اور خاک اپنے دل کے اسرار سبزہ وغیرہ سے کب ظاہر کرے اور آسمان کیطرح باغ کب روشن ہو آگے مولانا ان اشیاء کا آلہ معرفت حق سبحانہ ہونا بیان فرماتے ہین۔

از کجا آورده اند این حلّها
من کریم و من رحیم کلّها

آن لطافت ها نشان شاهدیست
که بهر ساعت دو صد جانش فدیست

آن شود شاد از نشان کو دید شاه
چون ندید او را نباشد انتباه

روح آن کس کو بهنگام الست
دید رب خویش و شد بیخویش و مست

او شناسد بوی مے کو مے بخورد
چون نخورد او مے چه داند بوئے کرد

زانکه حکمت همچو ناقه ضاله است
همچو دلالان شهان را داله است

تو ببینی خواب در یک خوش لقا
کو دهد وعده و نشانی مر ترا

که مراد تو شود اینک نشان
که بپیش آید ترا فردا فلان

یک نشانی آنکه او باشد سوار
یک نشانی که ترا گیرد کنار

یک نشانے که بخندد پیش تو
یک نشانی که دست بندد پیش تو

یک نشانے آنکه این خواب از هوس
چون شود فردا نگوئے پیش کس

یہ حلّے کہان سے آئے ہین سب کے سب کریم و رحیم کے پاس سے اور یہ سب تزائین نشان ہین اس معشوق کا جسپر سو جانین قربان۔ ان نشانات کو دیکھکر وہی خوش ہوتا ہے جسنے اُس بادشاہ کو دیکھا ہے اور اُسیکی روح خوش ہوسکتی ہی جسنے روز الست و روز میثاق مین اپنے رب کی معرفت حاصل کی اور فرط لذت سے بیخود و مست ہوگیا۔ اور جس نے نہین دیکھا اوسکو تنبہ نہین ہوسکتا۔ کیونکہ بوے مے سے مے کو وہی خوب پہچان سکتا ہی جسنے شراب پی ہو۔ اور جسنے پی نہین وہ کیا جانے نیز یہ وجہ بھی ہے کہ حکمت گمشدہ اونٹنی کی مانند ہے پس جسطرح گمشدہ اونٹنی کو دیکھکر وہی خوش ہوتا ہی جو اس سے واقف ہے اور جانتا ہے کہ میرا مطلوب ہے یون ہی حکمت من حیث الحکمۃ سے بھی وہی خوش ہوتا ہی جسکو اجمالی ادراک اسکے حکمت ہونیکا پیشتر سے ہو اور اس اجمالی ادراک کی بناپر اسکا طالب ہو نیز وہ اسوجہ سے بھی خوش ہوتا ہی کہ یہ حکمت مانحن فیہ اہل اللہ کے لیے مطلوب کیطرف راہبر ہے اس مضمون کو ہم مثال سے واضح کرنا چاہتے ہین مثلاً تم خواب مین دیکھو کہ ایک حبیب تمھین حصول مقصود کا وعدہ دیتا ہے اور اسکا یہ نشان بتاتا ہے کہ کل تمکو فلان شخص ملیگا اور دوسری نشانی یہ ہی کہ وہ سوار ہوگا۔ تیسری نشانی یہ کہ تمسے بغل گیر ہوگا۔ چوتھی نشانی یہ کہ تمھین دیکھکر ہنسے گا۔ پانچوین نشانی یہ کہ تمھارے سامنے ہاتھ باندھکر کھڑا ہوگا۔ چھٹی نشانی یہ کہ تم اس خواب کو کل کسی سے کہہ ندینا

زان نشان با والد یحیی بگفت
که نیائی تا سه روز اصلا بگفت

تا سه شب خامش کن این نیک و بد
این نشان باشد که یحیی باید

دم مزن سه روز اندر گفتگو
که سکوت است آیت مقصود تو

این سخن را دار اندر دل نہفت	ہین میاور این نشانرا تو بگفت

اسی نشان کی بابت حضرت زکریا علیہ السلام سے کہا گیا تھا کہ تین روز تک بجز ذکر اللہ کے کوئی کلام نہ کرنا اور بجز ذکر اللہ کے اور تمام اچھی بُری باتون سے خاموش رہنا یہ نشانی ہی اسکی کہ آپ کو یحییٰ علیہ السلام کی ضرورت ہے اور ملنا چاہتے ہین لہذا آپ کو تین روز خاموش رہنا چاہیے کیونکہ یہ آپ کے حصول مدعا کی علامت ہو جسوقت آپ ایسا کرینگے اسوقت آپ کو متوقع رہنا چاہیے کہ اب حضرت یحییٰ علیہ السلام ہمکو ملین گے دیکھو خبردار اس نشانی کو کسی سے کہنا بھی نہین اور اس بات کو دل مین ہی مخفی رکھنا۔ یہانتک حضرت زکریا علیہ السلام کا قصہ بیان کرکے پھر مضمون سابق کیطرف عود فرماتے ہین ۔

اینچہ باشد صد نشانہای دگر	این نشانہا گویدش ہمچون شکر
کہ ہمی جوئی بیابی از الٰہ	این نشان آن بود کان ملک و جاہ
وانکہ مےسوزی سحرگہ در نیاز	آنکہ میگریی بشبہای دراز
ہمچو دوک گردنت باریک شد	آنکہ بے آن روز تو تاریک شد
چون زکوٰۃ پاکبازان رختہات	وانکہ دادی انچہ داری در زکات
سر فدا کردی و گشتی ہمچو مو	رختہا دادی و خواب و رنگ رو
چند پیش تیغ رفتی ہمچو خود	چند در آتش نشستی ہمچو عود
خون عشاق است ناید در شمار	زین چنین بیچارگیہا صد ہزار

غرض وہ آئینو الاشخص یہ شکر کے مانند مرغوب نشانات تم سے بیان کرے جو کہ تمکو حصول مدعا کا امیدوار بناتے ہین لیکن وصول مدعا کے صرف یہ ہی نشانات نہین ہین بلکہ اور بھی سیکڑون نشانات ہین چنانچہ جس چیز کو تم حق سبحانہ سے طلب کرتے ہو اوسکے ملنے کے یہ بھی نشانیان ہین کہ تم شبہائے دراز مین اوسکے لیے روتے ہو اور صبح کے وقت دل سوزی سے تضرع وزاری کرتے ہو اور حصول مدعا کے لیے حق سبحانہ سے التجائین کرتے ہو اور یہ کہ تم بدون اسکے اسقدر مغموم رہتے ہو کہ دن تمھاری آنکھون مین تاریک ہو گیا ہے اور مارے غم کے تکلے کیطرح تمھاری گردن تپلی ہو گئی ہو اور یہ کہ جو کچھ تمھارے پاس ہے تن من دھن مطلوب پر تم نے سبکو قربان کر دیا ہے جسطرح کہ اہل اللہ کیا کرتے ہین اور تونے اپنا سب سامان لٹادیا ہی تمھاری نیند جاتی رہی ہو مارے غم کے چہرہ کا رنگ اُڑ گیا ہے اور سر تک مطلوب پر قربان کر دیا ہو اور گھل گھل کر بال کیطرح پتلے دُبلے ہو گئے ہو جسطرح عود آگ مین جلتا ہو یون ہی تم بھی آتش فرقت مین جلتے ہو۔ اور خود کیطرح تلوار کے سامنے سینہ سپر ہو گئے ہو یہ سب علامات ہین وصال محبوب کے کسیکو شبہہ نہونا چاہیے کہ جب وصال مطلوب کے یہ نشانات ہین تو وصال گویا ناممکن ہو کیونکہ نہ یہ ہوگا نہ وصال ہوگا۔ اسلیے کہ یہ تو چند باتین ہین تم انہین سے گھبرا گئے ایسی باتین تو عشاق لاکھون کرتے ہین جنکا احاطہ نہین ہو سکتا اس مضمون کو ختم کرکے آگے فرماتے ہین ۔

آنکہ بودی آرزویش سالہا	چونکہ اندر خواب دیدی حالہا
از امید آن دلت پیروز شد	چونکہ شب آن خواب دیدی روز شد
کان نشان و آن علامتہا کجاست	چشم گردان کردہ در چپ و راست
گر رود در روز و نشان ناید بجاے	بر مثال برگ می لرزی کہ واے

می دوی در کوه و بازار و سرا — چون کسی کو گم کند گوساله را

خواجه خیرست این دوادو چیستت — گم شده اینجا که داری کیستت

گوییش خیرست لیکن خیر من — کس نشاید که بداند غیر من

گر بگویم یک نشانم فوت شد — چون نشان شد فوت وقت موت شد

بنگری در روی هر مرد سوار — گویدت منگر مرا دیوانه وار

گوییش من صاحبی گم کرده ام — رو بجست و جوی او آورده ام

دولتت پاینده بادا ای سوار — رحم کن بر عاشقان معذور دار

چون طلب کردی بجد آید نظر — جد خطا نکند چنین آمد خبر

ناگهان آمد سواری نیکبخت — پس گرفت اندر کنارت سخت سخت

تو شدی بیهوش و افتادی بطاق — بی خبر گفت اینت سالوس و نفاق

او چه می بیند درو این شور چیست — او نداند کان نشان وصل کیست

این نشان در حق او باشد که دید — آن دگر را کی نشان آید پدید

هر زمان کز وی نشانی میرسد — شخص را جانی بجانی میرسد

ماهی بیچاره را پیش آمد آب — این نشانها تلک آیات الکتاب

جبکہ خواب مین تم نے یہ حالت دیکھی جسکی تمکو برسون سے آرزو تھی تو یہ خواب دیکھکر جب دن ہوا اور امید حصول مطلوب پر تمھارا دل کامیاب ہوا تو تم نے دائین بائین دیکھنا شروع کیا کہ وہ نشانیان اور علامتین جو مجھے خواب مین معلوم ہوئی تھین کہان ہین تم دیکھتے جاتے ہو اور تمھارا دل دھڑکتا جاتا ہے کہ اگر دن ختم ہوجاے اور وہ نشانیان نہ ملین تو بڑی مصیبت ہے تم پہاڑون اور جنگلون اور سراؤن مین اُن نشانیون کی تلاش مین یون دوڑ رہے ہو جیسے کسیکا بچھڑا کھو گیا ہو اور وہ اسکو ڈھونڈھتا پھرتا ہو۔ لوگ تمکو پریشان اور حواس باختہ دیکھکر پوچھتے ہین کہ کیون جناب خیر تو ہے یہان تمھارا کون شخص گم ہو گیا ہے اور وہ تمھارا رشتہ مین کیا ہوتا ہے تو تم اسکے جواب مین کہتے ہو کہ جی ہان خیر ہے مگر مین آپ سے اصل واقعہ بیان نہین کرسکتا اوسکو مجھی تک رہنا چاہیے اسلیے کہ اگر مین کہتا ہون تو میری ایک نشانی جاتی رہیگی اور اس نشانی کا ضائع ہوجانا میرے لیے موت ہے تم ہر سوار کی صورت غور سے دیکھتے ہو بدین خیال کہ شاید یہ وہی سوار ہو جسکی مجکو بشارت دیگئی تھی اور وہ سوار تم کو غور سے دیکھتے ہوے دیکھکر ٹھٹھکتا ہے اور کہتا ہے کہ تو مجھے دیوانون کی طرح کیون گھورتا ہے اسپر تم کہتے ہو کہ میرا ایک آدمی گم ہو گیا ہے مین اسے تلاش کرنے نکلا ہون جناب کو خدا ہمیشہ با دولت رکھے آپ خفا نہون عشاق پر رحم کرین اور انکو معذور رکھین غرض جب تمنے بہت ڈھونڈھا تو وہ سوار نظر آیا اور آنا بھی چاہیے کیونکہ حدیث مین ہے کہ حق سبحانہ کسیکی کوشش کو ضایع نہین کرتے اور وہ سعادتمند سوار دفعۃً تیرے پاس پہونچگیا اور تمکو آغوش مین لیکر خوب دبایا یہ دیکھکر مارے خوشی کے تم بیہوش ہوگئے اور جسم سست ہوجانے کے سبب زمین پر گر پڑے جو شخص اس راز سے واقف نہ تھا اوسنے آوازے کسنے شروع کیے کہ اجی مکار ہے اور دغاباز ہے آخر اسنے کیا دیکھا اور یہ شورش کس بنا پر ہے لیکن اس جاہل کو معلوم نہین کہ یہ کسکے وصل کا نشان ہی اور وہ کون ہی جسکے سبب یہ خود رفتہ ہوا ہی یہ نشانی

اسی شخص کے حق مین نشانی ہوسکتی ہی جسنے اوسکو پہلے دیکھا ہوا ور جسنے نہین دیکھا اوسکے لیے یہ نشانی نہین ہوسکتی غرض جون جون نشانیان ظاہر ہوتی جاتی ہین اوس شخص کی جان مین جان آتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مچھلی کو پانی ملگیا اور یہ نشانیان اُسکے لیے یون ہی حیات بخش ہوتی ہین جسطرح عارفین کیلیے وہ آیات جنکی طرف تلک آیات الکتاب مین اشارہ کیا گیا ہی جب تم کو یہ مثال معلوم ہوگئی تو اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ نشانہاے عالم سے حق سبحانہ اسیکو یاد آتے ہین جو روز الست مین حق سبحانہ کی معرفت حاصل کرچکا ہے اور وہی ان پر وجد کرسکتا ہے جو اس دولت سے بہرہ مند ہے لیکن جو لوگ اس سے بے بہرہ ہین انکو اس سے کچھ پتہ نہین چلتا اور وہ ایسے لوگون کو احمق بناتے ہین۔

پس نشانیہا کہ اندر انبیاست ‫ خاص آن جانرا بود کو آشناست

اسی مثال سے تم یہ بھی سمجھ سکتے ہو کہ انبیاء مین جو نشانیان ہوتی ہین انکو وہی پہچانتے ہین جنکو ان سے مناسبت ہے اور روز الست مین انکو انکی واقفیت ہوچکی ہی یہانتک پہونچکر مولانا کو تاب نہین رہی اسلیے آگے معذرت فرماتے ہین۔

این سخن ناقص بماند و بیقرار ‫ دل ندارم بے دلم معذور دار

ذرہ ہا را کے تواند کس شمرد ‫ خاصہ آن کو عشق از وے عقل برد

مے شمارم برگہاے باغ را ‫ مے شمارم بانگ کبک و زاغ را

در شمار اندر نیاید لیک من ‫ مے شمارم بہر رشد اے ممتحن

نحس کیوان یا کہ سعد مشتری ‫ ناید اندر حصر گرچہ بشمری

لیک ہم بعضے ازین ہر دو اثر ‫ شرح باید کرد بہر نفع و ضر

تا شود معلوم آثار قضا ‫ شمۂ مر اہل سعد و نحس را

طالع آنکس کہ باشد مشتری ‫ شاد گردد از نشاط و سروری

وانکہ را طالع زحل از ہر شرور ‫ احتیاطش لازم آمد در امور

گر نہ گویم آن زحل استارہ را ‫ ز آتشش سوزد مر آن بیچارہ را

بس کن اے بیہودہ تا زان آفتاب ‫ آتشے ناید بیک بارہ بتاب

از کواکب وز سپہر بیکران ‫ در دمے نے تو زماند نے نشان

انچہ بر دار دبدان مشغول شو ‫ وز دگر گفتارہا معزول شو

جنبش اختر نیاید جز عقیم ‫ بر ندارد آنکہ جز لطف رحیم

اذکروا اللہ شاہ ما دستور داد ‫ اندر آتش دید ما را نور داد

گفت اگرچہ پاکم از ذکر شما ‫ نیست لائق مر مرا تصویرہا

لیک ہرگز مست تصویر و خیال ‫ در نیاید ذات ما را بے مثال

شاہ را گوید کسے جولاہ نیست ‫ اینچہ مدح ست او مگر آگاہ نیست

یہ گفتگو ناتمام اور بے ٹھکانے رہگئی وجہ یہ ہے کہ مین دل نہین رکھتا یعنی میرا دل میرے بس مین نہین اس لیے مجھے

زیادہ گوئی سے معذور سمجھو دوسری وجہ یہ ہے کہ نشانات وغیرہ ذرون کے مانند بیحد و نہایت ہین آدمی جسطرح ذرونکو نہین گن سکتا یون ہی مین بھی انکا احاطہ نہین کرسکتا اور وہ تو کسیطرح بھی نہین گن سکتا جسکی عقل پر عشق الٰہی غالب آگیا ہے کہ جب محبوب کا ذکر آتا ہے وہ اپنے حواس مین نہین رہتا۔ بھلا سمجھو تو سہی مین کہین باغ کے پتونکو شمار کرسکتا ہون اور مین کوون اور چکورون وغیرہ کی آوازون کو گن سکتا ہون ہرگز نہین اور وہ شمار مین نہین آسکتے لیکن مین نے فی الجملہ بصیرت کے لیے جسقدر مجھسے ہوسکے بیان کردیے۔ مثلاً زحل کی نحوستین اور مشتری کی سعادتین احاطۂ شمار مین نہین آسکتین لیکن ان دونون کے بے انتہا آثار و خواص مین سے بعض کا بیان کردینا ضروری ہی تاکہ انکے منافع سے متنفع اور مضر تونسے محفوظ رہکین اور تاکہ جو لوگ ان سعید و منحوس ستارون سے تعلق رکھتے ہین انکو فی الجملہ آثار قضا و قدر پر اطلاع ہوجاوے مثلاً یہ کہ جس شخص کا طالع مشتری ہوتا ہے وہ خوش و خرم اور باعزت و جاہ ہوتا ہے اور جسکا طالع زحل ہو اوسکو اپنے کامون مین برائیون سے احتیاط کرنیکی ضرورت ہی پس اگر یہ فرضاً ان آثار سے واقف بھی ہون اور معتقد بھی ہون تو میرا فرض ہی کہ مین اس شخص کو مطلع کردون جسکا طالع زحل ہے اگر مین اوسکو نہ بتلاؤن تو زحل اوسکو اپنی آگ سے جلادیگا۔ اور اوسکو بیحد نقصان پہونچائیگا اس بیان سے چونکہ بظاہر اعتقاد تاثیر کواکب ظاہر ہوتا ہے اسلیے مولانا کو تنبہ ہوتا ہے اور اسکی تردید فرماتے ہین اور فرماتے ہین اے بیہودہ بس اس فضول گوئی کو ختم کر کیسا زحل کیسی مشتری مبادا آتش قہر الٰہی کو اشتعال ہو اور تجھے پھونک کر رکھدے مؤثر تو حق سبحانہ ہین جنکی یہ شان ہے کہ اگر وہ چاہین تو ایکدم مین ستارونکو بھی فنا کرسکتے ہین اور نہ اونکا نام باقی رہ سکتا ہے اور نہ نشان ملسکتا ہی بلکہ خود آسمانکو بھی فنا کرسکتے ہین جسمین یہ موجود ہین پس اس لغو گفتگو کو چھوڑ اور اسمین مشغول ہو جسکا کوئی نتیجہ ہو باقی تمام بکھیڑونکو چھوڑ دینا چاہیے۔ حرکات کواکب محض بے نتیجہ ہین اور ثمرہ و باز نتیجہ محض حق سبحانہ کی عنایت ہی اسکو حاصل کرنیکی کوشش کر۔ اور اسکو حاصل کرنیکا طریقہ یہ ہی کہ ذکر الٰہی مین مشغول ہونا چاہیے۔ جسکی اوسنے اذکروا اللہ فرماکر ہمکو اجازت دی ہی اور اس طریقہ سے اسنے آتش شہوت و غضب مین مبتلا ہونیکی حالت مین چشمہائے قلب کو نور بصیرت و معرفت عطا کیا ہی جو کہ اوسکا بیحد انعام ہے اوسنے فرمادیا ہے کہ اگرچہ مین تمھاری تسبیح و ذکر سے پاک ہون کیونکہ تمھارا ذکر و تسبیح تشبیہ کی آمیزش سے پاک نہین اور مین صورتون سے منزہ اور مبرا ہون لیکن مین باینہمہ تمکو اجازت دیتا ہون کیونکہ ہمارا قانون جنکی بنا محض رحمت و شفقت ہی یہ ہی کہ ہم کسیکو اسکی استطاعت سے زیادہ تکلیف نہین دیتے اور عام لوگ تصویر و خیال مین گرفتار ہین اسلیے وہ ہمکو بے مثال اور تصویر کے نہین جان سکتے بلکہ وہ ہمارا تصور اپنی اپنی استعداد کے موافق صورتون اور خیالون کے ضمن مین کرتے ہین اسلیے یہ تسبیح و تقدیس بالکل ایسی ہی جیسے کوئی بادشاہ کی تعریف مین کہے کہ وہ جولاہہ نہین بھلا یہ بھی کوئی تعریف ہی ہرگز نہین لیکن وہ اس تعریف کی حقیقت نہین جانتا اسلیے اتراتا ہی کہ مین نے بادشاہ کی تعریف کی اسکے بعد قصہ بیان فرماتے ہین جس سے اس امر کا اظہار مقصود ہے کہ قبول ذکر کیلیے خلوص ضروری ہی۔ اگر الفاظ نامناسب ہون اور انکا استعمال بنا بر جہالت کیا گیا ہو تو کچھ مضر نہین۔

شرح شبیری

آیت اِن اصبح ماؤکم غوراً مین فلسفی معاند کا انکار

گفت آبے الخ یعنی ایک قاری قرآن شریف مین سے آیت ماؤکم غورا (جسکے معنی ہین) بند کردون مین پانی کو پڑھ رہے اور فرماتے ہین کہ اوس آیت کا یہ مطلب ہوگی۔
آب را الخ یعنی پانی کو غار زمین پوشیدہ کردون اور چشمون کو خشک اور خشکستان کردون۔
آب را الخ یعنی پھر پانیکو چشمہ سے کون دوبارہ باہر نکالے سوائے مجھ بے مثل اور با فضل وخطر کے مطلب یہ کہ حق تعالے فرماتے ہین کہ اگر ہم پانی کو خشک کردین تو پھر ہمارے سوا کون ایسا قادر ہے جو اسے جاری کرلے اور زمین سے لے آوے وہ قاری صاحب تو یہ پڑھ رہے تھے اور ایک فلسفی صاحب وہان کو جا رہے تھے اسکو فرماتے ہین کہ۔
فلسفی الخ یعنی ایک فلسفی منطقی ذلیل مکتب کیطرف سے اسوقت گذر رہا تھا۔
چونکہ الخ یعنی جبکہ اوس فلسفی نے اس آیت کو اوس قاری سے آواز بلند سے سُنا تو بولا کہ ہم پانی کو کسی کدال سے نکال لادینگے اور بولا کہ۔
ما بزخم الخ یعنی ہم بیلچے کے زخم سے اور کلھاڑی کی تیزی سے پانی کو پستی سے اوپر لے آوینگے (حمق الناس یہ سمجھا کہ ایک حد معین تک نیچے ہو جاویگا و ہانسے نکال لاوینگے) آخر یہ نتیجہ ہوا کہ۔
شب الخ یعنی رات کو سویا تو ایک شیر مرد کو دیکھا اوسنے ایک طمانچہ مارا اور اسکی آنکھین اندھی کردین۔
گفت الخ یعنی اس شیر مرد نے کہا کہ اس آنکھ کے دونون چشمون سے اے شقی کلھاڑی سے تو نکال لے اگر صادق ہے تو یہان یہ شبہہ نہو کہ اوسنے تو اُس پانی ظاہری کو کہا تھا کہ ہم کدال وغیرہ سے نکال لینگے آب چشم کو تھوڑا ہی کہا تھا اسکا جواب یہ ہے کہ یہان کدال وغیرہ سے بھی مراد یہ کدال متعارف نہین ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ جو آلات کہ اسکے لیے متعارف ہین اونکو کام مین لا اور اون سے اس آب کو جاری کرلے اللہ بچاوے خدا پناہ مین رکھے عناد عن الحق اور عناد اہل حق بہت بڑی اور نقصان دہ شے ہے کہ اس سے نقصان ظاہری و باطنی دونون ہین اے اللہ مجھے گناہونسے بچا اور ہمت دے اور اپنی اور اپنے اولیاء اور انبیاء کی محبت دے آمین یا رب العالمین۔
روز الخ یعنی صبح کو جو اُٹھا تو دونون آنکھین اندھی دیکھین اور نور فائض کو دونون آنکھون سے غائب پایا تو دیکھو تو کہ اوس بے ادبی کی کسقدر سخت سزا ملی ہے آگے مولانا فرماتے ہین کہ۔
گر بنالیدے الخ یعنی اگر یہ روتا اور استغفار کرتا تو نور گیا ہوا حق تعالی کے کرم سے ظاہر ہو جاتا مطلب یہ کہ اگر اس گستاخی سے توبہ کرلیتا تو گناہ معاف ہو جاتا اور عذاب زائل ہو جاتا آگے فرماتے ہین کہ۔
لیک الخ یعنی لیکن استغفار بھی قدرت مین نہین ہے اور توبہ کا ذوق ہر سرمست کا جھوٹا نہین ہے مطلب یہ کہ وہ توبہ تو کرلیتا مگر توبہ بھی تو اختیار مین نہین ہے توبہ بھی تو جبھی نصیب ہوتی ہے جبکہ توفیق ہو اسلیے کہ توبہ کہتے ہین کسی فعل پر قلب کے منفعل اور نادم ہونیکو تو اگر بالفرض والمحال مان لیا جاوے کہ زبان سے کہنا اسکے اختیار مین ہے تو اس انفعال اور ندامت کو کہانسے لاویگا جو توبہ کیلیے جزو اعظم ہے اسلیے کہ گناہ کرنے سے اول قلب پر سیاہی جمتی ہے یہانتک کہ حق تعالی سے غایت بعد ہو جاتا ہے اور پھر بھی اگر اوسپر اصرار ہوتا ہے تو نعوذ باللہ حق تعالی سے عناد اور بغض ہو جاتا ہے والعیاذ باللہ یہ بہت سخت بات ہے حق تعالی ہی اس سے بچا دین تو بچ سکتا ہے لہذا گناہ کرکے یہ سمجھنا کہ توبہ کرلینگے بڑی غلطی ہے اسلیے کہ بعض مرتبہ توبہ نصیب نہین ہوتی اور اوسی حالت پر خاتمہ ہو جاتا ہے

اور کافر تاہی والعیاذ باللہ گناہ ذرا سا بھی بہت بُری شے ہے جیسا کہ آگ کی چنگاری کہ اگر بہت سی آگ ہے تب تو وہ
کپڑے مین رکھتے ہی سبکو جلا بھونکر خاک کر دیگی اور اگر چھوٹی سی چنگاری ہے تو وہ اگرچہ تھوڑی دیر مین جلا دیگی
مگر جلا دیگی تو ہان اگر اوسکا تدارک کر دیا گیا کہ مثلاً اوسپر پانی ڈالدیا گیا تو بیشک وہ آگے نہ بڑھنے پاویگی اسیطرح
گناہ کی حالت ہے کہ اول مرتبہ وہ بہت چھوٹا سا قلب پر داغ ہوتا ہے لیکن جب وہ بڑھ جاتا ہے اور اُسکا تدارک
توبہ سے نہین کیا جاتا تو وہی مہلک ہوجاتا ہے۔ اسی طرح چونکہ اِس فلسفی کا عناد غایت درجہ کو پہونچ گیا تھا اِسلیے اوسکو
بھی توفیق توبہ کی نہ ہوئی۔ نعوذ باللہ منہ آگے اِسی کو فرماتے ہین کہ۔

زشتی اعمال الخ یعنی زشتی اعمال اور انکار حق کی نحوست کی وجہ سے توبہ کا راستہ اوسکے دل پر بند ہوگیا تھا۔

دل بسختی الخ یعنی دل تو سختی کی وجہ سے پتھر کی طرح ہوگیا تھا تو توبہ اوسکو کھیتی کے لیے کسطرح پھاڑے۔ مطلب یہ کہ
اگر قلب مین کچھ بھی صلاحیت و نرمی ہوتی تو ضرور توبہ سے کام چل جاتا مگر جب عناد اور قساوت قلب انتہا درجہ کو
پہونچ گیا تھا تو اوسمین وہ بیچاری توبہ ہی کیا اثر کرتی۔ اور کسطرح انوار کو پیدا کرتی آگے فرماتے ہین کہ۔

چون شعیبی الخ حضرت شعیب علیہ السلام کی طرح کون ہے کہ جو دعا سے پہاڑ کو کھیتی کے لیے زمین کر دے کسی روایت
کی طرف اشارہ ہے جو کہ نظر سے نہین گذری کہ حضرت شعیب کی دعا کی برکت سے پہاڑ قابل کھیتی کے ہوگیا تھا
تو فرماتے ہین کہ ویسے مبارک اور برگزیدہ نفوس کہان ہین کہ جو اِس قساوت قلب کو دور کرکے نرم کر دین اور
انوار و معارف کو قلب مین بھر دین جب کوئی ایسا نہین ہے تو توبہ کس طرح نصیب ہوتی آگے ایک اور مثال
اِسی کے مثل فرماتے ہین کہ۔

از نیاز و اعتقاد الخ یعنی حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے اعتقاد اور نیاز کی وجہ سے ایک امر سخت اور محال ممکن
ہوگیا۔ مطلب یہ کہ دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چونکہ اعتقاد پختہ تھا اِسلیے آگ گلزار ہوگئی جو ایک محال
اور غیر ممکن بات تھی تو یہ صرف اِسلیے تھا کہ اونکا قلب مبارک نرم اور حق تعالےٰ کے سامنے خاشع خاضع تھا اور فرماتے ہین کہ

یا بدریوزہ الخ یعنی یا کہ مقوقس بادشاہ کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے سے ایک سخت زمین قابل
زراعت اور با وصول ہوگئی تھی کہ اوس سے محصول وغیرہ وصول ہونے لگا تھا مطلب یہ کہ مقوقس بادشاہ نے جبکہ
سوال کیا اور عاجزی کی تو اوسکی یہ برکت ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ایک بنجر زمین قابل زراعت ہوگئی یہ
روایت بھی کہین نظر سے نہین گذری۔ مقوقس ایک بادشاہ ہے جسنے کہ قاصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی عزت
کی تھی مگر مسلمان نہ ہوا تھا تو یہ ساری برکتین عاجزی اور انکساری اور نرم دلی کی ہین آگے فرماتے ہین کہ۔

ہمچنین بر عکس الخ یعنی اسیطرح برعکس اِسکے اُسکے انکار پر سونا تانبا ہوجاتا ہے اور صلح لڑائی ہوجاوے مطلب یہ اگر قلب قاسی
اور جاحد سے دعا بھی کرے تو اُسکا بھی اثر اُلٹا ہی ہوتا ہے کہ جو دیگر کو توبہ سے انوار ہوتے اُسکے حق مین وہی دعا مہلک اور نقصان دہ ہوتی ہے

کہربائے مسخ الخ یعنی یہ دعا مسخ کو کھینچنے والی ہوتی ہے اور خاک قابل کو بھی پتھر اور کنکر ہی کر دیتی ہے مطلب یہ کہ اِسکا اثر اُلٹا ہی ہوتا ہے
کہ بجائے انوار کے ظلمت پیدا ہوتی ہے اور فرماتے ہین کہ۔

ہر دلے را سجدہ الخ یعنی ہر دل کو سجدہ کرنے کی بھی اجازت نہین ہے اور مزدوری رحمت ہر مزدور کا
حصہ نہین ہے مطلب یہ کہ اصل یہ ہے کہ جیسا کہ اوپر کہا ہے کہ ع لیک استغفار ہم در دست نیست الخ عاجزی اور نرمی قلب بقدرت حق

نہین ہے بلکہ ہند کی مثل مشہور ہے کہ جسکو پیا چاہے وہی سہاگن ہے لہذا اس بھروسہ پر کہ توبہ کر لینگے ہرگز گناہ مت کرو اسلیے کہ معلوم نہین کہ حقیقت توبہ نصیب ہو یا نہو اور وہ انفعال قلبی جو کہ توبہ مین اصل مقصود ہے حاصل ہو یا نہو آگے اِسی کو فرماتے ہین کہ۔

ہین بہ پشت آن الخ یعنی اِس بھروسہ پر جرم و گناہ ہرگز مت کرو کہ توبہ کر لونگا اور پناہ (حق) مین آجاؤنگا اسلیے کہ۔

می بباید تاب الخ یعنی توبہ کیلیے ایک سوزش کی ضرورت اور ایک بارش کی اسلیے کہ توبہ کی شرط ہی برق اور سحاب آئی ہے۔ مطلب یہ کہ توبہ کے لیے ضروری ہے کہ احتراق و انفعال قلب مع تحرک لسان کے جو اسباب ظاہری بھی ہون اور اسباب باطنی (کہ تحرق قلب اور ندامت اور انفعال ہے) بھی ہون اور یہ اختیار مین نہین ہے پھر کس بوتہ پر اور کس بھروسہ پر گناہ کرتے ہو۔ آگے اِسکی ایک مثال دیتے ہین کہ۔

آتش و آبے الخ یعنی پانی اور گرمی میوہ (کی پختگی) کے لیے ضروری ہین اور اس طریقہ کے لیے ابر و برق ضروری ہے جب تک حرارت اور پانی دونون درخت کو نہ پہنچین اوسوقت تک میوہ پختہ ہی نہین ہو سکتا جیسا کہ ظاہر ہے پس اسی طرح قلب کے کرنے کے لیے اور اخلاق حمیدہ کے پختہ کرنے کو اور قلب کی قساوت کے دور کرنے کے لیے بھی ایک گرمی اور دوسرے پانی کی ضرورت ہے اور وہ گرمی تو تحرق قلب ہے اور وہ پانی اوسکے لیے گریہ اور آب چشم ہے۔ جب گناہ پر انفعال ظاہری اور باطنی دونون ہونگے تو اثر یعنی ترقی ضرور حاصل ہوگی۔ اِسی کو فرماتے ہین کہ۔

تا نباشد برق الخ یعنی جبتک کہ دل کی جلن اور دونون آنکھون کا پانی نہو غصہ اور سختی کی آگ کیا بیٹھ سکتی ہے مطلب وہی کہ جب تک انفعال کلی نہو اوسوقت تک حق تعالی کا غصہ اور اوسکی سختی کی آگ کب بجھ سکتی ہے آگے ایک اور مثال دیتے ہین کہ۔

تا نباشد گریۂ ابر الخ یعنی اے صاحبزادے جب تک ابر کا گریہ مطر سے نہو اور جب تک کہ برق کا خندہ نہو یعنی خود برق ہی نہو اوسکے خندہ سے مراد اوسکی چمک ہے مطلب یہ کہ جب تک ابر و برق نہو۔

کے بروید سبزۂ الخ یعنی ذوق وصال کے سبزے کب جم سکتے ہین اور آب زلال کے چشمے کب جوش مار سکتے ہین مطلب یہ کہ بہار کب آسکتی ہے جب تک کہ بارش نہو۔ اسی طرح حق تعالی کا وصل کب حاصل ہو سکتا ہے اور اوسکی رحمت کے چشمے کب جوش مار سکتے ہین جب تک کہ عصیان پر انفعال کلی نہو۔ آگے فرماتے ہین کہ۔

کے گلستان راز الخ یعنی گلستان چمن سے کب راز کہے اور بنفشہ سمن کے ساتھ کب عہد باندھے۔

کے چنار کف کشاید الخ یعنی کب چنار دعا کے لیے ہاتھ کھولے اور کب کوئی درخت میوہ کو جھاڑے۔

کے شگوفہ آستین الخ یعنی کب شگوفہ آستین پُر نثار کو ایام بہار پر جھاڑنا شروع کرے۔

کے فروزد لالہ را الخ یعنی لالہ کا مُنہ خون کی طرح کب چمکے اور پھول تھیلی مین سے سونا کب نکالے مطلب یہ کہ غنچہ سے شگفتہ کب ہو سکتا ہے اگر بہار نہو۔

کے بیاید بلبل و گل الخ یعنی کب بلبل آوے اور پھول کو سونگھے اور کب فاختہ طالب کی طرح کو کو کرے۔ چونکہ کوکو کے معنی ہین کہان کہان اسلیے اوسکو طالب سے تشبیہ دیدی کہ گویا مطلوب کو تلاش کر رہی ہے۔

کے بگوید لک لک الخ یعنی لقلق کب لک لک کہے جان سے (آگے لطیفہ فرماتے ہین کہ) لک کیا ہوتا ہے الملک لک اے مستعان۔ مطلب یہ کہ وہ جو لک لک کہتا ہے اور اُسکے معنی ہین کہ الملک لک اے اللہ ملک تیرا ہی ہے۔

کے نماید خاک الخ یعنی خاک پوشیدہ اسرار کو کب ظاہر کرے اور باغ آسمان کی طرح چمکدار کب ہو تو پھل پھول اور ثمار جب تک کہ بارش نہ ہوا ور بجلی نہ چمکے او سوقت تک ہرگز بھی ظاہر نہین ہو سکتے اِسی طرح جسوقت تو بہ کے اندر تحرق قلب نہ ہوا ور آنکھ سے آنسو جاری نہ ہون او سوقت تک انوار و فیوض و برکات کب حاصل ہو سکتے ہین توبہ کی برکت تو اُسی کو نصیب ہوگی جو کہ توبہ کی حقیقت کو بجالایا ہو اور عصیان پر بارش کی طرح آنسو بہائے ہون اور بجلی کی طرح قلب تڑپا ہوا ور جلا ہوا ور بے کل ہوا ہو اور جب تک یہ نہین ہے او سوقت تک ہرگز اوسکی حقیقت اور اوسکے برکات کو حاصل نہین کرسکتے۔ آگے فرماتے ہین کہ۔

از کجا آوردہ اند الخ یعنی یہ سارے حلّے کہان سے لائے ہین یہ سارے ایک کریم رحیم کے پاس سے لائے ہین۔ مطلب یہ کہ اوپر جو باغ و بہار کو بیان کیا گیا ہے اور مختلف الوان بیان کئے گئے ہین کوئی کسی رنگ مین ہے اور کوئی کسی مین یہ سب کے سب حق تعالیٰ کی دین ہے۔ بس وہان سے ملے ہین اور یہ سب عطائے حق ہے اور فرماتے ہین کہ۔

آن لطافتہا الخ یعنی یہ لطافتین ایک ایسے محبوب کی نشانیان ہین کہ اوسپر ہر دم سیکڑون جانین فدا ہین کہ ان نشانیون سے اوسکی ذات پر استدلال ہوتا ہے اور مصنوعات کے دیکھنے سے کمال صانع اور وجود صانع پر استدلال ہوتا ہے مگر ان استدلال کرنے والون مین بھی فرق ہے۔ آگے اِسیکو فرماتے ہین کہ۔

آن شود شاد الخ یعنی نشانی سے تو وہ خوش ہوتا ہے کہ جسنے بادشاہ کو دیکھا اور جب اوسکو نہ دیکھا تو اوس سے متنبہ نہ ہوگا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ مصنوعات صانع کے وجود اور کمال پر دال ہین لیکن استدلال کرنیوالون مین فرق ہے۔ اوسکی ایسی مثال ہے کہ ایک تو وہ شخص ہے کہ جسنے بادشاہ کو دیکھا ہے اور اُسکے بعد وہ اوسکی تصویر کو دیکھے۔ تو اُس شخص کے سامنے بالکل وہی فوٹو کھنچ جاویگا کہ وہ جود و کرم کر رہا ہے اور اُسنے مجھپر لاکھون احسانات کیے ہین وغیرہ ذلک غرضکہ اوسپر تو ایک وجد کی حالت ہوگی اور بیحد خوش ہوگا۔ اور دوسرا وہ شخص ہے کہ جسنے بادشاہ کو کبھی نہین دیکھا بلکہ آج اول مرتبہ اوسکی تصویر دیکھی ہے تو وہ صرف یہ دیکھیگا کہ اوسکے اندر کسقدر نقش و نگار ہین اور دیکھو اسکی اچکن کی بیل کسقدر اچھی ہے۔ وغیرہ ذلک مگر اوسکو اسکے دیکھنے سے کوئی لطف خاص حاصل نہین ہوا اور وہ اُس پہلے شخص پر ہنستا ہے کہ بھلا دیکھو کہ اسمین کیا رکھا ہے کہ جسکو دیکھکر اُسکی یہ حالت ہوگئی مگر افسوس کہ اوسکو اُن انعامات اور احسانات کی خبر بھی نہین ہے۔ اور یہ صرف اُسکی ظاہر تصویر ہی کو دیکھ رہا ہے اوسکے اوصاف و کمالات پر مطلق نظر ہی نہین ہے اسیطرح جو شخص کہ حق تعالیٰ کا قرب حاصل کر چکا ہوا ور فنا ہو چکا ہو وہ تو ان مصنوعات کو دیکھکر وجد مین آجاویگا اور کہیگا کہ ؏ حسن خویش از روئے خوبان آشکارا کردۂ۔ غرضکہ فرماتے ہین کہ جسنے چاشنی وصل چکھی ہو وہ ان چیزون سے لطف حاصل کرسکتا ہے ورنہ دوسرے کو کیا خبر ہو سکتی ہے۔ کہ یہ چیزین کسپر دال ہوتی ہین وہ تو صرف ان چیزون کی خوبی کو دیکھیگا۔ اور دوسرا اُسکی خوبی سے اُسکے بنانے والے کی خوبی کو دیکھیگا تو ان دونون مین جو فرق ہے وہ ظاہر ہے آگے بھی یہی فرماتے ہین کہ۔

روح آنکس الخ یعنی اُس شخص کی روح خوش ہوگی کہ جسنے الست کے وقت اپنے رب کو دیکھ لیا اور بیخود اور مست ہوگیا۔ مطلب یہ کہ ان مصنوعات کے دیکھنے سے اُسکی روح خوش ہوگی اور وہ شخص شادان و فرحان ہوگا کہ جو پہلے ہی فنا ہو چکا ہوا ور حق تعالیٰ کے قرب دید ار سے مشرف ہو چکا ہو۔ آگے ایک مثال دیتے ہین کہ۔

او شناسد بوے مے الخ یعنی شراب کی بو کو وہ پہچان سکتا ہے کہ جسنے شراب پی ہو اور جب پی ہی نہ ہو تو وہ کیا تمیز کرسکتا ہے اسیطرح جسنے کبھی حق تعالیٰ کی تجلیات و انوار کو دیکھا ہوا ور جس کو قرب حاصل ہوا ہو وہ تو نشانیون سے پہچان لیگا

کہ یہ اوسکی نشانی ہے اور جسنے کبھی دیکھا ہی نہ ہو بلکہ کبھی پاس بھی نہ پھٹکا ہو اوسکو کیا خبر کہ یہ کسکی نشانی ہے اور کس پر دال ہے ہان خود اوس نشانی ہی مین کچھ تھوڑی بہت خوبی بیان کرسکتا ہے ایک اور مثال فرماتے ہین کہ۔

زانکہ حکمت الخ یعنی اسلیے کہ حکمت مومن کے لیے گم شدہ چیز ہے مثل اوس دلالہ کے کہ بادشاہ کو بتلانے والی ہو حدیث مین ہو کہ کلمۃ الحق ضالۃ المومن تو جس طرح مومن کے سامنے جب کوئی کلمۂ حق کہا جاتا ہو تو اسکا قلب فوراً اوسکو قبول کرلیتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہو کہ یہ پہلے سے بھی دل ہی مین تھا لیکن ذہول تھا ورنہ اگر پہلے سے دل مین نہ ہوتا تو پھر اسکا تصدیق کرنا اور اوسکو مان لینا اسکے کیا معنی ہین تصدیق تو اوسی شئے کی ہوتی ہو جو کہ پہلے سے معلوم ہو۔ اسی طرح آیات حق کو دیکھکر ذات حق پر دلالت ہوتی ہی۔ اور وہ پہلے سے بھی قلب مین تھی مگر اوس سے ذہول ہونے کی وجہ سے التفات نہ تھا اور جبکہ کوئی نشانی سامنے آگئی تو اب فوراً اوس ذات کی طرف توجہ ہوگئی اور معلوم ہوگیا کہ وہی ہے کہ جسکو روز الست دیکھا تھا۔ اور یہ بات ہر مسلمان کو حاصل ہو۔ اسلیے کہ جن کو ذہول کم ہوتا ہی اونکو صرف آیت کے دیکھنے سے التفات ہوجاتا ہی۔ اور جن کو ذہول زیادہ ہوتا ہی اونکو زبان سے کہدینے سے تنبہ ہوجاتا ہے۔ اور فوراً اوسطرف التفات ہوجاتا ہی۔ تو اگر پہلے سے ذات کو جانتے نہین تو یہ التفات آخر کسکی طرف ہے غرضکہ اختلاف استعداد سے اختلاف ہوتا ہی ورنہ یہ حالت تمام مسلمانون کے اندر عام ہی خوب سمجھ لو۔ آگے ایک اور مثال دیتے ہین جسکا خلاصہ یہ ہے کہ مثلاً تمکو کسی کام کی ضرورت ہے اور اُسکے لیے تم دعائین کررہے ہو۔ اور اوسکی طلب مین بہت ہی بیچین ہو حتی کہ جب تم رات کو سوؤ تو ایک شخص آکر تمکو بشارت دے کہ تمھارا کام کل ہوجائیگا اور میرے اس قول کے صحیح ہونے کی علامت ہی کہ مین تم سے ایک بات کہتا ہون جو کہ کل ہی صادق ہوگی بس اگر وہ صادق ہو تو میرے اس قول کو بھی سچ ماننا ورنہ غلط سمجھنا اور وہ یہ ہے کہ کل صبح فلان شخص جو کہ ایسی ایسی صورت کا ہوگا تمھارے سامنے آویگا اور وہ سوار بھی ہوگا اور جب تمکو دیکھیگا تو ہنسیگا بھی اور تم سے بغلگیر بھی ہوگا۔ اور سب سے بڑی علامت یہ ہی کہ تم کل کو اس خواب کو اگر کسی کے سامنے ظاہر بھی کرنا چاہوگے تو ظاہر نہ کرسکوگے اور تمام باتین کروگے مگر جب اوسکو زبان پر لاؤگے فوراً زبان بند ہوجاویگی وغیرہ غرضکہ اوسنے خوب نشانیان بتائین اب جو صبح ہوئی تو تم اوس علامت کی تلاش مین چلے یہانتک کہ تلاش کرتے کرتے وہ مل بھی گیا اور ساری نشانیان پوری ہوگئین تو اب تمھاری یہ حالت ہی کہ لوٹتے ہو اور مارے خوشی کے پھولے نہین سماتے تم کو اسپر وجد ہو کہ بس نشانی تو پوری ہوگئی ہو اب مقصود بھی حاصل ہوجاویگا لیکن دوسرا شخص جسنے یہ نشانی نہین دیکھی وہ تمھاری اس حالت پر متعجب ہے کہ یہ تو مثل دوسرون کے ایک سوار ہی پھر اوسکو دیکھکر اسکی یہ حالت کیون ہے۔ تو اگر تمکو اوسکا تعجب معلوم ہو تو تم اوس سے یہی کہوگے کہ مین کیچند زدم تم بھی خموشی کیجے توجیہ داتی کہ درین پردہ چہ سودا کردم کہ اسی طرح جن کو قرب حق نصیب ہے وہ ان مصنوعات کو دیکھتے ہین اور اونکے لیے یہ چیزین آئینۂ جمال حق ہوتی ہین اور دوسرے کے لیے حسن ظاہری ہی ہوتا ہے۔ اوسکو اوس ذات کی کیا خبر کہ جس پر اونکی دلالت ہے اب اشعار سے سمجھ لو کہ فرماتے ہین کہ۔

تو بہ بینی خواب الخ یعنی تم خواب مین ایک خوش لقا کو دیکھو کہ وہ تمکو ایک وعدہ اور ایک نشانی دے۔

کہ مراد تو الخ یعنی کہ مراد تیری حاصل ہوگی اور نشانی یہ ہے کہ کل کو تیرے سامنے فلان آویگا۔

یک نشانے آنکہ الخ یعنی اور ایک نشانی یہ کہ وہ سوار ہوگا اور ایک نشانی یہ کہ تجھکو کنار مین لیگا۔

یک نشانے آنکہ الخ یعنی ایک نشانی یہ کہ وہ تمھارے سامنے ہنسیگا اور ایک نشانی یہ کہ وہ تمھارے سامنے ہاتھ باندھیگا

یک نشانی آنکه الخ یعنی ایک نشانی یہ ہے کہ یہ خواب ہوس کی وجہ سے جب کل ہو گی تو کسی سے تم کہہ نہ سکو گے اس سے مراد
یہ کہ جیسے عجیب خواب کے بیان کی ہوس ہوتی ہے اسیطرح اوسکو بیان ہی نہ کر سکو گے اور قرآن شریف مین بھی آیا ہے کہ
وآیتک الا تکلم الناس ثلثۃ ایام الا رمزا اسکے معنی محققین یہی کہتے ہین کہ بات کر نہ سکو گے بجز تسبیح وتہلیل کے اور
کسی بات پر قادر ہی نہ ہو گے۔ آگے مولانا بھی اسکی طرف اشارہ فرماتے ہین کہ۔
زان نشان با والد الخ یعنی یہی نشان حضرت یحییٰ علیہ السّلام کے والد سے بھی کہے تھے کہ تین روز تک تم نہ بول سکو گے
مطلب یہ کہ یہ نشانی کوئی نئی نہین ہے بلکہ حق تعالیٰ نے پہلے بھی حضرت ذکریا علیہ السلام کے لیے یہی نشانی فرمائی
تھی اور یہ فرمایا تھا کہ۔
تا سہ شب خامش الخ یعنی تین رات تک اس اپنی نیک وبد سے خاموش رہنا یہ نشانی ہے کہ یحییٰ علیہ السلام آپکے پاس
آوینگے اور حکم ہوا تھا کہ۔
دم مزن سہ الخ یعنی تین روز تک بالکل گفتگو مت کرنا کہ تمھارے مقصود کے حصول کی نشانی سکوت ہے بس اسیطرح
وہ شخص بھی تم سے کہے کہ دیکھو اس بات کو تم کسی کے سامنے کہہ نہ سکو گے آگے اسی کو فرماتے ہین اور ہیچ قصہ کی طرف فرماتے ہین کہ
ہین میاور این الخ یعنی اس نشانی کو ہرگز بیان مت کرنا اور اس بات کو دلین پوشیدہ رکھنا۔
این نشانہا الخ یعنی وہ یہ نشانیان تجھ سے شیرینی اور محبت کے ساتھ کہے اور یہ کیا ہین ایسی اور سیکڑون نشانیان بتاوے اور کہے کہ
این نشان آن الخ یعنی یہ اس بات کی نشانی ہے کہ جو ملک وجاہ تم ڈھونڈھ رہے ہو اوسکو حق تعالیٰ کے یہان سے پاؤگے۔
آنکہ می گریی الخ یعنی وہ (مقصود) کہ تو اوسکے لیے دراز راتون کو روتا ہے اور وہ کہ تو صبح کو عاجزی سے (اوسکے لیے) جلتا ہے
وانکہ بے آن الخ یعنی وہ کہ بے اسکے تیرا دن تاریک ہو گیا ہے اور سکلے کی طرح تیری گردن باریک ہو گئی ہے۔
وانکہ دادی الخ یعنی وہ (مقصود) کہ اوسکے لیے تو نے جو کچھ رکھا تھا زکوٰۃ مین دیدیا مثل پاک بازون کی زکوٰۃ کے مطلب یہ
کہ جسکی طلب مین تو نے اپنی جان اور اپنا مال سب خرچ کر دیا ہے۔
رختہا وادی الخ یعنی اسباب دیدئے اور نیند اور چہرہ کا رنگ اور سر کو فدا کر دیا اور بال کی طرح (دبلا) ہو گیا۔
چند در آتش الخ یعنی کتنی ہی بار تم اوسکے لیے آگ مین عود کی طرح بیٹھے ہو اور کتنی ہی مرتبہ خود کی طرح تلوار کے سامنے گئے ہو
مطلب یہ کہ اوسکی طلب اور تلاش مین طرح طرح کی تکالیف اور کاہشین برداشت کی ہین آگے مولانا فرماتے ہین کہ۔
زینچنین بیچارگیہا الخ یعنی ایسی ایسی لاکھون مصیبتین عشاق کی خصلت ہوتی ہین جو کہ شمار مین بھی نہین آسکتین مطلب یہ کہ وہ یہ کہے
کہ تجھکو تیرا وہ مقصود حاصل ہوگا کہ جسکی وجہ سے تو نے بڑی بڑی مصیبتین اوٹھائی ہین بس وہ تو یہ کہہ چکا اور تمھاری آنکھ کھلگئی اب فرماتے ہین کہ
چونکہ اندر الخ یعنی جبکہ تو نے خواب مین ان احوال کو دیکھ لیا جنکی آرزو مین کہ تو برسون سے تھا۔
چونکہ شب الخ یعنی جب رات کو یہ خواب دیکھا اور دن ہو گیا تو اوسکی امید سے تیرا دل فیروزہ (کی طرح) ہو گیا۔
چشم گردان الخ یعنی تم نے داہنے بائین نگاہ پھرانا شروع کی کہ وہ نشان اور وہ علامت کہان ہین مطلب
یہ کہ اب اوسکی تلاش شروع کی۔
بر مثال برگ الخ یعنی تم پتے کی طرح کانپ رہے ہو کہ کہین ایسا نہو کہ دن گذر جاوے اور نشانی پوری نہو عشق سے ہزار بھاگنی
سے دوی در الخ یعنی تم دوڑ رہے ہو گلی مین اور بازار مین اور سرائے مین اوس شخص کی طرح کہ جسکا بچھڑا کھو گیا ہو۔ مثال آتفاقی

ہے مطلب یہ کہ اوسکی تلاش اور جستجو مین تم بہت ہی سرگردان اور حیران پھرتے ہو اور اُسوقت تم سے کوئی یہ کہے کہ۔
خواجہ خیر ست الخ یعنی میان خیر ہے یہ دوڑ دھوپ کیون ہے اور یہان کیا کھو گیا ہے اور کسکی تلاش ہے۔
گوئیش خیر الخ یعنی تم اوس سے کہو کہ خیر ہو لیکن میری یہ خیر کوئی شخص سوا میرے نہین جان سکتا۔ اسلیے کہ
گر بگویم الخ یعنی اگر کہتا ہون تو ایک نشانی فوت ہو جاویگی اور جب نشانی فوت ہو گئی تو موت کا وقت ہو گیا مطلب
یہ کہ چونکہ ایک نشانی یہ تھی کہ کسی سے کہہ نہ سکوگے تو اگر میں نے کہدیا تو معلوم ہو جاویگا کہ یہ نشانی غلط تھی اور جب یہ معلوم
ہوا تو یہ بھی معلوم ہوگا کہ مقصود بھی حاصل نہ ہوگا۔ اسلیے پھر تو میری موت ہی او پھر تو بڑی سخت مصیبت آجاویگی اور تیری حالت یہ ہو کہ
بنگری در روے الخ یعنی تو ہر مرد سوار کے منہ کو دیکھے تو وہ سمجھے کہ مجھے دیوانے کی طرح کیون دیکھتا ہی مطلب یہ کہ تیری یہ حالت ہو کہ جسکو
سامنے سے آتا ہوا دیکھے یہ سمجھے کہ میرا مطلوب یہی ہی کہ ہر جہ بینداں شود از دور بینداں مرقومی جب وہ سوار تجھکو منع کرے تو اُس سے منت یون کہے
گوئیش من الخ یعنی تو اوس سے کہے کہ مین نے ایک ساتھی کو گم کیا ہے تو اوسکی جستجو مین متوجہ ہوا ہون اور یون کہے کہ۔
دولتت پاینده الخ یعنی اے سوار تیری دولت ہمیشہ رہے عاشقون پر رحم کر اور اُنکو معذور رکھو مطلب یہ کہ تم اوسکی خوشامد کرنا شروع کرو
چون طلب الخ یعنی جب تم کوشش کروگے تو وہ مقصود نظر آہی جاوے۔ اسلیے کہ کوشش خطا نہین کرتی ہے اسی طرح
حدیث مین آیا ہے۔ یہ اشارہ ہی ایک حدیث کی طرف کہ من طلب شیئا وجد و جد یہ حدیث صحاح مین تو نظر سے
گذری نہین ممکن ہی کہ کوئی حدیث ہو۔ مگر مضمون صحیح ہے۔ اسلیے کہ حدیث مین ہے کہ جو شخص طلب کرتا ہے اور
اوسمین لگا رہے تو حق تعالی اوسکی مدد فرماتے ہین۔ خیر غرضکہ تم اسی حالت مین ہو کہ۔
ناگہان آمد الخ یعنی اچانک ایک سوار نیکبخت آگیا پھر اوس نے تم کو کنار مین خوب سخت پکڑا۔
تو شدی بیہوش الخ یعنی تو بیہوش ہو گیا اور بالکل (چارون خانہ چت) گر پڑا تو بیخبر بولا کہ یہ عجیب مکر او نفاق ہے
مطلب یہ کہ تم کو تورات کی باتین اور اپنے مقصود کے حصول کی علامت معلوم ہوئی اور اُس سے تم پر تو وجد کی
حالت ہو گئی مگر بےخبر کہتا ہے کہ بھلا یہ تو ایک سوار تھا اوسکو دیکھکر بیہوش ہونے کی کیا بات تھی آگے
مولانا فرماتے ہین کہ۔
او چہ می بیند الخ یعنی وہ کیا دیکھتا ہے کہ اسمین کس چیز کا شور ہے۔ اور وہ نہین جانتا کہ یہ کسکے وصل کی علامت ہی مطلب
یہ کہ اوس بیخبر کو کیا خبر ہو سکتی ہی کہ یہ شور عشق اور وجد کسوجہ سے ہی وہ تو صرف اُس سوار کے جسم ظاہری کو دیکھ رہا
ہے اور یہ شخص اوسکو اس حیثیت سے دیکھتا ہے کہ یہ میرے مقصود کے حصول کی علامت ہے اور فرماتے ہین کہ۔
این نشان ور الخ یعنی یہ نشانی تو اوسکے حق مین ہو کہ جسنے (پہلے سے) دیکھ لیا ہو اور اوس دوسرے کو
کب نشان ظاہر ہو۔ مطلب یہ کہ نشانی تو اوسیکے حق مین ہوگی کہ جسنے پہلے مقصود کو دیکھا ہو ورنہ دوسرے شخص کو
کیا خبر کہ اسمین کیا جوہر ہین آگے فرماتے ہین کہ۔
ہر زمان الخ یعنی ہر گھڑی کہ اوس (سوار) سے کوئی نشانی ظاہر ہوتی ہی اُس شخص کی جان مین ایک جان آتی ہے
مطلب یہ کہ جسنے کہ پہلے اسکو خواب مین دیکھ لیا ہی وہ تو اُس سے جسقدر نشانیان دیکھتا ہے اوسیقدر خوش ہوتا ہے
کہ یہ سب میرے مقصود کے پورا ہونے کی علامات ہین اور دوسرے کے لیے کچھ بھی نہین آگے ایک مثال فرماتے ہین کہ
ماہی بیچارہ الخ یعنی بیچاری مچھلی کے سامنے پانی آگیا۔ اور یہ نشانیان مثل تلک آیات الکتاب کے ہین مطلب

یہ کہ جسطرح مچھلی کے پانی میں جانے سے جان مین جان آجاتی ہے اسیطرح ان نشانیون کے دیکھنے سے تم کو فرحت ہوئی اور
یہ نشانیان ایسی صادق ہین کہ جیسے کہ یہ قرآن شریف کی آیات ہون کہ اون مین کسی قسم کا شبہ ہی نہین ہوتا
اسیطرح تمکو ان نشانیون کے ظہور کے بعد حصول مقصود مین شک و شبہ ہی نہ رہا یہان مضمون کو ختم کر کے
اوپر جو کہا تھا سے آن شود شاد از نشان کو دید شاہ ؛ الخ اوسپر تفریع فرماتے ہین کہ ۔
پس نشانیہا الخ یعنی پس جو نشانیان کہ انبیا کے اندر ہین خاص اوس جان کے لیے ہین کہ جو آشنا ہو مطلب یہ
کہ جب مثالون وغیرہ سے تم کو معلوم ہو گیا کہ جسنے پہلے سے کوئی نشانی دیکھی ہو گی اوسکو علامت دیکھکر ایک
وجد کی حالت ہو گی اور اوسکو بیحد خوشی ہو گی بس اسیطرح جسنے کہ حق تعالےٰ کی معرفت بقدر استعداد کے معدوم
کر لی ہے جب وہ انبیا و اولیا کو دیکھیگا تو اوسکو یہ آیات حق معلوم ہونگی اور وہ اس حیثیت سے دیکھیگا
کہ میرے اللہ کے نبی ہین اونکے بھیجے ہوئے ہین اور پھر اون سے جو نشانیان صادر ہونگی اونکو بھی اسی نظر
سے دیکھیگا ۔ تو اوسکو جو فرحت اور خوشی ہو گی وہ کسی دوسرے کو ہرگز نہین ہو سکتی ۔ جیسا کہ ظاہر ہو ۔ آگے فرماتے ہین کہ
این سخن الخ یعنی بات تو ناقص رہگئی اور بیقرار ہین دل نہین رکھتا ہے دل ہون مجھے معذور رکھو ۔ مطلب یہ کہ
حضرات انبیاء کے متعلق یہ تو کہدیا کہ انکی نشانیون سے وہی خوش ہو گا جسنے کہ پہلے سے نشانیان دیکھی ہونگی
لیکن اونکی نشانیان کچھ بیان ہی نہ کین اسلیے فرماتے ہین کہ بھائی کیا کرین دل ہی نہین رہا ہاتھ سے
دل ہی جاتا رہا ۔ اسلیے معذور سمجھو کہ اب ہمارے اندر بیان کی تاب ہی نہین رہی ہے ۔ سے آج پہلو مین
ہمارے دل ناشاد نہین + کسکو دے آئے کہان بھول اوٹھے یاد نہین ۔ پس ایک عذر تو یہ ہوا دوسرا عذر
ایک مثال دیگر فرماتے ہین کہ
ذرہ ہا را الخ یعنی ذرون کو کب کوئی گن سکتا ہے ۔ اور خاصکر وہ شخص کہ جسکی عقل عشق کی وجہ سے زائل ہو گئی ہو مطلب
یہ کہ اونکے کمالات اور اونکی نشانیان تو بیحد ہین اونکو گننے کی تو ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی ذرات زمین کو گننا شروع کر دے
تو ظاہر ہے کہ اگر قیامت تک بھی گنے جب بھی ختم نہین ہو سکتے ۔ اسلیے اگر ان حضرات کے کمالات کو بھی گنا جاوے تو ان کو بھی
کوئی نہین گن سکتا اسلیے بھی ہم معذور ہین آگے ایک اور مثال دیتے ہین کہ ۔
مے شمارم برگ ہائے الخ یعنی مین باغ کی پتیون کو گنونگا اور کبک و زاغ کی آواز کو گنونگا یہ شعر جزا ہے شرط محذوف کی عبارت اسطرح ہے کہ نشانیہا ر اشمارم
پس چنین باشد کہ من برگہای باغ را می شمارم الخ مطلب یہ کہ اگر مین انکو گننا شروع کر دون تو اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے مین باغ کی پتیون کو
گننا شروع کر دون اور جانورونکی آواز کو گننے لگون ۔ کہ کتنی مرتبہ کوا بولا اور کتنی مرتبہ کبک کی آواز نکلی تو ظاہر ہے کہ انکو ہرگز احصا نہین کر سکتا ۔ اسلیے
اون نشانیون کا بھی احصا نہین کر سکتا آگے فرماتے ہین کہ ۔
در شمار اندر الخ یعنی شمار مین تو نہین آ سکتے لیکن طالبین کی مصلحت کے واسطے شمار کرتا بھی ہون اے ممتحن ۔ مطلب یہ کہ اگرچہ احصا تو کوئی نہین
کر سکتا مگر خیر جسقدر بھی ہو سکیگا شمار کرتا ہون آگے اسکی مثال ہے کہ ۔
نحس کیوان الخ یعنی زحل کی یا مشتری کی سعادت کسیکے حصہ مین نہین آ سکتی ۔ زحل اور مشتری کی نحوست سے مراد انکے افراد یعنی ان کے
جو افراد ہین کہ زحل کی فلان فلان نحوستین ہین اور مشتری کی فلان فلان سعادتین ہین یہ کسیکی شمار مین نہین آ سکتین ۔
لیک شے ہم بعضے الخ یعنی لیکن ان دونونکے اثر دون مین سے بھی شرح کرنی چاہیے لوگون کے نفع و ضرر کے واسطے

تا شود معلوم الخ یعنی تاکہ معلوم ہو جاوین آثار قضا کے تھوڑے سے اہل سعد و نحس کو۔
طالع آنکس الخ یعنی جسکا طالع کہ مشتری ہو وہ تو نشاط و سرداری سے خوش ہو۔
وانکہ را طالع الخ یعنی جسکا طالع زحل ہو اوسکو تمام شرور سے تمام امور مین احتیاط لازم ہو۔
گر بگویم آن الخ یعنی اگر مین اوس زحل ستارہ والے، نہ بتاؤن تو وہ اس بیچارہ کو اپنی آگ سے جلاوے۔ مطلب یہ کہ اگر ان ستارون کے حالات معلوم ہونگے تو جسکا جیسا طالع ہوگا وہ ویسا ہی خوش یا محتاط رہیگا۔ اسیطرح حضرات انبیاء کی بھی نشانیون کو اگرچہ کوئی احصار نہین کر سکتا مگر پھر بھی جو کچھ بھی بیان ہو سکین اونکو بیان کرنا ضروری ہے۔ تاکہ اونکے مان لینے کے منافع اور انکار کے ضرر معلوم تو ہو جاوین اوسکے بعد جو کوئی مانے وہ خوش و خرم ہے ورنہ اپنے ہاتھون برباد ہو۔ آگے نفس کو مخاطب کرکے فرماتے ہین کہ۔
بس بیچ کن الخ یعنی اے بیہودہ بس کر کہین اوس آفتاب سے کوئی آگ ایکبارگی تاب مین نہ آجاوے۔ مطلب یہ کہ آیات حق کے بیان کرنے مین زرا زیادہ زبان مت کھولو۔ کہ کہین کوئی تجلی آکر تم کو جلا کر خاک سیاہ نکردے کیونکہ اوسکی تو یہ قدرت ہے کہ
از کواکب الخ ورالخ یعنی ستارون مین سپہر بحر مین نہ نور رہیگا اور نہ نشان تو جب اوسکی یہ قدرت ہے پس اگر ہماری ہستی کو بھی فنا کردے تو کیا تعجب ہے۔
آنچہ بہر دار الخ یعنی جو کچھ کہ پھل رکھتا ہے اوسمین مشغول ہو اور دوسری باتون سے معزول ہو جاؤ۔ مطلب یہ کہ جس بات مین کوئی فائدہ ہو اوسمین لگو اور بیفائدہ باتون کو چھوڑو تو چونکہ تشبیہ و تنزیہ کے بیان کرنے مین عوام کا کوئی فائدہ نہین ہے اسلیئے اوسکو ترک کرو اور کام کی باتین شروع کرو۔
جنبش اختر الخ یعنی ستارہ کی گردش سے سوا عقیم کے کچھ نہین آتا۔ اور سوائے اوس رحیم کے لطف کے اور کوئی شے پھل نہین رکھتی مطلب یہ کہ اسباب ظاہری وغیرہ کے تصرفات سے کوئی معتدبہ فائدہ نہین ہوتا۔ بلکہ ایک فضول شے ہے ہان حق تعالیٰ کا لطف و کرم کام کی چیز ہے اوسکو حاصل کرنا چاہیئے آگے اسکے تحصیل کی ترکیب فرماتے ہین کہ۔
ذکر اللہ الخ یعنی ہمارے بادشاہ نے ذکر اللہ کی اجازت دیدی ہے آتش کی اندر آنکھو نکو نور دیدیا ہے۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے اپنا نام لینے کی ہمکو اجازت دیدی ہے باوجودیکہ ہم ایسی چیزون مین ملوث تھے کہ وہ ہمکو جہنم کی طرف لیجاتین مگر پھر بھی ہمکو یہ نور لم یزلی عطا فرمایا ہے کہ جس سے سعادت دارین حاصل ہو سکتی ہے اور یہی ایک کام ہے جسکے ذریعہ سے قرب حق اور لطف حق حاصل ہو سکتا ہے۔ پس غلبۂ ذکر اللہ کا کرو ساری مشکلین آسان ہو جاوینگی اور ماسوی اللہ سے بالکل علحدگی ہو جاویگی۔ چونکہ یہان ذکر اللہ کی ترغیب دی تھی اور اوسکا نور ہونا ابتلایا تھا۔ آگے فرماتے ہین کہ اس ذکر کی جو حق تعالیٰ نے اجازت دی ہے اس سے حق تعالیٰ کا کوئی فائدہ نہین ہے اور ہماری تقدیس و تسبیح سے حق تعالےٰ ہرگز پاک نہین ہوتے بلکہ ہم ہی پاک ہو جاتے ہین آگے اسکو بزبان حق فرماتے ہین کہ۔
گفت اگرچہ الخ یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اگرچہ مین تمھارے ذکر سے پاک ہون اور یہ تمثیلات میرے لائق نہین ہین۔
لیک ہرگز الخ یعنی لیکن تصور و خیال کا مقید ہماری ذات کو ہرگز بے مثال کے سمجھ نہین سکتا مطلب یہ کہ تشبیہات سے تو ہم بالکل منزہ ہین مگر چونکہ عقول انسانی ناقص ہین اونکو بغیر تمثیل کے معرفت ہو ہی نہ سکتی تھی اسلیئے ہم نے اجازت دیدی ہے کہ خیر جس طرح بھی ہو سکے جسقدر بھی معرفت ہو جاوے بہتر ہے ورنہ لیس کمثلہ شئے۔ اور فرماتے ہین کہ۔

ذکر جسمانہ الخ یعنی ذکر جسمانی تو ایک خیال ناقص ہے اور وصف شاہانہ تو اس سے خالص ہے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کے اوصاف تو کہیں برتر و بالا ہیں اونکو اس ذکر سے اور ان تمثیلات سے کیا نسبت ہو سکتی ہے لیکن پھر اجازت دیدینا رحمت ہے آگے اس ذکر کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

شاہ را گوید الخ یعنی بادشاہ کو کوئی یہ کہے کہ جولاہہ نہیں ہے تو یہ مدح ہرگز نہیں ہے وہ شاید آگاہ نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ دیکھو کہ اگر کوئی بادشاہ کی مدح شروع کرے اور اول ہی یہ کہے کہ سب بڑا وصف یہ ہے کہ ہمارے بادشاہ صاحب جولاہہ نہیں ہیں تو اگر حقیقت کو دیکھو تو یہ مدح تو کیا ہوئی بلکہ اور مذمت ہے اسلیے کہ بادشاہ کے اندر جولاہہ ہونیکا تو گمان وگمان بھی نہ تھا تو پھر اسکی نفی کیسی معلوم ہوتا ہے کہ اسکو کچھ شبہہ تھا کہ جسکو یہ دفع کر رہا ہے لیکن اگر بادشاہ اس تعریف کو سنکر خوش ہو اور مثل اور مداحین کے اسکو بھی انعام واکرام دے تو یہ اوسکی غایت رحمت پر دال ہے پس ہماری تقدیس وتنزیہ بالکل ایسی ہی ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے ہاتھ نہیں ہیں پاؤں نہیں ہیں وغیرہ وغیرہ تو ان چیزوں کے وہاں ہونیکا شبہہ ہی کب تھا جو انکی نفی کیجاوے یہ صریح گستاخی اور بے ادبی ہے مگر حق تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اسکو بھی اہل مدح قرار دے کر اسپر انعام واکرام ثواب عنایت فرماتے ہیں اور ہم کو بوجہ ہماری بے عقلی کے اپنی کنہ کے ادراک نہ کرسکنے میں معذور فرماتے ہیں ورنہ اگر معرفت تام کی تکلیف دیجاتی تو یقیناً اس عقل وفہم کے ساتھ تو کسیطرح ممکن نہ تھا تو کوئی بھی مومن نہوتا اسلیے علی حسب الاستعداد ہر شخص کے مناسب اوسکو تکلیف دیگئی ہے خوب کہا ہے کہ ؎ نتوان وصف تو گفتن کہ تو در وصف نگنجی ؛ نتوان شرح تو گفتن کہ تو در شرح نیائی ؛ اور ؎ شکر نعمتہائے تو چندانکہ نعمتہائے تو ؛ عذر تقصیرات ما چندانکہ تقصیرات ما ؛ پس معلوم ہوگیا کہ حق تعالیٰ کی رحمت ہے کہ علی قدر المراتب والاستعداد معرفت کی تکلیف دی ہے آگے اسی مضمون کی ایک حکایت لاتے ہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انسانمین جسقدر بھی فہم ہو اوسیقدر اوسکو معرفت کی تکلیف دیگئی ہے۔

شرح حبیبی

انکار کردن موسیٰ علیہ السلام بر مناجات شبان

دید موسیٰ یک شبانے را براہ ۔۔۔ کو ہمی گفت اے خدا و اے الٰہ

تو کجائے تا شوم من چاکرت ۔۔۔ چارقت دوزم کنم شانہ سرت

تو کجائے تاکہ خدمتہا کنم ۔۔۔ جامہ ات را دوزم بخیہ کنم

جامہ ات شویم شپشہایت کشم ۔۔۔ شیر پیشت آورم اے محتشم

ور ترا بیمارئے آید بپیش ۔۔۔ من ترا غمخوار باشم ہمچو خویش

دستکت بوسم بمالم پائکت ۔۔۔ وقت خواب آید بروبم جائکت

گر بہ بینم خانہ ات را من دوام ۔۔۔ روغن و شیرت بیارم صبح و شام

ہم پنیر و نانہائے روغنین ۔۔۔ خمرہا جغراتہائے نازنین

سازم و آرم بپیشت صبح و شام ۔۔۔ از من آوردن ز تو خوردن طعام

اے فدا اے تو ہمہ بزہائے من   وے بیادت ہے ہے و ہیہائے من
زین نمط بیہودہ میگفت آن شبان   گفت موسیٰ با کیستست اے فلان
گفت با آنکس کہ ما را آفرید   این زمین و چرخ ازو آمد پدید
گفت موسیٰ ہائے خیرہ سر شدی   خود مسلمان ناشدہ کافر شدی
این چہ ژاژ است این چہ کفرست و فشار   پنبۂ اندر دہان خود فشار
گند کفر تو جہان را گندہ کرد   کفر تو دیبائے دین را ژندہ کرد
چارق و پاتابہ لائق مر تراست   آفتابے را چنینہا کے رواست
گر نہ بندی زین سخن تو حلق را   آتشے آید بسوزد خلق را
آتشے گر نامدست این دود چیست   جان سیہ گشتہ روان مردود چیست
گر ہمیدانی کہ یزدان داورست   ژاژ و گستاخی ترا چون باورست
دوستی بے خرد خود دشمنی است   حق تعالیٰ زین چنین خدمت غنیست
یا کہ میگوئی تو این با عم و خال   جسم و حاجت در صفات ذو الجلال
شیر او نوشد کہ در نشو و نماست   چارق او پوشد کہ او محتاج پاست
در برائے بندہ است این گفتگو   آنکہ حق گفت او منست و من خود او
آنکہ گفت انی مرضت لم تعد   من شدم رنجور او تنہا نشد
آنکہ بی یسمع و بی یبصر شدہ است   در حق آن بندہ این ہم بیہدست
بے ادب گفتن سخن با خاص حق   دل بمیراند سیہ دارد ورق
گر تو مردے را بخوانی فاطمہ   گرچہ یک جنس اند مرد و زن ہمہ
قصد خون تو کند تا ممکن است   گرچہ خوشخو و حلیم و ساکن است
فاطمہ مدحست در حق زنان   مرد را گوئی بود زخم سنان
دست و پا در حق ما آسایش است   در حق پاکے حق آلایش است
لم یلد لم یولد او را لائق است   والد و مولود را او خالق است
ہر چہ جسم آمد ولادت وصف اوست   ہر چہ مولودست او زین سوئے جوست
آنکہ از کون و فسادست و مہین   حادث است و محدثے خواہد یقین
گفت اے موسیٰ دہانم دوختے   وز پشیمانے تو جانم سوختے
جامہ را بدرید و آہے کرد تفت   سر نہاد اندر بیابانے و رفت

عتاب حق سبحانہ با موسیٰ از بہر آن شبان

وحی آمد سوئے موسیٰ از خدا   بندۂ ما را چرا کردی جدا

تو برائے وصل کردن آمدی / نے برائے فصل کردن آمدی
تا توانی پا منہ اندر فراق / ابغض الاشیاء عندی الطلاق
ہر کسے را سیرتے بنہادہ ایم / ہر کسے را اصطلاحے دادہ ایم
در حق او مدح و در حق تو ذم / در حق او شہد و در حق تو سم
در حق او نور و در حق تو نار / در حق او ورد و در حق تو خار
در حق او نیک و در حق تو بد / در حق او خوب و در حق تو رد
ما بری از پاک و ناپاکی ہمہ / از گرانجانے و چالاکی ہمہ
من نکردم خلق تا سودے کنم / بلکہ تا بر بندگان جودے کنم
ہندیانرا اصطلاح ہند مدح / سندھیانرا اصطلاح سند مدح
من نگردم پاک از تسبیح شان / پاک ایشان ہم شوند و درفشان
ما برون را ننگریم و قال را / ما درون را بنگریم و حال را
ناظر قلبیم اگر خاشع بود / گرچہ گفت لفظ ناخاضع بود
زانکہ دل جوہر بود گفتن عرض / پس طفیل آمد عرض جوہر غرض
چند ازین الفاظ و اضمار و مجاز / سوز خواہم سوز با آن سوز ساز
آتشے از عشق در جان برفروز / سر بسر فکر و عبارت را بسوز
موسیا آداب دانان دیگر اند / سوختہ جان و روانان دیگر اند
عاشقے را ہر نفس سوزیدنی است / بر دہ ویران خراج و عشر نیست
گر خطا گوید ورا خاطی مگو / ور شود پر خون شہید آنرا مشو
خون شہیدانرا ز آب اولیٰ ترست / این خطا از صد صواب اولیٰ ترست
در درون کعبہ رسم قبلہ نیست / چہ غم از غواص را پاچیلہ نیست
تو ز سرمستان قلاؤزے مجو / جامہ چاکان را چہ فرمائے رفو
ملت عشق از ہمہ دینہا جداست / عاشقانرا ملت و مذہب خداست
لعل را گر مہر نبود باک نیست / عشق در دریائے غم غمناک نیست

وحی آمدن بموسے علیہ السلام در عذر آن شبان

بعد ازان در سر موسیٰ حق نہفت / رازہائے گفت کان ناید بگفت
بر دل موسے سخنہا ریختند / دیدن و گفتن بہم آمیختند
چند بیخود گشت و چند آمد بخود / چند پرید از ازل سوئے ابد
بعد ازان گر شرح گویم ابلہی است / زانکہ شرح این ورائے الہی ست

ور بگویم عقلها را بر کند　　ور نویسم بس قلمها بشکند
ور بگویم شرح حالے معتبر　　تا قیامت بکشد این بس مختصر
لاجرم کوتاہ کردم من زبان　　گر تو خواہی از درون خود بخوان
چونکہ موسیٰ این عتاب از حق شنید　　در بیابان از پئے چوپان دوید
بر نشان پائے آن سرگشتہ راند　　گرد از پرہ بیابان بر فشاند
گام پائے مردم شوریدہ خود　　ہم ز گام دیگران پیدا بود
یک قدم چون رخ ز بالا تا نشیب　　یک قدم چون پیل رفتہ بر اریب
گاہ چون موجے برافرازان علم　　گاہ چون ماہی روانہ بر شکم
گاہ بر خاکے نوشتہ حال خود　　ہمچو رمالے کہ رملے بر زند
گاہ حیران ایستادہ گہ دوان　　گاہ غلطان ہمچو گو از صولجان
عاقبت دریافت اورا و بدید　　گفت مژدہ دہ کہ دستورے رسید
ہیچ آدابے و ترتیبے مجو　　ہرچہ میخواہد دل تنگت بگو
کفر تو دین ست و دینت نور جان　　ایمنی وز تو جہانے در امان
اے معاف یفعل اللہ ما یشاء　　بے محابا رو زبان را بر کشا
گفت اے موسیٰ از ان بگذشتہ ام　　من کنون در خون دل آغشتہ ام
من ز سدرہ منتہی بگذشتہ ام　　صد ہزاران سالہ زان سو گشتہ ام
تازیانہ بر زدے اسپم بگشت　　گنبدے کرد و ز گردون بر گذشت
محرم ناسوت ما لاہوت باد　　آفرین بر دست و بر بازوت باد
حال من اکنون برون از گفتن ست　　اینچہ میگویم نہ احوال من ست

موسیٰ علیہ السلام نے ایک چرواہے کو رستہ مین یہ کہتے ہوئے دیکھا کہ اے کریم اور اے اللہ تو کہان ہے کہ مین تیرا خادم ہو جاؤن اور تیرے موزے سیا کرون۔ تیرے سر مین کنگھی کیا کرون۔ تو بتلا دے کہ تو کہان ہے تاکہ مین تیری خوب خدمت کرون تیرے کپڑے سیا کرون اور انمین بخیہ کیا کرون۔ تیرے کپڑے دھویا کرون تیرے بالون کی اور کپڑون کی جوئین مارا کرون اور تیری خدمت مین دودھ حاضر کیا کرون اور اگر اتفاقاً آپکو کوئی مرض لاحق ہو تو مین عزیزون کی طرح آپکی تیمارداری کرون آپکے ہاتھ چومون اور پاؤن دباؤن جب آپکے سونے کا وقت ہو تو آپ کی خوابگاہ کو کوڑے کرکٹ سے صاف کیا کرون اے خدا میری جان اور میرے بال بچے اور میرا گھر بار کنبہ قبیلہ تجھپر قربان۔ اگر مجھے تیرا گھر معلوم ہو جاوے تو صبح و شام دونون وقت دودھ اور گھی تیرے لیے لایا کرون۔ نیز مین تیرے لیے پنیر اور روغنی روٹیان اور دہی کی مٹکیان تیار کرون اور صبح و شام دونون وقت تیری خدمت مین حاضر کیا کرون بس میرا کام لانا ہو اور تیرا کام کھانا۔ اے اللہ میری بکریان تجھپر قربان اور اے وہ ذات جسکی یاد مین میرا یہ حسرت و افسوس اور آہ و زاری ہے اگر تو مجھے بتا دے تو مین مذکورہ بالا کام سارے کرون۔ غرض وہ چرواہا اسی قسم کی بیہودہ گفتگو کر رہا تھا۔ یہ گفتگو

سنکر موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے چرواہے تو یہ خطاب کسکو کر رہا ہے اوسنے کہا اوسکو جسنے ہم سبکو پیدا کیا اور جس سے آسمان و زمین کا ظہور ہوا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو احمق ہو گیا ہے کہ ایسی باتین کرتا ہے ایسی باتون سے تو مسلمان تو کیا ہوتا الٹا کافر ہو گیا یہ کیا بکواس ہے اور یہ کیسا کفر اور لغویات ہین خبردار ایسی باتین ہرگز منھ سے مت نکال اگر یون چپ نہین رہا جاتا تو منھ مین روئی ٹھونس لے۔ تیرے کفر کی بدبو نے عالم کو گندہ کر دیا اور تیرے اس کفر نے دین کے دیبا کو گدڑی بنا دیا یعنی تو اس گفتگو سے پیشتر تلبس بدین تھا جو کہ تیرے لیے بیش بہا ہونے مین مثل دیبا کے تھا اب وہ دین جو مثل دیبا کے تھا جاتا رہا بلکہ اسکے بجائے کفر آگیا جو مثل گدڑی کے ذلیل و حقیر ہے اور کوڑی کے بھی کام کا نہین موزہ اور پاتابہ تیرے لیے زیبا ہین بھلا آفتاب حقیقی کے لیے کب جائز ہے کہ موزہ اور پاتابہ پہنے اگر تو ان باتون سے اپنا منھ بند نہ کریگا تو آسمان سے آگ آئیگی اور مخلوق کو بھسم کر دیگی اور آتش معنوی یعنی آتش قہر تو ابھی چلی کیونکہ اگر وہ ہنوز نہین آئی تو یہ دھوان کیسا ہے اور تیری جان و دل کیون سیاہ ہو گئے ہین اور تیری جان مردود کیون ہے یہ سب آثار اسی آتش قہر کے ہین جن سے اس آتش پر استدلال ہو سکتا ہے اگر تو جانتا ہے کہ خدا حاکم ہے تو ان بیہودہ اور گستاخی کی باتون کا تجھے اوس کی نسبت کیسے یقین ہو گیا سچ ہے کہ نادان کی دوستی بھی دشمنی ہے اور یاد رکھ کہ حق سبحانہ کو اس قسم کی خدمات کی ضرورت نہین ذرا بتا تو سہی کہ تو اس قسم کی باتین اپنے چچا سے کرتا ہے یا ماموں سے کرتا ہے اور خدا تیرے ماموں اور چچا کی طرح ہے۔ بھلا صفات خداوندی مین جسمیت اور احتیاج کو کیا دخل دودھ تو وہ پیتا ہے جو ہنوز ناقص ہو اور نشو و نما سے درکار ہو۔ اور موزہ وہ پہنتا ہے جسے پاؤن کی حاجت ہو اور خدا کے لیے یہ امور محال ہین تو اس سے یہ گفتگو کیسی اور اگر تیری مراد وہ بندہ ہے جسکی نسبت حق سبحانہ نے یہ فرمایا ہے کہ مین وہ ہون اور وہ مین ہے یعنی مجھ مین اور اسمین اتحاد عرفی یعنی توافق ہے اور جسکی عیادت نہ کرنے پر حق سبحانہ شکایت فرماوینگے کہ انی مرضت فلم تعدنی یعنی مجھ مین اور اسمین ایسا اتحاد اور توافق تھا جسکی بنا پر عرفاً یون کہا جا سکتا ہے کہ صرف وہی بیمار نہ ہوا تھا بلکہ اسکے ساتھ مین بھی بیمار ہوا تھا اور جسکی نسبت ارشاد ہوا ہے کہ بی یسمع و بی یبصر تو ایسے بندہ کے حق مین بھی یہ گفتگو بیہودہ ہے۔ اور خاصان الٰہی سے گستاخانہ خطاب کرنا دلکو مردہ کرتا ہے اور نامۂ اعمال کو سیہ کرتا ہے۔ یہانسے مولانا مضمون سابق کی تائید فرماتے ہین اور کہتے ہین کہ جو کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہ صحیح ہے دیکھو اگر تم کسی مرد کی تعریف مین اسے فاطمہ کہو تو باوجودیکہ مرد و عورت ایک ہی جنس سے ہین اور کچھ بہت بعد نہین ہے مگر باینہمہ بہت ممکن ہے کہ وہ تیرے خون کے درپے ہو جائے اگرچہ خوشخو اور حلیم اور بردبار ہو کیونکہ فاطمہ کہنا عورتون کے حق مین تو تعریف ہے اگر مرد کو کہو تو گویا ناگوار ہوگا جیسا کسی نے نیزہ یا تیر مار دیا جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ ہاتھ پاؤن ہمارا کمال ہین کیونکہ وہ ہمارے لیے آسایش کا ذریعہ ہین اور پاکی حق سبحانہ کے مقابلہ مین وہ نجاست ہین اوسکے لیے تو لم یلد و لم یولد زیبا ہے کیونکہ ہر والد و مولود اسکا پیدا کردہ ہے پس وہ خود والد و مولود کیسے ہو سکتا ہے ولادت اجسام کی صفت ہے نہ کہ اوسکی جو جسمیت سے منزہ ہے اور جو مولود ہے وہ بھی طالب جسمیت ہے پس والد و مولود اجسام ہوے اور جو جسمیت سے منزہ ہے نہ وہ والد ہوگا نہ مولود اور نیز اوسکا یہ ہے کہ ہر والد و مولود کے لیے کون و فساد کی ضرورت ہے اور اسلیے وہ ذلیل بھی ہے پس وہ حادث ہوگا اور اوسکو ایک محدث کی ضرورت ہوگی (کون سے مراد ہے نئے کیفیت اور صورت کا پیدا ہونا اور فساد سے مراد ہے کیفیت و صورت سابقہ کا زائل ہونا والد کو کون و فساد کی اسلیے ضرورت ہے کہ اسکے ان اجزا مین تغیر ہوتا ہے جن سے وہ بچہ بنتا ہے پہلے وہ ایک کیفیت و صورت پر ہوتے ہین اور پھر دوسری کیفیت و صورت اختیار کرتے ہین اور مولود کیلیے

کون وفساد کی اسلیے ضرورت ہے کہ پہلے وہ ایک کیفیت وصورت پر ہوتا ہے اسکے بعد دوسری کیفیت وصورت اختیار
کرتا ہے مثلاً زید والد اسوقت بنے گا جبکہ اوسکے اجزاء منویہ فاسد ہوکر صورت منویہ اختیار کرین اور مولود یون ہوا
کہ پہلے وہ منی تھا بعد کو صورت منویہ فاسد ہوئی اور صورت زیدیہ پیدا ہوگئی۔ اسی پر دیگر والد و مولود کو قیاس کرلو
یہان سے مولانا مضمون سابق کیطرف عود کرتے ہیں اور فرماتے ہین کہ اوسنے عرض کیا کہ یا حضرت آپنے تو میرا منہ ہی بند
کردیا۔ اور ندامت سے میری جان جلادی یعنے اب مین پشیمان ہون کہ مین نے اس قسم کے الفاظ گستاخانہ کیون استعمال
کیے اور اب مین ایک لفظ بیہودہ زبان سے نہ نکالونگا یہ کہکر کپڑے پھاڑ ڈالے اور ایک گرم آہ کی اور بیابان کا رخ کیا
اور چلدیا موسیٰ علیہ السلام کے پاس حضرت حق سبحانہ سے وحی آئی کہ آپنے ہمارے بندہ کو ہم سے جدا کیون کردیا آپکا
کام تو یہ ہے کہ آپ بندون اور حق سبحانہ کے درمیان تعلق پیدا کرین نہ یہ کہ جو تعلق پیدا ہوچکا ہے اوسکو منقطع کردین
اب ہم آپ کو متنبہ کرتے ہین کہ آیندہ کبھی ایسی بات نہ کرنا جس سے ہمارے اور بندونکے درمیان جدائی ہو کیونکہ زن وشوہر
کی جدائی کو بھی ہمنے بمصلحت گوارا کیا ہے ورنہ ہمکو پسند نہین پس ہم بندون کی جدائی کو کیونکر گوارا کرینگے جب آپنے اسکو
نصیحت فرمائی تھی آپ کو خیال کرنا چاہیئے تھا کہ ہم نے ہر ایک کی سیرت جداگانہ قایم کی ہے اور ہر ایک کو ہمنے جداگانہ
اصطلاح عطا کی ہے جو ایک کے لیے مفید اور دوسرے کے لیے مضر ہے اس بنا پر اسکی یہ گفتگو اوسکے حق مین تو مدح تھی
اور تمھارے حق مین ذم ہوگی اوسکے حق مین شہد تھی تمھارے حق مین سم ہوگی اوسکے حق مین نور تھی آپکے حق مین نار ہوگی
اوسکے حق مین گل تھی آپ کے حق مین خار ہوگی اوسکے حق مین نیک تھی آپکے حق مین بد ہوگی اوسکے حق مین عمدہ تھی
آپ کے حق مین مردود ہوگی مقصود سبکا یہ ہے کہ اسکے حق مین نافع اور بہتر تھی اور آپکے حق مین مضر اور بدتر اور یہ بھلائی
تمھارے ہی اعتبار سے اور خود تمھاری ہی طرف راجع ہے رہے ہم سو ہماری تو یہ شان ہے کہ ہم تمھاری پاکی سے
بھی منزہ ہین اور ناپاکی سے بھی یعنی کاہلی اور اسی قسم کے افعال واوصاف ذمیمہ سے بھی جو ہماری طرف منسوب
کیے جائین اور چستی و چالاکی اور اس قسم کے افعال واوصاف حسنہ سے بھی جو ہماری
طرف منسوب کیے جائین اور میں نے تسبیح و تقدیس کا حکم کیا ہے وہ اپنے
کسی فائدہ کے لئے نہین بلکہ محض اسلیے کہ مخلوق پر انعام کرون اور اوسکے ذریعہ
سے وہ صفات حسنہ سے متصف ہون پس ہندی لوگ ہندی زبان مین میری تعریف کرتے ہین اور وہ ہی اونکے
حق مین مدح ہوتی ہے اور سندھی لوگ سندھی زبان مین میری تعریف کرتے ہین اور اونکے حق مین وہی تعریف ہوتی ہے
مین نہ ہندیونکی تسبیح و تقدیس سے پاک ہوتا ہون اور نہ سندیون کی بلکہ وہی اپنی اس تسبیح و تقدیس سے پاک
ہوتے ہین اور انھین کے منہ سے موتی جھڑتے ہین پس تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم الفاظ کو نہین دیکھتے بلکہ دل اور
نیت کو دیکھتے ہین کہ کس نیت سے یہ الفاظ استعمال کیے گئے ہین ہم صرف باطن اور حال کو دیکھتے ہین نہ کہ ظاہر
اور قال کو اگر دل مین خشوع ہو تو ہم اوسیکو دیکھین گے اگرچہ گفتگو سے خشوع نہ ظاہر ہوتا ہو ہم اوسپر ہرگز نظر
نہ کرینگے اور راز اسمین یہ ہے کہ دل جوہر ہے اور گویائی عرض اور جوہر مقصود ہوتا ہے اور عرض اسکے تابع ہوتی
ہے پس اگر مقصود درست ہو تو اتنا ہی کافی ہے غیر مقصود مین اگر کچھ نقص بھی ہو تو کچھ نقصان نہین بشرطیکہ عمداً
وہ نقصان پیدا نہ کیا گیا ہو۔ الفاظ واضمار و مجاز پر کب تک نظر کروگے ہمکو تو یہ مطلوب ہی نہین ہے ہمکو تو مطلوب

صرف سوزش ہے تمکو سوز سے واقفیت کرنا چاہیے۔ اور عشق کی آگ اپنے دل و جان مین مشتعل کرنا چاہیئے۔ اور محض فکر
علمی اور عبادت جسمہ کو آگ لگا دینا چاہیے اور اگر عشق کے ساتھ یہ بھی ہون تو نور علی نور ہے۔ اسے میسے ادب دان
اور لوگ ہین اور دل جلے اور ہین۔ جو ادب دان اور عارف و عاقل ہین انسے ادب مطلوب ہے اور جو عشاق ہین وہ عموماً
یا تو نا واقف ہوتے ہین یا مغلوب الحال۔ اسلیے وہ معذور ہین اور انسے ادب مطلوب نہین۔ پس وہ ترک ادب پر ماخوذ
بھی نہونگے عاشق تو ہر وقت جلتے رہتے ہین اور اپنی ہستی اور ہوش و حواس سبکو ہمارے لیے فنا کر چکے ہین انکے پاس
وہ شے ہی نہین جسکی بنا پر انسے مطالبہ کرین یعنی ہوش و حواس پس ہم انسے ادب کا کیونکر مطالبہ کر سکتے ہین بھلا سمجھو تو سہی
کہ کہین ویران گانؤن پر خراج و عشر واجب ہوتا ہے ہرگز نہین کیون ؟ اسلیے کہ وہان وہ شے ہی نہین جسکی بنا پر عشر و
خراج لازم ہو علی ہذا یہان بھی یہی حالت ہے پس اگر ایسے لوگ گفتگو مین غلطی کرین تو انکو خطا وار نہ کہنا چاہیے جسطرح
کہ شہید خون آلودہ کو نہلانا نہین چاہیے اسلیے کہ جسطرح شہیدونکے لیے خون پانی سے بہتر ہے یون ہی یہ غلطی اس صواب
سے بہتر ہے جسکا تعلق صرف زبان ہی سے ہو ہم تم کو اسی مضمون کو دوسری عنوان سے سمجھاتے ہین دیکھو قبلہ کے اندر
کسی خاص جہت کی ضرورت نہین اور اگر غوطہ خور کے پاس پاتابہ نہو تو کوئی فکر کی بات نہین وجہ اسکی یہ ہے کہ شرط
توجہ الی الجہۃ المخصوصہ اور شرط استعمال پاتابہ مقصود ہے پس یہان بھی بعینہ یہی حالت ہے آپ مستونسے رہبری کی
توقع نرکھیے اور عشاق کو کپڑونکے رفو کرنے کی ہدایت نکیجیے کیونکہ یہ دونوں ان دونون کامون کے اہل نہین علی ہذا
وہ بھی ادب کا اہل نہین کیونکہ اوسکا مدار علم و عقل پر ہے اور وہان دونون مفقود ہین مذہب عشق تمام مذاہب سے جدا گانہ
ہے کہ ہر مذہب مین مکلفین کے لیے احکام مخصوصہ ہوتے ہین عشاق الٰہی کا کوئی مذہب نہین کیونکہ وہ شرط تکلیف ہی
اپنے اندر نہین رکھتے یعنی عقل بلکہ انکا مذہب تو انکا مطلوب ہے یعنی حق سبحانہ پس وہ اسی کی دھن مین لگے ہوے ہین
اور اوامر و نواہی کی انھین خبر بھی نہین پس وہ بیچارے عمل کیا کر سکتے ہین اور اس ترک ادب وغیرہ سے انکے نقصان
پر استدلال نکرنا چاہیے کیونکہ انکی مثال ایسی ہے جیسے لعل اور لعل کو سکہ کی ضرورت نہین یون ہی انکو بھی افعال ظاہری
کی ضرورت نہین جسکی وجہ وہی فقدان شرط تکلیف ہے ہان چاندی سونے کے لیے سکہ کی ضرورت ہے کیونکہ ان مین شرط موجود ہے
نیز یہ افعال گو فی نفسہ مضر ہین مگر انکے لحاظ سے مضر نہین۔ اور انکو ان سے کچھ ضرر نہین ہوتا اگر یہ بات سمجھ مین نہ آوے
تو یون سمجھو کہ عاشق ہزارون رنج و غم مین مبتلا ہوتا ہے مگر مغموم نہین ہوتا حالانکہ غم فی نفسہ مغموم کرنیوالا ہے مگر عشاق پر اسکا
اثر نہین پس یہی حالت عاشقان حق سبحانہ کی ہے کہ انکو ترک ادب وغیرہ باوجود فی نفسہ مضر ہونے کے مضر نہین۔ اسکے بعد
حضرت موسی علیہ السلام کے دل مین پوشیدہ طور پر ان اسرار کا القاء ہوا جو بیان مین نہین آسکتے اور گفتگو و مشاہدہ ہر دو
کو جمع کر دیا یعنی جو کچھ کہا گیا تھا اوسکا مشاہدہ بھی کرا دیا اسپر موسی علیہ السلام پر کیسی کیسی بیخودیان طاری ہوئی ہین اور
کیسے کیسے ہوش آئے ہین اور کیسے کیسے وہ ابتدا سے انتہا کیطرف اڑے ہین اور ترقی روحانی حاصل کی ہے کہ بیان نہین
ہو سکتی اب اگر مین اسی کی تشریح کرون تو میری حماقت ہی ہے اسلیے کہ وہ تو عقول متوسط کے احاطہ سے باہر ہے اگر مین کہتا
ہون تو عقول عامہ درہم برہم ہو جائینگی کیونکہ انکی کنہ تک تو پہونچین گے نہین پس یا تو کچھ سے کچھ سمجھ لین گے یا انکار
کر بیٹھین گے۔ اور یہ دونون صورتین بربادی کی ہین نیز اگر لکھتا ہون تو اوسمین طول اتنا ہے کہ بہت سے قلم ٹوٹ
جائین گے اور تمام نہ ہوگی۔ وہ اتنی طویل ہے کہ اگر مین اوسکی واقعی تفصیل کرون اور قیامت تک کیے جاؤن تب بھی

نہایت مختصر ہوگی۔ ان وجوہ سے مجبوراً میں نے خاموشی اختیار کی اب اگر تم کو ضرورت ہی تو اپنے باطن کی اصلاح کرو
تم کو خود معلوم ہو جائیگی۔ غرض جبکہ موسے علیہ السلام نے حق سبحانہ کا یہ شفقت آمیز عتاب سنا تو چرواہے کو تلاش کرنیکے
لیے اوسکے پیچھے دوڑے اور اوسکے نقش قدم پر چلدیے اور جستجو میں بیابان کی خوب خاک اڑائی یہان کسیکو یہ شبہہ نہو
کہ اونھون نے اوسکے نقش قدم کو کیونکر پہچانا اسلیے کہ عشاق کے نقش قدم اور دوسرونکے نقش قدم مین فرق ہوتا ہی کوئی قدم تو انکا اوپر سے نیچے
کو ہوتا ہے جیسے رخ چلتا ہے اور کوئی قدم پیل کیطرح ٹیڑھا ہوتا ہے کبھی وہ موج کیطرح جھنڈا بلند کیے ہوئے ہین یعنی کھڑے
چلتے ہین اور کبھی مچھلی کیطرح پیٹ کے بل چلتے ہین کبھی ہٹی پر اپنی حالت لکھتے ہین جیسے کوئی فال رمل نکال رہا ہو کبھی متحیر ہو کر گر کر
کے کھڑے رہجاتے ہین کبھی دوڑنے لگتے ہین کبھی گیند کیطرح لڑھکتے چلتے ہین غیر انجام کار اونھون نے اوسکو پالیا اور یہ خوشخبری
سنائی کہ تم کو اجازت ہوگئی ہی کہ تمکو کسی ادب اور قرینہ کی ضرورت نہین جو کچھ تمھارے جی مین آئے کہو تمھارا ظاہری کفر
بھی تمھارے حق مین دین ہے اور یہ تمھارا دین تمھارے لیے نور جان ہی نہ کہ دود آتش قہر جیسا کہ مین نے کہا تھا اور تم خود بھی
بیخطر ہو اور دنیا کو بھی تمھارے ذریعہ سے امان ہے اور آتش آسمانی نہ تمکو جلا سکتی ہے نہ مخلوق کو جیسا کہ مین نے کہا تھا۔
تم کو حق سبحانہ نے جو فاعل مختار ہین معانی کا پروانہ عطا کیا ہے لہذا بے کھٹکے جو جی مین آئے کہو اسنے عرض کیا کہ جناب والا
اب میری حالت وہ نہین رہی بلکہ اب مجھے حق سبحانہ کی معرفت حاصل ہوگئی ہے مگر اب میرا دل خون خون ہوگیا ہی اور مین
اوسمین لتھڑا ہوا ہون اسلیے کہ مین اوسکی تعریف کیلیے الفاظ نہین پاتا بلکہ اپنی ہر تعریف کو اوسکے رتبہ سے کمتر پاتا ہون
اب مین عروج روحانی اسقدر حاصل کر چکا ہون کہ اوسکو مثال محسوس سے ظاہر کرنیکے لیے یون کہتا ہون کہ سدرۃ المنتہے
سے گذر گیا ہون میری پہلی حالت اور موجودہ حالت کے درمیان سیکڑون برس کی مسافت حائل ہوگئی ہے خدا حضور
کا بھلا کرے کہ حضور نے چابک مار کر میرے توسن روح کا رخ اوسطرف سے پھیرا اور اسنے ایک ایسی جست کی کہ آسمان سے اوپر
پہونچگیا اب خدا کرے کہ لاہوت ہم ناسوتیونکا محرم رہے اور آپکے دست و بازو کو آفرین ہی کہ آپ کی بدولت یہ مرتبہ حاصل ہوا
میری موجودہ حالت بیان سے باہر ہی مین جو کچھ بھی بیان کرونگا وہ میری حالت نہوگی کیونکہ حال قال مین نہین آسکتا
اسلیے مین کچھ عرض بھی نہین کرتا صرف اتنا عرض کرتا ہون کہ اب مجھے ترقی ہوگئی ہی۔
یہان چند امور پر تنبیہ کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے تاکہ عوام کو لغزش نہو۔ اول یہ کہ حضرت موسی علیہ السلام نے تو اپنا
فرض منصبی ادا کیا تھا پھر اوپر عتاب کیون ہوا اسکی وجہ یہ ہے کہ انکا فرض منصبی مکلفین کو تبلیغ کرنا تھا اور شبان مغلوب الحال
ہونیکے سبب غیر مکلف تھا۔ اگر حضرت موسی علیہ السلام عجلت کو کام نہ فرماتے اور ذرا غور فرماتے تو اوپر اسکی حالت منکشف
ہو جاتی لیکن اونھون نے عجلت فرمائی اسلیے شفقت آمیز تنبیہ فرمائی گئی دوم یہ کہ "ملت عشق از ہمہ دینہا جداست" سے
یہ نسمجھنا چاہیے کہ عشاق حق سبحانہ کو مسلمان ہونیکی ضرورت نہین کیونکہ بدون مسلمان ہوئے عشق الٰہی بھی ناممکن ہی بلکہ مطلب
یہ ہی کہ عاشق مغلوب الحال کا مطمح نظر صرف ذات حق سبحانہ ہوتی ہی اسکے علاوہ اور تمام چیزون سے مغلوب الحال ہونیکے وقت
وہ بیخبر ہوتا ہی اس وقت خاص تک اسکے حواس اس قابل نہین ہوتے کہ وہ مکلف ہوسکے اسلیے وہ اسوقت تک قوانین شریعت سے
مستثنے ہو جاتا ہی جب تک کہ اسے ہوش نہ آجاوے سوم یہ کہ "ما برون را ننگریم و قال را" الخ کا مطلب نہین کہ اصلاح
ظاہر کی ضرورت ہی نہین بلکہ مطلب یہ ہی کہ اگر بعارض مغلوبیت حال کسی خاص وقت مین کسیکا ظاہر درست نرہے
تو کچھ مضائقہ نہین اور جبوقت مغلوب نہو اسوقت اصلاح ظاہر لازم ہی کیونکہ اسکے بغیر اصلاح باطن بھی نہین ہوسکتی۔

نقش می بینی که در آئینه ایست / نقش تست آن نقش آن آئینه نیست
دم که مرد نائی اندر نائے کرد / در خور نایست نے درخور مرد
هان و هان گر حمد گوئی ور سپاس / همچو نافرجام آن چوپان شناس
حمد تو نسبت بتو گر بهتر است / لیک آن نسبت بحق هم ابتر است
کاشکے بهتر بودے مر ترا / درد او دلسوز تر بودے مر ترا
چند گوئی چون غطا برداشتند / کاین نبودست انچه می پنداشتند
این قبول ذکر تو از رحمت است / چون نماز مستحاضه رخصت است
با نماز او بیالودست خون / ذکر تو آلوده تشبیه و چون
خون پلیدست و بآبے میرود / لیک باطن را نجاستها بود
کان بغیر آب لطف کردگار / کم نه گردد از درون مرد کار
در سجودت کاشش رو گردانیے / کے معنے سبحان ربے دانیے
کاے سجودم چون وجودم ناسزا / مر بدی را تو نکوئی ده جزا
این زمین از حلم حق دارد اثر / تا نجاست برد و گلها داد بر
تا بپوشد او پلیدی هاے ما / در عوض روئید از وے غنچها
پس چو کافر دید کو در داد و جود / کمتر و بے مایه تر از خاک بود
از وجود او گل و میوه نرست / جز فساد جمله پاکیها نجست
گفت واپس رفته ام من در ذهاب / حسرتا یالیتنی کنت تراب
کاشش از خاکے سفر نگزیدمے / همچو خاکے دانۂ مے چیدمے
چون سفر کردم مرا ره آزمود / زین سفر کردن ره آورد چه بود
زان همه میلش سوئے خاکست کو / در سفر سودے نه بیند پیش رو
روے واپس کردنش از حرص و آز / در ره او هیچ نے صدق و نیاز
هر گیا را کش بود میل علا / در مزیدست و حیاتست و نما
چونکه گردانید سر سوئے زمین / در کمی و خشکی و نقص و غبین
میل روحت چون سوئے بالا بود / در تزاید مرجعت آنجا بود
ور نگونسازی سرت سوئے زمین / آفلی حق لا احب الآفلین

ان اشعار کا تعلق "شاه را گوید کسے جولاہہ نیست" الخ اور اس سے اوپر کے اشعار کے ساتھ ہے اور قصہ شبان جو بمناسبت مضمون بالا بیان کیا گیا تھا اوسکو ختم کرکے مولانا اسی مضمون سابق کیطرف عود فرماتے ہیں ان اشعار کو "حال من اکنون برون از گفتن ہست" الخ سے متعلق کہنا محشین کی واضح غفلت ہے کما یظہر لک بالمراجعۃ الی وجدانک السلیم فتدبر۔ اس تنبیہ کے بعد ہم حل اشعار کیطرف متوجہ ہوتے ہیں۔ بوقت حمد حق سبحانہ کا جس عنوان سے تم تصور کرتے ہو وہ صورت تمھاری

من نظر نہ ہی حق سبحانہ کی صورت نہین کہ وہ اس سے متعالی ہے اوسکی شان تو یہ ہے ای برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
وز ہرچہ گفتہ ایم و شنیدیم و خواندہ ایم ۔ مثلاً آئینہ مین جو صورت تم کو نظر آتی ہے وہ خود تمہاری ہوتی ہے نہ کہ آئینہ کی اسپر اگر
یہ شبہہ ہو کہ حق سبحانہ خود تو اپنی تعریف کر سکتے ہین اور ہم جو تعریفین کرتے ہین وہ وہی ہین جو اوسنے اپنے لیے تجویز کی
ہین اور ہمکو تعلیم فرمائی ہین پس ہماری تعریفین خلاف واقعہ کیونکر ہو سکتی ہین اسکا جواب یہ ہے کہ بیشک وہ تعریفین حق سبحانہ
کی تعلیم کی ہوئی ہین اور وہ اپنی تعریف کما حقہ کر سکتے ہین لیکن اس تعلیم مین تمہاری استعداد کا لحاظ رکھا گیا ہے نہ کہ اپنی
شان کا اسلیے کہ اوسکی شان کے موافق اسکی تعریف احاطہ استعداد ممکنات سے باہر ہے اسکی تعریف کما ہو حقہ اسکے
اوصاف مختصہ مین سے ہے جسکا ممکنات کیلیے حصول ناممکن ہے اسکو ہم ایک مثال سے سمجھاتے ہین تاکہ تقریب فہم کا کام
دے جو آواز کہ بانسری بجانے والا بانسری کے اندر بھرتا ہے وہ بانسری کی لیاقت کے لحاظ سے ہوتی ہے نہ کہ بانسری
بجانے والے کی لیاقت کے اعتبار سے چنانچہ جو آواز بانسری مین سے نکلتی ہے اور آواز کہ خود بانسری بجانے والے کے
منھ سے نکلتی ہے دونون مین کیون بعد ہوتا ہے حالانکہ دونون آوازین ایک ہی شخص کی ہین پس اسی قسم کا فرق حمد حق
اور حمد عبد مین سمجھ لو پس دیکھنا خبردار جو حمد حق سبحانہ تم شکر نعمائے الٰہیہ مین بجا لاؤ اسپر مغرور نہ ہونا کہ ہمنے کما ینبغی تعریف کر دی
بلکہ اسکو اس چرواہے کے نامناسب الفاظ کے مانند سمجھنا۔ مانا کہ تمہاری ذاتی حمد کے لحاظ سے وہ تعلیمی حمد بہتر ہے مگر حق سبحانہ
کی شان کے اعتبار سے وہ بھی گھٹیا ہے نیز جبکہ وہ بہتر اضافی و تعلیمی تعریف محض زبان ہی سے ہو تمہاری اس ذاتی
تعریف سے بھی گھٹیا اور کمتر ہے جو درد اور سوز سے ناشی ہو۔ اس بناء پر ہم تو یہ کہتے ہین کہ کاش یہ زبانی بہتر اضافی
تعریف تمھین حاصل نہوتی بلکہ درد و سوز تمکو حاصل ہوتا اوس سے جو تعریف بھی ناشی ہوتی وہ اچھی تھی۔ ارے تو اس
زبانی تعریف مین کبتک مصروف رہیگا۔ اسکو چھوڑ اور درد و سوز حاصل کر یاد رکھ کہ جب حقیقت حال منکشف ہو جائیگی
اور حجاب اوٹھ جائیگا خواہ دنیا مین یا آخرت مین اسوقت تجھے معلوم ہوگا کہ لوگ جنھین سے تو بھی ہے حق سبحانہ کے جو اوصاف
بیان کرتے تھے وہ اصل حقیقت سے بہت بعید تھی اور انمین بہت بڑی رنگ آمیزی ہماری استعدادون اور قابلیتون
کی تھی تم کو یہ بھی شبہہ نہ ہونا چاہیے کہ جب انھین تعریفون کی قبولیت کا ہم سے وعدہ کیا گیا ہے اور اس قبولیت کا ہم
آثار سے مشاہدہ بھی کرتے ہین پھر ہم کیسے سمجھین کہ وہ خلاف واقعہ ہین کیونکہ تیرے اس ذکر کا مقبول ہونا اسکی لیاقت
قبول کی بنا پر نہین بلکہ اسکا مبنی محض رحمت ہے کہ اوسنے محض اپنی رحمت سے یہ قانون مقرر کر دیا ہے کہ لا یکلف اللہ
نفسا الا وسعہا۔ اسکی مثال ایسی سمجھو جیسے کہ مستحاضہ کی نماز کہ قانون عام کی بنا پر تو یہ نماز ہی نہین کیونکہ نجاست
جو سبیلین سے خارج ہو ناقض وضو ہے اور بدون وضو کے نماز کہان پس اسکو نماز نہونا چاہیے مگر تعذر کا لحاظ فرماکر
حق سبحانہ نے اپنی رحمت سے اسیکو نماز قرار دیدیا ہے اور اسی پر وہ ثمرات براءت ذمہ وغیرہ مرتب فرما دیتے ہین
جو طاہرین کی نماز پر مرتب ہوتے ہین جسطرح اسکی نماز کے ساتھ خون کی آلایش ہے اور اس بنا پر وہ حقیقی نماز
کہلانیکی مستحق نہین یون ہی تیرے ذکر مین تشبیہہ و کیفیت کی آمیزش ہے۔ لہذا وہ بھی حقیقۃً ذکر کہلانیکا مستحق نہوگا
بلکہ اسکا ذکر نہ کہلانا اوسکے نماز نہ کہلانے سے اولے تر ہے کیونکہ نجاست خون تو اس حیثیت سے ادنی ہے کہ وہ پانی
سے زائل ہو سکتی ہے مگر نجاسات باطنیہ جنکے ساتھ تیرے ذکر کو تلبس ہے اسقدر قوی ہین کہ وہ آب متعارف سے
زائل نہین ہو سکتین انکو صرف آب رحمت حق سبحانہ دھو سکتا ہے اور بدون اسکے وہ کم بھی نہین ہو سکتین نزدال تو در کنار

اے کاش تو ان حقائق کو سمجھے اور سجدہ کے اندر اپنے عجب سے روگردان اور اپنے سبحان ربی الاعلیٰ کا مطلب سمجھے اور یون خیال کرے کہ اے اللہ جسطرح مین نالائق ہون میرا سجدہ بھی ناقابل پذیرائی ہے یہ بجائے تعظیم کے آپکی تحقیر ہے۔ لیکن مجھسے یہی ہوسکتا ہے آپ اپنے فضل و رحمت سے میری اس برائی کا بدلا بھلائی سے فرماوین میرے عجز کے یہی شایان ہے اور آپ کی قدرت و رحمت کو وہی زیبا ہے ہم نے اوپر کہا ہے کہ حق سبحانہ اپنے فضل سے تمھارے برائی کی مکافات بھلائی سے فرماتے ہین یہ اگر تمھاری سمجھ مین نہ آئے تو ہم تمکو ایک سادلیل سے سمجھاتے ہین دیکھو زمین من وجہ مظہر ہے صفت حلم حق سبحانہ کا اس پر یہ اثر ہے کہ تم اسپر نجاستین ڈالتے ہو اور وہ تمکو اسکے معاوضہ مین پھل پھول دیتی ہے ہماری ناپاکیونکی پردہ پوشی کرتی ہے اور اوسکے عوض مین اس سے کلیان پیدا ہوتی ہین پس جب زمین کی یہ حالت ہے تو حق سبحانہ کی نسبت ہماری برائیونکی پردہ پوشی اور اوسکی بھلائیون سے مکافات کرتے مین کیا شک ہوسکتا ہے یہان سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہین اور کہتے ہین جب زمین کی یہ حالت ہے کہ اس سے پھل پھول پیدا ہوتے ہین پس قیامت مین کافر کو متنبہ ہوگا اور زمین کی حالت اوسکو یاد آئیگی اور وہ اپنی حالت کو دیکھے گا کہ وہ سخاوت مین زمین سے بھی کم رہا اور اسکی روح سے معرفت حق سبحانہ کے پھل پھول نہ پیدا ہوے اور بجز سراسر فساد کے پاکیان اسمین پیدا نہوئین تو وہ رجعت قہقری کی آرزو کریگا اور بحسرت وافسوس کہیگا کہ کاش مین مٹی ہی ہوتا اور کاش مین ترابیت سے انسانیت کیطرف ترقی نہ کرتا۔ بلکہ دوسری مٹی کیطرح مین دانہ چنتا اور پھل پھول اگاتا جب مین نے ترابیت سے انسانیت تک ترقی کی تو مین محض مبتلائے امتحان ہوا۔ اور اوسکا نتیجہ مجھے کچھ بھی نہ ملا اس واقعہ سے تم سمجھو کہ وہ پستی کیطرف لوٹنے کی آرزو کیون کر رہا ہے فائدہ کی خاطر کیونکہ اس ترقی کا ثمرہ اوسکو کچھ نہ ملا پس رجعت قہقری کا منشاء حرص اور طمع ہوئی نہ کہ صدق و اخلاص لہذا تم کو اس سے نتیجہ نکالنا چاہیے کہ حرص و طمع پستی کیطرف لیجاتے ہین اسلیے وہ قابل ترک ہین اور عروج روحانی حاصل کرنیکی ضرورت ہے جسکا منشاء صدق و اخلاص ہین اب ہم تم کو پستی کیطرف جھکنے اور بلندی کیطرف مائل ہونے ہر دو کے نتائج سے آگاہ کرتے ہین تاکہ تم سمجھو کہ انمین سے کون امر قابل تحصیل ہے اور کون قابل ترک دیکھو جو نباتات بلندی کیطرف مائل ہوتے ہین وہ دن دونی رات چوگنی ترقی کرتے ہین زندہ رہتے ہین پھولتے پھلتے ہین لیکن جسوقت سے کہ وہ پستی کیطرف جھکتے ہین اوسی وقت سے گھٹنے اور خشک ہونے لگتے ہین۔ اور نقصان وخسارہ مین پڑجاتے ہین اسپر تم اپنی روح کی حالت کو بھی قیاس کرلو کہ اگر اوسکا میلان بلندی کیطرف ہے اور وہ حق سبحانہ کیطرف متوجہ ہے تو اوسکو ترقی ہوتی رہیگی جسکا انجام حق سبحانہ کا قرب کامل ہوگا اور جبکہ اسکا میلان پستی کیطرف ہوگا اور تمکو عالم ناسوت مین انہماک ہوگا اوسوقت تم آفل (فانی) ہوگے اور لا احب الآفلین یقینی بات ہے پس تم ہرگز محبوب حق نہین ہوسکتے۔ اوپر کافرکی ناگفتہ بہ حالت کا ذکر کیا تھا اسپر سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ ایسے لوگون کو پیدا ہی کیون کیا گیا۔ لہذا مولانا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ نقل فرماتے ہین جسمین سوال و جواب دونون موجود ہین۔

شرح شبیری

چرواہے کی مناجات موسیٰ علیہ السلام کا انکار

دید موسے الخ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے ایک چرواہے کو راستہ مین دیکھا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ اے خدا اور اے اللہ۔

تو کجائی الخ یعنی آپ کہاں ہین تاکہ مین آپکا نوکر ہو جاؤن اور آپکے موزے سیون اور آپکے سر مین کنگھی کرون۔
تو کجائی الخ یعنی تو کہاں ہو تاکہ مین تیری خدمتین کرون تیرے کپڑونکو سیون اور بخیہ کرون۔
جامہ ات الخ یعنی تیرے کپڑے دھوؤن اور تیری جوئین مارون اور اے محتشم تیرے آگے دودھ لاؤن۔
ور ترا الخ یعنی اور اگر تیرے سامنے کوئی بیماری آوے تو مین تیرا اپنونکی طرح غمخوار رہون۔
دستکت بوسم الخ یعنی تیرے ننھے ننھے ہاتھ چومون اور تیرے ننھے ننھے پاؤن دباؤن اور جب سونے کا وقت آوے
تو تیری جگہ کو صاف کردون۔
گر ببینم الخ یعنی اگر مین تیرا گھر دیکھ لون تو ہمیشہ گھی اور دودھ صبح شام لایا کرون۔
ہم پنیر الخ یعنی پنیر اور روغنی روٹیان اور عمدہ دہی کی مٹکیان۔
خاز مم وآرم الخ یعنی بناؤن اور صبح وشام لایا کرون اور میری طرف سے تو کھانا لاتا ہوا اور تیری طرف سے کھاتا ہو
اے فدائے الخ یعنی اے وہ ذات کہ جسپر میری ساری بکریان قربان اور تیری یاد مین میری ہائے ہائے
اور شور وغل ہے۔
زین نمط الخ یعنی اس طریقہ سے وہ چرواہا بیہودہ کہہ رہا تھا تو موسے علیہ السلام نے فرمایا کہ کس سے ہے
تیرا خطاب اے فلان۔
گفت الخ یعنی وہ چرواہا بولا کہ اس شخص سے کہ جسنے ہمکو پیدا کیا اور یہ زمین وآسمان اس سے ظاہر ہوے ہین۔
گفت موسی الخ یعنی موسی علیہ السلام بولے کہ ہاے تو تو خیرہ سر ہو گیا ابھی مسلمان بھی نہ ہوا تھا کہ کافر ہو گیا یعنی ابھی
معرفت اور علم بھی حاصل نہوا تھا کہ تو اس سے پہلے ہی زبان سے ایسے الفاظ کفریہ نکالنے لگا ہے۔
این چہ الخ یعنی ارے یہ کیا بیہودگی ہے اور یہ کیا پراگندہ کفر ہے اپنے منہ مین روئی ٹھونس لے یعنی ایسی باتین
مت کر۔
گند کفر تو الخ یعنی تیرے کفر کی گندگی نے جہان کو گندہ کر دیا اور تیرے کفر نے دین کے لباس ریشمی کو
پارہ پارہ کر دیا۔
چارق وپاتابہ الخ یعنی موزے اور پاتابہ تو تیرے لائق ہین اور آفتاب (حقیقی) کو ایسی چیزین کب جائز ہین۔
گر نبندی الخ یعنی اگر تو اس بات سے حلق کو بند نہ کرے گا تو ایک آگ آویگی اور مخلوق کو جلا دیگی۔ آگے
مولانا فرماتے ہین کہ۔
آتشے الخ یعنی اگر کوئی (ظاہری) آگ بھی آئی تو دھوان (اثر آگ) کیا ہے کہ جان سیاہ ہو گئی ہے اور جان مردود کیلیے
ہو گئی ہے۔ مطلب یہ کہ اگرچہ بظاہر آگ نہین آتی مگر ان خرافات سے قلوب تو سیاہ ہوتے ہین جیسا کہ ظاہر ہے۔
گر ہمیدانی الخ یعنی اگر تو جانتا ہو کہ حق تعالی حاکم ہین تو یہ بیہودہ گستاخی تجکو کب صحیح ہے۔
دوستی بے خرد الخ یعنی بے عقل کی دوستی بھی دشمنی ہے حق تعالی تو ایسی خدمت سے غنی ہین وہ تو منزہ و پاک ہین
با کہ میگوئی الخ یعنی تو کس سے کہہ رہا ہے کیا کسی ماموں چچا سے اے جسم اور حاجت اور صفات ذوالجلال
ہین۔ نعوذ باللہ۔

شیر او نوشد الخ یعنی وہ دودھ تو وہ پیٹ جو کہ نشو و نما میں ہو اور موزہ وہ پہنے جو کہ محتاج پاؤن کا ہو اور حق تعالی انسے منزہ ہین
ور برائے الخ یعنی اور اگر اوس بندہ کے واسطے یہ گفتگو ہے کہ جسکو حق تعالی نے فرمایا ہے کہ وہ مین ہون اور مین خود
وہ ہون مراد وہی عینیت مصطلحہ ہو۔
آنکہ گفت الخ یعنی وہ کہ جسکے حق مین فرمایا ہے کہ مین مریض ہوا تھا اور تونے عیادت نہین کی اور مین بیمار ہوا تھا وہ تنہا
ہی نہوا تھا حدیث مین آیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالی قیامت کے روز فرماوینگے کہ اے
ابن آدم مین مریض ہوا تھا اور تونے میری عیادت نہین کی تو بندہ عرض کریگا کہ اے رب العالمین آپ کب مریض ہوے
تھے ارشاد ہوگا کہ ہمارا فلان بندۂ خاص بیمار ہوا تھا تو گویا ہم ہی بیمار ہوے تھے تو نے اوسکی عیادت نہ کی تو گویا ہماری عیادت
نہین کی یہان اوسی حدیث کیطرف اشارہ ہے۔
آنکہ بی یسمع الخ یعنی وہ کہ بی یسمع اور بی یبصر ہو گیا ہے اوس بندہ کے حق مین بھی یہ بیہودہ بات ہے مطلب یہ کہ اگر
حق تعالی کی شان مین نہ بھی لیا جاوے تو جو بندگان خاص ہین اونکے حق مین بھی تو یہ الفاظ بیہودہ ہی ہین یہان یہ شبہہ
نہ کیا جاوے کہ آخر وہ تو بندہ ہین اور اونکو سب چیزون کی احتیاج ہے تو اونکے حق مین کسطرح بیہودہ ہونگے اسلیے کہ اسکا
جواب یہ ہے کہ اُن حضرات کے جو کمالات کہ بیان کرنیکے قابل ہین اونکو چھوڑکر جب اس قسم کی تعریف کریگا مثلاً یہ کہ
حضرت خوب عمدہ کپڑے پہنتے ہین اور کھاتے بہت ہین وغیر ذالک تو یہ بھی تو بیہودہ ہی بات ہے جیسا کہ بادشاہ کی تعریف
مین جولاہہ ہونیکی نفی کیجاوے کہ فی الواقع صحیح ہے مگر پھر بھی کوئی عاقل اوسکو مدح نہین کہتا بس معلوم ہوا کہ یہ باتین
نہ تو حق تعالی کی شان مین زیبا ہین اور نہ بندگان خاص حق کی شان مین تو سوائے بیہودگی کے اور کیا کہا جاوے
آگے فرماتے ہین کہ۔
بے ادب الخ یعنی بندگان خاص کی شان مین بے ادبی کی بات کہنا بھی دلکو مردہ کر دیتا ہے اور نامۂ اعمال کو سیہ کر دیتا
ہے آگے اسکی ایک مثال فرماتے ہین کہ۔
گر تو مردے الخ یعنی اگر تو کسی مرد کو فاطمہ کہے تو اگرچہ مرد و عورت سب ایک جنس (یعنی آدمی) ہین لیکن۔
قصد خون الخ یعنی تیری جان لینے کا قصد کریگا جہانتک بھی ممکن ہوگا اگرچہ خوشخو اور حلیم اور مومن ہو مطلب یہ کہ
دیکھو چونکہ مرد کو فاطمہ کہدینا ایک بیجا امر ہے اسلیے وہ جان لینے کے درپے ہوگا پس اگر حق تعالی کی شان مین کوئی ایسی بات
ہو تو وہ تو کیسی سخت گرفت کے قابل ہے۔
فاطمہ الخ یعنی فاطمہ عورتونکے حق مین تو مدح ہے اور اگر تو مرد کو کہے تو بھالے کا زخم ہو جاوے یعنی بہت سخت ناگوار ہو
اسیطرح حق تعالی کی شان مین بیجا بات کہنا تو بہت ہی سخت بات ہو۔
دست و پا الخ یعنی ہاتھ پاؤن ہمارے حق مین تو سامان آسائش ہین اور حق تعالی کی پاکی کے سامنے یہ سب
آلایش ہین۔
لم یلد لم یولد الخ یعنی اوسکے مناسب تو لم یلد ولم یولد ہی (نہ وہ کسیکو جنے نہ اوس سے کوئی پیدا ہوا) اور والد اور مولود کا
تو وہ خالق ہی تو پھر یہ صفات اوسکے اندر کسطرح ممکن ہین۔
ہر چہ جسم آمد الخ یعنی جو کہ جسم ہے ولادت تو اوسکا وصف ہو اور جو کہ مولود ہے وہ اس دریاے وحدت سے

اسطرف ہے۔ مطلب یہ کہ ولادت وغیرہ تو صفات ممکن سے ہین اور حق تعالیٰ ان سب سے بری اور منزہ ہے۔ تعالی اللہ عن ذالک علوا کبیرا۔

آنکہ ۲۲ از کون الخ یعنی وہ کہ کون و فساد سے ہے اور ذلیل۔ وہ حادث ہے اور یقیناً حدوث کو چاہتا ہے۔ اور حق تعالیٰ واجب الوجود ہین پھر اونکے اندر صفات ممکن کی کس طرح موجود ہو سکتی ہین۔ غرضکہ جب موسی علیہ السلام نے اوسکو یہانتک کہا تو اوسکو بھی کچھ ہوش آئے اور بولا کہ۔

گفت ۲۴ الخ یعنی وہ چرواہا بولا کہ اے موسیٰ آپنے تو میرا منھ سی دیا۔ اور پشیمانی سے میری جان کو جلا دیا۔ مطلب کہ پہلے سے تو مجھے کچھ بھی خبر نہ تھی محبت حق مین سب کچھ کہہ رہا تھا اب جو آپنے یہ فرمایا تو اب تو کچھ بقدر استعداد معرفت حق ہوئی ہے تو یہ باتین اب تو بے ادبی اور گستاخی معلوم ہوتی ہین اسلیے نہ تو اب کچھ کہہ سکتا ہون اور پہلے کیے ہوے پر سخت پشیمان ہون غرضکہ عجیب کشمکش مین ہے ؎ عجب دردیست اندر دل اگر گویم زبان سوزد ؛ دگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخوان سوزد

بس جب اسکو اپنا غبار دل زبان سے نکالنے سے تو یہ امر مانع ہوا تو اوسکے عشق نے جوش کیا اور اسکی یہ حالت ہوئی کہ

جامہ ۲۵ را الخ یعنی کپڑون کو پھاڑ ڈالا اور ایک گرم آہ کی اور سر بیابان مین رکھا اور چلدیا۔ مطلب یہ کہ حضرت موسے کی ان نصائح سے اوسکے دل مین اور بھی آگ لگ گئی اسلیے کہ پہلے سے تو صرف محبت ہی تھی اور اب کچھ معرفت بھی ہوئی اسلیے بس ایک آہ سرد بھر کر جنگل کو نکل گیا۔ اسکی تو یہ حالت ہوئی اور ادھر موسی علیہ السلام پر عتاب حق ہوا کہ تمنے اسکو اس حالت مین کیون چھیڑا۔ آگے اسیکا بیان ہے۔ مگر یہان کسیکو یہ شبہہ ہو کہ ایک ادنی درجہ کے ولی کے بارے مین نبی پر عتاب ہوا اور پھر وہ چرواہا جو کہہ رہا تھا وہ تھا بھی خلاف ادب اور خلاف شرع تو یہان حضرت موسی علیہ السلام پر عتاب کے کیا معنی ہین اور اس سے تو بظاہر یہ شبہہ ہوتا ہے کہ وہ چرواہا حضرت موسی علیہ السلام سے درجہ مین بڑھا ہوا تھا نعوذ باللہ من ذلک اسکا جواب یہ ہے کہ یون سمجھو کہ قرب حق کی دو قسمین ہین ایک تو وہ جو کہ بلا واسطہ معرفت کے ہو یہ تو مغلوب الحال لوگون کو حاصل ہوتا ہے کہ اونکو اسوقت معرفت صفات وغیرہ نہین ہوتی۔ بلکہ انکی توجہ ذات بحت کیطرف ہوتی ہے اور ایک وہ قرب جو کہ بواسطہ معرفت صفات کے ہو یہ قرب کاملین کا ہوتا ہے ہان اول اکمل ہوتا ہے اور ثانی انفع ہوتا ہے اسلیے کہ جسقدر توجہ زیادہ ہوگی اسیقدر قرب بھی زیادہ ہوگا۔ تو چونکہ یہ چرواہا مغلوب الحال تھا اور ذات بحت حق تعالیٰ کیطرف اوسکی توجہ تھی تو اوسکو قرب اکمل حاصل تھا اگرچہ دوسرا قرب جو کہ انفع تھا اسکو حاصل نہ ہوا ایک تو یہ بات یاد رکھو دوسرے یہ کہ قاعدہ ہے کہ مغلوب الحال مرفوع القلم ہوتا ہے اوسپر اوسوقت احکام شرعیہ کا لحاظ نہین ہوتا اسلیے کہ وہ اپنے ہوش ہی مین نہین ہے اب سمجھو کہ جب موسی علیہ السلام نے اسکو یہ باتین کہتے ہوے سنا تو انکو یہ تو معلوم ہوگیا کہ یہ جاہل ہے مگر انکو اسوقت غلبۂ حال کی اطلاع نہوئی وہ یہ سمجھے کہ صرف جہل ہے اور اوسکی وجہ سے یہ خرافات بک رہا ہے لہذا انھون نے اوسکو روکا کہ یہ کیا کر رہا ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے۔ اور چونکہ یہ تو ولی ہی تھا اور وہ بھی کامل نہین بلکہ مغلوب الحال اسلیے جب حضرت موسی علیہ السلام نے اوسکو منع کیا تو نبی کے سامنے ولی کی حالت کیا ٹھہر سکتی تھی۔ اسکو فوراً اسطرف سے افاقہ ہوا اور اوسنے حضرت موسی علیہ السلام کی بات سنی اوسطرف تو اوسکا وہ حال ضعیف تھا اور ادھر حضرت موسی علیہ السلام کی فضیلت قوی تھی اسلیے اس فضیلت قویہ کے سامنے وہ حال ضعیف نہ ٹھہر سکا اور یہ بھی سمجھو کہ اگر موسی علیہ السلام ذرا بھی غور فرماتے تو وہ معلوم کر سکتے تھے کہ یہ مغلوب الحال

ہے تو اوپر حق تعالیٰ نے شکایت فرمائی کہ اے موسیٰ جبکہ غور کرنے سے اسکی حالت تمکو معلوم ہو سکتی تھی تو تمنے اسکی حالت مین غور کیون نہ کیا اور اس حالت سے اسکو افاقہ کیون نہ ہونے دیا اسلیے کہ اسمین تو یہ مرفوع القلم ہی تھا اس تمھاری روک ٹوک سے اسکا وہ قرب جو کہ اکمل تھا اگرچہ انفع نہ تھا جاتا رہا اور اسکے لیے بوجہ اسکے کہ وہ عارف نہ تھا بلکہ جاہل تھا یہی مناسب تھا کہ وہ اس قرب مین رہے اور اگر اس حالت کے افاقہ کے بعد تلقین فرماتے تو یہ قرب جو کہ اسکو اسوقت حاصل تھا حاصل رہتا اور وہ دوسری حالت بھی جو کہ اب آپ کی تعلیم سے پیدا ہوئی ہے حاصل ہو جاتی لہذا اسوجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شکایت کے طور پر فرمایا گیا بحمد اللہ اب کوئی اشکال نہین رہا اسلیے کہ اسکی جو حالت تھی وہ اگرچہ اکمل تھی مگر انفع نہ تھی مگر نقصان حال تھا اور حق تعالیٰ نے جو شکایت فرمائی وہ صرف انکی عدم توجہی پر فرمائی کہ اگر غور فرما لیتے تو ہرگز ایسا نہوتا وللہ در مولانا دام بالفیض کہ ایسے مشکل مقام کو اسطرح آسان فرما دیا للہ درہ ثم للہ درہ ثم للہ درہ اب اشکالات تو باقی نہین رہے لہذا اب سمجھو کہ مولانا فرماتے ہین کہ۔

موسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ کی طرف سے عتاب ہونا شبان کی وجہ سے

وحی آمد الخ یعنی موسیٰ علیہ السلام کیطرف حق تعالیٰ سے وحی آئی کہ تمنے ہمارے بندہ کو ہمسے کیون جدا کر دیا جدا کرنے سے مراد یہی کہ اوسکو جو قرب اکمل حاصل تھا اس سے جدا کر دیا۔

تو برائے الخ یعنی تم تو وصل کرنے کے لیے آئے ہو نہ کہ جدائی ڈالنے کے لیے آئے ہو یعنی آپ تو حق اللہ تعالیٰ اور بندہ کے درمیان وصل کرانیکے لیے آئے ہین آپ جدائی کیون ڈالتے ہین۔

تا توانی الخ یعنی حتی الامکان فراق مین قدم مت رکھو اسلیے کہ میرے نزدیک طلاق ابغض الاشیاء ہے اس سے زیادہ مبغوض میرے نزدیک کوئی شے نہین ہے۔

ہر کسے را الخ یعنی ہر شخص کی ایک سیرت رکھی ہے ہم نے اور ہر کسی کو ہمنے ایک ایک اصطلاح دی ہے۔

در حق او الخ یعنی اوسکے حق مین تو مدح ہے اور (وہی بات) تمھارے حق مین مذمت ہے اور اوسکے حق مین شہد ہے اور تمھارے حق مین زہر ہے۔

در حق او الخ یعنی اوسکے حق مین نور ہے اور تیرے حق مین آگ ہے اور اوسکے حق مین گلاب کا پھول ہے اور تیرے حق مین کانٹا ہے۔

در حق او الخ یعنی اوسکے حق مین نیک اور تیرے حق مین برا اور اوسکے حق مین خوب اور تیرے لیے مردود ہے۔ تو بس جسکی جو استعداد ہے اوسکو اوسی مرتبہ پر رکھنا ضروری ہے اسلیے کہ جو بہت بڑا عارف کامل ہو وہ بھی ہماری تقدیس تام نہین کر سکتا۔ اور جو ناقص ہے وہ تو کیا ہی کرے گا لہذا جسکی استعداد کے موافق جو حالت ہو اوسکے لیے اوس سے زیادہ کے حصول کی تمنا کرنا فضول ہے کہ بعض مرتبہ یہ ہوتا ہے کہ اعلیٰ کی تو استعداد نہین ہو اس ناقص کو بھی چھوڑ بیٹھا ہے تو گویا کا کورا ہی رہجاتا ہے آگے اسیکو فرماتے ہین کہ۔

ما بری الخ یعنی ہم تقدیس وغیر تقدیس سے بری ہین گرانجانی سے اور چالاکی سے سب سے مطلب یہ کہ جو کچھ بھی تقدیس و تنزیہ ہے ہماری ذات وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے اسلیے جسطرح بھی جو شخص کر سکے تام مین لگا رہنے دو۔

من نکردم الخ یعنی مین نے مخلوق کو اسلیے پیدا نہین کیا تاکہ اپنا کوئی نفع کرون بلکہ اسلیے تاکہ بندون پر احسان کرون جب میرا کوئی نفع نہین ہے تو اب جسکا جسطرح نفع ہو اوسکو اوسمین لگا رہنے دو۔

ہندیانرا الخ یعنی ہندیون کے لیے ہند کی اصطلاح مدح ہے اور سندیون کے لیے سندھ کی اصطلاح مدح ہے ہان جو شخص کہ مکار ہوگا جیسے کہ آجکل ہوتے ہین وہ تو تقدیس کرتے ہی نہین ہین یہان انکا ذکر ہے کہ جو تقدیس کرتے ہین تو جو مغلوب الحال ہین اونکو اونکے غلبۂ حال کی حالت پر چھوڑا جاوے اور جو ایسے نہین ہین اونکو اونکی حالت کے مطابق تعلیم و تلقین کیجاوے اور فرماتے ہین کہ۔

من نگردم الخ یعنی مین تو انکی تسبیح سے پاک ہوتا نہین ہان وہ خود ہی پاک اور دُرفشان ہوجاتے ہین۔

ما برون را الخ یعنی ہم ظاہر کو اور قال کو نہین دیکھتے بلکہ ہم باطن کو اور حال کو دیکھتے ہین تو اگر کوئی بہت ہی چرب زبان ہو اور ہماری تقدیس مین لمبے چوڑے الفاظ لاوے اور دل مین کچھ نہو تو ہم اوس سے خوش نہین ہوتے ہان اگر دل مین کچھ ہے تو پھر چاہے زبان سے اچھی طرح الفاظ بھی نہ نکلتے ہون وہ حق تعالی کے یہان مقبول ہے اسیکو فرماتے ہین کہ۔

ناظر قلبیم الخ یعنی ہم تو قلب کو دیکھتے ہین اگر وہ خاشع ہوتا ہے تو اگرچہ لفظ کہنے کے نامناسب ہون تب بھی قبول ہے آگے اسمین ایک لطیفہ فرماتے ہین کہ۔

زانکہ دل الخ یعنی اسلیے کہ دل تو جوہر ہے اور کہنا عرض ہے تو عرض تو طفیلی ہے اور مقصود تو جوہر ہی ہے لہذا اگر قلب کی حالت درست ہو تو پھر سب مقبول ہے۔

چند ازین الخ یعنی ان الفاظ اور پوشیدہ امور اور مجاز سے مین سوز کا طالب ہون سوز کا اوس سوز کے ساتھ موافقت کر یعنی حق تعالی کی محبت کی آگ دل مین ہو تو سب کچھ مقبول ہے ورنہ سب الفاظ وغیرہ مردود و مطرود ہین لہذا وہ حرارت عشق اور آتش محبت دل مین پیدا کرو آگے بھی یہی فرماتے ہین کہ۔

آتشے الخ یعنی جان مین ایک عشق کی آگ روشن کرو اور اپنے فکر اور عبارت (ظاہری) کو جلادو مطلب یہ کہ اس تقاضی کیطرف التفات مت کرو کہ کیا کہہ رہا ہے بلکہ دل کو دیکھو اور حضرت موسے علیہ السلام اگر تامل فرماتے تو اوسکی حالت کو معلوم کرسکتے تھے اسلیے حق تعالی نے فرمایا کہ اصل تو اوسکا دل تھا کہ اوسکے دلمین آگ لگی ہوئی تھی وہ دیکھنے کے قابل تھی اسلیے کہ وہ مغلوب الحال تھا اور مغلوب الحال احکام ظاہری سے مرفوع القلم ہوتا ہے اسلیے اوسکے الفاظ ظاہری کیطرف التفات نکرنا چاہتا تھا مگر یہ غلبۂ حال کا حکم ہے لیکن جیسے آجکل کے صوفی ہین مکار چھوٹے خدا انکو غارت کرے ٹکڑ گدے مانگتے پھرتے ہین اور صوفی صاحب بن خاک مین گدھے کہین کے نالائقون نے تصوف کو بھی غارت کیا ہے تو انکی یہ حالت حق تعالی کے یہان کبھی مسموع نہوگی اسلیے کہ فرماتے ہین کہ ؎ ما درون را بنگریم و حال را تو اگر ان صوفی صاحب کو غلبۂ حال ہوجاتا تو کیا یہ اسطرح مانگتے ہوے پھرتے استغفر اللہ اسکی صورت ہی اور ہوتی ہے فرماتے ہین کہ ؎ مرد حقانی کی پیشانی کا نور ؎ کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور خوب سمجھ لو کہ ان مکارون کے پھندے مین مت پھنس جانا۔ ہان اسکی بھی ضرورت نہین ہے کہ انکو برا بھلا کہنا شروع کردو اسلیے کہ تم کو کسیکو ہدایت کرنا نہین ہے کسی ایسی کی برائی بیان کرنا اس شخص کا منصب ہے کہ جو عالم ہو ورنہ عوام کو چاہیے کہ نہ تو ایسے شخص سے کام رکھین اور نہ اسکو برا بھلا کہین بلکہ بس اپنے کام مین لگے رہین ؎ کار خود کن کار بیگانہ مکن بنکے گے فرماتے ہین کہ۔

موسیا آداب الخ۔ یعنی اے موسے آداب کے جاننے والے دوسرے ہین۔ (یعنی عارفین کامل) اور سوختہ جان وروان دوسرے ہین (یعنی متوسطین ومغلوب الحال) اگرچہ اکمل وافضل وانفع وہی ہین جوکہ عارف ہین مگر وہ بھی اسلیے اکمل ہین کہ اونمین باوجود صفت سوختہ جانی کے اور صفات بھی موجود ہین لیکن جو سوختہ جان ہین یہ بھی مقبول ہین تو دونکے اور احوال ہین اور انکے اور احوال ہین اور چونکہ مغلوب الحال احکام ظاہری سے اوس حالت مین مرفوع القلم ہوتا ہے اسلیے اگر اس سے کوئی فعل خلاف ظاہر صادر بھی ہوجاوے تو اوسکو معذور رکھنا چاہیے مگر اسکو سمجھنا بہت بڑے کامل کا کام ہے اور اسکو بھی جب حق تعالی نے بصیرت تام دی ہو۔ تو بعد غور وخوض کے معلوم ہوتا ہے لہذا عوام کو ضروری ہے کہ مجاذیب وغیرہ سے علیحدہ رہین کہ ایسے حضرات خود تو کامل ہوتے ہین مگر مکمل نہین ہوتے دوسرے کے کام کے نہین ہوتے خوب سمجھ لو۔ آگے مولانا فرماتے ہین کہ۔

عاشقانرا الخ۔ یعنی عاشق کو تو ہر وقت ایک جلنا ہے اور ویران گاؤن پر خراج اور عشر نہین ہوتا مطلب یہ کہ جو مغلوب الحال ہین اونپر ہر وقت ایک حالت طاری رہتی ہے اور وہ آتش عشق مین ہر گھڑی جلتے رہتے ہین اور چونکہ اس حالت مین وہ مرفوع القلم ہوتے ہین اسلیے وہ احکام ظاہری کے مکلف نہین ہوتے اور اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی اجڑا ہوا گاؤن ہو تو اوسپر بھی تحصیل وغیرہ نہین ہوتا اسیطرح انپر بھی احکام ظاہری جاری نہین ہوتے۔ اور فرماتے ہین کہ۔

گر خطا گوید الخ۔ یعنی اگر یہ (مغلوب الحال) کوئی غلط بات کہے تو اوسکو خطاوار ملامت کو نہ کہو۔ آگے اسکی مثال ہے کہ اگر شہید پر خون ہوجاوے تو اوسکو مت دھوؤ اسلیے کہ۔

خون شہید الخ۔ یعنی خون شہید ونکے لیے پانی سے بھی زیادہ بہتر ہے اور یہ (غلبۂ حال کی) غلطی سیکڑون (اون) ٹھکانہ کی باتون سے (جو کہ قلب سے نہ نکلی ہون) اولی زیادہ ہے مطلب یہ کہ اصل تو قلب ہے اگر قلب مین کچھ ہے تو زبان سے کچھ بھی نکلے وہ درست ہے ورنہ پھر تو زبان سے کہا ہوا بھی محض بیکار ہی ہے ہان زبان سے کہنا بھی ترک نہ کرے کہ اسی سے پھر دلمین بھی آگ پیدا ہوجاوےگی اور محبت وعشق الہی قلب مین بھی جوشزن ہوجاویگا۔ آگے ایک اور مثال فرماتے ہین کہ۔

در درون الخ۔ یعنی کعبہ کے اندر قبلہ کی رسم نہین ہے (بلکہ جسطرف چاہو نماز پڑھو) اور غوطہ خور کے پاس اگر پایتابہ نہین ہے تو کیا غم ہے اسلیے کہ اوسکو زمین پر چلنا ہی نہین پڑتا لیکن ظاہر ہے کہ جو نماز کعبہ کے اندر ہوگی وہ مفضول ہوگی اس سے جو کہ اس سے باہر ہوگی اسلیے کہ اوسکے اندر تو نوافل ہی ہونگے اور باہر فرائض ہونگے اور نوافل پر فرائض کا افضل ہونا ظاہر تو اسی طرح جو حالت کہ ایسی ہوگی اسکا بھی یہی حکم ہے تو مغلوب الحال شخص خود تو کامل ہے لیکن دوسرے سے افضل وانفع ہرگز نہین ہے اور نہ دوسرے کے لیے مکمل ہے خوب سمجھ لو آگے اسیکو فرماتے ہین کہ۔

تو ز سرمستان الخ۔ یعنی تم سرمستون سے رہبری کو مت ڈھونڈھو اور جامہ چاکون سے رفو کرنے کو مت کہو اسلیے کہ رفو تو وہ کرے کہ جسکا تھوڑا سا کہین سے پھٹ رہا ہو اور جسکا پیراہن پارہ پارہ ہوگیا ہو وہ رفو کس طرح کرسکتا ہے۔ آگے فرماتے ہین کہ۔

ملت عشق الخ۔ یعنی عشق کی ملت تمام دینون سے جدا ہے اور عاشقون کا مذہب اور ملت سب خدا ہے مطلب یہ کہ جیسا اوپر بتایا گیا ہے کہ غلبۂ حال مین توجہ ذات بحت کیطرف ہوتی ہے اسلیے فرماتے ہین کہ بس ان عشاق اور مغلوب الحال لوگونکے لیے تو مذہب بھی اور ملت بھی اور دین بھی اور ایمان بھی سب خدا ہی ہے اسلیے انکی توجہ اور کسی طرف ہوتی ہی

نہین صرف ذات حق کیطرف ہوتی ہے داٰ آگے اسکی مثال دیتے ہین کہ۔

لعل را الخ یعنی لعل پر اگر مہر نہو تو کچھ ڈر نہین ہے اور صاحب عشق دریائے غم مین بھی غمناک نہین ہی مطلب یہ ہے کہ اگر مغلوب الحال حضرات کے لیے کوئی علامت ظاہری جس سے کہ وہ مقرب حق معلوم ہون نہو اور انکے اقوال وافعال بھی ایسے ہون جو کہ تقرب حق کے خلاف ہون مگر پھر بھی کچھ خوف نہین ہے اسلیے کہ وہ تو لعل کیطرح ہین انکی قیمت اونکی قدر تو ہر حالت مین ہے۔ ہان او حضرات کو جنکو کہ مرتبہ تمکین کا حاصل ہے اسکی بھی ضرورت ہے کہ انکے اندر کچھ علامات ظاہری مثل اتباع شریعت وغیرہ کے ہون اسلیے کہ یہ حضرات مسند ارشاد پر ہوتے ہین اگر یہ بھی اسی طرح ہونگے تو ان سے عالم مین گمراہی اور ضلالت پھیلنے کا خوف ہے اور انکی ایسی مثال ہے کہ جیسے سکہ ہوتا ہے کہ بادشاہ سے اسکو ہی قرب ہوتا ہے اور حاجات مین وہی کام آتا ہے اگرچہ بظاہر کم قیمت ہی۔ مگر کار آمد اور نافع ہے اور وہ لعل خود تو بہت قیمتی ہے مگر ہر کس وناکس کو اس سے نفع نہین ہے جیسا کہ ظاہر ہے تو جو عاشق اور مغلوب الحال ہوتے ہین وہ دریائے محبت مین غرق ہوتے ہین اور اونکو اپنی جان کی پرواہ بھی نہین ہوتی۔ غرضکہ ہر ایک کی حالت بالکل علیحدہ ہوتی ہے اوسکے امتیاز کے لیے بہت بڑی بصیرت کی ضرورت ہے۔ وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء آگے موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کیطرف پھر رجوع ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کی طرف اس چرواہے سے عذر خواہی کے لیے وحی آنا

بعد ازان الخ یعنی اوسکے بعد موسیٰ علیہ السلام کے باطن مین حق تعالیٰ نے پوشیدہ راز فرمائے جو بیان مین نہین آسکتے یعنی کچھ راز پوشیدہ ارشاد ہوئے کہ جنکی کسیکو خبر نہین۔

بر دل موسیٰ الخ یعنی موسیٰ علیہ السلام کے دل پر (کارکنان قضا وقدر نے) بہت سی باتین القا کین اور دیکھنا اور بولنا آپسمین ملا دیا مطلب یہ کہ کلام بھی ہوا اور دیدار اور تجلی بھی ہوئی۔

چند بیخود الخ یعنی کتنی ہی مرتبہ بیخود ہوئے اور کتنی ہی مرتبہ ہوش مین آئے اور کتنی ہی مرتبہ ازل سے ابد تک اڑتے چلے گئے یعنی ازل سے ابد تک کے حالات منکشف ہوتے چلے گئے۔ مقصود یہ کہ اس حالت مین خوب ہی عروج ہوا آگے مولانا فرماتے ہین کہ۔

بعد ازان الخ یعنی اسکے بعد اگر شرح کہون تو بیوقوفی ہے اسلیے کہ اسکی شرح ادراک سے آگے ہی مطلب یہ کہ اون اسرار کی شرح کرنا کہ وہ کیا کیا باتین تھین بالکل بیوقوفی ہی اسلیے کہ ہماری عقول ناقص اور ادراکات ناقص کی اوس تک رسائی ہو ہی نہین سکتی۔ خوب کہا ہی کہ ؎ اکنون کرا دماغ کہ پرسد ز باغبان ؞ بلبل چہ گفت وگل چہ شنید وصبا چہ کرد ؞

ور بگویم الخ یعنی اگر (بالفرض) کہون بھی تو عقول کو اکھاڑ دے اور اگر لکھون تو قلمون کو توڑ دے۔ عقول کے اکھاڑنے سے تو یہ مراد ہے کہ عقول کو زائل کر دے اور پھر عقل مین اسقدر طاقت نرہے کہ وہ اتنا بھی ادراک کر سکے اور قلم کے ٹوٹنے سے یہ مراد ہے کہ لکھتے لکھتے سب قلم ختم ہو جاوین لیکن پھر بھی یہ تمام نہین ہو سکتا جیسا کہ ارشاد ہی کہ لوکان البحر مداداً لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی۔

ور بگویم الخ یعنی اور اگر مین اوسکی معتبر شرحین قیامت تک بیان کرون تب بھی مختصر ہی ہو۔ اسلیے اوسکے کلمات غیر متناہی اور زمانہ قیامت تک بھی متناہی تو غیر متناہی متناہی کے اندر کب سما سکتا ہی ظاہر ہی آگے فرماتے ہین کہ۔

لاجرم کوتاہ الخ یعنی لاچار مین نے زبان کو کوتاہ کرلیا اور اگر تو چاہتا ہے تو اپنے باطن مین پڑھ لے مطلب یہ کہ جب اسکی شرح ممکن نہتھی تو آخرکار ہم چپ ہی ہوگئے اور مجھکو سننے اور دیکھنے کا شوق ہی ہے تو چونکہ یہ ایک ذوقی امر ہے اسلیے اپنے اندر بھی وہ کیفیت اور ذوق پیدا کرلے تو اگرچہ تمکو بعینہ وہ باتین تو معلوم نہونگی۔ مگر انکی مثل کچھ کیفیات ذوقا تمکو بھی معلوم ہوجاوینگی تو اونسے قیاس کرلینا باقی الفاظ سے اس حالت کو ہرگز بیان نہین کرسکتے کہ آگے پھر حضرت موسی علیہ السلام کا قصہ فرماتے ہین کہ۔

چونکہ موسی الخ یعنی جبکہ موسی علیہ السلام نے یہ عتاب حق تعالی کیطرف سے سنا تو اس چرواہے کے پیچھے جنگل مین (اوسکی تلاش کے لیے) دوڑے۔

بر نشان الخ یعنی اوس سرگشتہ کے نشان پا پر چلے گرد دامن بیابان سے جھاڑی۔ مطلب یہ کہ اوسکی تلاش مین تمام جنگل چھان ڈالا۔ اب یہان چونکہ کسیکو شبہہ ہوسکتا تھا کہ جنگل مین تو مختلف نشان قدم ہوتے ہین حضرت موسی علیہ السلام کو یہ کیسے پہچان ہوئی کہ اوسکے نشان قدم یہ ہین۔ اسلیے آگے فرماتے ہین کہ۔

گام پاے الخ یعنی عاشق مزاج آدمی کا قدم دوسرے لوگونکے قدم سے ظاہر و ممتاز ہوتا ہے۔

یک قدم الخ یعنی ایک قدم تو رخ کیطرح اوپر سے نیچے کو پڑا ہوا اور ایک قدم فیل کیطرح ترچھا مطلب یہ کہ جسطرح رخ مہرہ کی چال اوپر سے نیچے کو اور فیل مہرہ کی چال ترچھی ہوتی ہے اسیطرح عاشق مزاج کا قدم بھی کبھی ادھر کبھی اُدھر کو تا ہے اور کبھی اوپر گاہے نیچے ہوتا ہے اسلیے دوسرونکے قدم سے ممتاز ہوتا ہے۔

گاہ چون الخ یعنی کبھی تو موج کیطرح جھنڈا بلند کیے ہوے اور کبھی مچھلی کیطرح پیٹ کے بل چل رہا تھا یعنی کبھی تو جست کرکے یہانسے وہان پہونچا بیچ مین بہت سے قدم خالی طفرہ ہوگیا اور کبھی پیٹ کے بل لیٹ کر لڑھکنا شروع کردیا۔

گاہ بر خاکے الخ یعنی کبھی خاک پر اپنا حال لکھا ہوا مثل رمال کے کہ وہ رمل لگاتا ہو۔

گاہ حیران الخ یعنی کبھی حیران کھڑا ہوا اور کبھی دوڑتا ہوا اور کبھی لڑھکتا ہوا مانند گیند کے بلے سے غرضکہ اوسکی چونکہ یہ حالت تھی اسلیے اوسکے قدم اورونسے ممتاز تھے۔

عاقبت الخ یعنی آخرکار اوسکو پالیا اور اوسکو دیکھا تو فرمایا کہ بھائی خوشخبری ہو کہ اجازت پہونچگئی مطلب یہ کہ جب موسی علیہ السلام کو وہ ملگیا تو اس سے فرمایا کہ اے بھائی خوش ہو کہ تجھے تو اجازت ملگئی ہے۔

ہیچ آدابے الخ یعنی کوئی آداب اور ترتیب مت ڈھونڈھ بلکہ جو کچھ تیرا دل تنگ کیے وہی کہہ مطلب یہ کہ چونکہ مجھے پہلے سے تیری حالت معلوم نہتھی اب معلوم ہوا کہ تو مغلوب الحال ہے تو اب جو کچھ بھی تیرا دل چاہے کہ تو مرفوع القلم ہے اور یہان مولانا نے دل تنگ کہکر اوسکے مغلوب الحال ہونیکی طرف اشارہ کردیا۔ پس جو مغلوب الحال نہو اسکے لیے یہ کلمات کہنا کفر او شرک صریح ہے معاذ اللہ منہ۔

کفر تو الخ یعنی تیرا کفر (ظاہری حقیقت مین) دین ہے اور دین تو عین جان ہے (اسلیے کہ وہ توکمال ہوگا) اور تو امین ہے اور تیرے سبب سے ایک جہان امن مین ہے اسلیے کہ اولیاء اللہ کے وجود سے تو جہان مین امن و امان ہوتا ہی ہے تو اسکے وجہ سے جہان مین امن ہونا کچھ مستبعد نہین ہے اور فرمایا کہ۔

اے معاف الخ یعنی اے وہ شخص کہ جو بفعل اللہ ما یشاء کی وجہ سے معاف کیا گیا ہے۔ جا او بے محابا زبان کھول مطلب

یہ کہ چونکہ حق تعالی قادر مطلق ہے وہ جو چاہین کرین اسلیے اونھون نے اورون سے تجکو مستثنے کر کے مجھے اجازت دیدی ہے اور معاف کر دیا ہے اب جو تیرے منھ مین آوے کہہ یہان تک تو یہ توجیہ تھی کہ یہ مغلوب الحال تھا مطلق العنان نہ تھا اور اس شعر سے شبہہ ہو سکتا ہے اسلیے اسکی توجیہہ یہ ہے کہ شارع کو اختیار ہے کہ کسی ایک شخص کو کسی حکم مین خاص کر دے اسلیے یہ کل باتین اسکی تخصیص تھی مگر اور کسیکو جائز نہین ہے غرضکہ اسنے یہ سنکر یہ جواب دیا کہ ۔

گفت الخ یعنی وہ بولا کہ اے موسی مین اوس (حالت) سے گذر گیا ہون اور اب تو مین خون دل مین ملا ہوا ہون مطلب یہ کہ اب مین مغلوب الحال نہین رہا۔ اسلیے کہ آپکی اوس روک ٹوک سے بوجہ اسکے کہ اسکی فاعلیت قوی تھی مجکو استعداد کے موافق کچھ معرفت حاصل ہو گئی ہے اسلیے ابتو میری اور حالت ہے اب مین خود ایسی باتین نہین کہہ سکتا اور بولا ۔

من الخ یعنی مین تو سدرۃ المنتہی سے بھی گذر گیا ہون اور مین تو لاکھون برس اوس طرف ہو گیا ہون مطلب یہ کہ مجھے اس حالت سے اب بے انتہا عروج حاصل ہے ۔

تازیانہ الخ یعنی آپنے ایک تازیانہ ایسا مارا کہ میرا گھوڑا (اوس طرف سے) لوٹ گیا اور ایک جست کی اور آسمان سے بھی آگے بڑھگیا مطلب یہ کہ آپکی اوس توجہ کا یہ اثر ہوا کہ میرا مرتبہ کہین کا کہین پہونچگیا۔ آگے اپنی اس حالت کے ابقاء کی دعا کرتا ہے کہ ۔

محرم ناسوت الخ یعنی ہمارے ناسوت کا محرم لاہوت رہے اور آپکے دست و بازو پر آفرین ہو۔ مطلب یہ کہ میری جانب یہ حالت فنا کی ہو گئی ہے۔ خدا کرے کہ یہ باقی رہے اور چونکہ آپ کی برکت سے ہوئی ہے اسلیے کہ خدا کرے آپکی برکت اور فیوض ہمیشہ باقی رہین ۔

حال من الخ یعنی میرا حال اب کہنے سے باہر ہے اور جو کچھ کہ مین کہہ رہا ہون یہ میرے احوال نہین ہین۔ مطلب یہ کہ اب تو میری وہ حالت ہے کہ جسکو بیان بھی نہین کر سکتا۔ اور جو الفاظ کہ مین اپنی تعبیر حال مین کہہ رہا ہون یہ میرا حال ہرگز نہین ہے اسلیے کہ وہ تو ایک ذوق اور کیف ہے اوسکو الفاظ مین تو لا ہی نہین سکتا ہون چونکہ اس حکایت مین بعض مقامات ذرا مشکل تھے اسلیے حضرت مولانا دام ظلہم نے بعد پڑھانے کے خود بھی ایک تحریر اوسکے متعلق لکھکر دی ہے تقریر سبق تو جو منضبط ہو سکی وہ پیش کر چکا ہون اب ذیل مین وہ تحریر بعبارتہ نقل کرتا ہون جو انشاء اللہ موجب مزید لطف ہوگا ۔

توجیہ بعض اجزاء مشکلہ حکایت راعی و موسی علیہ السلام از حضرت مولانا حکیم الامۃ دام ظلہم بعباراتہم

یہ شخص جاہل تھا مگر صاحب حال غلبہ حالت مین بنا بر اپنے جہل کے کچھ کچھ بک رہا تھا موسی علیہ السلام کو اسکی باتون سے اسکا جہل تو معلوم ہوا اور مغلوب الحال ہونا معلوم نہین ہوا اور سمین کچھ استبعاد نہین حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ماعز کی نسبت یہ پوچھا تھا کہ اسکو جنون تو نہین اسلیے اسپر نکیر فرمایا اس نکیر سے وہ حال جاتا رہا اور اپنے جہل کے اقوال پر ندامت ہوئی اور اس ندامت کے اشتغال سے وہ اشتغال سابق جو بلا واسطہ بحق تھا جاتا رہا جو اپنی ذات مین اشتغال بالندم کی نسبت اکمل فی القرب الالٰہی ہے کیونکہ قرب بھی اشتغال بحق ہے اور قرب بلا واسطہ اکمل ہوگا بواسطہ سے گو کسی عارض سے ہو وہ بواسطہ والا انفع ہو چنانچہ اس راعی کو اس سے نفع عظیم پہونچا جو کہ حکایت ہی مین مذکور ہے مگر چونکہ یہ ممکن تھا کہ موسی علیہ السلام ذرا توقف فرماتے اور غور کے بعد قرائن قویہ اور نور بصیرت سے اسکا صاحب حال ہونا معلوم کر کے اسوقت سکوت فرماتے کیونکہ اسوقت وہ مکلف نہ تھا اور بعد افاقہ کے اوسکے جہل کو رفع فرما دیتے

تو اس طریق سے اسکا جہل بھی رفع ہو جاتا اور وہ قرب خاص بھی زائل نہوتا۔ اسلیے حق تعالیٰ نے اسپر شکایت فرمائی اور دونون
مذکورہ اشتغالون کے تفاوت سے اسکو بُعد اکردن سے تعبیر فرمایا پس آیین جو یہ مضامین ہین سے بردہ ویران خراج و عشر نیست الخ
مطلب یہ ہے کہ مین غلبۂ حال ہین اوس سے تعرض مناسب نہ تھا نہ یہ کہ مکلف ہونیکے وقت بھی اوسکو مطلق العنان
چھوڑ دیا جاوے اور شاید یہ شعر سے اے معاف یفعل اللہ ما یشاء الخ سے مطلق العنانی کا شبہہ پڑے تو اوسکی توجیہہ یہ ہے
کہ شارع کو اختیار ہے اگر کسی شخص کو کسی حکم عام سے کسیقدر مخصوص کر دیا جاوے۔ جیسا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک
صحابی کو بکرے کے بچے کے قربانی کی اجازت دیکر فرما دیا۔ ولن تجزی احدا بعدک اور ایسی تخصیص باعتبار بعض شرائط وقیود کے
مستلزم اطلاق عنان کو نہین اور مبنی اس تخصیص کا یہ ہو سکتا ہے کہ حق تعالیٰ کو اوس راعی کی حالت وقدرت سے معلوم تھا کہ
جس مرتبہ تنزیہ پر اسکو موسیٰ علیہ السلام پہونچانا چاہتے ہین بوجہ ضعف عقل کے وہان نہ پہونچ سکے گا۔ خاصکر غلبۂ عشق عقل
سے اوتنا بھی کام نہ لینے دیگا پس جسطرح فقہا نے ایسے شخص کو جو بعد کوشش کے تصحیح حروف سے نا امید ہو گیا ہو ترک تجوید
کی اجازت دیدی ہے اسی طرح اسکی حالت یا اس عن کمال المعرفۃ مقتضی ہوئی اسکے لیے کسیقدر توسیع اور گو ایسے شخص کیلیے
ایسی توسیع یہ بھی کلیہ عامہ شرعیہ ہے مگر اسکی تخصیص صرف اتنی ہوگی کہ دوسرون پر جو کہ مغلوب العشق نہین زیادہ کوشش
کرنا ضروری تھا اور اوسپر وہ زیادہ کوشش ضروری نہ رہی اور گو یہ بھی ایک کلیہ ہے لیکن چونکہ اس کلیہ کے مصادیق شاذ
و نادر ہین النادر کالمعدوم اسلیے حکماً ایسا سمجھا جاویگا کہ گویا یہ حکم اسیکے لیے ہے اور کسیکے لیے نہین اور اگر یہ کہا جاوے کہ جو
غلبۂ عشق بلا جمع اسباب ہے اسمین تو معذوری قاعدہ عامہ ہے لیکن جو غلبہ بجمع اسباب ہو جیسا بعض ذاکرین کے حالت
مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ جب وہ خلوت یا مراقبہ مین ذکر و فکر مین مشغول ہوتے ہین فوراً یا کسیقدر دیر کے بعد اون پر ایسے
آثار غالب ہوتے ہین سو جس شخص کی ایسی حالت ہو اور اوسکو معرفت صفات حق کی بقدر ضرورت حاصل نہوئی ہو اوسکو
حکم یہ ہے کہ اس معرفت کو تحصیل مین مقدم کرے اور اوسکو ان اسباب کے جمع کرنے سے منع کیا جاویگا اور ممکن ہے کہ اس
شبان کی ایسی ہی حالت ہو مگر باوجود اسکے وہ اس معرفت کی تقدیم کا مامور اور اس جمع اسباب کا منتہی تھا اوسکے
لیے معرفت ناتمام ہی کو جائز رکھ کر اوسکی اس حالت عشقیہ کو اوسکے لیے پسند کیا گیا ہو تو اس تقریر پر تخصیص بے تکلف محفوظ
رہیگی فقط انتہی بالفاظہم وشدد یہم اب بالکل صاف ہو گیا بحمد اللہ کوئی اشکال بھی باقی نہین رہا۔ چونکہ اسنے کہا تھا کہ جو کچھ
مین بیان کر رہا ہون یہ میری حالت نہین ہے آگے اسکی ایک مثال فرماتے ہین کہ۔

نقش می بینی الخ یعنی تم جو آئینہ مین ایک نقش دیکھ رہے ہو وہ تمھارا ہی نقش ہے آئینہ مین (کوئی دوسرا) نقش نہین ہے
مطلب یہ کہ یہ چرواہا جو اپنی حالت کو بیان کر رہا تھا یہ بھی اوسکی حالت نہ تھی اسلیے کہ وہ تو ایک کیف اور ذوق تھا بلکہ یہ
تمھاری حالت ناقص تھی جو کہ بوجہ آئینہ ہونیکے اوسکے اندر نظر آ رہی تھی۔ اسلیے کہ اس سے معلوم ہوتا تھا کہ تمھارے
اندر چونکہ استعداد اس سے زیادہ کی نہ تھی اسلیے تمکو صرف ان ہی الفاظ سے سمجھایا گیا ورنہ اگر تمکو بھی وہ ذوق حاصل ہوتا
تو بیان ہی کی حاجت نہوتی آگے اسکی ایک اور مثال فرماتے ہین کہ۔

دم کہ مرد نائے الخ یعنی نے بجانے والے نے جو نے کے اندر پھونک ماری تو یہ پھونک نے کے لائق ہے اس آدمی
کے لائق نہین ہے اسلیے کہ اگر اوسکی پھونک کو دیکھا جاوے تو وہ تو ایک بہت بڑی آواز ہوگی مگر وہ جانتا ہے کہ اگر
زور سے پھونک مارونگا تو یا تو یہ نے پھٹ جاویگی اور پھٹیگی بھی نہین تو اوسکی آواز تو خراب ہی ہو جاویگی اسیطرح

گرا دلیا، اللہ اپنی پوری حالت کو بیان بھی کرنے لگین تو وہ جانتے ہین کہ یا تو تمکو آتش عشق بالکل ہی جلا دیگی اور فنا کر دیگی ورنہ کہین گمراہ ہو جاؤ گے اسلیے وہ ایک شمہ اپنی حالت مین سے بیان فرما دیے ہین آگے اوسپر تفریع فرماتے ہین کہ اسی طرح تم جو حمد حق تعالیٰ کی کرتے ہو وہ بھی اس شبان ہی کیطرح سے ہے جسطرح کہ اسکے الفاظ بے ادبی کے معلوم ہوتے تھے واقع مین تمھاری یہ حمد بھی بے ادبی اور گستاخی ہے مگر حق تعالیٰ اسکو اپنے فضل سے قبول فرما لیتے ہین (اسی مضمون پر یہ حکایت شبان کی لائی گئی تھی) اب فرماتے ہین کہ۔

ہان وہان الخ یعنی ارے بھائی اگر تم شکریہ مین حق تعالیٰ کی حمد کرو تو اوسکو (بھی) اس چرواہے نافرجام کی (حمد کی) طرح جانو۔ کہ وہ بھی ایسی ہی گستاخی اور بے ادبی ہے جیسی کہ تمکو اسکی حمد گستاخی معلوم ہوتی تھی۔

حمد تو الخ یعنی تیری حمد تیری نسبت سے تو بہتر ہے لیکن وہی حق تعالیٰ کی نسبت ابتر ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ ہماری نماز ہمارا روزہ ہماری تقدیس و تسبیح وغیرہ کوئی بھی اس قابل نہین ہے کہ اس درگاہ مین پیش کیا جا سکے یہ جو کچھ بھی انعامات ہین سب اسکا فضل و کرم ہے۔ ورنہ خود تم جیسے ہین معلوم ہے آگے فرماتے ہین کہ۔

کاشکے الخ کاش کہ تیرے نزدیک بھی بہتر نہوتا اور اسکا درد تیرا دردسوز ہوتا مطلب یہ کہ کاش کہ تو بھی اس ذکر و تسبیح و تقدیس کو بہتر نہ سمجھتا تو اسمین کوشش کرتا اور حق تعالیٰ کی محبت اور سوز عشق تیری دلسوز ہو جاتی اور فرماتے ہین کہ۔

چند گوئی الخ یعنی جب پردہ اوٹھاوینگے تو تو اوسوقت کسقدر کہے گا۔ کہ یہ نہین تھا جو کچھ کہ سمجھے ہوے تھے مطلب یہ کہ جب قیامت کے روز کارکنان قضا و قدر پردہ اوٹھاوینگے اور حقیقت اس ذکر اور تسبیح اور تقدیس کی معلوم ہوگی تب آنکھین کھلین گی اور کہوگے کہ سمجھے کیا تھا اور یہان ہے کیا اسکی تو کچھ بھی حقیقت نہ تھی تو جب یہ حالت ذکر کی ہے اور تقدیس اسقدر ناقص ہے تو اسکو پیش کر دینا ہی گستاخی تھا اور اگر یہ قبول بھی ہو جاوے تو یہ تو رحمت ہی رحمت ہے اسکو فرماتے ہین کہ۔

این قبول الخ یعنی تیرے اس ذکر کا قبول کر لینا تو صرف رحمت کیوجہ سے ہے جیسا کہ مستحاضہ کی نماز کہ رخصت ہے مطلب یہ کہ ہمارے ذکر کی ایسی مثال ہے کہ جیسے مستحاضہ کی نماز کہ باوجود خون کے جاری ہونیکے اوسکو اجازت دیدی گئی ہے کہ خیر اس حالت مین بھی نماز پڑھ لیا کرو۔ تو اگر وہ اس نماز کو کامل سمجھنے لگے تو کسقدر غلطی ہے اسیطرح اگر اس ذکر کو جو کہ لاکھون ناپاکیون سے بھرا ہوا ہے ہم کامل سمجھین تو سراسر جہل اور ناعلمی ہے۔ سبحان اللہ کیا ہی خوب مثال ہے آگے فرماتے ہین کہ۔

با نماز الخ یعنی اوسکی نماز تو خون ہی سے آلودہ ہو رہی ہے اور تیرا ذکر تو تشبیہ اور چون و چرا مین آلودہ ہو رہا ہے۔

خون الخ یعنی خون تو پلید ہے اور ایک پانی سے جاتا رہتا ہے اور یہ پلیدی جہل کی زیادہ قائم ہوتی ہے۔

کان بغیر آب الخ یعنی کہ وہ (جہل) بغیر حق تعالیٰ کے آب لطف کے کام کے آدمی کے باطن سے کم نہین ہوتا ہے مطلب یہ کہ ہمارا ذکر وغیرہ مستحاضہ کی نماز کیطرح ہے کہ جسطرح ہے اوسکو باوجود ناپاک ہونیکے اجازت دیدی گئی ہے اور حکم ہے کہ ایسی حالت مین نماز پڑھو ہم اوسکو دوسری صحت کی نمازون کے ساتھ ثواب مین برابر کر دینگے اسیطرح باوجود ہمارے ذکر وغیرہ کے ناقص ہونیکے حق تعالیٰ نے ہمکو اجازت دیدی ہے کہ خیر اس ذکر کو بھی ہم ذکر کامل کے ساتھ ملا کر ثواب لیا ہی دینگے بلکہ نماز مستحاضہ کی تو اسقدر ناپاکی مین آلودہ بھی نہین ہے اسلیے کہ اوسکی ناپاکی تو اس ظاہری پانی کے دھونے سے جاتی رہتی ہے تو وہ ناپاکی بھی ظاہری ہی ہے لیکن نقص ذکر اور جہل کی ناپاکی تو بے لطف حق تعالیٰ کے زائل ہی نہین ہو سکتی

اور سالک کا دل پاک ہو ہی نہیں سکتا تو یہ ناپاکی تو باطن مین گھسی ہوئی ہے اسلیے یہ اوس سے بھی زیادہ ناپاک اور ناقص ہے پھر اسکو درگاہ حق مین پیش کرنے ہوے تو بہت ہی شرم آنی چاہیے اور اگر اسکے پیش کرنے پر عذاب نہو یہی بسا غنیمت ہے چہ جائیکہ انعام کی توقع کیجائے کہ یہ تو بس فضل ہی فضل ہے اور یہ ساری خرابی اسکی ہے کہ تمکو اپنی عبادت کی حقیقت معلوم نہیں ہے ورنہ اگر معلوم ہوتی تو کبھی یہ غفلت نہوتی آگے اسکو فرماتے ہین کہ۔۔

در سجودت الخ یعنی اپنے سجود مین کاش کہ تو (حقیقت کیطرف) توجہ کرتا اور سبحان ربی کے معنی جانتا مطلب یہ کہ کاش اگر تو جو سجدہ مین سبحان ربی الاعلی کہہ رہا ہے اسکے معنی سمجھتا کہ اس سے کیا مقصود ہے (یہان مولانا اس سے ایک لطیف مقصود بیان فرماتے ہین)

کاشکے سجودم الخ یعنی کہ اے وہ ذات کہ میرا سجدہ میرے وجود کیطرح (تیری درگاہ کے) لائق نہین ہے۔ تو ہی بدی کا بدلا نیکی دے۔ مطلب یہ کہ سبحان ربی الاعلی کہنے سے مقصود یہ ہے کہ یا الٰہی آپ پاک ہین اس سے کہ آپ کی درگاہ مین ہمارا یہ سجدہ پیش کیا جاوے اسلیے کہ یہ تو نیکی کیا بلکہ بدی ہے اور اسکا پیش کرنا تو آپ کی درگاہ مین گستاخی ہے اسلیے ہم آپ کی پاکی بیان کرتے ہین اور عرض کرتے ہین کہ اس بدی کے بدلہ مین جو کہ صرف صورۃً نیکی ہے ہمکو حسنات دے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہین کہ یبدل اللہ سیاٰتہم حسنات۔ تو اسکے ایک معنے یہ بھی ہین کہ ہماری عبادتین جو کہ حقیقت کے اعتبار سے گستاخیان ہین حق تعالیٰ کے یہان پہونچکر حسنات اور عبادتین ہی ہو جاوینگی۔ تو اگر اس مقصود کو کوئی سمجھلے اوسکو تو ہرگز بھی اپنی عبادت پر ناز نہین ہوسکتا اور جہانتک ہوسکے گا اسکی کوشش کریگا کہ خیر اگر اصل حقیقت نہین ہے تو صورت ہی بن جاوے کہ اسی پر حق تعالیٰ کے یہان سے انعام ملجاویگا اب چونکہ کسیکو یہ شبہہ ہوسکتا تھا کہ بھلا سیاٰت کسطرح حسنات ہو جاوینگے یہ تو قلب ماہیت ہے اسلیے آگے فرماتے ہین جسکا حاصل یہ ہے کہ ایک مثال دیکر سمجھاتے ہین کہ یہ عادت تو حق تعالیٰ کی مستمرہ ہے کہ ناقص کو کامل فرما دیتے ہین جیسے کہ زمین کہ ادنے مظہر ہے حق تعالیٰ کے کمال کا اوسکے اندر گندگی ڈالتے ہین اور اس سے گل وسوسن پیدا ہوتے ہین اسیطرح یہ سیاٰت بھی حسنات ہو جاوینگے اب سمجھو کہ فرماتے ہین کہ۔

این زمین الخ یعنی یہ زمین حق تعالیٰ کے حلم سے تھوڑا ہی اثر رکھتی ہے یہانتک کہ نجاست کو لیجاتی ہے اور پھل پھول دیتی ہے۔ حلم حق سے اثر رکھنے کے یہ معنے ہین کہ چونکہ سیاٰت کو حسنات کر دینا بھی تو حلم ہی کیوجہ سے ہے ورنہ اگر صفت غضب کا ظہور ہو تو کہانسے سیاٰت حسنات ہو جاوینگے تو دیکھو زمین نے ناقص شے کو تو زائل کر دیا اور اس سے گل وسوسن جو کہ کامل شے ہے پیدا کیے آگے فرماتے ہین کہ۔

تا بپوشد الخ یعنی یہانتک کہ ہماری پلیدیون کو چھپا لیتی ہے اور عوض مین اوس سے غنچے اُگتے ہین تو اسی طرح حق تعالیٰ بھی ان ناپاکیون کو زائل فرماکر سبکو صاف و پاک فرما دینگے بس اس مضمون کو ختم کرکے آگے دوسرے مضمون کی طرف انتقال ہے اوسکا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن شریف مین جو آیا ہے کہ قیامت کے روز کافر کہیگا یالیتنی کنت ترابًا اسکی یہ وجہ ہے کہ وہ دیکھے گا کہ مجھسے تو بہتر زمین ہی تھی کہ وہ ناقص کو کامل تو کر دیتی تھی اور مین نے تو اوس استعداد کو بھی جو میرے اندر کامل موجود تھی ناقص کر دیا۔ تو اگر مین خاک ہی ہو جاتا۔ تو بہتر تھا مولانا کا مقصود اس سے آیت کی تفسیر نہین ہے بلکہ صرف ایک توجیہ کا بیان ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے ورنہ تفسیر مشہور تو یہ ہے کہ جب کافر دیکھیگا کہ خاک کو کسی قسم کا عذاب نہین ہے تو وہ یہ تمنا کریگا کہ کاش مین خاک ہوتا تو ان عذابون سے تو رہائی ہوتی۔ لیکن خیر یہ بھی مولانا کی ایک توجیہ ہے جو کہ قواعد شرعیہ

کے خلاف نہونیکی وجہ سے قابل تسلیم ہے اب سمجھو کہ فرماتے ہین کہ۔

پس چو کافر الخ یعنی پس جب کہ کافر دیکھے گا کہ وہ داد وجود مین خاک سے بھی کم اور بے مایہ تھا (دید اور بود وغیرہ ماضی بمعنی مستقبل ہے استحضار واقعہ کیلیے ہے)

از وجود الخ یعنی اوسکے وجود سے کوئی پھل اور میوہ نہین جما اور سوائے تمام پاکیون کے فساد کے اور کچھ نہین ڈھونڈھا یعنی ناقص کو تو کیا کامل کرتا اور استعداد کامل کو بھی ناقص کر لیا تو اسوقت کہیگا کہ۔

گفت الخ یعنی کہیگا کہ مین چلنے مین واپس ہوا ہون افسوس کاش کہ مین خاک ہی ہوتا مطلب یہ کہ مین اُلٹا چلا اور راہ مستقیم پر نہ چلا تو اگر خاک ہوتا تو ایسا کیون ہوتا۔ بلکہ پھر تو میرے اندر سے گل وسوسن لاکھون پیدا ہوتے۔

کاش الخ یعنی کاش کہ خاک سے سفر قبول کرتا مین اور (مرغ) خاکی کیطرح دانہ چُن لیا کرتا۔ مطلب یہ کہ چونکہ اول تو انسان خاک ہی ہوتا ہے اسلیے کہتا ہے کہ کاش کہ مین ویسا ہی رہتا تو میرے نقائص کامل تو ہوجاتے اور یہ جو مین نے سفر کیا ہے کہ خاک سے حیوان بنا اور حیوان سے انسان بنا ہون یہ نہ کرتا تو بہتر تھا۔ اسلیے کہ اول انسان نطفۂ بے شعور ہوتا ہے پھر اوسمین روح ڈالی جاتی ہے تو اوسکو شعور حاصل ہوتا ہے لیکن ادراک کلیات نہین ہوتا پھر جب عقل عطا ہوتی ہے اسوقت انسان ہوتا ہے چونکہ سفر مین بھی انتقال من مکان الی المکان ہوتا ہے اور یہ انتقال ہے من حال الی حال اسلیے اسکو سفر سے تعبیر فرمایا۔ اور مرغ خاکی کیطرح دانہ چننے کے یہ معنے ہین کہ جسطرح وہ عجز وانکساری مین ہوتا ہے اسطرح مین بھی رہتا اور یہ مرتبہ علیا انسانیت کا نہ حاصل کرتا اور کہیگا کہ۔

چون سفر الخ یعنی جب مین نے سفر کیا تو مجکو راہ نے آزمایا اور اس سفر کرنے سے میرا تحفہ کیا تھا۔ بزرگونکا قول ہے انسان کی سیرت سفر مین معلوم ہوجاتی ہے اور اوسکی حالت کا اندازہ سفر مین پورا پورا ہوجاتا ہے اسلیے فرماتے ہین کہ وہ کہیگا کہ اس انتقال من حال الی حال سے تیری حقیقت معلوم ہوگئی اور اسمین کامیاب نہو سکا اسلیے کاش اوسی حالت مین رہتا اور اس سفر مین مجھے کوئی فائدہ بھی نہوا۔ اور تحفہ مین اس سفر مین نہ لایا۔ بلکہ ناکام ہوکر آیا تو اس یالیتنی کنت ترابا کہنے کی یہ وجہ ہوگئی کہ چونکہ خاک مین صفت ناقص کو کامل کردینے کی ہے اسلیے وہ تمنا کریگا کہ کاش مین خاک ہی ہوجاتا اب اس توجیہ کو پورا فرماکر اسکی اس تمنا کرنیکی وجہ بتلاتے ہین کہ وہ اسلیے خاک ہونیکی تمنا کریگا کہ اس تغیر حال مین اسکو کوئی فائدہ نہین ہے لہذا وہ اسکی تمنا کریگا فرماتے ہین کہ۔

زان همه الخ یعنی اوسکا میلان خاک کیطرف اسلیے ہے کہ وہ سفر مین سامنے کوئی فائدہ نہین دیکھتا۔

روے الخ یعنی اوسکا منہ واپس کرنا تو حرص وآز کی وجہ سے ہے اور راستہ مین کرنا اوسکا صدق ونیاز کی وجہ سے ہے یعنی انسان ہونیکی تمنا تو جب کرے جبکہ اعمال صالحہ ہون اور اسکو اوسمین فائدہ ہو مگر جبکہ وہ دیکھتا ہے کہ بجاے فائدہ کے اوسکو ضرر ہے اور خاک ہونے مین ہی فائدہ ہو اسلیے وہ اسکی تمنا کریگا آگے اسکی ایک مثال فرماتے ہین کہ۔

هر گیا را الخ یعنی جس گھاس کا میلان کہ بلندی کیطرف ہو وہ تو بڑھنے (کی حالت) مین ہے اور حیات مین اور نمو مین ہے مطلب یہ کہ جو گھاس کہ کھڑا ہوا اوسکو تو یون سمجھو کہ وہ زندہ ہے اور ہر دم ترقی مین ہے۔

چونکه الخ یعنی جبکہ وہ (گھاس) سر کو زمین کیطرف کرے تو (سمجھو کہ) کمی مین اور خشکی مین اور نقص مین اور غبن مین ہے مطلب یہ کہ جب وہ نیچے کو جھک جاوے تو سمجھو کہ اوسکے اندر حیات نہین ہے بلکہ خشک ہوگیا ہے اسیطرح چونکہ کفار مین

حیات روحانی نہوگی وہ بھی خاک کیطرف میلان کرینگے اور تمنا کرینگے کہ کاش ہم خاک ہو جاتے یہی فرماتے ہین کہ۔

میل ؔروحت الخ یعنی جب تیری روح کا میلان (عالم) بالا کیطرف ہو تو ترقی مین تیرا مرجع اوسجگہ ہو یعنی تیری توجہ حق تعالی کیطرف ہو اور عالم بالا سے تجکو تعلق و مناسبت ہو۔

ورنگو نساری الخ یعنی اور اگر نگو نساری ہو یعنی سر تیرا زمین کیطرف ہو تو تو (حقیقت مین) چھپنے والونین سے ہو اور مین یقینا (حقیقت مین) پوشیدہ رہنے والون کو دوست نہین رکھتا۔ حق لا احب الآفلین اصل مین حقا لا احب الآفلین تھا جسکے معنی یقین اور اثبات مین بوجہ ضرورت شعر کے تنوین ساقط ہوگئی اور حق لا احب الآفلین ہو گیا مطلب ظاہر ہے کہ اگر اس کافر کا میلان عالم بالا اور حق تعالی کیطرف ہوتا تو اوسکو اوسکی تمنا نہوتی۔ کہ کاش مین خاک ہو جاؤن بلکہ وہ تو قرب حق کا طالب ہوتا یہ تمنا دلیل اسکی ہے کہ اسکا میلان اور رجعت عالم بالا کیطرف ہرگز نہین ہے یہانتک تو انتقالات ہوتے ہوئے یہ سب مضامین بیان ہوگئے تھے اب آگے مولانا پھر اوس مکالمہ حضرت حق و موسی علیہ السلام کیطرف رجوع فرماتے ہین چونکہ اوپر کہا تھا کہ ع بہر دل موسے عنہا رفتیند الخ کہ موسی علیہ السلام پر بہت سے اسرار کا القاء کیا اور بہت سے راز بیان کیے اسلیے آگے اون اسرار مین سے ایک بیان فرماتے ہین کہ منجملہ اور باتون کے ایک یہ سوال جواب بھی ہوئے اس سوال جواب کا اول خلاصہ سمجھ لیا جاوے۔ پھر سمجھنے مین آسانی ہو جاویگی سوال کا تو یہ خلاصہ ہے کہ موسے علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا الہ العالمین آپنے جو دنیا مین ظالمون کو غلبہ دیاہے اور دوسرونکو مغلوب کیاہے اسمین کیا بھید ہے۔ اگرچہ یہ تو جانتا ہون کہ کوئی مصلحت ضرور ہے لیکن یہ تو اجمال ہے اسکی تفصیل کا محتاج ہون اور یہ بھی عرض کیا کہ یہ میرا سوال کوئی اعتراض کے طور پر نہین ہے بلکہ صرف استفادہ ہی جیسا کہ ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام کے خلق کے وقت مصلحت سے سوال کیا تھا کہ وہ بھی استفادہ محض تھا اسیطرح یہ میرا سوال بھی صرف استفادہ کیلیے ہے انتہی۔ اب جواب کا خلاصہ سمجھو کہ حق تعالی نے یہ فرمایا کہ اصل یہ ہے کہ ہر شے مین بعض مصالح ہوتے ہین اور بعض ضرر ہوتے ہین تو ہم جو اس شے کو پیدا کرتے ہین اون مصالح کی بناء پر پیدا کرتے ہین اور ضرر بھی اوسکے تابع ہوتے ہین مگر چونکہ ضرر بھی سبب نفع کا ہو جاتا ہے اسلیے ہم اوس شے کو پیدا کرتے ہین اور اس بات کو مولانا مثالین دیکر واضح کرتے ہین کہ۔ دیکھو مرنے مین چونکہ یہ مصلحت ہی کہ اوس سے قیامت کو ثواب ملیگا۔ اسلیے اس مرنے کی کلفت کو برداشت کیا جاتا ہے وغیرہ تک تو اس سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ چونکہ ظالمون کے غلبہ مین بھی ایک حکمت تھی اور وہ یہ کہ جب یہ غالب ہونگے تو ظلم کرینگے اور جب ظلم کرینگے تو مظلومون کے درجات مین ترقی ہوگی اسلیے ہم نے انکو غالب کر دیا اب سمجھو کہ فرماتے ہین کہ۔

شرح حبیبی

پرسیدن موسے علیہ السلام از حق تعالی سر غلبہ ظالمانرا

گفت موسے اے کریم کارساز — ایکہ یکدم ذکر تو عمر دراز
نقش کژمژ دیدم اندر آب و گل — چون ملائک اعتراضے کرد دل
کہ چہ مقصود است نقشے ساختن — و اندرو تخم فساد انداختن
آتش ظلم و فساد افروختن — مسجد و سجدہ کنانرا سوختن

مایهٔ خونابه و زهدابه را / جوشش دادن ز برای لابه را
من یقین دانم که عین حکمت است / لیک مقصودم عیان رویت است
آن یقین میگویدم خاموش کن / حرص رویت گویدم نے جوش کن
مر ملائک را نمودی سر خویش / کاین چنین نوشے همی ارزد به نیش
عرضه کردی نور آدم را عیان / بر ملائک گشت مشکلها بیان
حشر تو گوید که سر مرگ چیست / میوه ها گویند سر برگ چیست
سر خون و نطفه حسن آدمی ست / سابق هر بیشه آخر کمی است
لوح را اول بشوید بیوقوف / انگهی بروے نویسد او حروف
خون کند دل را ز اشک مستهان / بر نویسد بروے اسرار نهان
وقت شستن لوح را باید شناخت / که مر آن را دفترے خواهند ساخت
چون اساس خانهٔ نو افگنند / اولین بنیاد را بر مے کنند
گل بر آرند اول از قعر زمین / تا با آخر بر کشے ماء معین
از حجامت کودکان گریند زار / که نمے دانند ایشان سر کار
مرد خود زر میدهد حجام را / مے نوازد نیش خون آشام را
مے دود حمال در بار گران / مے رباید بار را از دیگران
جنگ حمالان برائے بار بین / این چنین ست اجتهاد مرد بین
چون گرانیها اساس راحت است / تلخها هم پیشوائے نعمت است
حفت الجنه بمکروهاتنا / حفت النیران من شهواتنا
تخم مایهٔ آتشت شاخ تر ست / سوخته آتش قرین کوثر ست
هر که در زندان قرین محنتے ست / آن جزائے لقمه و شهوتے است
هر که در قصرے قرین دولتے است / آن جزائے کارزار و محنتی است
هر که تا بینی بزر و سیم فرد / وانکه اندر کسب کردن صبر کرد
بے سبب بیند چو دیده شد گذار / تو که در حسی سبب را گوش دار
آنکه بیرون از طبائع جان اوست / منصب خرق سببها آن اوست
بے سبب بیند نه از آب و گیا / چشم چشمه معجزات انبیا
این سبب همچون طبیب است و علیل / این سبب همچون چراغ است و فتیل
شب چراغت را فتیل نو بتاب / پاک دان زینها چراغ آفتاب
رو تو کهگل ساز بهر سقف جان / سقف گردون را ز کهگل پاک دان
ده که چون دلدار ما دلسوز شد / خلوت شب در گذشت و روز شد

خر نشد جلوه نباشد ماه را ... جز بدرد دل مجو دلخواه را
ترک عیسی کرده خر پرورده ... لاجرم چون خر برون پرده
طالع عیسی ست علم و معرفت ... طالع خر نیست ای تو خر صفت
ناله خر بشنوی رحم آیدت ... پس ندانی خر خری فرمایدت
رحم بر عیسی کن و بر خر مکن ... طبع را بر عقل خود سرور مکن
طبع را هل تا بگرید زار زار ... تو ازو بستان و وام جان گذار
سالها خر بنده بودی بس بود ... زانکه خر بنده ز خر واپس بود
ز اخروهن مرادش نفس تست ... گو باخر باید و غفلت نخست
هم مزاج خر شده این عقل پست ... فکرش این که چون علف آرد بدست
آن خر عیسی مزاج دل گرفت ... در مقام عاقلان منزل گرفت
زانکه غالب عقل بود و خر ضعیف ... از سوار زفت گردد خر نحیف
خود ز ضعف عقل تو ای خربها ... این خر پژمرده گشت است اژدها
گر ز عیسی گشته رنجور دل ... هم ازو صحت رسد او را مهل
ای مسیح خوش نفس چونی ز رنج ... که نبود اندر جهان بی مار گنج
چونی ای عیسی ز دیدار یهود ... چونی ای یوسف ز اخوان حسود
تو شب و روز از پی این قوم غمر ... چون شب و روزی مدد بخشای عمر
آه ازین صفرائیان بی هنر ... چه هنر زاید ز صفرا درد سر
تو همان کن که کند خورشید شرق ... با نفاق و حیله و دزدی و زرق
تو عسل ما سرکه در دنیا و دین ... دفع این صفرا بود سرکنگبین
سرکه افزودیم ما قوم زحیر ... تو عسل بفزا کرم را وا مگیر
این سزید از ما چنین آمد ز ما ... ریگ اندر چشم چه افزاید عمی
آن سزد از تو ایا کحل عزیز ... که بیابد از تو هر ناچیز چیز
ز آتش این ظالمانت دل کباب ... از تو جمله اهد قومی بد خطاب
کان عودی در تو گر آتش زنند ... این جهان از عطر و ریحان پر کنند
تو نه آن عودی کز آتش کم شود ... تو نه آن روحی کاسیر غم شود
عود سوزد کان عود از سوز دور ... باد کی حمله برد بر اصل نور
ای ز تو مر آسمانها را صفا ... ای جفای تو نکوتر از وفا
زانکه از عاقل جفایی گر رود ... از وفای جاهلان بهتر بود
عاقل آرد معرفت را در میان ... جاهل آرد معرفت را در زبان

گفت پیغمبر عداوت از خرد	بهتر از مہری که از جاہل رسد
دوستی با مردم دانا نکوست	دشمن دانا به از نادان دوست

حضرت موسی علیہ السلام نے حق سبحانہ سے عرض کیا کہ اے کریم کارساز اور اے وہ ذات کہ جسکے ذکر کا ایک لمحہ عمر دراز کی قیمت رکھتا ہے میری یہ گذارش ہے کہ مین نے اس مٹی اور پانی کے اندر بہت سی ٹیڑھی تصویرین دیکھی ہین یعنی مین دیکھتا ہون کہ بہت سے لوگ کندۂ ناتراش و ناحق شناس ہین انکو دیکھکر فرشتون کیطرح میرے دل نے بھی ایک سوال پیدا کر دیا کہ ایسے کندۂ ناتراش لوگونکو پیدا کرنے اور انکے اندر فساد کا بیج ڈالنے یعنی ملکات ردیہ و اخلاق رذیلہ پیدا کرنے اور ظلم و فساد کی آگ بھڑکانے اور مسجد اور ساجدین کو جلانے اور خون اور پیپ کے مادہ کو نفیچ دیکر منی بنانے اور پھر اسکو (ہماری نظر قاصر مین) ایسا فضول انسان بنانے مین کیا مصلحت ہے یہ مین اجمالی طور پر یقینا جانتا ہون کہ سراسر حکمت ہے لیکن میرا مقصود اس حکمت کی تفصیلی صورت کا معائنہ اور مشاہدہ ہے یہ مین دو علے مین گرفتار ہون میرا یقین اجمالی تو خاموشی کی ہدایت کرتا ہے اور مشاہدہ صورت تفصیلی کی رغبت کہتی ہے کہ خاموش مت رہ۔ بلکہ خوب پوچھ۔ آپنے ملائک پر اپنا راز ظاہر کیا اور انکو سمجھا دیا کہ یہ تمھاری نظر مین مفسد اور خطرناک شخص اس غذائے شیرین خلافت آلہیہ کا مستحق ہے اور خلافت اسیکو سزاوار ہے آپنے آدم علیہ السلام کا نور فرشتون کو مشاہدہ کرا دیا جس سے انکی مشکلین حل ہو گئین۔ یون ہی آپ مجھپر بھی صورت تفصیلی حکمت منکشف فرما دیجیے۔ جواب ملا کہ سنو ہر چیز کی عمدگی اوسکے نتیجہ سے ظاہر ہوتی ہے گو ظاہر مین وہ بے سود بلکہ مضر معلوم ہو دیکھو موت کا راز حشر سے معلوم ہوگا اور پتے بظاہر فضول معلوم ہوتے ہین مگر پھل سے انکا فائدہ معلوم ہوتا ہے خون اور نطفۂ انسانی کی آفرینش کا راز حسن انسانی سے معلوم ہوتا ہے اب سمجھو کہ ہر کمی شئی کا مقدمہ ہوتی ہے دیکھو بے علم اول تختی کو دھوتا ہے اسکے بعد اوسپر حروف لکھتا ہے۔ آدمی روز و کر اپنے دل کو خون کر ڈالتا ہے اسکے بعد اسپر مخفی اسرار لکھتا ہے یعنی اسکا دل مخزن اسرار آلہیہ بنتا ہے۔ تختی کو دھوتے ہی وقت سمجھ لینا چاہیے۔ کہ اسکو تحریر کا دفتر بنایا جاویگا۔ نیز جبکہ کسی نئے مکان کی بنیاد ڈالتے ہین تو پہلی بنیاد کو اکھیڑا جاتا ہے علی ہذا اول زمین کی تہ سے مٹی نکالتے ہین پھر شیرین پانی اس سے حاصل کرتے ہین ابتدائی نقص اور تکلیف سے پریشانی کا منشاء اسکے نتیجہ سے واقف نہونا ہے چنانچہ پچھنے لگانے سے بچے زار زار روتے ہین اسلیے کہ انکو اس فعل کا راز معلوم نہین ہوتا۔ لیکن مرد چونکہ اسکا راز جانتا ہے اسلیے وہ حجام کے خون آشام نشتر کی خدمت روپے سے کرتا ہے بنر حمال چونکہ بارکشی کی منفعت سے واقف ہوتا ہے اسلیے وہ بوجھ کو دوڑکر اور کوشش کرکے لیتا ہے بلکہ دوسرون سے اسکو چھینتا ہے۔ چونکہ حمال لوگ اسکی منفعت سے واقف ہوتے ہین اسلیے دیکھو بوجھ کے لینے مین آپسمین کیسے لڑتے ہین پس یہی حالت دیندار کی جفاکشی کی ہے کہ اسکو اسکی ان جفاکشیونکا بہتر نتیجہ ملنے والا ہے اور انکے اس ابتدائی نقص کی انتہاء کمال ہے اور یہ کمی مقدمہ ہے اس شئی کا جسطرح دنیاوی گرانیان اور تکالیف بنیاد راحت ہین یون ہی دین کے لیے تلخیان گوارا کرنا بھی نعمت اخروی کا پیش خیمہ ہے جنت نامرغوب اشیاء سے گھری ہوئی ہے اور دوزخ شہوات سے جو نامرغوبات کو طے کر جاویگا جنت مین پہنچ جاویگا۔ اور جو ان سے گھبرا کر شہوات مین مبتلا ہو جاویگا دوزخ مین جاویگا مبتلائے تنعم کی مثال ایسی ہے جیسے شاخ تر کہ اسکا انجام آگ مین جلنا ہوتا ہے اور مبتلائے آلام کی ایسی مثال ہے جیسے جلی ہوئی لکڑی کہ وہ انجام کار راحت پاتی ہے اور پانی سے ٹھنڈی ہوتی ہے تنعم و تالم کے نتائج کو ہم دوسرے عنوان سے سمجھاتے ہین دیکھو جو شخص جیلخانہ کے مصائب جھیلتا ہو تو سمجھ لو کہ بلند

اور خواہش نفسانی کی متابعت کا بدلا ہے اور جو محل مین قرین و مصاحب دولت ہو سمجھ لو کہ یہ جنگ اور دیگر محنتوں کا معاوضہ
ہے اور جسکو تم ملک زر و سیم مین یکتا دیکھو سمجھ لو کہ اُسنے کسب کی مشقتوں پر صبر کیا پس حاصل جواب یہ ہے کہ کفار کی تخلیق کا اور
اونکی سرکشی کا راز یہ ہے کہ مومنین کو اونکے سبب راحت نصیب ہو وہ سرکشیان کرین اذیتین دین باطل کی طرف دعوتین
دین لیکن یہ تمام مشقتین جھیلین اور دین پر قائم رہین اور اسکے ثمرات محمودہ سے متمتع ہون چونکہ یہان آلام کی نعمتو نکے لیے
سبب ہونیکا بیان تھا آگے اختیار سبب کے متعلق ہدایت فرماتے ہین اور کہتے ہین کہ جب دیدۂ سبب بین جاتا رہتا ہے
آدمی اشیاء کو اسباب سے علیحدہ دیکھتا ہے اور ہر چیز کو بلا واسطہ حق سبحانہ کی قدرت و ارادہ سے وابستہ سمجھتا ہے تم ابھی
تک چونکہ سبب بین حس کی قید سے آزاد نہین ہوے اسلیے تمکو سبب بتایا جاتا ہے اسکو سُنو اور جو شخص کہ عناصر سے قطع تعلق
کر چکا ہے اسباب کو چھوڑ دینا اسکا کام ہے نہ کہ تمھارا اور وہ بدون اسباب ظاہرہ کے محض بلا سبب بکثرت و بعید اشیاء
کا اسیطرح مشاہدہ کرتا ہے جسطرح معجزات انبیاء کا بدون سبب کے مشاہدہ کیا جاتا ہے نہ کہ تم (ف۔ یاد رکھو کہ یہان معجزات
انبیاء سے معنی حقیقی مراد نہین بلکہ مطلق اشیاء مراد ہین۔ اور معجزات کو انکے لیے استعارہ کیا گیا ہے اور وجہ شبہ ہر دو کا
بلا سبب کے مشاہد ہونا ہے ورنہ تخصیص معجزات کی بالخصوص جبکہ انکا مشاہدۂ بلا سبب ظاہری عوام و خواص سب
مین مشترک ہے غیر موجہ ہے واللہ اعلم بالصواب) اور راز اسکا یہ ہے کہ سبب بمنزلہ طبیب کے ہے اور پابند دیدۂ سبب مین مثل
علیل کے اور دیدہ سبب بین کا تارک مثل تندرست کے اور طبیب کی ضرورت مریض کو ہوتی ہے۔ نہ کہ تندرست کو پس
سبب کی ضرورت پابند دیدۂ سبب بین کو ہوگی۔ نہ کہ غیر پابند کو۔ یا یون کہو کہ سبب مثل بتی کے ہے اور پابند دیدہ سبب بین
مثل چراغ کے اور غیر پابند مثل آفتاب کے۔ اور بتی کی ضرورت چراغ کو ہوتی ہے نہ کہ آفتاب کو یا یون کہو کہ سبب
مثل کہگل کے ہے اور پابند دیدۂ سبب بین مثل سقف خانہ کے اور غیر پابند مثل سقف گردون کے اور کہگل کی ضرورت
سقف خانہ کو ہوتی ہے نہ کہ سقف آسمان کو۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمکو مرتبۂ خرق اسباب حاصل ہوا اور یون ہوا کہ اولا ہم نے
درد محبت حاصل کیا۔ اس سے رنج و غم فراق حاصل ہوا۔ جو مثل شب کے سراپا تاریکی اور ظلمات بعضہا فوق بعض کا مصداق
تھا۔ اس سے ہم کو وصال و قرب حق میسر ہوا۔ اور وہ ہمارا رنج و غم فرقت سب جاتا رہا۔ اور وہ غم فراق جو مثل شب تھا
دور ہو کر روز وصال یعنی فرحت و سرور حاصل ہوا۔ اوس سے ہم کو حق سبحانہ کی معرفت بڑھی اس معرفت سے یہ مرتبہ
حاصل ہوا اگر تم کو بھی اس مرتبہ کے حاصل کرنیکی آرزو ہے تو یاد رکھو کہ چاند رات ہی کو نکلتا ہے پس وصال و قرب حق
سبحانہ غم فراق ہی کیساتھ نصیب ہو سکتا ہے۔ اور غم فراق درد محبت پیدا کرنے سے ہوتا ہے پس تمکو اول درد پیدا کرنا چاہیے
اور بدون اوسکے طلب حق سبحانہ کا نام نہ لینا چاہیے۔ کیونکہ سعی لاحاصل ہے جب درد پیدا کر لوگے اسوقت کبھی نہ کبھی
یہ مرتبہ تمکو حاصل ہو جائیگا لیکن کیا کیا جاوے کہ تم اوس رستہ ہی کو نہین چلتے بلکہ اوسکے خلاف چل رہے ہو تم نے
عیسے یعنی روح کی خدمت اور اصلاح تو چھوڑ دی جس سے تم کو وصول ہو سکتا تھا اور گدھے کو پال رہے ہو یعنی نفس کی
خدمت مین مصروف اور منہمک ہو پس ایسی صورت مین تمکو سراپردۂ جلال سے باہر اور قرب و حضور حق سبحانہ سے
محروم ہونا ہی چاہیے۔ ارے گدھے کے مانند احمق یاد رکھ کہ علم و معرفت حق سبحانہ عیسی روح کی قسمت مین ہے نہ کہ خر
نفس کی پس تمکو روح کی خدمت چاہیے نہ کہ نفس کی لیکن تو اُلٹا چلتا ہے کبھی گدھے کی فریاد و زاری پر رحم آتا ہے اور
اسکی مخالفت سبھی گوارا نہین تو یہ نہین جانتا کہ اپنے ساتھ وہ تجھے بھی گدھا بنانا چاہتا ہے تجکو عیسی روح پر رحم کرنا چاہیے نہ کہ

غرض نفس پر اور عقل یعنی روح کو طبیعت یعنی نفس پر غالب کرنا چاہیے نہ کہ طبیعت کو عقل پر طبیعت کو زار زار رونے دے اور اس پر
رحم مت کر بلکہ رحم کو اوس سے واپس لیکر عقل کا قرض ادا کر کہ یہ حق اسکا ہے تو برسون تک اس گدھے کا غلام رہ چکا ہے
بس یہ کافی ہے آیندہ کے لیے اسکی غلامی چھوڑ کہ یہ بہت بُری شے ہے کیونکہ اول تو گدھا خود ہی کیا چیز ہے پھر اسکا غلام
اس سے بھی گذر گیا ہوگا۔ حدیث مین جو آیا ہے کہ آخروں۔ سو یہ نص اس مدعا پر بالاولویت دلالت کرتی ہے کہ نفس
کو عقل سے پیچھے رکھو۔ کیونکہ منشا تاخیر نساء یا اونکا ناقص العقل ہونا ہے یا موجب فتنہ ہونا۔ اور یہ دونون وصف نفس مین
علی وجہ الکمال پائے جاتے ہین کیونکہ عورتون مین تو محض نقصان عقل ہے اور نفس تو اوس سے بالکل ہی بے بہرہ ہے اور وہ
تو من وجہ فتنہ ہین یہ سراسر فتنہ ہے۔ اسلیے اس نص کی اس مدعا پر دلالت بالاولویت ہوگی دیکھو تو سہی تمھاری غلامی
نفس کا کیسا بُرا نتیجہ نکلا۔ کہ تمھاری عقل نے بھی نفس کا مزاج اختیار کر لیا۔ کہ اوسکو رات دن یہی دھن ہے کہ خوراک جسمانی
کیونکر ہاتھ لگے حالانکہ یہ اسکی اصلی غذا نہین ہے بلکہ اسکی اصلی غذا تو معرفت حق سبحانہ ہے جسکو وہ بالکل بھول گئی ہے یہ عقل
تو گدھے سے بھی گئی گذری ہوئی۔ کیونکہ عیسے علیہ السلام کا گدھا۔ تو گدھا ہی تھا انکی صحبت سے اسنے دل کا مزاج حاصل
کر لیا۔ اور عاقلون کی صف مین جگہ لے لی مگر تیری عقل گدھے کی صحبت سے گدھا ہو گئی۔ خر عیسے کے عاقل ہو جانیکی وجہ یہ
تھی کہ عقل عیسی قوی تھی اور گدھا ضعیف تھا اور یہ قاعدہ ہے اگر سوا قوی ہو تو گدھا کمزور ہو جاتا ہے لہذا عقل غالب آ گئی
اور اوسکو اپنے رنگ مین رنگ لیا اور خود اوس سے متاثر نہ ہوئی اور تیری عقل کمزور تھی اوس سے اس گدھے (نفس)
نے فائدہ اٹھایا۔ کہ بوجہ اسکے کمزور ہونیکے اوسکے حق مین اژدھا ہو گیا اور اوسکو دبا لیا عقل کی مغلوبیت اور نفس کے غلبہ
کی وجہ یہ ہے کہ تو عارف کامل سے ناخوش ہے اسلیے اسکو مرشد ہی نہین بناتا یا بنا کر چھوڑ دیا ہے لیکن ہم کہتے ہین کہ اگر تو اس سے
ناخوش ہے تو اس ناخوشی کو چھوڑ شیخ کو مت چھوڑ کہ صحت تجکو اسکی خدمت سے ہوگی چونکہ ناقدردانی اور ناحق شناسی سے
شیخ کو طبعًا ایک قسم کا ملال ہوتا ہے اسلیے اب مولانا شیخ کی تسکین فرماتے ہین اور اس ملال کو زائل کرتے ہین اور فرماتے
ہین کہ اے خوش نفس مسیح دوران آپ آزردہ کیون ہین آپ تو گنج معارف ہین اور خزانہ کے مناسبات بلکہ لوازم عادیہ
مین سے سانپ بھی ہے پس آپ کے لیے ناقدردانونکا ہونا تو ضروری ہے اور یہ آپکے کمال کی دلیل ہے آپ اسکا ملال
کیتے ہین آپ ہرگز ملول نہون اے عیسے ان یہود کیطرح منکرین کو دیکھکر آپ کی کیا حالت ہو گئی اور اے یوسف ان
حاسد بھائیون کے ہاتھون آپکی کیا حالت ہو گئی فرمائیے تو سہی آپ کیون ملول ہین آپ تو ان احمق لوگون کے لیے انکی حیات
روحانی کو فائدہ پہونچا رہے ہین جسطرح کہ رات اور دن حیات جسمانی کو مدد پہونچاتے ہین لیکن ان مغلوب صفرا اور
بد مذاق نالائق لوگونکی حالت قابل افسوس ہے۔ کہ یہ قدر نہین کرتے۔ انسے اسکے سوا اور توقع ہی کیا ہو سکتی ہے صفرا سے
تو درد سر ہی بڑھتا ہے یون ہی انکے فساد ادراک سے تکلیف ہی ہونی چاہیے جناب والا انکی نالائقی پر نہ جائین آپ وہی
کرین جو نفاق و چالاکی چوری اور فریب کے ساتھ آفتاب مشرق کرتا ہے کہ انکو زائل کرتا ہے اور وجود سے مانع ہوتا ہے پس
جناب والا بھی دعا و ہمت باطنی سے کام لیکر انکی اصلاح فرمائین اور خصائل رذیلہ سے انکو پاک فرمائین آپ شہد ہین اور
ہم سرکہ ہین دونون کے ملنے سے فساد ادراک کا صفرا زائل ہو جاویگا کیونکہ سکنجبین دافع صفرا ہی ہم سرکہ بڑھائین اور
نالائقی کرین آپ شیرینی بڑھائیے اور کرم سے دریغ نہ فرمائیے۔ دونونکے ملنے سے صفرا فساد ادراک زائل ہو جائیگا ہم نالائق
اسی قابل ہین اور ہم سے یہی ہوتا ہے اور کیا ہوتا ہے کیونکہ ریت تو آنکھ مین پڑکر آنکھونکو پھوڑے ہی گا بینائی تو بڑھانے سے

یہی سے رہا۔ یون ہم نالائقون سے تو حضور کو ایذا ہی ہوتی ہے راحت کب ہوسکتی ہے آپ سرمہ ہین آپ کی شان کے یہی مناسب ہی کہ ہر ناچیز او حقیر آپ سے کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل کرے ان ظالمون کی آتش حسد سے آپ کا دل جل رہا ہے مگر آپ از غایت شفقت یہی فرماتے ہین اللھم اھد قومی انھم لایعلمون آپ تو کان عود ہین اگر آپکے اندر لوگ آگ لگائین تو اس سے آپ کی خوشبو پھیلے گی اور پھیل کر عالم کو پُر کردیگی یعنے آپ کو تکلیف دینے اور ستانے سے آپکو انکی محرومی کا زیادہ احساس ہوگا۔ اور آپکی شفقت کو زیادہ جوش ہوگا اور اس مزید توجہ سے فائدہ بھی زائد ہوگا۔ یا یہ کہ اس سے آپ کے کمالات ہی کا اظہار ہوگا۔ اور آپ کا کچھ نقصان نہوگا۔ آپ عود نہین جو آگ سے جلکر گھٹ جائین یعنے آپ کے اندر اس سے کوئی نقصان نہین آسکتا اور آپ وہ روح نہین ہین جو پابند غم ہو غم تو آپ کے لیے ایسا ہے جیسا کہ نہر کا پانی کہ ادھر سے آیا ادھر گیا۔ عود جل سکتا ہے کان عود نہین جل سکتی۔ پس آپ تو کان عود ہین آپکو کیا ضرر اور ہوا چراغون وغیرہ کو بجھا سکتی ہے خود نور کا کچھ نہین کرسکتی پس آپ تو سراپا نور ہین آپ کو ان مخالف ہواؤن سے کیا خطر آپ کی ذات سے آسمانون کو صفا حاصل ہے اور آپ کی زیادتی بھی اورونکی محبت سے بہتر ہے کیونکہ عاقل اگر زیادتی بھی کرتا ہے تو وہ جاہلون کی محبت سے بہتر ہوتی ہے۔ عاقل کو معرفت سے کام لیگا اور جاہل معرفت کو برباد کریگا۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ عداوت جو عقل سے ناشی ہو اس محبت سے بہتر ہے جو جاہل کرتا ہے اس بنا پر دوستی عاقل کے ساتھ اچھی ہے بہ نسبت جاہل کی دوستی کے اور نادان دوست سے دانا دشمن بہتر ہے فقط قد تم الربع الثانی۔

شرح شبیری

ظالمون کے غالب ہونے کے بھید کی بابت حق تعالٰی سے موسٰی علیہ السلام کا سوال

گفت موسٰی الخ یعنی موسٰی علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے کریم داے کارساز اور اے وہ ذات کہ ایک گھڑی بھی یاد عمر دراز (سے کہین بہتر) ہے۔

نقش کژ مژ الخ یعنی مین نے آب و گل (انسان) مین ٹیڑھے میڑھے نقش دیکھے ہین۔ تو ملائک کیطرح دل نے ایک اعتراض کیا۔ مطلب یہ کہ بعض ایسے لوگ جو کہ راہ مستقیم سے کجی پر ہین مین نے دیکھے تو دل مین ایک سوال ایسا پیدا ہوا ہے جیسا کہ ملائک کو ایجاد آدم کے وقت ہوا تھا اوراسکو اعتراض کہدینا مجاز ہے ورنہ حقیقت مین صرف استفادہ ہے۔ صورت اعتراض جیسی ہے۔ اور وہ سوال یہ ہے کہ۔

کہ چہ مقصود ست الخ یعنی کہ کیا مقصود ہے کہ ایک نقش بنانا اور پھر اوسمین فساد کا بیج ڈالنا یعنی اوسکو مفسد بنانا اسمین کیا مصلحت ہے۔

آتش ظلم و فساد الخ یعنی ظلم و فساد کی آگ بھڑکانا اور مسجد کو اور سجدہ کرنے والون کو جلانا۔ اسلیے کہ جب ظالمون کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ اہل حق کو ستاتے ہی ہین۔ اسلیے عرض کیا کہ ظلم کی آگ کو روشن کرنا اور اس سے اہل حق کو نقصان

بہو نچلنے سے کیا فائدہ ہے۔
مائیۂ خون نائبہ الخ یعنی خون اور پیپ کے ذخیرہ کو ایک کھیل کے واسطے جوش دینے سے کیا فائدہ ہے خون اور پیپ کے ذخیرہ سے مراد انسان ہے اسلیے کہ یہ حضرت تو اول نطفہ اور علقہ وغیرہ ہونیکی حالتمین ایسی ہی تھے آگے فرماتے ہین جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتراض مقصود نہ تھا بلکہ صرف استفادہ ہی تھا فرماتے ہین کہ
من یقین دانم الخ یعنی یہ تو مین یقیناً جانتا ہون کہ کوئی حکمت ہے لیکن میرا مقصود عیاناً دیکھنا ہے۔ یعنی اجمالاً تو معلوم ہے کہ کوئی حکمت ہے لیکن دل یون چاہتا ہے کہ اوسکا مشاہدہ ہی ہو جاوے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا تھا کہ کیف تحی الموتی تو سوال ہوا تھا کہ اولم تومن تو اونھون نے بھی عرض کیا تھا کہ بلی ولکن لیطمئن قلبی اسیطرح موسی علیہ السلام نے فرمایا کہ اجمالاً تو حکمت کا وجود معلوم ہے لیکن یہ چاہتا ہون کہ اسکو یقیناً بھی معلوم کرون آگے فرماتے ہین کہ۔
آن یقینم الخ یعنی وہ یقین تو مجھے کہتا ہو کہ چپ رہ۔ اور دیکھنے کی حرص کہتی ہو کہ نہین جوش کرو (اور سوال کرو) تو عجب کشمکش مین مبتلا ہون۔ آگے ایک نظیر لاتے ہین کہ۔
مر ملائک را الخ یعنی آپنے فرشتون کو اپنا بھید دکھلا دیا تھا کہ اس قسم کی راحت تکلیف کے برابر ہوا کرتی ہے مطلب یہ کہ آپ نے فرشتون کے سوال پر بھی اونکو یہ جواب دیا تھا کہ ہر شے مین بعض مصالح ہوتے ہین اور بعض مضار تو یہین بھی اسیطرح ہے لیکن ہم اُن مصالح کی بنا پر خلق آدم کرتے ہین تو چونکہ فرشتون کو پہلے سے صرف ضرر ہی کا علم تھا اونکو یہ خبر ہی نہ تھی کہ اسمین کوئی مصلحت بھی ہے اسلیے اتنا ہی کہدینے سے اونکا اطمینان ہوگیا۔ تو جیسا اونکا سوال تھا ویسا ہی میرا سوال ہے۔ اسلیے جسطرح اونکو جواب مرحمت ہوا تھا اگر میری بھی تسلی فرما دیجاوے تو بعید از لطف وکرم نہو۔ اور فرماتے ہین کہ۔
عرضہ کردی الخ یعنی آپنے آدم علیہ السلام کے نور کو فرشتون پر عیاناً پیش کر دیا۔ تو تمام مشکلین انکی حل ہو گئین نور آدم سے مراد علم آدم ہے مطلب یہ کہ آپنے انکو بھی یہ جواب دیکر جیسا کہ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اجمالاً ارشاد ہوا تھا واعلم ما لا تعلمون اسکے بعد پھر حضرت آدم کو علم پیش کیا تھا جیسا کہ فرماتے ہین کہ ثم عرضھم علی الملئکۃ الخ تو اسیطرح میری بھی تسلی فرما دیجیے۔ آگے جواب ہے جسمین کہ ظاہر الفاظ مین لفظ گوید یا گفت وغیرہ کچھ نہین ہے مگر قرینہ مقام سے معلوم ہوتا ہے کہ جواب یہی ہے اسکو مولانا مثالون سے بیان فرماتے ہین جن سے کہ جواب بھی مستنبط ہوتا ہے اور ان سبکا خلاصہ یہی ہے کہ چونکہ سب چیزون مین ضرر ونفع دونون ہوتے ہین اور نفع سبب ضرر کا اور ضرر سبب نفع کا ہو جایا کرتا ہے اسلیے ہم نفع کا لحاظ کرکے ضرر کو نظر انداز کرکے اوس شے کو پیدا فرماتے ہین اور چونکہ معاند نہو بلکہ طالب حق ہو اوسکو صرف اسقدر کہدینا بھی کافی ہو اور اسکی تسلی اس سے بھی ہو جاتی ہے جیسا کہ مشاہد ہے اب سمجھو کہ فرماتے ہین کہ۔
حشر تو گوید الخ یعنی تمھارا حشر بتاتا ہے کہ موت مین کیا مصلحت ہے اور میوے کہتے ہین بیجون (کی پیدائش) مین کیا بھید ہے مطلب یہ۔ موت جو کہ ایک تکلیف دہ شے تھی اوسمین یہ مصلحت ہے کہ قیامت کو اعمال کے ثواب ملینگے اور بیجون جب خوشہ نکلا تو معلوم ہوگیا کہ ان سے یہ مقصود تھا تو دیکھو ایک نقص کا وجود ایک کامل کے وجود کا سبب ہے۔
سر خون الخ یعنی خون اور نطفہ (کی پیدائش) مین بھید حسن انسانی ہے اور ہر آخری زیادتی سے پہلے کمی ہوتی ہے مطلب یہ کہ دیکھو نطفہ ایک ناپاک شے ہے مگر انجام کے اعتبار سے حسن انسانی کا یہی سبب ہے تو معلوم ہوگیا کہ جس

شے کا انجام بہتر ہوتا ہے اوسکے شروع مین ضرور کوئی نہ کوئی نقص ہوتا ہو او۔ ہر شیئ مسبوق لمی کے ساتھ ہوئی ہے۔

لوح را الخ[۱۵] یعنی تختی کو اول (کاتب) بلا توقف صوڈالتا ہے اور اسوقت اوسپر حروف لکھتا ہے تو دیکھو اول تو اُسنے اُن حروف کو مٹایا مگر یہی سبب ہو گیا دوسرے حروف کے لکھنے کا۔ اسی لکھی ہوئی تختی پر دوسرے حروف ہرگز نہ لکھے جاسکتے تھے۔ آگے اسپر تفریع فرماتے ہین کہ۔

خون کند الخ[۱۶] یعنی (سالک اول) دلکو خون کر لیتا ہے ذلیل آنسوؤن سے اور اوسپر اسرار پوشیدہ (حق تعالیٰ) کے لکھتا ہے مطلب یہ کہ اسیطرح جب سالک اسرار حق کو لوح دلپر لکھنا چاہتا ہے۔ تو وہ بھی اول آنسوؤن سے اسکو دھوتا ہے جب پہلے نقوش جو شہوات سے پیدا ہو گئے تھے مٹجاتے ہین اب اوسپر اسرار حق کے نقوش بناتا ہے اور معرفت حق حاصل کرتا ہے۔

وقت شستن الخ[۱۷] یعنی دھونیکے وقت تختی کو پہچان لینا چاہیے اسلیے اسکو ایک دفتر بنادینگے مطلب یہ کہ صفائے قلب کے وقت خوب اچھی طرح صاف کر لینا ضروری ہے اسلیے کہ کارکنان قضا و قدر اس سے ایک دفتر بنا دینگے اور تمام نامہ اعمال کی شرح تو ان حضرات کے قلب صاف ہی ہین اسلیے اول اسکی خوب صفائی کر لے پھر اسرار نہانی حق تعالیٰ کے اسپر نقوش بنادے تفریع ختم ہو گئی۔ آگے پھر وہی مثالین ہین فرماتے ہین کہ۔

چون[۱۸] الخ یعنی جب نئے گھر کی بنیاد ڈالتے ہین تو پہلی بنیاد کو اکھاڑ پھینکتے ہین تو اُسکا اکھاڑنا ہی تو دوسری عمارت کے بنانے کے لیے سبب ہوا۔

گل[۱۹] بر آرند الخ یعنی قعر زمین سے اول مٹی نکالتے ہین تاکہ انجام مین اُس سے شیرین پانی کھینچو۔ تو دیکھو مٹی نکالنا جو کہ زمین کو خراب کرتا ہے سبب ہو لیا ہے پانی کے نکلنے کا۔

از حجامت الخ[۲۰] یعنی پچھنے لگوانے سے بچے بہت روتے ہین اسلیے کہ وہ کام کے بھید سے واقف نہین ہین۔

مرد خود الخ[۲۱] یعنی مرد خود حجام کو روپیہ دیتا ہے اور اس خون پینے والے نشتر کو نوازتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو نشتر لگوانے سے بچہ تو زار زار رو رہا ہے اور جو اسکا سرپرست ہے وہ خوش ہوتا ہے اور حجام کو انعام دیتا ہے تو یہ اسلیے کہ بچہ کو تو خبر نہین ہے کہ اس سے انجام کیا ہوگا اوسکی نظر تو صرف اس موجودہ تکلیف پر ہے اور مربی جانتا ہے کہ یہ جو راتون و بے چین رہتا ہے رات رات بھر نیند نہین آتی یہ ساری خرابی اس دنبل کی ہے اور اسمین جو پیپ وغیرہ بھر رہی ہے اسکی خرابی ہے اور ایک نشتر کے لگنے سے وہ ساری تکلیفین جاتی رہین گی اور رات کو آرام سے سو دیگا تو دیکھ لو کہ ایک تکلیف کے بعد راحت پہونچی اور یہ تکلیف ہی راحت کا سبب ہوئی۔

می دود الخ[۲۲] یعنی حمال بھاری بوجھ مین دوڑتا ہے اور بوجھ کو دوسرون سے چھینتا ہے۔ تو یہ اسلیے کہ اس کا انجام یہ ہے کہ پیسے ملین گے۔ ورنہ ظاہر مین تو ایک مصیبت ہے کہ بوجھ اٹھانا پڑے گا۔ لیکن یہ مشقت ہی اس انعام کا سبب ہے۔

جنگ الخ[۲۳] یعنی حمالون کی لڑائی بوجھ کے واسطے دیکھو۔ تو اسیطرح دین کے کام مین بھی کوشش کرتا ہو اسلیے کہ کار دین مین بھی تو انجام کار فرحت اور نعمت ہی ہے اسیطرح حمال کو بھی انجام کار انعام ملتا ہے تو ثابت ہو گیا کہ بہت سے نقص اور بہت سی تکالیف اور مصیبتین سبب کمال اور عیش اور راحت کا ہوا کرتی ہین آگے فرماتے ہین کہ۔

چون گر اینها الخ[۲۲] یعنی جبکہ گرانیان راحت کی بنیاد ہین تو بہت سی تلخیان نعمت کی پیشوا ہین مطلب یہ کہ جسطرح تکالیف سبب راحت کا ہوتی ہین اسیطرح راحت بھی سبب تکلیف کا ہوا کرتی ہے آگے اسکی اور مثال دیتے ہین کہ۔

حفت الجنۃ الخ[۲۳] یعنی جنت تو ہماری مکروہات سے گھری ہوئی ہے اور جہنم ہماری شہوات سے گھرا ہوا ہے۔ حدیث مین ہے کہ حفت الجنۃ بالمکارہ وحفت النار بالشہوات تو دیکھو کہ جس نے دنیا مین مکروہات نفس پر صبر کیا اور اس تکلیف کو جھیلا اوسکا انجام تو جنت اور اسکی لذتین ہین اور جسنے یہان شہوات اور لذات مین مزے اڑائے اسکو انجام کار جہنم ملیگا اور اوسکی مشکلین اور کاہشین برداشت کرنا پڑینگی۔

تخم مایہ الخ[۲۴] یعنی تمھاری آگ کا سرمایہ اک شاخ تر ہے۔ اور آگ کا جلا ہوا کوثر کے قرین ہے مطلب یہ کہ جو لکڑیان اسوقت آگ مین جل رہی ہین وہ ایک وقت مین شاخ تر تھین اور خوب مزے اڑائے تھے اسلیے آج آگ مین جلنا پڑا اور جو لکڑی کہ جل چکی ہے اوسکے کمل کرنیکے لیے اوسپر پانی ڈالتے ہین جس سے کہ اسکی آگ بجھ جاتی ہے تو دیکھو لوکہ اوسکو بعد راحت کے جلنا پڑا اور دوسرے کو بعد جلنے کے راحت نصیب ہوئی۔

ہر کہ در زندان الخ[۲۴] یعنی جو کہ قید خانہ مین محنت کا قرین ہے تو کسی شہوت کی یا لقمون (لذیذ) کی جزا ہی مطلب یہ کہ اگر کوئی قید خانہ مین ہے تو ضرور اس سے قبل کسی لذت اور راحت مین رہا ہے یہ اوسی کا بدلا مل رہا ہے اور وہ عیش ولذت ہی اس مصیبت کا سبب ہو گئی ہے۔

ہر کہ در قصرے الخ[۲۵] یعنی جو شخص کہ محل مین دولت کا قرین ہی یہ کسی محنت اور مشقت کا بدلا ہے کہ اول اس دولت کے کسب مین مشقت کی ہے تو اب راحت سے اڑا رہے ہین۔

ہر کرا دیدی الخ[۲۶] یعنی جسکو دیکھو کہ روپے پیسے مین یکتا ہے تو جان لو کہ اسنے کمانے مین (بڑی بڑی مشقتون پر) صبر کیا ہے تو اُنکا بدلا یہ مل رہا ہے لہذا جبکہ بعض منافع سبب ضرر کے اور بعض ضرر سبب نفع کا ہوا کرتے ہین اسلیے بالنظر الی المنافع ہم اوس شے کو پیدا فرما دیتے ہین یہ تو حق تعالی کے اس جواب کا حاصل ہوا اب اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ چونکہ ظالمون کے غالب کرنے مین ترقی درجات مظلومون کا نفع ہے اسلیے ہم نے ظالمون کو غالب کر رکھا ہے یہانتک تو یہ مضمون تھا آگے مولانا اس سے انتقال فرماتے ہین چونکہ یہان ایک اعتراض یہ ہوتا تھا کہ یہ جسقدر اسباب ایک دوسرے کے ہمنے بیان کیے ہین یہ تو توحید کے بالکل خلاف ہین جسپر غلبہ توحید کا ہوگا۔ اسکو ان اسباب سے کیا تعلق ہے اوسکی نظر تو بس ذات بحت حق تعالی کیطرف ہوگی آگے اسی لیے بطور دفع دخل مقدر کے فرماتے ہین جسکا حاصل یہ ہے کہ ترک اسباب تمھارا منصب نہین ہے بلکہ یہ اوس شخص کا منصب ہے کہ جو فنا ہو چکا ہو اور مرضی حق کو اپنی مرضی پر مقدم سمجھتا ہو لہذا تمکو ارتکاب اسباب ہی لازم ہے اب سمجھو کہ فرماتے ہین۔

آنکہ بیرون الخ[۲۷] یعنی جو شخص کہ اوسکی جان طبایع سے باہر ہو تو ترک اسباب اوسکا منصب ہے یعنی جو ان خواہشات طبائع انسانی سے علیحدہ ہو اور ذات حق مین فنا ہو چکا ہو اوسکو تو ترک اسباب جائز ہے مگر تم کو کہ ابھی خام ہو ہرگز جائز نہین ہے فرماتے ہین کہ۔

بے سبب بیند الخ[۲۸] یعنی جبکہ آنکھ گذرنے والی ہوگی اوسوقت بے سبب کے دیکھے گا اور تو کہ حس مین (مقید) ہے سبب کی حفاظت کر مطلب یہ کہ جسکی نظر کہ اس عالم اسباب سے گذر کر حق تعالی تک پہونچگئی ہو اوسکو تو ترک اسباب جائز ہے

لیکن تم جو کہ مقید اسباب ہو ہرگز ترک اسباب مت کرنا ورنہ گمراہ ہوگے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

۲۹ بے سبب بیند الخ یعنی وہ بے سبب کے دیکھتا ہے نہ آب دگہاس سے چشمے کے چشمے انبیا علیہم السلام کے معجزات مطلب یہ کہ جسکی نگاہ اس عالم سے گذر گئی اوسکو پھر اسباب ظاہری کی ضرورت نہین ہوتی بلکہ وہ بے اسباب ظاہری کے بے انتہا معجزات دیکھتا ہے اور انبیا کی تصدیق کرتا ہے اور اسکو ان معجزات ظاہری کے دیکھنے کی تصدیق مین ضرورت نہین ہوتی آگے ایک مثال فرماتے ہین کہ۔

۳۰ این سبب الخ یعنی یہ اسباب (ظاہری) مثل طبیب کے ہین اور (انکا مرتکب مثل ہلیلہ کے) ہے (تو اگر ارتکاب نکریگا تو آخر مریگا اور کیا ہوگا آگے دوسری مثال ہے کہ) اور یہ اسباب مثل چراغ کے ہین اور بتی کے۔

۳۱ شب چراغت الخ یعنی اپنے رات کے چراغ کے لیے نئی بتی بٹ لے اور آفتاب کے چراغ کو اس سے پاک جان مطلب یہ ہے کہ چونکہ یہ اسباب چراغ کیطرح ہین اسلیے انکو جبتک تیل بتی پہونچتا رہتا ہے سب کام درست رہتے ہین ورنہ گل ہوجاتے ہین اور کام نہین چلتا لیکن جو حضرات کاملین ہین اور وہ مثل آفتاب کے ہین انکو اس تیل بتی کی ضرورت نہین ہے انکے اندر تو خود نور ہے اونکو ان اسباب ظاہری کے ارتکاب کی ہرگز ضرورت نہین ہے کار پاکان را قیاس از خود مگیر ٭ گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر ٭ ایک اور مثال فرماتے ہین کہ۔

۳۲ رو تو الخ یعنی جاؤ اور اپنی جان کی چھت کے لیے گارا بناؤ لیکن سقف آسمان کو کہگل سے پاک جانو اوسکو کہگل کی ضرورت نہین ہے اسی طرح تم کو تو اسباب کی ضرورت ہے لیکن جو کاملین ہین انکو اسکی ضرورت نہین ہے آگے بطور تحدیث بالنعمۃ کے فرماتے ہین کہ

۳۳ آہ کہ چون الخ یعنی خوب ہوا جبکہ ہمارا دلدار اور غم سوز ہوا تو خلوت شب گذر گئی اور دن ہوگیا۔ مطلب یہ ہے کہ فرماتے ہین کہ حق تعالے کا شکر ہے کہ جب ہمارا مطلوب اور محبوب ہمارا دلسوز ہوا تو وہ صفات بشریہ سب زائل ہوگئین اور اسباب وغیرہ سب سے قطع نظر ہوگئی اور اوسکی تجلی اور نور سے ہمارے اندر بھی نورانیت پیدا ہوگئی اور فرماتے ہین۔

۳۴ جز بشب الخ یعنی چاند کا جلوہ تو رات ہی کو ہوتا ہے تو دلخواہ کو بجز درد کے اسیطرح مت تلاش کرو۔ مطلب یہ ہے کہ جب ہمارے اندر پہلے سے رذائل بھرے ہوئے تھے جب ہی تو وہ نور اور تجلی بھی ہمپر آیا ورنہ کیسے حاصل ہوتا اسلیے کہ ٭ ہر کجا پستی است آب آنجا رود ٭ ہر کجا دردے شفا آنجا رود ٭ جب یہ معلوم ہوگیا تو اس تجلی کے حاصل کرنیکا طریق بتاتے ہین کہ وہ مجاہدہ ہے اگر تم مجاہدہ کروگے تو تمکو نور حق تعالی کا میسر ہوجاویگا اسیکو مولانا نے جز بدرد دل مجو دلخواہ را سے تعبیر فرمایا ہے اب چونکہ یہان ترغیب مجاہدہ کی تھی اسلیے آگے شکایتاً فرماتے ہین کہ۔

۳۵ ترک عیسے الخ یعنی عیسیٰ کو چھوڑ کر خر کو پال رکھا ہے تو نے لہذا بے شک گدھے کیطرح تو پردہ کے باہر ہے عیسے سے مراد روح ہے اور اسیکو مولانا نے آگے جان سے بھی تعبیر کیا ہے لیکن عقل سے بھی تعبیر کیا ہے سب سے یہی مراد ہے۔ اور خر سے مراد نفس ہے کہ وہ تابع روح کا ہوتا ہے۔ اب سمجھو کہ فرماتے ہین کہ تم نے جو خواہشات نفسانی پر عمل کر رکھا ہے اور روح کے مقتضیات کو مٹا رکھا ہے تو گویا اوسکو مار رکھا ہے اس لیے تم تجلیات حق سے علیحدہ اور دور ہو ورنہ اگر تم روح کے مقتضیات پر عمل کرتے اور نفس کے خواہشات کو زائل کر دیتے تو تمکو قرب نصیب ہوتا آگے مولانا ہر ایک کی خاصیات فرماتے ہین کہ۔

طالع الخ یعنی عیسے (روح) کے حصہ مین تو علم و معرفت ہی اور یہ گدھے (نفس) کا حصہ نہین ہی اے وہ شخص کہ گدھے کیطرح ہی تجکو روح کی پرورش چاہیے تاکہ علم و معرفت حاصل ہو۔

تالۂ خر الخ یعنی تو گدھے کا نالہ سُنتا ہی تو تجھے رحم آجاتا ہی اور یہ نہین جانتا کہ گدھا تو گدھا پن ہی کا حکم کرتا ہے مطلب یہ کہ جہان نفس نے ذرا وادیلا کی اور تمکو اوسپر رحم آجاتا ہے اور اوسکے خواہش کو پورا کردیتے ہو مگر تمکو یہ خبر نہین کہ یہ تو بجز اسکے کہ حق تعالیٰ سے دور کرنیوالے ہین اور کیا فائدہ ہی لہٰذا اسکی خواہشات و مقتضیات پر ہرگز عمل مت کرو۔

رحم بر عیسی الخ یعنی عیسی پر رحم کرو اور گدھے پر مت کرو اور اپنی طبیعت کو عقل پر سردار مت کرو۔ مطلب یہ کہ روح پر رحم کرو اور اوسکے مقتضیات کو پورا کرو اور نفس کی خواہشات کو ہرگز پورا مت کرو اسلیے کہ یہ قعر جہنم مین لیجانے والی شے ہی اور اپنے نفس کو روح پر سردار مت کرو ورنہ پھر یہ غالب ہو کر اوسکو کسی مصرف کا نرکھے گا۔

طبع را الخ یعنی طبیعت کو تو چھوڑ دو تاکہ نار زار روے اور تم اوس سے (قوت) لے کر جان کا فرض ادا کرو مطلب یہ کہ نفس کو بالکل چھوڑ دو کہ ذلیل و خوار ہو اوسکی بالکل پرواہ مت کرو۔ بلکہ اوس سے قوت کو حاصل کرکے حقوق روح کے ادا کرو۔ آگے فرماتے ہین کہ۔

سالہا خر بندہ الخ یعنی سالہا سال تک تو گدھے کا بندہ رہاہے۔ بس کافی ہے۔ اسلیے کہ گدھے والا تو گدھے سے بھی پیچھے ہوتاہے۔ مطلب یہ کہ سالہا سال تک تم نے نفس کے مقتضیات پر عمل کیاہے اور اوسکے پیچھے پیچھے پھرے ہو لیکن یہ سمجھ لو کہ وہ گدھے کیطرح ہے اور جو گدھے والا گدھے کے پیچھے چلتاہے تو منزل پر پہونچنے مین اس سے بھی پیچھے رہتاہے اسیطرح اگر تم اوسکے مقتضیات پر عمل کروگے تو یقیناً نفس سے بھی پیچھے رہوگے اور نفس جیسی ذلیل شے بھی منزل پر پہونچنے مین تم سے آگے ہوگی آگے ایک حدیث کے مضمون سے مثال دیتے ہین کہ۔

زاخر وہن الخ یعنی آخروہن سے مراد انکی تیرا نفس ہے کہ وہ آخر مین چلاہیے اور تیری عقل پیچھے ہے۔ مطلب یہ کہ حدیث مین جو عورتون کے بارہ مین آخروہن من حیث آخرہن اللہ (موخر کرو اون کو جیسا کہ موخر کیا اونکو حق تعالے نے) آیا ہے اسکے عموم مین تیرا یہ نفس بھی داخل ہے اسلیے کہ مشاہدہ سے معلوم ہے کہ مقتضیات نفس پر عمل کرنے کے لیے بھی اول ضرورت عقل کی ہوتی ہے پھر نفس کے مقتضی پر عمل ہوتاہے لہٰذا جیسے کہ یہان نفس موخر ہے اسی طرح اسکو تم بھی موخر ہی رکھو۔

ہم مزاج الخ یعنی یہ تیری عقل پست بھی خر کے ہم مزاج ہوگئی ہے اور اسکی بھی فکر یہی ہے کہ گھاس دانہ کسی طرح ہاتھ مین لا دین۔ مطلب یہ کہ نفس کو غالب کرنیکا یہ نتیجہ ہوا کہ عقل مغلوب ہوگئی اور اوسکے مقتضیات سب باطل ہوگئے اور وہ بھی مقتضیات نفس ہی پر عمل کرنے لگی اسلیے ہمیشہ غالب کا اثر مغلوب پر ہوا کرتاہے اور اصل مین تو عقل کا مقتضا کسب علوم و معارف تھا مگر اب وہ بھی کسب دنیا مین مصروف ہوگئی ہے نفس کو غالب کرنیکا تو یہ نتیجہ ہوا کہ عقل بھی اوس جیسی ہوگئی آگے عقل کے غالب کرنیکا اثر بیان فرماتے ہین کہ۔

آن خر عیسے الخ یعنی اوس عیسی کے گدھے نے مزاج دلکا لے لیا۔ تو عاقلونکے مقام پر جگہ اختیار کی۔ مطلب یہ کہ جب روح نفس پر غالب ہوئی اور اوسکے مقتضیات پر عمل ہوا تو وہ بھی منور اور عاقل ہوگئی اور یہ بعض مرتبہ محسوسات مین بھی ہوتا کہ بزرگونکا اثر جانورون پر پڑتاہے بھلا حضرت عیسی علیہ السلام کے گدھے مین تو جو برکات اور عقول ہو

وہ اگرچہ معقول نہین مگر عقل سے معلوم ہوتا ہی کہ بے انتہا برکات ہونگے مگر مکہ معظمہ مین ایک بزرگ خلیل پاشا تھے انکی برکت گدھے مین ہونا تو مشاہدہ ہے مولوی محمد سعید صاحب فرماتے تھے کہ انکے گدھے کی یہ حالت ہی کہ جب یہ سوار ہوتے ہین تو کبھی بولتا نہین ورنہ گدھے کا کیا وہ تو گدھا ہی ہی جب چاہے بول پڑے اور اسوقت سوار کو شرمندگی ہوتی ہی اسلیے وہ سواری مین کبھی نہ بولتا تھا اور جہان وہ جاتے تھے اگر اونکو کم ٹھہرنا ہوا تب تو اس سے کہدیا کہ کھڑا رہ وہ اسیطرح کھڑا رہتا تھا اور اگر دیکھا کہ زیادہ دیر لگے گی تو اس سے کہدیا کہ چلا جا تو سیدھا گھر آتا تھا تو دیکھیے کہ اسکے اندر بھی انکے تقویٰ کی برکت تھی کہ اس گدھے مین بھی یہ خصلت آگئی تھی تو اسیطرح جن حضرات مین قوت روحانی زیادہ ہوتی ہی اور نفسانی ضعیف ہوتی ہی تو مقتضیات عقل ہی زیادہ ہوتے ہین جو کہ علوم و فنون و معارف ہین آگے یہی فرماتے ہین کہ۔

زانکہ غالب بود الخ یعنی اسلیے کہ غالب تو عقل تھی اور نفس ضعیف تھا تو قوی سوار سے گدھا ضعیف ہو ہی جاتا ہی یعنی نفس مین جو اثر عقل کا آگیا ہی وہ اسی لیے کہ عقل کو غلبہ تھا اور دیکھو اگر سوار قوی ہو تو سواری تابع ہو جاتی ہی اور جسطرح سوار چاہتا ہی اوسکو لے چلتا ہی اسیطرح اب غلبۂ عقل کی حالت مین نفس بھی بالکل تابع و مطیع ہو گیا ہی۔ آگے فرماتے ہین کہ۔

در ضعیفی الخ یعنی اے گدھے کی برابر تیری عقل تو ضعیفی مین ہی اور یہ گدھا ذلیل اژدہا ہو گیا ہی مطلب یہ کہ اسوقت تیری روح تو ضعیفی مین ہی حالانکہ اسکو قوی رکھنا ضروری تھا اور یہ نفس ذلیل پھول گیا ہی اور اژدہا کیطرح قوی اور خونخوار ہو گیا ہے اسلیے چاہیے کہ مجاہدات و ریاضات سے قوت عقل کو زیادہ کرے اور اس نفس ذلیل کو ضعیف اور عقل کے تابع کرے یہانتک تو مجاہدہ کی ترغیب اور اس سے روح کی تربیت کی تعلیم اور نفس کو غالب کرنے کی ترہیب تھی لیکن چونکہ یہ سب امور بغیر شیخ کے حاصل نہین ہو سکتے اسلیے کہ وہی راہبر ہی اور شیخ بعض مرتبہ ایسا حکم کرتا ہی کہ جو مرید کو طبعاً ناگوار ہوتا ہی اور اسوجہ سے وہ طبعاً رنجیدہ ہوتا ہی اسلیے اسکو تعلیم فرماتے ہین کہ جب اوس سے تمکو فائدہ پہونچ رہا ہی اور آیندہ فائدہ کی امید ہی تو پھر اوسکو کیون چھوڑتے ہو اوس سے ہرگز علیحدگی اختیار مت کرو فرماتے ہین کہ۔

گر ز عیسے گشتۂ الخ یعنی اگر تو عیسی (شیخ) سے رنجیدہ دل ہو گیا ہی تو صحت بھی تو اوسی سے پہونچتی ہے اسکو چھوڑو مت اسلیے کہ اگر شیخ سے علیحدگی ہو گئی تو جو فوائد اور فیوض اوس سے پہلے حاصل ہوتے اب بالکل بند ہو جاوینگے لہذا علیحدگی مت کرو بلکہ لگے رہو اور اوسکی اس سختی کو اگرچہ وہ ایک دفعہ بیجا ہی ہو اٹھالو اسلیے کہ ؎ بر نیاز برائے دلے بارہا خورند از برائے گلے خارہا چنانچہ جبکہ اوس سے ایک عرصہ تک فیوض پہونچتے رہے ہین تو اگر اس سے ایک تکلیف بھی پہونچ گئی تو اس سے رنجیدہ ہو جانا بڑی ناشکری ہی اب آگے خود شیخ سے مرید کی سفارش کرتے ہین کہ حضرت ذرا آپکو بھی اتنی سختی نہ چاہیے اگر آپ ہی اسقدر سخت ہو جاوینگے تو یہ بیچارے کہان جاوینگے اسکو فرماتے ہین کہ۔

اے مسیح الخ یعنی اے مسیح خوش نفس آپکے مزاج تکلیف کیوجہ سے کیسے ہین اور جہان مین بے رنج کے تو خزانہ ملتا بھی نہین ہے مطلب یہ کہ شیخ کو خطاب فرما کر اول انکی مزاج پرسی کرتے ہین کہ حضرت آپکو ان مریدون سے بہت رنج پہونچتا ہی جناب کے مزاج کیسے ہین پھر فرماتے ہین کہ حضرت بے تکلیف کے تو یہ رفع درجات کا خزانہ مل بھی نہین سکتا ان کلفتون پر جب آپ صبر کرینگے تو آپکو ثواب اور رفع درجات میسر ہوگا لہذا ذرا تحمل سے کام لیجیے اور فرماتے ہین کہ۔

چونی الخ یعنی اے عیسی ان یہود کے مکر سے آپکے مزاج کیسے ہین اور اے یوسف ان حاسد بھائیون کی بدولت آپکے مزاج کیسے ہین یہود اور اخوان حسود سے مراد مخالفین ہین مطلب یہ کہ انکی ایذا رسانی کیوجہ سے آپکو بہت تکلیف ہوتی ہی

تو اب آپکا مزاج کیسا ہی آگے فرماتے ہین کہ۔

تو شب و روز الخ یعنی آپ رات دن اس سرکش قوم کے پیچھے رات دن کیطرح عمر کو مدد بخشنے والے ہین مطلب یہ کہ جسطرح رات اور دن کے گذرنے سے عمر زیادہ ہوتی ہی اسیطرح آپکا وجود با جود بھی حیات روحانیکی ترقی اور زیادتی کا سبب ہے۔

آہ از ین الخ یعنی ان صفراوی بے ہنر لوگوں پر افسوس ہی اور صفراوسے ہنر ہی کیا پیدا ہو (صرف) درد سر۔ مطلب یہ کہ ان ہمعین نفس کی حالت پر سخت افسوس ہی کہ یہ جناب کو ایذا دیتے ہین اور سچ یہ ہی کہ اس نفس سے بجز تکلیف کے اور پیدا ہی کیا ہوگا اس سے تو تکلیف ہی پہونچے گی لیکن آپ مہربانی فرمائیے اور انکی اصلاح فرمائیے۔ آگے اسیکو فرماتے ہین کہ۔

تو ہمان الخ یعنی آپ وہی کیجیے جو کہ خورشید مشرق نفاق او حیلہ اور چوری اور مکر (والون) کے ساتھ کرتا ہے کہ یہ سمجھکر کہ یہ بُرے ہین انپر نور افگنی نہ کرے بلکہ وہ سب پر عام طور پر نور افگنی کرتا ہی اور کسیکی تخصیص نہین کرتا اسیطرح اگرچہ یہ مرید ضرور بُرے ہین لیکن آپ انسے علیحدہ نہ ہوجیے۔ بلکہ اپنے فیض و برکات انکو پہونچاتے رہیے کہ انکی بھی اصلاح ہوجاویگی۔ آگے ایک مثال فرماتے ہین کہ۔

تو عسل الخ یعنی آپ تو شہد ہین اور ہم سرکہ ہین دنیا مین بھی اور دین مین بھی تو اس صفرا کا دفعیہ تو سکنجبین ہو سکتی ہی مطلب یہ کہ آپ تو شہد کیطرح ہین اور ہم سرکہ کیطرح بُرے ہین اور یہ نفس سرکش بڑھ گیا ہی اسلیے اسکا دفعیہ جب ہی ہو سکتا ہے جبکہ آپ ہمارے ساتھ ملین اور ہماری مدد کرین جیسے کہ سرکہ مین شہد ملکر سکنجبین ہوجاتی ہے اور وہ صفرا کا علاج ہوتا ہے اسیطرح آپ ہمارے ساتھ ملین گے تو اس نفس سرکش کا علاج ہوجاویگا۔

سرکہ الخ یعنی ہم ہیچ والون نے تو سرکہ بڑھا دیا ہے اور آپ شہد زیادہ فرمایئے لیکن کرم کو الگ نہ کیجیے مطلب یہ کہ ہم نے تو برائیان اور اخلاق ذمیمہ زیادہ کر رکھے ہین لیکن اگر آپ بھی مدد نہ فرماوینگے تو پھر تو اسکا علاج بالکل ناممکن ہوجاویگا اور ہم بالکل ہی تباہ و برباد ہوجاوینگے اسلیے آپ یہ کیجیے کہ ہمارے ساتھ مل جائیے اور تعلیم و تربیت کو زیادہ کردیجیے کہ جس سے ہماری اصلاح ہوجاوے۔

این سزید الخ یعنی ہم سے تو یہی لایق تھا اور ہم (جیسون) سے تو یہی ہوگا اسلیے کہ آنکھ مین بالو کس شیے کو زیادہ کرے گا اندھے پن کو اسیطرح ہمارے سیئات تو حقیقت مین اندھے ہی پن کو زیادہ کرینگے۔

آن سزد الخ یعنی اور اے سرمہ عزیز آپکو یہ لائق ہی کہ آپسے ہر ناچیز ایک چیز حاصل کرے تو یہ ناچیز بھی آپسے ایک نظر کے طالب ہین کہ جس سے انکی کوری جاتی رہے اور آنکھین کھلجا دین۔

ز آتش الخ یعنی ان ظالمون کی آتش (فساد) سے تو آپکا دل کباب ہوگیا ہی مگر آپ کی طرف سے جملہ اللھم اہد قومی فانہم لایعلمون ہی کا خطاب ہونا چاہیے یعنی اگر یہ ظلوم وجہول آپکو ایذا دیتے ہین لیکن آپ اُنسے جدا نہون بلکہ آپ نائب رسول ہین اسلیے آپ اس حالت مین بھی انکے لیے دعا ہی کیجیے اور انکو راہ راست پر لانیکی کوشش فرمائیے۔

کان الخ یعنی آپ تو کان عود ہین اگر آپ مین آگ لگا وینگے تو اس جہان کو عطر و ریحان سے بھر دینگے اسلیے کہ حالت جوش مین علوم و معارف کا زیادہ زور ہوتا ہی تو اگر آپکو ستاوینگے تو بھی جناب سے فوائد ہی ہین لہذا انسے الگ نہوجیے۔

تو نہ آن الخ یعنی آپ وہ عود نہین کہ آگ سے کم ہوجاوین اور آپ وہ روح نہین ہین کہ غم کے اسیر ہوجاوین اسلیے کہ آپ تو کان عود ہین وہ تو کم ہو ہی نہین سکتا اور یہین تو ہر وقت اور پیدا ہوتا رہتا ہے اسیطرح آپ بھی معدن کمالات

وفیوض ہین اُنکے ان تکلیف دہی سے آپکے کمالات مین زوال تھوڑا ہی آسکتا ہی بلکہ اور پیدا ہو جاتے ہین۔

عود سوزد الخ یعنی عود جل جاتا ہی لیکن کان عود جلنے سے کہین دور ہی اور ہوا اصل نور پر کب حملہ کر سکتی ہی اگر کوئی چراغ وغیرہ ہو تو اوسکو ہوا بھی بجھادے لیکن جو نور اصلی ہی اوسکو تو گل کر ہی نہین سکتی اسیطرح آپ تو کامل ہین کہین ایسی باتونسے آپکے کمالات زائل تھوڑی ہو سکتے ہین۔

اے زتو الخ یعنی اے جناب آپکی وجہ سے تو آسمان وزمین صفائی ہی اور جناب آپکی جفا بھی دوسرونکی وفا سے بہتر ہی چونکہ اولیاء اللہ کی برکت کا اثر تمام عالم پر ہوتا ہی اسلیے فرماتے ہین کہ آسمانونکو بھی آپ ہی کی وجود باجود کیوجہ سے صفائی حاصل ہی اور اگر آپ بظاہر جفا بھی کرین تو وہ دوسرونکی وفا سے بہتر ہی آگے اسکی وجہ فرماتے ہین کہ۔

زانکہ الخ یعنی اسلیے کہ عاقل سے اگر جفا بھی پہونچے تو وفاے جاہل سے بہتر ہوتی ہی اور آپکا عاقل ہونا مسلم ہی لہذا آپکی جفا بھی اورونکی وفا سے بہتر ہی ہماری زبان مین بھی بولتے ہین کہ دانا دشمن نادان دوست سے بہتر ہے آگے اسکی وجہ فرماتے ہین کہ عاقل کی دشمنی جاہل کی دوستی سے کیون بہتر ہے فرماتے ہین کہ۔

عاقل آرد الخ یعنی عاقل تو معرفت کو درمیان مین لاویگا اور جاہل معرفت کو نقصان مین ڈالیگا اور جب عاقل کو معرفت ہوگی تو وہ کوئی ایسی بیہودگی جو زیادہ مضر ہو نہ کریگا اور جو جاہل ہی اسکو نفع نقصان ہی کی تمیز نہین ہی لہذا وہ جو کچھ بھی کرے کم ہی آگے اسکی تائید ایک حدیث سے فرماتے ہین یہ حدیث نظر سے ڈھونڈی نہین لیکن اسکا مضمون بالکل صحیح ہی فرماتے ہین کہ۔

گفت پیغمبر الخ یعنی پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ عداوت عقل سے اس دوستی سے بہتر ہے کہ جو جاہل سے پہونچے جیسا اوپر بھی معلوم ہوا۔ آگے فرماتے ہین کہ۔

دوستی الخ یعنی دانا آدمی کے ساتھ دوستی کرنا بہتر ہی اور دشمن دانا نادان دوست سے بہتر ہی اب آگے دو حکایتین بیان فرماتے ہین ایک تو یہ کہ ایک شخص کے منہ مین سانپ گھس گیا تھا اور ایک نیکدل نے دیکھا تو اسکو مار مار کر خوب بھگایا یہانتک کہ اوسکو قے ہو گئی اور وہ سانپ نکل گیا تو دیکھو اگرچہ بظاہر وہ مار رہا تھا اور جفا کر رہا تھا لیکن اوسکی یہ دشمنی لاکھون دوستیون سے بہتر تھی کہ اسکے ذریعہ سے اسکی جان بچگئی یہ حکایت تو اسپر ہے کہ دانا کی دشمنی بھی اچھی ہے اور دوسری حکایت یہ ہو نیگی کہ ایک شخص ریچھ سے مکھیان اڑوایا کرتا تھا ایک روز ایک مکھی آکر بیٹھی اسنے اڑایا وہ اُڑ کر پھر آکر بیٹھ گئی جب کئی مرتبہ اسیطرح ہوا تو آخرکار اوسنے ایک پتھر لاکر اس زور سے اس مکھی کے مارا کہ وہ تو خواہ مری ہو یا نہ مری ہو لیکن ان آقا صاحب کا خاتمہ ہو گیا تو دیکھو اگرچہ بظاہر اسکا مکھی اڑانا دوستی تھی لیکن آخر جاہل ہونیکی وجہ سے ایسی دشمنی کی کہ جس سے جان گئی اور اپنے نزدیک دوستی ہی کی کہ مکھی اڑادی یہ اسپر ہے کہ نادان کی دوستی بھی بُری ہے اب اول اس سوار اور سانپ والے کی حکایت لاتے ہین۔

تم الربع الثانی من کلید مثنوی شرح الدفتر الثانی آخر ربیع الاول سنہ ۱۳۲۴ ہجری

فی کورہ تھانہ بھون بلسان اشرف علی وبنان شبیر علی عفا اللہ عنہما